خزینہ تصوف

انسان کامل

حصہ اوّل

یعنی

الانسان الکامل

مصنفہ للعارف الربانی والمعدن الصمدانی سید عبدالکریم ابن ابراہیم الجیلانی کا ترجمہ مع مختصر تذکرہ مصنف

جسمیں

اصول و فروع واحدیت واحدیت عما۔ قلب۔ روح۔ کرسی۔ کتب آسمانی۔ فرشتگان وغیرہ کے معانی و اسرار کا نہایت شرح و بسط سے بیان کیا ہے

مترجمہ

حضرت مولوی ظہیر احمد صاحب ظہیری السہوانی

۱۹۰۸ء

مطبوعہ فیض بخش سٹیم پریس فیروزپور شہر

اوّل - - تعداد جلد ۱۰۰۰ قیمت فی حصہ ۱۲؎ ہر دو حصہ یکجا بلا جلد ۲؎ - مجلد ۲؎۸

دلچسپ علمی و اخلاقی اور صوفیانہ ناول

جو فیض بخش سٹیم پریس فیروزپور شہر سے مل سکتے ہیں

دو جہان کی سیر آجکل کے ناول نویسوں میں جس قدر شہرت یورپ میں ماری کوریلی کو حاصل ہے وہ مشکل سے کسی اور کو ہوئی ہوگی - اس عورت نے وہ کام کیا جو مردوں سے نہیں ہوسکا - اس کے ناول کی لاکھا جلدیں ہفتوں میں اُڑ جاتی ہیں اور لطف یہ ہے کہ جب لکھتی ہے سوسائٹی کے خلاف - اُنکی دستور و عادات پر ایسی سخت نکتہ چینی کرتی اور اُن کے اخلاق پر ایسے سخت حملے کرتی ہے کہ جو پڑھتے ہیں کڑھتے ہیں - مگر با ایں ہمہ اُس کی تحریر میں ایسا جادو ہے کہ اُس کے پڑھے بغیر نہیں رہ سکتے - اس کا ناول آلام شیطان نے دنیا بھر میں ایسی شہرت پائی کہ مشکل سے کسی اور ناول کو نصیب ہوئی ہوگی - دو جہان کی سیر میں عالی دماغ مصنف نے ایک بالکل نئے خیال کو دُنیا میں فروغ دینے کی کوشش کی ہے - اور دنیا اور مذہب اور فلسفے کی حقیقت کو ایک نئے اُصول پر کھولنا چاہا ہے - یہ ناول کا ناول ہے - اور فلسفے کا فلسفہ - مگر باوجود اس کے اس میں خشکی کا نام و نشان بھی نہیں - بلکہ نہایت ہی دلچسپ ہے - اور جس قدر پڑھتے جائیں اُسی قدر شوق بڑھتا جاتا ہے - اور دل و دماغ پر جادو کا کام کر جاتا ہے - یہ ناول ایسا نہیں کہ ایک دفعہ پڑھکر پھینک دیا جائے - بلکہ ایک دفعہ پڑھکر بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے جیبی تقطیع پر لکھائی چھپائی عمدہ - قیمت دو روپیہ - - (ر عہ)

زینونی لارڈ لٹن انگلستان کے مشہور و معروف شاعر و ناولسٹ کی تصنیف ہے جو اعلےٰ درجہ کا صوفی مزاج فلاسفر تھا - اس نے اپنے ناولوں میں اعلےٰ درجہ کے فلسفی مسائل کا بیان اور اخلاقی اور تمدنی برائیوں کا علاج کرنے کی کوشش کی ہے اور ہر ایک ناول حسن و عشق کے داستان نہیں بلکہ ایک خاص مقصد و مُدعا کو مدنظر رکھکر لکھی گئی ہے - اس ناول کا نہ صرف تاریخ کی ایک بڑے اہم واقعہ یعنی ملک فرانس کے ملکی انقلاب سے جو اس صدی کے شروع میں واقعہ ہوا خاص تعلق ہے بلکہ اُس میں انسان کے اعلےٰ دماغی نشو و نما اور بالائے قدرت طاقتوں کا ذکر کرکے بہت سے صوفیانہ مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے - اس ناول کا ہیرو ایک ایسا شخص ہے جس کا اُستاد ایک قدیم الایام شخص ہے جو قدرت کے بھیدوں سے واقف اور غیب کے اسرار سے آگاہ ہے اور وہ خود بھی اِن طاقتوں پر حاوی ہے - مگر با ایں ہمہ یہ ناول دیوں پریوں کا قصہ نہیں بلکہ ایک واقعی علمی اور فلسفی اخلاقی اور روحانی ناول ہے - جیبی تقطیع قریباً چھ سو صفحوں پر نہایت عمدہ اور اعلےٰ کاغذ پر چھپا ہے - قیمت - - - - - (۱عہ)

(مفصل فہرست کتب طلب کرنے پر ارسال کیجاتی ہے)

انسان کامل

پہلا حصہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ

ستائیشیں اُسی ذات کو زیبا ہیں کہ جس کی حمد کی برکت سے اُس کے اسم کا وجود دنیا میں
روہ روز بروز رونق پذیر ہے۔ اور ہر کمال کی وہی ذات مستحق اور مقتضی ہے۔ اور
ل کے خال کے نقطے سے جمال کے حروف بھرے ہوئے ہیں اور پورے
وہ اپنی ذات کی حمد کو جس طرح سے کہ وہ محمود تعریف کیا گیا ہے۔ خود سنتا ہے
ہے اور وہی حمد ہے اور وہی محمود ہے۔ پس اُس کے وجود مطلق کی حقیقت
اور حق کی حقیقت ہے۔ اور عالم ظاہر کے رہنے کی جگہ پر آدمی کی صورت پر متصور
مظ کائنات کے معنی گویا کہ مخلوقات کی صورتوں کی جان ہے کہ جو اپنے کمال سے
ں حلول کئے ہوئے وہ ہر ایک ذرہ میں موجود ہے۔ اس کے چہرہ کا جمال ہر پیشانی
۔ وہ اس جلال کا مالک ہے۔ جو اس کے شایانِ شان ہے۔ اور ہر ایک پیشانی
جمال کی روشنی ظاہر ہے اور وہ ذوالجلال ہے کہ جس میں تمام کمالات کا احاطہ
ہے حقیقت جواہر و اغراض کی ذات۔ معانی و اغراض کی صورت۔ عدم و
ت۔ اور ہر والد و مولود کی اصلیت ہے۔ اُس کی صفات سے جمال نے جمال حاصل
لیا۔ اور اس کی ذات سے کمال نے کمال پایا پھر پورا ہوا۔ صفات کے رخساروں پر
سن چمکتے ہیں۔ اور اس کی قیومیت احدیت سے ذات کے قایم ہیں۔ اور جواہر
کی حقیقت اُس کی ذات ہے اور معانی اور اغراض اُس کی صورت ہے۔ اور وہ عدم
قیقت ہے اور ہر والد اور مولود کی حقیقت ہے۔ اور وہ اپنی کل صفتوں میں جمال
[illegible]

اُس نے پورا کیا ہے۔ اور اُس کے حسن وجمال کی روشنی دنیا کے رخسار
اُس کی احدیت کے قایم ہونے سے اُس کی ذات کے ستون مستقیم
باتیں گویا ہوگئیں کہ بیشک وہ ان تمام چیزوں کا عین ہے۔ اور خوبیوں ا
اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ وہ اُن کی زینت ہے۔ گنتی میں وہ ایک
ازل سے ابدتک فرد ہے۔ وہ عین ذات ہیں۔ اور اُس کے حسن وجمال ا
ہیں۔ کہ وہی صفات اُس کی زینت ہیں۔ اور شمار کے اعتبار سے وہ اکیلا
میں ازل سے ابدتک فرد ہے۔ اور (تنزیہ کی طرف محتاج ہونے سے منزہ
سے پاک۔ اور اپنی احدیت میں شمار سے برتر۔ اور اپنی عظمت میں) ہر تعریف
غالب ہے۔ اور نہ اُس پر مقدار معین ہو سکتی ہے۔ اور نہ کسی کیفیت کے
کہہ سکتے ہیں اس سے بالاتر ہے کہ جامع ومانع تعریف اس کا احاطہ کر سکے۔ کیف
کسی مکان میں ہونے کے ساتھ وہ متصف نہیں ہو سکتا۔ اور نہ علم اس کا احاطہ کر سکتا ہے
اور نہ آنکھ اس کو پورے طور پر دیکھ سکتی ہے۔ حیات کا نفس وجودی اس کی حیات ہے اور
اُس کی نفس قیومیت مع کنہ صفات کے اُس کی ذات ہے۔ اور نہ این[۲] کی اس تمام کی گنجایش ہے
اور نہ کسی کا علم اُس کا احاطہ کر سکتا ہے اور نہ کسی کی آنکھ اُس کو دیکھ سکتی ہے۔ اور اُس کی حیات
بعینہ زندگی کا وجود ہے اور اُس کی ذات بعینہ اُس کا قایم ہونا معہ صفات کے ہے۔ اور ہر اعلے
اور ادنے چیز کا وہ جلا دینے والا ہے اور ہر اول وآخر کا وہ عین ہے۔ اور وہ کمال کہ جو گردن
کشی کا سبب ہوتا ہے اُس کا ہیولا ہے۔ اور وہ عظمت اور بزرگی کہ جو سبب بلندی ہے۔ اُس کا
منشا ہے اور سب چیزوں میں اُس کی حیات کا اثر کرنا گویا اُس کے علم کے وجود کا کان ہے
اور اُس کا علم جتنی غائب اور حاضر چیزیں ہیں۔ سب کے دیکھنے کا محل ہے۔ اور تمام چیزوں کو
اُس کا دیکھنا جلا دینے والا اُس کے کلام کی بلندی کا ہے اور تمام مخلوقات کا سننا بعینہ اُس
مشیتوں کا انتظام ہے۔ اور اُس کا ارادہ اُس کے کلمۂ روشن کا مرکز ہے اور اُس کا کلمہ اُس کی
صفت قادر کا منشا ہے۔ اور اُس کی زندگی عدم کا بطون اور وجود کا ظہور ہے اور اُس کی
الوہیت عابد کی ذلت اور معبود کی عزت کی جامع ہے۔ اور وہ اپنی وصف میں متفرد ہے ا

[۱] متکیف وہ چیز کہ جس پر کیفیت طاری ہو ۱۲ منہ [۲] این کے یہ معنی ہیں کہ کسی چیز کے مکان سے سوال کیا جائے کہ فلاں چیز کہاں ہے ۱۲ منہ

ں میں وہ یکتا ہے یعنی نہ اس کا کوئی والد ہے اور نہ ولد ہے اور نہ کوئی شریک ہے
اور [illegible] اور پیدا اور بہا میں وہ تنہا ہے۔ پس وہ ہر چیز کے ساتھ
[illegible] ہر ایک ساکن کے ساتھ وہ ہر سکون میں بلا حلول کے
[illegible] ساتھ وہ جیسا چاہتا ہے ظاہر ہوتا ہے اور ہر خلق اور حق کے ساتھ
ہوتا ہے۔ اور تمام ضدوں کو ہر ذات میں شامل ہے اور اپنی وحدت سے
[illegible] دیا ہے۔ پس وہ اپنی فردیت میں تمام ازواج[۹۱] اور افراد[۹۲] سے متعالی[۹۳] اور متقدس[۹۴]
اُس کی احدیت کثرت کی عین ہے اور اُس کی احدیت کثرت کی عین ہے اور اُس
ازدواجات[۹۵] کی عین ہے۔ اور اُس کی تنزیہہ کی بساطت[۹۶] بعینہٖ تشبیہ کی ترکیب ہے
ذات کی برتری بعینہٖ بلندی کی حقیقت ہے۔ اور اُس کی عظمت کا علوم احاطہ نہیں
ور اُس کے کُنہ جلال کو فہوم ادراک نہیں کرسکتے اور تمام عالم نے اُس کی ادراک سے
اقرار کیا ہے۔ اور تمام مخلوق کی عقلیں اُس سے نا اُمید ہو کر لوٹ گئیں ہیں۔
واجب ہونے اور جائز ہونے کے دائرے سے وہ علیحدہ ہے۔ اور تفریح اور الغاز[۹۸]
ہے وہ بری ہے۔ اور عدم اور وجود کی حقیقت مشہد صحیح میں ہے۔ یعنی اُس کے
ونے کی جگہ ظاہر ہوتی ہے۔ اور وہ جوہر اور عرض کی حقیقت ہے۔ اور اُس کی حیات
تات اور حیوانات ہیں۔ مگر اُس وقت کہ جب اُس کے سرایت کرنے کا وقت ہو اور
دریا ہے کہ جس میں روحانیات نزول کرتے ہیں اور فرشتوں کے چڑھنے کی جگہ ہے
ن اور خواہش ہائے نفسانی کے رہنے کا ایک گڑھا ہے۔ اور کفر اور شرک کی تاریکی کا
نے والا ہے۔ اور سفیدیٔ ایمان اور ادراک کا نور ہے اور ہدایت کی پیشانی کی صبح ہے۔
ں اور ضلالت کی شب تاریک ہے۔ اور نئے اور پُرانے کا وہ آئینہ ہے۔ اور نعمتوں
کی حقیقت کا وہ جلا دینے والا ہے۔ اور تمام اشیاء کا احاطہ کرنا اُس کا بالذات ہے
کی ذات اُس کی صفات کی کُنہ سے عاجز ہے۔ اور اُس کی اوّلیت کی کوئی ابتدا نہیں ہے
ں کی آخریت کی کوئی انتہا ہے۔ اور وہ قیوم ہے اور ازلی ہے اور باقی ہے اور ابدی

ح جمع ہے زوج کی اور زوج جوڑے کو کہتے ہیں ۱۲ [۹۲] افراد فرد کی جمع ہے اور فرد اکیلے کو کہتے ہیں ۱۲ [۹۳] متعالی کے
ہونیوالا ہے ۱۲ [۹۴] متقدس کے معنی خود پاک ہونیوالا ہے ۱۲ [۹۵] ازدواجات جمع ہے ازدواج کی۔ ازدواج
ی کا کسی کے ساتھ جوڑہ لگانا ہے ۱۲ [۹۶] بساطت کے معنی کسی چیز کا کسی چیز کے ساتھ مل
ہ کے معنی ظاہر کرنا کسی چیز کا ۱۲ [۹۸] الغاز جمع ہے لغز کی اور لغز چیستان کو۔

ہے اور تعبیر اُس کی قوت اور قدرت اور ارادہ کے کوئی ذرہ کسی وجود میں متحرک نہیں ہو سکتا ہے اور جو کچھ کہ ہوا۔ اور جو آیندہ ہوگا وہ اُس کو جانتا ہے اور ابتداے وجود سے انتہا تک اُس کے علم میں ہے اور مَیں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ کوئی معبود سواے اُس ذات کے نہیں ہے اور وہ ان عبارتوں سے برتر ہے اور وہ منقدس ہے اس بات سے کہ اُس کی ذات تصریحاً یا اشارتاً کوئی جان سکے۔ اور جو اشارہ اُس پر دلالت کریگا۔ پس وہ گویا اُس کی حقیقت سے روگردانی کریگا۔ اور جو عبارت کہ اُس کی طرف رہنمائی کرے گی۔ پس وہ گویا کہ اُس سے سرکشی کریگی اور اُس نے جیسا کہ اپنے نفس کو جانتا ہے وہ حق ہے۔ اور اُس نے بالذات اپنے کمال کا احاطہ کیا ہے اور وہ درست ہے *

نعت سرورکائنات

اور مَیں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ تمہارے سردار حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ جو ایک فرد ہیں افراد بنی آدم سے اور اُس کے بندہ ہیں اور اُس کے رسول اکرم اور نبی معظم ہیں۔ اور آرایش آپ کی بزرگ ہے اور اوآپ کی منقش ہے۔ اور سب سے آپ قدم اور پیشوا ہیں اور آپ کی راہ بہت مضبوط ہے اور آپ آئینہ ذات کے صاف کرنے والے ہیں اور اسماء اور صفات کے انتہا کرنیوالے ہیں۔ اور انوار جبروت کے نزول کی جگہ ہیں۔ اور آپ اسرار ملکوت کے منزل ہیں اور حقایق لاہوت کے آپ مجمع ہیں۔ اور نکات ناسوت کے آپ منبع ہیں اور حضرت جبریل کی روح کے آپ پھونکنے والے ہیں۔ اور حضرت میکائیل کے بھید کے بلند کرنے والے ہیں۔ اور حضرت عزرائیل کے قہر کے دریا میں تیرنے والے ہیں اور حضرت اسرافیل کے بازو کی قوت ہیں اور خدا کی ذات کے عرش ہیں۔ اور اسما و صفات کی کرسی ہیں۔ اور سدرات کی انتہا کو پہنچنے والے ہیں۔ اور بھیدوں کے تخت کی رفرف ہیں۔ اور طبیعات اور خلایق کے آپ ہیولا ہیں۔ اور الوہیات کے آپ فلک اطلس ہیں۔ اور ربوبیات کی بلندی کے آپ منطقۃ البروج ہیں۔ اور علو اور ترقیات کے فخر کے آپ آسمان ہیں۔ اور علم اور دانائی کے آپ آفتاب ہیں۔ اور کمال اور نہایت کے آپ بدر ہیں۔ اور برگزیدگی اور ہدایت کے آپ ستارے ہیں۔ اور ارادہ کی گرمی کی آپ آگ ہیں۔ اور غیب اور شہادت کے آپ پانی ہیں۔ اور رحمت اور ربوبیت کی ذات کے آپ بادِ صبا ہیں اور ذلت

[illegible] کرگڑہ بہ ہیں۔ اور سبع المثانی آپ کی صفت ہے۔ اور آپ مظہر کمال [illegible] جلال ہیں اور آپ مالک ہیں کنجیوں کی ابتدا سے انتہا تک ✽

[illegible] مظہر ماعلا	یعنی آپ آئینہ حسن کے معنی کے ہیں اور مظہر برتری کے ہیں اور جلا دینے والے کمال کے اور چشمہ شیریں ہیں ✽
[illegible] الینبوع	
[illegible] فلک [illegible] شمسہ	یعنی آپ نیکیوں کے آسمان پر آفتاب ہیں کہ نہیں زوال ہوتا اور ہمیشہ چمکتا رہتا ہے ✽
[illegible] تطلیع	
کل [illegible] کمال [illegible] عن خردل	یعنی کل کمال مراد ہے ایک رائی کے دانہ سے
[illegible] ق عن حسنہ المجموع	کہ وہ متفرق ہیں اپنے حسن مجموعی سے ✽

صلے اللہ علیہ وعلے آلہ واصحابہ وسلم یعنی اللہ کا درود ہو۔ اُن کی اولاد اور اصحاب پر کہ جو قایم ہیں آپ کے احوال پر اور آپ کے افعال اور اقوال ہیں۔ اور مَیں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور جو مضمون کہ اُس کے اندر ہے وہ حق ہے اور روح الامین اُس کو قلب [illegible] پر لائے ہیں ✽

اور مَیں گواہی دیتا ہوں اس بات کی سب انبیا علیہم السلام حق ہیں۔ اور جو کتابیں اُن پر نازل ہوئی ہیں وہ سب سچی ہیں۔ اور ان سب پر ایمان لانا واجب اور فرض ہے اور قبر اور عالم برزخ اور اُس کا عذاب بیشک صحیح ہے۔ اور قیامت کے آنے میں کچھ شک نہیں ہے اور اللہ تعالےٰ قبروں سے مُردوں کو بیشک اٹھائیگا۔ اور مَیں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ جنّت و دوزخ حق ہیں۔ اور پُلصراط اور حساب حشر بھی حق ہے۔ اور مَیں گواہی دیتا ہوں۔ اس بات کی کہ خدا تعالےٰ خیر و شر کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور اُسی کے قبضہ میں کسر و جبر ہے پس خیر اُسی کے ارادے اور قدرت اور رضامندی اور حکم سے ہے۔ اور شر اُسی کے ارادے اور حکم سے ہے۔ مگر نہ اُس کی رضامندی سے اور نیکی سب اُس کی مدد اور ہدایت سے ہے اور بُرائی معہ اُس کے حکم کے ہے۔ اور بندہ اپنی گمراہی اور افعال بد سے اُس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور جو نیکی کرتا ہے وہ اللہ کی جانب سے ہوتی ہے۔ اور جو بُرائی کرتا ہے۔ وہ اپنے نفس کی طرف سے کرتا ہے اور یہ کہنا چاہئے کہ کل باتیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہیں۔ اور اُسی کی طرف سے ہر وجود کی ابتدا ہے اور اُسی کی طرف ہر ایک چیز لوٹتی ہے ✽

اب بعد حمد اور نعت کے معلوم کرنا چاہئے کہ جب انسان کا کمال خدا کو اور اُس کے فضل

کو بقدر طاقت بشری معلوم کرنے میں منحصر ہے - اور تحقیق کی معرفتیں کہ جو الہام
حاصل ہوتے ہیں - یعنی کہ ایک حرم امن کی جگہ ہے کہ جس کے گرداگرد آدمی رد کے
سے طواف کرتے ہیں - اور اُس کا میدان غلطیوں اور لغزشوں سے گھرا ہے
دریا ہلاک کرنے والی اور ڈبونے والی چیزوں سے بھرے ہوئے ہیں -
بال سے زیادہ باریک ہے - اور تیز تلوار سے زیادہ قطع کرنے والا ہے - پس
ہے کہ مسافر کہیں سیدھے راستہ سے نہ بہک جائے - لہذا میں نے ایک ایسی
کہ جس نے تحقیق کو روشن کر دیا - اور اتقان اور تدقیق کے مرتبہ کو ظاہر کیا - پس اس
کی یہ کتاب رفیق اعلےٰ ہووے - مثل دوست خالص کے اور اس امید پر کہ ان
طالب کے واسطے ایک شفیق مہربان ہو - پس اس سے اُنس اور محبت پکڑے
جلوت میں اور اُس کی وجہ سے تاریکیوں میں راہ پاوے - اور اس کی معرفتوں
سخت اندھیری میں روشنی حاصل کرے - پس جذب کے آفتاب کے مُریدوں
گم ہو گئے - اور کشف کے چاند بلندیٔ طالبین سے غروب ہو گئے - اور ارادہ کر
ہمتوں کے ستارے ٹوٹ گئے - پس اسی واسطے اس کے دریا میں تیرنے والا
رہتا ہے - اور اس میدان سخت میں مردمی کرنیوالا بہت کم نجات پاتا ہے ۵

کم دون ذالک المنزل المتعالے	یعنی بہت سے اس منزل برتر میں اُترنے
من همة قد حفت بالاهوال ،	میں خوف کی وجہ سے باز رہے +
وصوادم بیض وخضر اسنة	اور بہت سے بہادر آدمی سفید اور سبز
حملت علے سمر الرماح عوال	تھے اپنے کو مثل رماح[۱] اور عوال[۲] کی طرح
والبرق یلعب حسرة من تحته	اور بجلی کوندتی تھی حسرت سے اُس کے
والریح عند مخیب الاٰمال	ناامید ہو کر اُس سے پھرتی تھی +

پس میں نے اس کتاب کی بنیاد کو کشف صریح پر مضبوط کیا - اور اس کے
خبروں سے قوی کیا - اور اس کا نام الانسان الکامل فی معرفۃ الاواخر والاوائل رکھا
بعد اس کے کہ اس کتاب کے بیان اور تالیف کو شروع کروں - میرے دل میں
ہوئی کہ اس بڑے کام کو تحقیق مسایل کے واسطے چھوڑ دوں - اور جتنا کہ مجھ کو

[۱] رماح نام مرد بہادر ۱۲ منہ [۲] عوال نام مرد بہادر ۱۲ منہ

میں کوشش کروں - پس میں نے اپنی ہمت کو اُس کی تفریق پر جمع کیا اور میں نے
اجمال کی تحقیق اور اشاعت شروع کی - یہانتک کہ میں نے جو لباس اس کو پہنایا - وہ اس
نے پہنا - پس اُس کا آفتاب غروب ہوگیا - اور اس کے حسن کے مُنہ پر حجاب کا بُرقع پڑ گیا
یہاں نے اس کو نسیاً منسیاً کردیا - اور اس کو ایک حقیر چیز بنادیا - اب وہ ایک خبر ہو گئی کہ
پہلے اثر کے طور پر کتابوں میں لکھی ہوئی تھی - اور میں نے یہ سورت پڑھی - یعنی هل اتی
علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئاً مذکورا - اور میری زبان حال اس کلام سے گویا ہوگئی

کان لم یکن بین الحجون الی الصفا ۔ انیس ولم یسمر بمکۃ سامر	گویا کہ نہ تھا درمیان حجون کے صفا تک کوئی دوست کہ جو قصہ کہتا مکہ نہیں ⁂

پس مجھکو خدا نے اس وقت حکم کیا اُس بھید کے ظاہر کرنے کا کہ اُس کی تصریح اور انعام
کو ظاہر کروں اور مجھ سے وعدہ کیا کہ عام طور پر اس کا نفع ہوگا - پس میں نے خوشی سے اپنے
مطاع کے حکم کو قبول کیا - اور اس کی تالیف میں نے شروع کردی - اُس کی تعریف پر بھروسہ
کرکے پس خبردار ہو کہ میں اپنے پُرانے مٹکے سے پیالہ لیکر پیتا ہوں - اور اہل ایمان اور تسلیم
پر اس کے مزے کو ظاہر کرتا ہوں اور جو کریم سے کہ وہ موجود اور معدوم کا نشہ میں لانے والا
ہے - اس سے مدد چاہتا ہوں ؎

سلاف ترٰیک الشمس واللیل مظلم	یعنی شیرۂ انگور دکھاتا ہے تجھکو آفتاب اندھیرہ رات میں وہ ایسی شراب ہے کہ جس کو زمانہ
وتبدی السہا والصبح بالضوء مفحم	ورانتی نے بہایا ہے ⁂
تجل عن الاوصاف لطف شمائل	
شمول بہا سراق الزمان المصرم	یعنی جبکہ تو اُس کو پیالوں میں پیئے گا اور زمانہ اُس
اذا اجلت فی اکوس من حبابہا	کے تیرے قریب دور کر آئیگا ⁂
ودیرت بید ورالدھر وھو مزمزم	اور بہت سے تو نے قلاوہ (؟) حمائلیں اُس کے
وکم قلدت ندمانہا بوشاحہا	ہمنشینوں کے باندھیں - مگر خدا کے ملک کی کنجیاں
ما لید ملک اللہ والامر اعظم	اور اُس کا حکم بہت بڑا ہے ⁂
ب عدیم ملکتہ نطا قہا	اور بہت سی معدوم چیزیں کہ جن کا تجھکو مالک کیا
بیاثر سے فی الوجود [illegible] م	ہے [illegible] وہ موجود [illegible]

قد انشقته نسیمہ سا	اور بہت سے جاہل کہ جن کی بو تو
بلیس کان وادم	بالآخر یہ معلوم ہوا کہ کون شیطان
قد اسمعته حدیثہا	اور بہت سے گمنام روز بیقدر کہ جن کی تو
رۃ عرشا یعزو یکرم	اور انہوں نے شہرت پائی اور معظم
عین انہ حبۃ کوسہا	پس اگر تو اُن کو غور کی آنکھ سے دیکھے
ما بہا الیس تعلم	اُسے آنکھ میں کسی دن پس ایسی چیز کا
نور ابل ھی اللیل ظلمۃ	وہ اصل میں نور کے اعتبار سے آفتا
ۃ العظمی التی تتعلم	تاریکی کے اعتبار سے شب ہے اور
دونہا کل حائل	حیرت کا مقام ہے کہ اُس کو پا نہیں
کالبدر لا تتکتم	اور ہر چہرہ پر اُس کے سامنے سے
بن وعین ولا ضیاء	اور وہ روشن ہے مثل بدر کے کہ چھ
وجہ ووجہ ملثم	پس وہ نور ہے مگر آنکھ اُس کے دیکھ
وعطر ولا شذی	نہیں ہے اور آنکھ ہے تو اُس میں
اس وکاس مختتم	اور حسن ہے تو اُس کے واسطے کوئی
المی من حباب دنا نہا	اور چہرہ ہے تو بوسہ دینے کی جگہ نہیں
تجل وتعظم	وہ ایک خوشبو ہے مگر عطر نہیں ہے
باللہ فندر جنا بہا	مگر کوئی پلیدی نہیں ہے اور شراب
تتہ الا التندم	نہیں اور وہ پیالہ مہر لگا ہوا ہے
ئ الذین خطوا بہا	تو اے میرے دوستو شراب ان
می والسلام مسلم	امیدیں ہمیشہ جس سے بڑھتی رہتی ہے

ن آستانہ کو ست چھوڑو جس سے کہ اس کو چھوڑ دیا سوا
ہے *

ے دوست کہ جنہوں نے اس سے حصہ حاصل کیا اُن پر میرا

المقدمة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تمام تعریفیں خدا کے ... ہے اور رحمت کاملہ اور سلام اُس نبی پر کہ
کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ پس بعد اس کتاب کی تالیف سے مجھکو تحقیق حق مقصود ہے
مجھ پر یہ بات لازم ہے کہ مَیں حق سبحانہ وتعالیٰ میں گفتگو کروں۔ اور پہلے اُس کے اسماء
ں اسواسطے کہ وہ اُس کی ذات پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر اُس کے اوصاف کو لکھوں۔
جہ سے کہ ذات کا کمال اوصاف سے ہوا کرتا ہے۔ اور اس واسطے کہ حق سبحانہ وتعالےٰ سے
سے جو چیز پہلے ظاہر ہوئی ہے وہ اُس کی صفات ہیں۔ اور صفات کے ظہور کے بعد
یز کا ظہور رہا وہ ذات ہے۔ پس وہ صفات اس اعتبار سے اسماء سے بڑھی ہوئی ہیں۔
تبہ میں اعلےٰ ہیں۔ پھر مَیں اُس کی ذات کی حیثیت سے جہاں تک کہ عبارت تحمل کر سکے
گنجایش ہو گفتگو کرونگا۔ اور یہ بات بھی مجھکو ضرور ہے کہ وہ عبارت کہ جو صوفیائے کرام
زدیک مصطلح ہے اُس کو بھی لکھونگا۔ اور جہاں ضرورت ہوگی اُس جگہ دونوں کلاموں میں
ت کرونگا۔ تاکہ دیکھنے والا اُس کو اچھی طرح دیکھ سکے اور مَیں ان اسرار کو بھی ظاہر کرونگا۔ کہ
علم کے بنانے والے نے کسی کتاب میں کہ جو معرفت آلہی اور معرفت ملکی اور معرفت ملکوتی
ن گئی ہو۔ نہ بیان کئے ہوں اور موجودات کے اتغاز اور رموز کو بھی ظاہر کرونگا۔ اور میں
سنہ اختیار کرونگا۔ کہ جو نہ بالکل پوشیدہ اور نہ بالکل کھلا ہوا ہو۔ یعنی کہیں نثر اور کہیں نظم لکھونگا
یکھنے والے کو چاہیئے کہ وہ اس کتاب کو غور سے دیکھے۔ چونکہ بعضے معنی سوائے لغز اور
ہ کے کسی دوسرے طریقہ سے نہیں سمجھے جاتے ہیں۔ اگر صراحتاً اُن کا ذکر لکھا جائے
ن کے ادراک سے قاصر رہے تو اس سے مطلوب کا حصول مشکل ہوجائے اور یہ بات
ع ہوتی رہتی ہے۔ دیکھو خداوند عالم خود قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ
ح وَدُسُرٍ یعنی ہم نے اٹھایا اُس کو تختوں پر اور کشتیوں پر ۔
پس اگر اللہ تعالےٰ یوں ارشاد فرماتا کہ علےٰ سفینۃ ذات الواح ودسر۔ تو بیشک اُس
یہ بات معلوم ہوجاتی۔ کہ سفینہ یعنی کشتی کوئی اور چیز ہے اور الواح ودسر کوئی اور چیز ہے

پھر اس کتاب کے دیکھنے والے سے مَیں یہ التماس کرتا ہوں کہ مَیں نے اس کتاب میں سوائے ایسی چیزوں کے کہ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کی تائید کریں۔ اور کچھ نہیں لکھا ہے۔ پس جب دیکھنے والا میری کلام میں کوئی بات خلاف کتاب و سنت دیکھے تو جان لے کہ وہ مَیں نے بحیثیت مفہوم کے لکھی ہے۔ ورنہ حقیقتاً میری وہ مراد نہیں ہے۔ پس چاہئے کہ اُس پر عمل کرنے سے رُک جاوے۔ اور اُس کو خدا کے سپرد کر دے۔ یہاں تک کہ خدا تعالےٰ اُس پر اُس بات کی معرفت کھول دے۔ اور اُس کے واسطے کوئی تائید کرنے والا کتاب اللہ یا سنت رسول اللہؐ سے حاصل ہو جاوے۔ اور خدا کے سپرد کرنے سے یہ فایدہ ہے کہ اس امر کی معرفت کو بخوبی پہنچنا نصیب ہو۔ اور انکار سے وہ باز رہے اس واسطے کہ جس شخص نے تمہارے اس علم سے انکار کیا اُس کو معرفت آلہی کا حاصل ہونا حرام ہو گیا۔ جب تک کہ وہ انکار کی حالت میں رہے گا۔ اور اُس کو کوئی راستہ ایمان اور تسلیم کا نہیں ملے گا۔ پس جاننا چاہئے کہ جس علم کی کتاب و سنت تائید نہ کرے تو وہ سراسر ضلالت ہے۔ اس واسطے کہ جب تو کوئی ایسی چیز نہ پاوے کہ جو اس کی مؤید ہو تو اُس کو سراسر گمراہی کہنا چاہئے۔ پس معلوم ہوا کہ علم کبھی فی نفسہٖ کتاب و سنت کا مؤید ہوتا ہے۔ لیکن تیری کم استعدادی اُس کے سمجھنے سے تجھکو روکتی ہے ✦

پس تیری ہمت اُس سے قاصر رہ جاتی ہے۔ اور تو خیال کرتا ہے کہ کتاب و سنت اس کی مؤید نہیں ہے۔ پس سپرد بخدا کرنے کا اور بغیر انکار کے نہ عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ تیرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لے۔ اس واسطے کہ جو علم تیرے سامنے پیش کیا جائے اُس میں تین صورتیں ہیں۔ پس پہلی صورت یہ ہے کہ کلام کرنا۔ اور وہ اس طرح سے ہوتا ہے کہ تیرے قلب پر کوئی خطرۂ ربانی اور ملکی گذرے تو تُو اُس کو نہ رد کر سکتا ہے اور نہ انکار کر سکتا ہے۔ پس خدا تعالےٰ کے مکالمات اور اُس کے اخبارات اپنے بندوں کے واسطے باالحیثیت مقبول ہیں اور مخلوق کو اُن کا دفع کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور مکالمہ حق کی اپنے بندوں کے ساتھ یہ علامت ہے کہ سُننے والا اُس کو بداہتاً معلوم کر لے کہ یہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہے اور بخوبی اُس کو سُنے اور کسی جانب اور کسی جہت کے ساتھ مقید نہ ہو اگرچہ جہت ہی میں کیوں نہ ہو۔ اس واسطے کہ اُس کو کسی جہت کے ساتھ مخصوص کرنا ممکن نہیں ہے ✦

دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہ اُنہوں نے ایک درخت کی طرف سے ایک خطاب سنا۔

اور اُس کو کسی جہت کے ساتھ مقید نہ کیا۔ حالانکہ وہ درخت ایک جہت تھا اور اُن کے دل میں ایک خطرہ ملکی اور ایک خطرہ ربانی گذرا تھا۔ لیکن یہ قوت اُس میں نہ تھی۔ مگر بداہتاً اُنہوں نے اُس کو قبول کیا تھا۔ پس یہ امر خدا کی طرف سے بطریق مکالمہ کے ہی نہیں وارد ہوتا ہے۔ بلکہ اُس کے تجلیات ہی ہیں۔ اور جب کوئی شئے انوار آلہی سے بندہ کے واسطے متجلی ہوتی ہے تو بندہ اُس کو بداہتاً اول امر میں ہی جان لیتا ہے کہ وہ نور آلہی ہے خواہ وہ تجلی ذاتی ہو یا صفاتی اور علمی ہو یا عینی۔ پس تجھ پر کوئی شئے متجلی ہوئی۔ اور تو نے اول امر میں اُس کو جان لیا کہ وہ نور حق ہیں یا اُس کی صفت ہے یا اُس کی ذات ہے۔ تو اسی کا نام تجلی ہے۔ پس یہ دریا ناپیداکنار ہے۔ اور الہام آلہی میں مبتدی کا طریق عمل میں یہ ہے۔ کہ کتاب وسنت اُس کے سامنے پیش کی جاوے۔ اگر اُس کے دلائل اُن دونوں سے سمجھے تو وہ الہام آلہی ہے۔ اور اگر کوئی دلیل نہ پاوے تو عمل کرنے سے معہ عدم انکار کے ٹھیر جائے۔ جیساکہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور ٹھیرنے سے یہ فائدہ ہے کہ شیطان مبتدی کے دل میں کوئی چیز ڈالتا ہے۔ جس کو وہ الہام آلہی سمجھتا ہے تو اس بات کا خوف ہوتا ہے۔ کہ کہیں اُس کو وہ الہام آلہی نہ سمجھ لے اور ٹھیرنے سے خدا کی طرف اُس کی توجہ صحیح ہو جاتی ہے اور اصول اور قواعد کے ساتھ متعلق ہونے سے خدا تعالےٰ اُس پر معرفت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ علم اُس شخص کی زبان سے وارد ہو۔ یعنی جس کی طرف سنت وجماعت کی نسبت کی جاتی ہے۔ پس اس کے واسطے تو نے کوئی دلیل پالی تب تو عین مقصود ہے ورنہ ٹھیر جانا بہتر ہے۔ اور اپنے نفس کو اس قسم کا کر دے کہ اُس پر ایمان لانا مطلقاً ممکن نہیں ہے۔ اس واسطے کہ تیری عقل کا نور تیرے ایمان کے نور پر غالب ہے۔ پس اُس میں تیرا طریقہ ایسا ہے جیسا کہ الہام کے مسئلہ میں کہ توقف اور تسلیم کا حکم دیا گیا ہے +

اور تیسری صورت یہ ہے کہ علم ایسے شخص کی زبان پر وارد ہو کہ جو مذہب سے جدا ہے اور اور اہل بدعت سے ملا ہوا ہے۔ پس اس قسم کا عمل متروک ہے۔ لیکن عقلمند آدمی اس سے مطلقاً انکار نہیں کرتا ہے۔ بلکہ جو کتاب وسنت کے موافق ہے اُس کو قبول کرتا ہے۔ اور جو اس کے خلاف ہے اُس کو مردود کرتا ہے۔ اور ایسا اتفاق اہل قبلہ کے مسائل میں بہت کم ہوتا ہے اور جو مسائل ایسے ہیں کہ کتاب وسنت بعض وجہ سے اُن کو مقبول اور بعض وجہ سے اُن کو مردود کرتی ہے تو اُن میں بھی یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ اب رہے وہ مسائل

کہ جو کتاب وسنت میں ایک دوسری کے مخالف واقع ہوئی ہیں جیسے کہ اللہ تعالےٰ کا
ہے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ۔ یعنی تحقیق
محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم نہیں ہدایت کرتے ہو جس کو چاہتے ہو۔ لیکن اللہ ہدایت کرتا
جس کو چاہتا ہے اور دوسری جگہ واقع ہے وانك لتهدي الى صراط مستقيم۔
تحقیق اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم بیشک ہدایت کرتے ہو۔ سیدھے راستہ کی طرف
اور حدیث میں وارد ہے کہ اول ما خلق اللہ العقل اور دوسری جگہ وارد ہے۔ اول ما
القلم اور تیسری جگہ وارد ہے اول ما خلق اللہ نور نبیک یا جابر۔ پس ہم ان مسائل کو احسن
اور عمدہ حامل پر قیاس کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم یہ معنی لیتے ہیں کہ جس ہدایت کی نسبت رسو
صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف نہیں ہے۔ اُس ہدایت سے خدا کی ذات کی ہدایت مراد ہے
وہ ہدایت کہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔ اُس ہدایت سے خدا
پہنچنے کا راستہ مراد ہے۔ اور ان تینوں حدیثوں سے ایک ہی چیز مراد ہے۔ لیکن باعتبار
کے متعدد ہیں۔ جیسے کہ سیاہ اور چمکدار اور بُراق مراد ہے دوات سے۔ لیکن نسبتوں
اختلاف سے متعدد ہوگئیں ہیں۔ اور جو امور کہ اس مقدمہ میں ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ و
اسواسطے ہیں کہ تجھکو بہت سے وجود سے ایک صورت کے ساتھ ہلاکت کی جگہ سے نکا
اور خدا کی معرفت کا راستہ ان چیزوں سے کہ جو میری زبان سے اس کتاب میں بیان ہو۔
تجھکو حاصل ہو جائے اور تو مردوں کے مبلغ تک پہنچ جائے۔ انشاء اللہ تعالےٰ ٭

(اشارہ) ہم نے اپنے وقت کو شرق کے ایک غریب کے ساتھ کہ جس کے منہ پر
کا دلالہ اور احدیت کا ہتھ بند اور جلال کی چادر اور حسن وجمال کا تاج اور کمال کی زبان تھی
روز اپنی زندگی گذارے۔ پس جب اُس کے سلام وتحیت کا وقت آیا اور اُس کا بدر
نکل کر روشن ہوا۔ تو میں نے اُس وقت ایک نمونہ قدرت الٰہیہ کا مشاہدہ کیا۔ پس مجھکو
ہوگیا کہ وہ ایک امر واقعی ہے کہ جو فرض کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ اور وہ کسی سے
سے علیحدہ ہونا چاہتا تھا تو میں نے اپنی کسوٹی پر اُس کی آزمایش کی۔ اور اُس کے مو
کو اپنی لڑی میں پرونا چاہا۔ پس وہ مجھ سے ابتدا سے امر میں ہی علیحدہ ہوگیا۔ اور میں
اُس سے بہت عاجزی کے ساتھ صلح کی۔ پس جبکہ میری شوکت قایم ہوگئی اور عرش کا
میرے خانہ دل میں آگیا۔ اور اقتدار کی کرسی پہنچ گئی اور اعتبار کی ترازو کھڑی ہوگئی۔

نے اپنے انجام کار ان قوانین کے ساتھ دیکھا اور ہمیشہ میں اُن پر قایم رہا۔ اور میں اپنے بھیدوں
و چھپاتا رہا۔ یہاں تک کہ میری تمام منازل طے ہوگئیں اور تدقیق کا مرتبہ مجھکو حاصل ہوگیا۔ اور تحقیق
کسوٹی میری مضبوط ہوگئی۔ تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ اُس کی مہندی سے رنگ لیئے۔
ور اپنی دونوں آنکھوں میں اُس کا سُرمہ لگا لیا۔ پس جب میں نے اپنی آنکھ کھولی اور اُس کا قفل
ڑا تو مجھ سے دریافت کیا کہ تو اب کہاں ہے۔ اُس وقت میں نے جواب دیا کہ اب میں درمیان
نی اور اثبات کے ہوں۔ اور اُس وقت یہ اشعار میری زبان پر جاری ہوئے۔ وہو نہا ھ

صح عندی انها عدم　مذ غدت بالوجود مشتهره	یعنی یہ بات میرے نزدیک تحقیق ہوگئی کہ وہ عدم ہے اور جب سے کہ صبح ہوئی ہے وہ ثبوت کے ساتھ مشہور ہوگیا ہے ٭
قد راها الخیال من بعد　قدرة فی الوجود مقتدره	اور بعد اِس کے اُس کو خیال نے دیکھا کہ وجود میں وہ صاحب قدرت ہے ٭
لو تکن غیر حائط نصبت　لك فیها الکنوز مدخره	اور سوائے ایک دیوار کے اور کچھ نہ تھا کہ تیرے واسطے اُس میں خزانے گڑے ہوئے تھے ٭
انا ذاك الجدار وهی له　کنزه المختفی لا حتفره	یعنی میں یہ دیوار ہوں اور وہ اُس کے واسطے ایک پوشیدہ خزانہ ہے ٭
فاتخذها بصورة شبحا　وهی روح له لتعتبره	تو اُس کو ایک جسم کی صورت میں بنایا اور وہ اُسکی روح ہے کہ اُس سے عبرت پکڑے ٭
اکمل الله حسنها فغدت　بجمال الاله مشتهره	اور اللہ تعالےٰ نے اُس کے حسن کو حل کر دیا تو وہ خدا کے جمال سے مشہور ہوگیا ٭

اور سوائے تیرے اور کسی ذات میں قایم نہ تھا تاکہ مجھے اس امر کو اور اُس کی صورت دیکھے ٭
پس جب اُس نے مجھ سے یہ گفتگو سنی اور میری حالت کو دیکھا تو اُس کا بدر میرے ہالہ میں ۔اس وقت اُس نے یہ اشعار پڑھے ٭

لو تکن فی سواك قائمة　فافهم الامر کی تری صورة	یعنی ایک حسن ہے کہ جس پر برقع اور حجابات پڑے ہوئے ہیں اور اُس کا دیکھنے والا اُس کے برابر

حسنا مبرقعة منها ستائرها
ثعبانها صدغها والسحر ناظرها
وذاقت الخمر في السكران فانثملت
وبان بالسكر ملحوي مآزرها
تخيلت كل بدر ثم فاتخذت
منه لها خلقا حتى نوادرها
رأت نقوش خضاب في معاصمها
فاستكتبته بها فيها غدائرها
وتوجت قيصرا بتاج تبعها
وقام في ملك داراها دوائرها
واستكملت كل حسن كان يحسبه
من جملة الحسن في ليلاه عامرها
فظاهر العز ما يخفيه باطنها
وباطن الحسن ما يبديه ظاهرها

جا رہا ہے ٭
پس چکھا شراب کو نشہ کی حالت میں اور اُس سے
نشہ ظاہر ہوا اور اُس میں قوت پیدا ہوئی ٭
اور ہر بدر نے خیال کیا اور اُس سے نادر چیزیں
ظاہر ہوئیں ٭
اور اُس نے رنگین نقشوں کو اپنی کلائیوں میں دیکھا
تو میں نے اُس کے گیسوؤں کو اُس سے اچھا سمجھا ٭
اور قیصر کو تاج پہنایا اور ملک دارا میں اُس کے
دائروں نے قیام کیا ٭
اور کل مخلوق کی گردنوں کا مالک ہوا یعنی اس کنارہ
سے لیکر اُس کنارے تک ٭
اور جو حسن اُس کے خیال میں تھے اُن سب میں
کمال حاصل کیا اور اُس کا پہلے ہر حسن میں سبقت لیگیا ٭
اور ظاہری عزت وہ ہے کہ جس کا باطن مخفی ہو اور
باطنی حسن وہ ہے کہ جس کا ظاہر یہی ہو ٭

پس جب میں نے اُس کے خطاب کو سُنا اور اُس کے مضمون کو سمجھا تو میں نے قسم کھائی
یعنی گذشتہ اور آئندہ پر۔ اور اُس کے عہد کو پورا کیا۔ اور اُس کی چادر کو اوڑھا اور کپڑوں کو پہنا
اور تمام دنیا میں اُس کے جمال کو ظاہر کیا۔ حالانکہ کوئی چیز اُس سے باقی نہیں رہی تھی اور فکریں
اور عقلیں اُس کو بیان سے باہر سمجھتی تھیں اور ارواح اور اسرار اُس کے دل کے قریب ہوئی
تھیں۔ اور جو شخص کہ اس احاطہ میں حیران ہوا اور اس نقطہ میں پھنسا اور اس دائرہ کے احاطہ
کو زیادہ کیا تو اُس سے حجاب کا برقع اٹھ گیا اور صراحتاً مجھ سے خطاب کرنے لگا۔ پھر اس نے
یہ اشعار پڑھے ؎

انا الموجود والمعدوم والمنفي والباقي
انا المحسوس والموهوم والافعاء والراقي
انا المحلول والمعقود والمشروب والساقي

یعنی میں ہی موجود ہوں اور میں ہی معدوم ہوں
اور میں ہی منفی ہوں اور میں ہی باقی ہوں۔ اور
میں ہی محسوس ہوں۔ اور میں ہی موہوم ہوں

انا الکنز انا الفقیر۔ انا خلقی وخلاقی
فلا تشرب بکاساتی۔ ففیہا سم درنیاقی
ولا تطمع ولو جا فیہ۔ ومسدود باغلاق
ولا تحفظ ذماما لی۔ ولا تنقض لمیثاقی
ولا تثبت وجودا لی۔ ولا تنفیہ یا باقی
ولا تجعلک غیرا لی۔ ولا عینا لاماقی
ولکن ما عنیت بہ۔ بہ غیبت اشواقی
فکن فیما ترانی فیہ۔ واشرب کاس دہاقی
ولا تخلع قبا بیدی۔ ولا تلبس لغلطاقی
وقل انا ذا ولست بذا۔ باوصافی واخلاقی
ففی بردی ہذا القاب۔ ملتہب باحراقی
وبی ظما وبا عجبی۔ وفی جیحون اغراقی
وقد اعیانی الحمل۔ وما شیٔ باعناقی
اخف وفی اثقالی۔ واثقل والہوی ساقی
یحاکینی النعام بحال۔ تی طربی واشفاقی
فہو طیر باجنحة۔ وہو حمل باعناق
ولا حمل ولا طیر۔ ولکن رمز سیاقی
فلا عین ولا بصر۔ ولکن سرا ماقی
ولا اجل ولا عمر۔ ولا فان ولا باقی

اور میں ہی افعی ہوں اور میں ہی افسوں گر ہوں۔ اور میں ہی محلول ہوں۔ اور میں ہی معقود ہوں۔ اور میں ہی پیاہوا ہوں۔ اور میں ہی پلانے والا ہوں۔ اور میں ہی خزانہ ہوں۔ اور میں ہی فقیری ہوں۔ اور میں ہی خلق ہوں۔ اور میں ہی خلاق ہوں۔ پس میری پیالی نہ پی کہ اُس میں زہر ملا ہوا ہے اور اس کی خواہش نہ کر کہ ان دروازوں میں قفل لگے ہوئے ہیں۔ اور میرے مال کی حفاظت نہ کر۔ اور میرے عہد کو نہ توڑ۔ اور میرے وجود کو ثابت نہ کر۔ اور نہ اُس کی نفی کر اسواسطے کہ تو باقی ہے۔ اور میرے واسطے نہ غیر ثابت کر۔ اور نہ عین ثابت کر۔ لیکن جو جو چیز کہ تو نے مراد لی ہے اُس سے میرے سب شوق غائب ہوگئے۔ پس تو مجھکو دکھاتا ہے۔ اُس میں اور میں پیتا ہوں۔ پیالہ شراب کا بھرا ہوا۔ اور نہ اُتار کپڑے میرے اور نہ پہن کلاہ میرے۔ اور کہہ کہ میں تیرے اوصاف اور اخلاق کی مثل نہیں ہوں۔

اس چادر میں میرے دل کی آگ روشن ہے اور میں پیاسا ہوں۔ حالانکہ میں دریائے جیحون میں ڈوب رہا ہوں۔ اور مجھکو بوجھ نے تھکا دیا ہے حالانکہ کوئی چیز میری گردن پر نہیں ہے۔ اور میں اپنے بوجھ میں ہلکا ہوں۔ اور خواہش میری میرے واسطے ساقی ہے اور شتر مرغ میرے۔ اور میرے رنج کی حالت کی مجھ سے حکایت بیان کرتے ہیں۔ اور طیور اپنے بازوؤں کا بوجھ میری گردن پر ڈالتے ہیں۔ لیکن نہ کوئی بوجھ ہے اور نہ کوئی جانور ہے۔ لیکن ایک رمز میرے ساتھ سبقت کر رہا ہے اور نہ کوئی آنکھ ہے۔ اور نہ بینائی ہے۔

لیکن ایک اسرار ہے۔ اور نہ کوئی وقت ہے۔ اور نہ عمر ہے۔ اور نہ فانی ہے اور نہ باقی ہے ؎

اور پس وہ ایک جوہر ہے کہ جس کے دو عرض ہیں اور ایک ذات ہے کہ جس کے دو وصف ہیں۔ پس اس جوہر کی حقیقت علم و قوت ہے۔ چونکہ وہ علیم و حکیم ہے کہ جو قوتوں کی نلیوں میں جاری ہوگیا ہے۔ پس اُس سے بشکل دو قوتوں کے ظاہر ہوئی ہیں۔ لیکن وہ قوتیں کہ جو اُس کے علوم حکمت سے مترشح ہوئی ہیں۔ پس اُس سے تین قوتوں کی حقیقت مرکب ہے اگر تو کہے کہ علم اصل ہے۔ اور قوتیں فرع ہیں یا تو کہے کہ قوتیں زمین ہیں۔ اور علم کھیتی ہے تو اس مسلم کی دو قسمیں ہیں۔ یعنی ایک علم قولی اور ایک علم عملی پس علم قولی وہ ہے کہ تیری صورت کی شل مرکب ہوا ہے۔ اور تیرے جوش سے خالی ہے اور علم عملی وہ حکمت ہے۔ کہ جس سے عقلمند آدمی نفع اٹھاتا ہے۔ اور امیر آدمی اختراع اور ایجاد کرتا ہے۔ اور اس قوت کی بھی دو ہیں یعنی ایک قوی جلی تفصیلی اور اُس کی شرط یہ ہے کہ استعداد ہو اور حسن مزاج ہو اور اصول پر قایم رہے اور فعل میں کمال حاصل کرے۔ اور منقول صحیح ہو اور دوسری قوئ جلی تخیلی اور اُس کی شرط قابلیت ہے۔ کہ ایک جوہر کسی جیشز میں ہو۔ اور دونوں دونوں کے درمیان ہیں لیکن ذات کہ جس کے دو وصف ہیں۔ پس وہ تو اور میں ہوں۔ پس میں تیرے واسطے ہوں اور تو میرے واسطے ہے ؎

یعنی تمہارا معبود بحیثیت اپنی حقیقت کی تو ہے۔ نہ اس حیثیت سے کہ تو لفظ انت کہ جو اوصاف عبدیت سے ہے اُس کے معنی کو قبول کرے۔ اور میں اپنی حقیقت کے اعتبار سے نہ اس حیثیت سے کہ لفظ انا جو اوصاف ربوبیت سے ہے اُس کے معنی کو قبول کروں۔ پس بالذات اشارہ اُسی کی طرف ہے۔ اور میں اپنی حقیقت کے اعتبار سے نہ اس اعتبار سے کہ لفظ انا کے معنی کو قبول کروں۔ پس اُس پر احکام ہو اللہ کے جاری ہوسکتے ہیں۔ اور تو بحیثیت خلق ہونے کے عبد ہے۔ پس تو اپنی ذات کی طرف نظر کر خواہ باعتبار لفظ انا کے اور خواہ باعتبار لفظ اَنتَ کے یعنی کچھ نہیں ہے مگر وہی حقیقت کلیہ پس سبحان اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ ۵

ایک ذات ہے کہ جس کے واسطے دو صورتیں ہیں۔ یعنی پستی میں ایک صورت ہے اور بلندی میں ایک صورت ہے ؎	ذات لہا فی نفسہا وجہان للسفل وجہ والعلا الثانی

ولکل وجد فی العبارة والا وا
ذات واوصاف وفعل بیان

اور صورت کے واسطے عبارت میں ذات اور
اوصاف اور فعل ہیں ٭

ان قلت واحدة صدقت وان تقل
اثنان حق انہ اثنان

اگر تو کہے ایک ہے تو سچا ہے اور اگر کہے کہ دو ہیں
تو بھی سچا ہے ٭

اوقلت لابل انہ لمثلث
فصدق ذاک حقیقة الانسان

یا کہے کہ نہیں بلکہ مثلث ہے تو بھی سچا ہے پس
یہی حقیقت انسان کی ہے ٭

انظر الی احدیة هی ذاته
قل واحد احد فرید الشان

اور دیکھ اُس کی احدیت ذات کی طرف اور کہہ کہ
واحد ہے اور احد ہے اور تنہا شان والا ہے ٭

ولئن تری لذا تان قلت لکونه
عبدا وربا انه اثنان

اور اگر تو دو ذاتوں کو دیکھے تو کہے گا کہ ایک عبد
ہے اور ایک ربّ دو ہیں ٭

واذا تصفحت الحقیقة والتی
جمعته مما حکمه ضدان

اور جب تو حقیقت کی طرف غور کرے اور دونوں
کو جمع کرے تو دونوں ضدیں ہیں ٭

تحتار فیه فلا تقول لسفله
عال ولا لعلوه هو دانی

اور اُسمیں تو حیرت میں رہ جائیگا یعنی نہ اُس کے
پست کو پست کہیگا اور نہ برتر کو برتر کہیگا ٭

بل سم ذلک ثالثا لحقیقة
لحقت حقائق ذاتها وصفان

بلکہ اس حقیقت کا نام تیسرا رکھے گا کہ جس کی ذات
کو دو وصف لاحق ہو گئے ہیں ٭

فهی المسمی احمد من کون ذا
ومحمد لحقیقة الاکوان

پس اُسی کا نام احمدؐ ہے اور محمدؐ ہے یعنی حقیقت
مخلوقات میں ٭

وهو المعرف بالعزیز وبالهدی
من کونه ربا فداه جنانی

اور جن کی تعریف عزیز ہے اور ہدیٰ ہے اپنے
رب کی طرف سے پس میرا دل اُن پر قربان ہے ٭

یا مرکز البیکار یا سر الهدی
یا محور الایجاب والامکان

یعنی اے مرکز تمامی مخلوقات کی ہدایت کے اور
گرداب وجوب اور امکان کے ٭

یا عین دائرة الوجود جمیعه
یا نقطة القرآن والفرقان

اور اے عین دائرہ وجود کے اور اے نقطۂ قرآن
اور فرقان کے ٭

یا کاملا ومکملا لاکامل

اور اے کامل اور اے مکمل پس نہیں ہے کوئی

قد جملوا بجلالة الرحمن

کامل تمہاری مثال یعنی خدا کی جلالت ہیں ؎

قطب الاعاجب انت فی خلواته
فلك الكمال عليك ذو دوران

اور تم قطب بڑوں کے ہو اور تم کو کمال ہے
اور تم صاحب دوران ہو ؎

نزهت بل شبهت بل لك كلما
يدرى ويجهل باقيا و فانى

پس میں تنزیہہ کرتا ہوں اور بلکہ تشبیہ کرتا ہوں بلکہ
تمہارے واسطے جس چیز کو کہ جانتا ہوں اور جس چیز
کو کہ نہیں جانتا ہوں باقی و فانی سے ؎

ولك الوجود والانعدام حقيقة
ولك الحضيض مع العلا ثوبان

اور تمہارے واسطے وجود اور عدم ہے حقیقت
میں اور تمہارے واسطے پستی و بلندی ہے ؎

انت الضياء وضده بل انما
انت الظلام لعارف حيران

اور تم ہی روشنی ہو اور تم ہی تاریکی ہو اور تم ہی
حیران ہو اور تم ہی عارف ہو ؎

مشكاة والزيت مع مصباحه
انت المراد به ومن انشانى

اور تم ہی طاق ہو اور تم ہی روغن زیتون ہو اور تم
ہی چراغ ہو اور تم ہی مراد ہو اور تم ہی منشی ہو ؎

زيت لكونك اولا ولكونك ال
مخلوق مشكاة منير ثانى

اور تم ہی اپنے واسطے روغن زیتون ہو اور تم ہی
مخلوق ہو اور تم ہی مشکن روشن ہو ؎

ولاجل رب عين وصفك عينه
ها انت مصباح ونور بيانى

اور خدا کے واسطے تمہارا وصف عین ہے اور تم
مصباح ہو اور تم ہی نور ہو ؎

كن هاديالى فى دجى ظلماتكم
بضيائكم وكملا نقصانى

اور تم ہادی ہو میرے واسطے شب تاریک میں اور تم
روشنی ہو اور تم میرے نقصان کے پورا کرنیوالے ہو ؎

يا سيد الرسل الكرام ومن له
فوق المكان مكانة الامكان

پس اے سردار تمام رسولوں بزرگ کے اور اُن لوگوں
کے کہ جن کا امکان میں مرتبہ بڑھا ہوا ہے ؎

انت الكريم فخذ فلى بك نسبة
عبد الكريم انا المحب الفانى

اور تم کریم ہو پس پکڑو ہاتھ میرا کہ میں تم سے نسبت
رکھتا ہوں اسواسطے کہ میں عبد کریم یعنی کریم کا بندہ ہوں
اور میں فانی دوست ہوں ؎

خذ بالزمام زمام عبدك فيك كى
يرقى ويطلق فى الكمال عنانى

اور اپنے بندہ کی باگ پکڑو تاکہ وہ مرتبہ کمال میں
مطلق العنان ہو جائے ؎

یا ذا الرجاء نقیدت بک مھجتی	اور اے امیدوں کے صاحب میں نے اپنی جان
ملی للمحبة قدا رعتک لسانی	تمہارے ساتھ مقید کی بلکہ اپنی زبان تمہاری محبت کے واسطے رکھے ؛
صلی علیك الله ما غنت علی	اور اللہ تعالے نے تم پر درود بھیجا ہے اور بنی پروائی
معنی تصاویرهن معانی	ہوئی ایسے معنی سے کہ جن کیواسطے ظاہری صورتیں ہیں
وعلی جمیع الال والصحب الذی	اور سب آل واصحاب پر درود ہو کہ وہ دین
کانو الدار الدین کالارکان	کے گھر کے ستون ہیں ؛
والوارثین ومن لدی سوحکم	اور اُن کے وارثوں پر اور اُس شخص پر کہ جو علم اور
بنا ولویا العلم والایمان	ایمان کے ساتھ اُن کے طریقہ پر ہے ؛
وعلیك صلی الله یا حاء الحیا	اور تم پر درود ہو اے صاحب حیا کہ اللہ کے
یاسین سر الله فی الانسان	بھید کی یاسین ہو انسان ہیں ؛

پس جب میں نے اُس کی گفتگو کو سنا اور اُس کے جھوٹے پیالہ کو پیا تو میں نے اُس سے کہا کہ مجھکو اپنی وہ نادر چیزیں کہ جو تیری ترکیب میں ہیں ظاہر کر۔ تو اُس نے مجھ سے کہا کہ جب میں جبل طور پر چڑھا۔ اور میں نے اُس دریا سے پانی پیا اور کتاب مسطور کو پڑھا۔ تو ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک رمز ہے کہ جس میں بہت سے قوانین پائے جاتے ہیں۔ پس وہ اپنی ذات کے واسطے نہ تھا بلکہ تیرے واسطے تھا۔ اور تجھکو اپنی خبر سے جدا نہیں کرتا تھا۔ اور جو علامتیں کہ اُس میں پائی جاتی ہیں وہ سب صحیح تھیں پس میں نے اُس سے کہا کہ یہ اُس کے واسطے ہے۔ اور یہ میرے واسطے ہے۔ پس اُس کا اور میرا حال مخالف ایک دوسرے کے تھا۔ پس اللہ تعالے نے اُس کو تیرے واسطے بنایا ہے۔ اور وہ ظاہری آئینہ ہے کہ ان چیزوں کی اُس میں کوئی حقیقت نہیں ہے کہ کوئی اُس کو دیکھ سکے۔ اور اُسکے گرد اگرد پھر سکے۔ پس اسی واسطے نہ تو اُس کو دیکھ سکتا ہے اور نہ ادراک کر سکتا ہے۔ اور نہ پا سکتا ہے اور نہ پکڑ سکتا ہے۔ اس واسطے کہ اگر یہاں کوئی چیز ہوتی تو بیشک اُس کو حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے پاتا۔ پس عارف جب اپنی حقیقت کو پا لیتا ہے تو وہ اُس کی کان اور آنکھ ہو جاتی ہے۔ اور موجودات سے کوئی چیز اُس سے مخفی نہیں رہتی ہے۔ اس لئے کہ عین حقیقت الٰہی ہے۔ پس اُس کی مطلقاً نفی نہیں ہو سکتی۔ اور اُس کی نفی سے لفظ اَنتَ کی نفی ہوئی جاتی ہے۔ کہ جو تیری حقیقت ہے اور تیری حقیقت کی نفی تیری موجودگی میں کیسے ہو سکتی ہے۔ اور تیری صفات کے اثر گم نہیں ہو سکتے

اور اُس کا ثابت کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ اس واسطے کہ اگر تو اُس کو ثابت کرے گا۔ تو گویا کہ تو ایک
بت بنائے گا۔ اور اپنی اس غنیمت کو برباد کریگا۔ چونکہ گم چیز کا ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور کیونکر
اُس کی نفی کا اتفاق ہو سکتا ہے۔ اس وجہ سے کہ تو موجود ہے اور تجھکو خدا تعالےٰ نے اپنی صورت
پر حیؔ اور علیم اور قادر اور مرید اور سمیع اور بصیر اور متکلم پیدا کیا ہے اور اپنی ذات سے تو ان حقیقتوں
کو دفع نہیں کر سکتا ہے اور اُس کے اوصاف کے ساتھ موصوف ہے۔ اور اُس کے اسماء کیسا تھ
مسمیٰ ہے پس وہ حی ہے۔ اور تو حیؔ ہے اور وہ علیم ہے اور تو علیم ہے اور وہ مرید ہے اور تو مرید اور
وہ قادر ہے اور تو قادر ہے اور وہ سمیع ہے اور تو سمیع ہے۔ اور وہ بصیر ہے اور تو بصیر ہے اور وہ متکلم
ہے اور تو متکلم ہے اور وہ ذات ہے اور تو ذات ہے۔ اور وہ جامع ہے اور تو جامع ہے۔ اور وہ موجود
ہے اور تو موجود ہے۔ پس خدا ہی کے واسطے ربوبیت ہے اور تیرے واسطے ربوبیت ہے یعنی اس
مضمون کے موافق کہ تم سب چرواہے ہو۔ اور تمہاری رعیت کا تم سے سوال کیا جائیگا۔ اور اُسکے
واسطے ہمیشگی ہے اور تیرے واسطے ہمیشگی ہے۔ یعنی اس اعتبار سے کہ تو اُس کے علم میں موجود
تھا اور اُس کا علم تجھ سے کبھی جدا نہیں ہوا پس اُس نے تمام اپنے مال کی تیری طرف نسبت کی۔ ذلت
اور عجز میں منفرد ہوا۔ اور جس طرح کہ تیرے اور اُس کے درمیان نسبت پہلی صحیح تھی یہاں وہ منقطع ہوگئی
پس میں نے اُس سے کہا کہ اے میرے آقا پہلے تو نے مجھکو قریب کیا اور پھر بعید کیا اور پہلے فرش
بچھایا اور پھر پوست بچھایا پس اُس نے کہا کہ میں نے حسب الحکم حکمت آلہی کے کیا اور طاقت بشری
کی ترازو کے موافق اُس کو پھرا تاکہ نزدیک و دور سے شامل ہونا آسان ہو جائے تو میں نے اُس
سے کہا کہ مجھکو اپنی شراب کا پیالہ آنوز دے اور اپنا لعاب دہن مجھکو پھر چٹا تو اُس نے کہا کہ میں نے
قبۂ نیلگوں میں وصف عنقا کی خبر سنی تھی۔ پس مجھکو اُس کے دیکھنے کی خواہش ہوئی۔ اور میں اُس کے
سامنے گیا اور اُس سے میں نے کہا کہ تو اپنی خبر بیان کر تو اُس نے کہا کہ وہ ایک عجیب جانور ہے
کہ جس کے چھ سو بازو ہیں۔ اور ہزار ڈنک ہیں۔ اور حرام اُس کے نزدیک مباح ہے اور سفاح
ابن السفاح اُس کا نام ہے اور اُس کے بازوؤں پر اچھے اچھے نام لکھے ہوئے ہیں اور اُسکے
سر پر ب کی صورت ہے اور الف اُس کے سینہ میں ہے اور ج اُس کی پیشانی پر ہے اور ح
اُس کے گلے میں ہے اور باقی حروف اُس کی دونوں آنکھوں کے سامنے صف باندھے ہوئے
ہیں اور اُس کی علامت یہ ہے کہ اُس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی ہے۔ اور اُس کے پنجہ میں سب
کام ہے اور اُس پر ایک نقطہ سخت ہے اور اُس کے واسطے ایک چادر ہے کہ جو زرف سے

اوپر ہے تو میں نے اُس سے کہا کہ اے میرے آقا اس جانور کے رہنے کی جگہ کہاں ہے تو اُس نے کہا کہ اُس کے رہنے کی جگہ وسعت کی کان اور خیر کا مکان ہے۔ پس جب میں نے اس عبارت کو پہچانا اور اُس کے اشارہ کو سمجھا تو اُس وقت میری یہ کیفیت تھی کہ میں میدان فلک کو طے کرتا تھا اور ملک اور ملک سب میرے قبضہ میں تھا اور اس امر عجیب مسمٰی بہ عنقا کو سنکر اس کے واسطے گردش کرتا پھرتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے اُس کی کچھ خبر اور کوئی اثر نہ پایا۔ پس مجھکو اُس کا نام بتلایا گیا اور اُس کے وصف سے علیحدہ کیا اور اُس کی قیہ کی رسم کو چھوڑ دیا۔ پس جب صفات جدا ہو گئی اور ذات کی طرف توجہ کی تو اُس دریا میں کہ جس کا نام حیرت ہے میں ڈوب گیا اور دونوں بازون اور ب کے کہ جو دُرِ مکنون سے اوپر تھے مجھے مل گئے پس اُس نے مجھکو چھوڑ دیا اور میں ایک مدت تک وہاں ٹھیرا رہا۔ کہ وہاں نہ کچھ سنتا تھا اور نہ کچھ دیکھتا تھا اور جب میں نے آنکھ کھولی اور مکان کی قید سے چھوٹا تو میں نے ان اشارات سے ملاقات کی اور یہ عبارتیں میرے نزدیک آئیں کہ ناگاہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میرے بازو لگے ہوئے ہیں اور اُن پر نشانیاں تسبیح کی ہیں کہ الف میرے سینہ میں ہے اور ج میری پیشانی میں ہے اور ح میرے گلے میں ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے پس اب میرے پاس کوئی ذرہ ایسا باقی نہیں رہا کہ جو نہ رہا اور مجھ پر ہر چیز کا صدور اور بدور ہونے لگا تو میں نے جانا کہ یہ وہی ہے کہ جو پہلے تھا یعنی اُس وقت نقطہ کا ظہور رہا ✣

اور سب غلطیاں جاتی رہیں اور علامات پہلی باتوں کے زندہ ہونے کی وجہ سے مجھ پر ظاہر ہونے لگیں۔ اور راوی لکھتا ہے کہ میں نے اُس سے کہا کہ اے میرے آقا وہ امر مخفی کیا ہے۔ اور وہ پیالہ مُہر لگا ہوا کہاں ہے۔ تو اُس نے زبان عجمی میں مجھ سے بیان کیا اور پھر اپنی کلام کا ترجمہ کیا۔ اور پھر دوسری بار بیان کیا۔ اور پھر کہا کہ ایک تحفہ عالی اپنے نفس کے واسطے نہیں ہے بلکہ اسفل کیواسطے ہے۔ اور اسفل وہ ہے کہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا۔ اور کل حدیث اُسی کے واسطے ہے اور اُس پر مدار ہے۔ پس جبکہ اُس تحفہ کا اشارہ کی ہوئی چیز کی طرف نقش ہو جائے۔ اور اس گدھہ پر جو کچھ اس میں بوجھ ہے لد جائے۔ تو وہ اسفل بعینہ اعلےٰ ہو جائیگا۔ اور اُس کی برتری پستی میں چلی جائے گی۔ اسی واسطے کہنے والے نے کہا ہے کہ اُس منقوش میں جس کی طرف اشارہ کیا گیا۔ اور نمونۂ قدرت آلہیہ میں کچھ نسبت نہیں ہے۔ اور اگر اُس کے ہونے میں خطا کی تو اُس نمونۂ قدرت آلہیہ سے سوائے منقوش کے کچھ مراد نہیں ہے۔ اور اسی واسطے کہنے والے نے کہا ہے کہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ بعینہ نمونۂ قدرت ہے۔ اور اگر اُس کے نمونہ ہونہیں خطا کی ہے تو وہ صاحب علم نہیں

غلطی کی ضرور رہے۔ اور جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اصطلاح میں اُس کو ذوالسفل کہتے ہیں اور اسی واسطے لکھنے والے نے کہا ہے کہ نموشہ قدرت جامع ہے۔ اگرچہ رسم ہونے میں خطا کرے اور اُس کا صفات ناقصہ کے واسطے اسم ہونا باقی رہے۔ اور اسی واسطے کہنے والے نے کہا ہے منقوش یعنی جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ جامع ہے۔ یعنی منقوش نخوستہ کے واسطے۔ پس اگرچہ اُس نے منقوش میں خطا کی ہے۔ لیکن وہ صفات ناقصہ کے محل کا نام ہے۔ پس دیکھو کہ جب کسی محل کی اشارہ کے ساتھ تخصیص کی جاتی ہے۔ اور حد اور حصر کا عبارت میں موقع ملتا ہے ٭

اور اسی واسطے ذات کے ادراک سے عاجزی کا اقرار کیا ہے۔ اگرچہ خطا کی اسواسطے کہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اُس کی شرط یہ ہے کہ جو کچھ نمونہ میں ہے۔ وہ اُس میں منقوش ہو جائے۔ پس اُس کے ادراک کے ہمجنس ہونے کی وجہ سے نمونہ میں مل جائے۔ تو اُس کے واسطے عاجزی نہ رہے۔ اور اوصاف عارف معلوم کرسکے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ عارف جب کسی چیز کے ادراک سے عاجزی کا اقرار کرے۔ تو وہ عاجزی اُس کے صفات کی معرفت کی وجہ سے ہے یعنی اُس کا ادراک جو نہیں کرسکتا۔ یا تو بے انتہا ہونے کی وجہ سے اور یا اُس میں ادراک کی قابلیت نہیں ہے۔ اور اسی قدر کو اس شئے کی معرفت کہتے ہیں۔ پس جب تو نے اُس کو بخوبی پہچان لیا تو گویا تو نے اُس کا ادراک کرلیا۔ جیسا کہ کلام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے واضح ہے یعنی ادراک سے عاجزی کا اقرار کرنا۔ پس اسی کا نام ادراک ہے۔ اور دوسری روایت میں وارد ہے کہ ادراک کے درک سے ادراک کرنا اسی کا نام ادراک ہے۔ اور ادراک کے حاصل ہونے سے ادراک سے عاجز ہونا نہیں۔ لکھتے ہیں تو اب بندہ عزت کے ساتھ موصوف ہوا۔ اور حصر اور عاجزی اُس سے جاتی رہی۔ اور یہ جو قول اللہ تعالےٰ کا ہے کہ اُس کو آنکھیں نہیں ادراک کرسکتیں تو اُس سے مخلوق کے ابصار مراد ہیں۔ لیکن وہ بصر عنی قدیم ہے کہ جس سے بندہ دیکھتا ہے۔ وہ غیر مخلوق ہے۔ اس واسطے کہ وہ حقیقت اُس بصر کی ہے کہ جس سے اُس کو بصارت حاصل ہوئی ہے ٭

لی فی الغرام عجائب	مجھکو ہلاکت میں عجائب نظر آتی ہیں اور میں اور تیرا رب صاحب عجائب ہیں ٭
وانا وربك ذوالعجائب	
قطبی یدا ور علے رحے	میرا قطب چکی پر گھومتا ہے ایک آسمان ہے کہ اُس پر نادر باتیں دَور کر رہی ہیں ٭
فلك تدور به الغرائب	
رمزی الذی لی فی الھوے	میرا بھید وہ ہے کہ جو اپنی خواہش میں تھک گیا ہے

اعیا قراءۃ کل کاتب
اظہرتہ بعبارۃ

ہر لکھنے والے کے پڑھنے سے ❖
اپنی عبارت کو ظاہر کیا ❖

دقت فلم تفہم لصائب
عرضتہ لوحتہ
صرحتہ بین الحبائب

اپنی لوح کو پیش کیا اور اسکی تصریح کر دی ❖

فزویت عنہ عینہم
ورویت منہ کل شارب

پس اس سے اس کی آنکھ پھر گئی اور ہر ایک پینے والا سیراب ہوگیا ❖

وغرستہ فی جنیتہ
وخباتہ بین الترائب

اور میں نے درخت بویا پس تصور کیا اور اس کو سینہ میں چھپایا ❖

ابدیتہ وکتمتہ
واللہ عن کل الحبائب

میں نے اس کو ظاہر کیا اور چھپایا اور خدا ہر دانہ کا مالک ہے ❖

عذل العذول فعند ما
ظہر وفشا بین الاجانب

پس جدا ہونے والا جدا ہوگیا اور غیروں میں ظاہر ہوا ❖

قد کان عنی اجنبیا فاغتدی
فی الحب صاحب

وہ مجھ سے علیحدہ تھا اور اپنے دوست سے ملا ہوا تھا ❖

فافہم مقالۃ ناصح
اہدی الیک التبر ذائب

پس ناصح کی نصیحت کو سمجھ کہ تجھکو سونے کی ٹکڑی کیطرف رہنمائی کرتا ہے ❖

واعرف اشارتہ التی
جمعت الی تلک المراتب

اور اس کے اشارہ کو پہچان کہ جس نے ان مراتب کو جمع کیا ہے ❖

واشکر اذا عرفتہ
فالشکر من خیر المذاہب

اور جب تو پہچانے تو اس کا شکر کر کہ یہ بہت اچھا مذہب ہے ❖

پس جاننا چاہیئے کہ طلسم قطبی وہ نمونہ کے آسمان کا ایک محور ہے اور تمام نمونوں کا ایک قطب ہے اور جو سب طلسموں میں اول ہے ۔ اور نفس کی سب صورتیں اس سے قایم ہیں ورنہ اس کے مضبوط کرنے کی طرف بغیر اس کے کوئی راستہ نہیں ہے ۔ اور اگر اس کی تحقیق نہ ہوتی تو وہ اپنی ہیئت منقوشہ پر ظاہر نہ ہوتا ۔ اور یہ آئینہ اگر نہ ہوتا تو یہ صورت ذات کے مقابلہ میں متصور نہ

ہوتی۔ اور آئینہ میں کسی صورت کے پائے جانے کا وجود نہ ہوتا جس طرح کہ کسی صورت کا وجود غیر آئینہ میں نہیں پایا جاتا ہے۔ اور سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ کہ آئینہ میں اپنی ایک غیر کی صورت زاید ہے۔ اگرچہ وہ اپنے مقابلہ میں ہے۔ اس واسطے کہ جو چیز کسی دوسری چیز سے مل جاتی ہے تو اُس میں سوائے اُس کے کوئی دوسری چیز نہیں پائی جاتی ہے اور اُس کا دوسرا نام نہیں رکھا جاتا ہے۔ اور ہم نے اپنی کتاب مسمیٰ بقطب العجائب و فلک الغرائب میں تقیید طلسمات میں ذکر کیا ہے۔ اور وہ تین طلسم ہیں کہ جو وجود کے بیان میں ہیں۔ اور ہم نے اُن طلسمات کو اپنی اس کتاب الانسان الکامل میں تصریح سے بیان کیا ہے۔ پس اُن کو جس شخص نے کہ پہلے قطب العجائب و فلک الغرائب دیکھی ہے۔ پس وہ شخص اُن طلسمات کو کما حقہٗ سمجھ سکتا ہے۔ اس واسطے کہ اُسکے سب طلسمات اس کتاب میں بالتصریح موجود ہیں۔ پس یہ کتاب اُس کتاب کی اصل ہے اور وہ فرع ہے۔ اور بعض اعتبار سے یہ کتاب فرع ہے اور وہ اصل ہے۔ پس اب ان دونوں کتابوں سے اپنے مقصود کو سمجھ لینا چاہیئے۔ اور ان کی رموز کو حل کرنا چاہیئے۔ اور ان کے خزانوں کو جمع کرنا چاہیئے۔ پس قطب العجائب سے سوائے اُس کے کہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور کچھ مراد نہیں ہے اور فلک الغرائب سے سوائے اس کے کہ جو سامنے ہے اور کچھ مقصود نہیں ہے۔ پس جن سے کہ اُس کا حل اور بیان کرتا۔ بجز الانسان الکامل کے اور کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح حق سبحانہ وتعالےٰ کی معرفت اُس کے اسماء اور صفات کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ پس پہلے بندہ مطلقاً اُس کے اُس کے اسماء اور صفات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ حقیقت معرفت ذات کی طرف عروج کرتا ہے۔ پس اب اس کے معنی کو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ سب باتیں پنہان ہیں۔ جس کو ہم نے مدلّل بیان کر دیا ہے۔

قد حرت فیك وضاقت فالهوى سبلی ما العقل فیك وما التدبیر یا املی	جس امر میں تو حیران ہوا ہے اور تیری خواہشوں کے راستے تنگ ہیں تجھ میں عقل و تدبیر کیا ہے اور کیا امید رکھتا ہے
الله منك لقلبی کم تحمله اشغلت قلبی وصیرت الهوی شغلی	اللہ میرے دل میں ہے اور اُس کو کون اٹھا سکتا ہے یعنی میرا دل تجھ سے مشغول ہوا ہے اور خواہشوں نے میرے شغل کو مٹا دیا ہے
اللب مكتئب والدمع منصبب	پس عقل غمگین ہے اور آنسو بہتے ہیں اور آگ میرے

والنار فی کبدی والماء من مقلی	جگر میں ہے اور پانی گوشہ چشم میں ہے ؏
ان قلت لست بموجود فقد علمت روحی فہا انا فی قولی وفی عملے	اگر تو کہے کہ میں موجود نہیں ہوں تو تیری روح معدوم ہو گئی ہے۔ پس میں اپنے قول میں اور فعل میں مضبوط ہوں ؏
او قلت انی موجود کذبت فما رایت فی الناس موجودا بلا علل	یا تو کہے کہ میں موجود ہوں تو تو جھوٹا ہے اور میں نے آدمیوں میں کسی کو موجود بلا سبب نہیں پایا ہے ؏

پس ہر چھپنے والا یعنی کہ جس پر چھاپا گیا ہے اپنی صورت پر ہوتا ہے۔ خواہ وہ صورت گول ہو یا مربع۔ اور یا مثلث ہیں۔ اور وہ صورت کہ جس کو مطبوع اور منقوش سے قبول کیا ہے وہ اس کے جسم اور موٹائی کے موافق نہیں ہوتی۔ اس واسطے کہ کبھی چھپی ہوئی صورت چھاپنے والے کی صورت سے جسم میں بڑی ہوتی ہے۔ اور کبھی اس کے خلاف ہوتا ہے کہ چھاپنے والے کی صورت چھپی ہوئی صورت سے بڑی ہوتی ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے کہ اہل اللہ بعد کمال کے اور بعد تمیز کی جمال و جلال کے فرق اور امتیاز ایک دوسرے کا کر سکتے ہیں۔ اور کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ چھپی ہوئی صورت چھاپنے والے کی صورت کے خلاف ہوتی ہے۔ تو اس وقت سیدھی اور الٹی جانب چھاپنے والے کی صورت میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور الٹی اور سیدھی جانب چھپی ہوئی صورت میں معلوم ہو جاتی ہے۔ اور یہ مقام اجتماع ضدین کا ہے۔ اور عبودیت کا ربوبیت میں ظاہر ہونے کا مقام ہے۔ اور یہی معنی اُس حدیث کے ہیں کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب آپ شب معراج میں تشریف لے گئے۔ اور تمام پردہ پھٹ گئے اور سوائے ایک حجاب اور حجاب باقی نہ رہا تو آپ نے چاہا کہ یہ بھی پھاڑ ڈالوں تو آپ سے کہا گیا کہ توقف کرو کہ تمہارا رب نماز پڑھ رہا ہے ؏

اور یہ بہت بڑا بھید ہے کہ اُس کا ادراک سوائے کاملین کے اور کوئی نہیں کر سکتا ہے اور بعض عارفین کے واسطے بینائی ہے۔ لیکن اُس کی حقیقت کو پہنچنا مشکل ہے ؏

پس یہ امر کہ بحیثیت ظاہری خوبصورتی کے واقع ہوتا ہے۔ لیکن کمال کی اُس کی خوبصورتی نہیں حاصل ہوتی۔ نہ جمال مطلق کے اعتبار سے اور نہ جمال کمال کے اعتبار سے۔ اور بعضے عارف تجلی جلالی میں اُس کا ادراک کر سکتے ہیں اور وہ بھی کمال کے جلال کے اعتبار سے۔ اور نہ مطلق جلال کے اعتبار سے۔ اور نہ جلال کے کمال کے اعتبار سے ؏

فصل پس جاننا چاہئے کہ ایک چیز جمع ہونے کو چاہتی ہے - اور نمونہ عزت کو چاہتا ہے - اور لوح ذلت کو چاہتی ہے - اور یہ سب چیزیں اپنی ذات میں مستقل ہیں - اور اپنی کشتی پر سیر کرتے ہیں پس جب نمونہ لوح کی صفتوں سے مٹ گیا - تو نمونہ کا قانون تجھ پر خراب ہو گیا - اور جب تو نے لوح کو کوئی لباس نمونہ کے حال سے پہنا دیا تو اُس کو تو نہیں دیکھ سکتا - اس وجہ سے کہ اُس کا ظہور تیرے غیر میں ہے - اور جب تو نے ذات کی نسبت ان چیزوں میں سے کسی کی طرف کی - اور دوسرے کی طرف منسوب نہیں کرتا ہے تو دوسری چیز کے واسطے دوسری ذات سے تجھکو دلیل لانا پڑے گی پھر اُس میں شرکت واقع ہو جائے گی - پس جب تو نے لوح کے ہاتھ سے کسی شئے میں ذات کو متصرف کیا تو اُس کا نام تو عروج رکھے گا - اور جب تو نے نمونہ کے ہاتھ سے کسی شئے میں لوح کے واسطے تصرف کیا تو اُس کا نام تو تنزل اور رقیم رکھے گا - اور جب تو نے اُس میں لوح اور نمونہ کے ہاتھ سے لوح کے واسطے تصرف کیا تو اُس کا کچھ اسم اور رسم نہیں ہے - اور جب تو نے نمونہ کے ہاتھ سے نمونہ ہی کے واسطے تصرف کیا - تب بھی کچھ اُس کا اسم اور رسم نہیں ہے اور جب وہ ذات خالص ہے تو اسم و رسم کی ضرورت نہیں ہے - اور لوح سے تمہاری مراد عین ہے اور نمونہ سے قطب العجائب و فلک الغرائب ہے اور ذات سے تمہاری مراد کتاب الانسان الکامل ہے ۔ ؎

<table>
<tr><td>تلوین هذا الحسن فی وجناته
ابدا و لا تلوین فی طلعاته</td><td>اُس حُسن کی چمک اُس کی پیشانی میں ہمیشہ ہے اور اُس کے طالع میں چمک نہیں ہے +</td></tr>
<tr><td>یلقاك احمر ابیض فی اغبر
فبیاضه فی سود خضراوانه</td><td>تجھکو سرخ و سفید غبار آلودگی میں ڈالتا ہے پس اُس کی سفیدی اُسکی سبزیوں میں سیاہی ہے +</td></tr>
<tr><td>من کان سمته التلون وهو فیه
فما تلون عند تلوینا ته</td><td>جس کا نام تو نے رنگ برنگ رکھا ہے وہ اپنی چمکوں کے وقت نہ چمکا +</td></tr>
<tr><td>فاذا ترکب حسن طلعته شادن
من کل حسن فهو واحد ذاته</td><td>جب اُس کی اچھی صورت ہر حُسن میں ظاہر ہوئی تو وہ اپنی ذات میں ایک تھا +</td></tr>
<tr><td>یا ایها الرشاء الربیب نعمت فی
حسن تنزه بین تشبیها ته</td><td>اَے بچہ آہو پرورش پائے ہوئے اچھا ہے تو حسن میں اور پاک ہے سب تشبیہات سے +</td></tr>
<tr><td>اانت جوذر لعلع ام زینب</td><td>کیا تو بیل کا بچہ ہے یا شراب ہے یا انگور ہے کہ حیرت</td></tr>
</table>

یحنا برفیك الصب فی حیراته
بالله خبر هل احطت بکل ما
یحویه خالك من غرایب نکاته
وهل العذار المسبلات عقوده
فوق المناکب عد فی عقداته
شرك العذار وجب خالك صیوا
طیر الحشا ولهان فی قبضاته
قسما بقائم بانه احدیة
ماست علی کثبان جمع صفاته
ما فی الدیار سوی ملابس مغفر
وانا الحمی والحی معر فلواته

میں ہیں تیرے عاشق تیری عجیب باتوں سے ÷
کیا تو نے ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے عذر کے ساتھ کہ تیری
باریکیاں اُس کو گھیرے ہوئے ہیں ÷
اور کیا اُس کے عقود رخساروں پر پڑی ہوئی ہیں اور
ڈھولوں سے اپنی عقدات میں اوپر ہیں ÷
رخسارہ کا چھوڑنا واجب ہے ایسی حالت میں کہ حیرانی
جانور کی اُس کی مٹھیوں میں ہے ÷
اُس ذات کی قسم ہے کہ جو احدیت کے ساتھ موصوف
ہے اور تمام صفتیں اُس میں موجود ہیں ÷
شہر میں سوائے ایک ملنے والے کی کوئی پناہ کی جگہ نہیں
ہے اور میں ایک سبزہ زار ہوں کہ زندگی جنگل میں
بسر کر رہا ہوں ÷

فصل دوسری۔ پس احدیت اسماء و صفات کو معہ اُن کے اثروں کے معدوم کرنا چاہتی ہے اور واحدیت خدا کے اسماء اور اوصاف کو اس عالم میں ظاہر کرنا چاہتی ہے۔ اور ربوبیت اس عالم کے بقا کو چاہتی ہے۔ اور الوہیت اس عالم کے فنا کی عین بقا میں مقتضی ہے۔ اور عین فنا میں بقا کے چاہتی ہے۔ اور عزت حق اور خلق کے درمیان جو نسبت ہے اُس کو دور کرنا چاہتی ہے اور قیومیت خدا اور بندہ کے درمیان میں جو نسبت ہے اُس کے واقع ہونے کو صحیح رکھنا چاہتی ہے اسواسطے کہ قیوم اُس کا نام ہے کہ جو بالذات قائم ہے اور اپنے غیر کو بھی قائم رکھے اور اُسکے واسطے یہ بھی ضرورت ہے کہ یہ سب عبارتیں اُس میں جمع ہوں۔ پس ہم بحیثیت احدیت کی تجلی کے کہتے ہیں کہ وہ ایک وصف ہے رسم نہیں ہے۔ اور بحیثیت واحدیت کے تجلی کے خلق ہے اس لئے کہ اُس کی قوت کا ظاہر ہونا کسی صورت خاص میں ہر متصور میں موجود ہے۔ اور ربوبیت کی تجلی کی حیثیت سے خلق اور حق ہے۔ اس واسطے کہ حق اور خلق دونوں کا وجود موجود ہے اور اور الوہیت کی تجلی کی حیثیت سے محض حق ہے۔ اور خلق کی سی صورت ہے اور حقیقتاً وہ خلق ہی ہے لیکن معنی اُس کے حق ہیں اور عزت کی تجلی کی حیثیت سے اللہ اور بندہ میں کچھ نسبت نہیں ہے اور قیومیت کی تجلی کی حیثیت سے بندہ کا وجود ضروری ہے اسواسطے کہ اُس میں صفتیں رب

کی موجود ہیں۔ اور رب کی صفتیں مربوب کی صفتوں کے وجود میں ضروری ہیں۔ اور ہم کہتے ہیں کہ وہ بحیثیت اپنی رسم ظاہر کے سب چیزوں کا عین ہے۔ اور بحیثیت اسم باطن کے سب کے خلاف ہے ۔

نزہ فھذا واجب اللہ	منزہ ہے وہ ذات پس یہ امر خدا کے واسطے واجب
لا الحاضرون درواولا اللاھی	ہے نہ وہ حاضر ہیں اور نہ لہو لعب میں ہیں
مافیہم من ذاتہ وصفاتہ	اُن میں سوائے ذات وصفات کے اور کچھ نہیں ہے
الا شمیم روائح مالاھے	مگر عمدہ خوشبوئیں کہ جن سے فرحت حاصل ہو
ہم یحسنون فیحسبون بانھم	وہ اچھا کرتے ہیں اور اپنے کو گمان کرتے ہیں کہ ہر شبیہ
ایاہ حاشاہ عن الاشباہ	اور نظیر سے علیحدہ ہیں
لیس الالہ بعبدہ کلا ولا	بندہ کا کوئی معبود سوائے اُس کے ہرگز نہیں ہے اور
ناہ مبذات غیر ذات تناھے	وہ ذات غیر متناہی ہے
الذات واحدۃ واوصاف العلا	وہ ذات واحد ہے اور اُس کے اوصاف برتر ہیں
للہ والسفلی لعبد واھے	اور بندہ پستی اور وناءت کی حالت میں ہے

تمت المقدمہ

اب کتاب شروع کرنے کا وقت آگیا اور حذر صواب کی طرف ہدایت کرنے والا ہے پس اس کتاب میں ہم نے ساٹھ اور چند باب رکھے جس کی فہرست یہ ہے:۔

یعنی پہلا باب ذات کے بیان میں۔ اور دوسرا باب۔ رسم مطلق کے بیان میں۔ اور تیسرا باب صفت مطلق کے بیان میں۔ اور چوتھا باب الوہیت کے بیان میں۔ اور پانچواں باب احدیت کے بیان میں۔ اور چھٹا باب واحدیت کے بیان میں۔ اور ساتواں باب رحمانیت کے بیان میں آٹھواں باب ربوبیت کے بیان میں۔ نواں باب عمل کے بیان میں۔ دسواں باب تنزیہ کے بیان میں۔ گیارھواں باب تشبیہ کے بیان میں۔ بارھواں باب افعال کی تجلی کے بیان میں۔ تیرھواں باب اسماء کی تجلی کے بیان میں۔ چودھواں باب صفت کی تجلی کے بیان میں۔ پندرھواں باب ذات کی تجلی کے بیان میں۔ سولھواں باب حیات کے بیان میں۔ سترھواں باب علم کے بیان میں۔ اٹھارھواں باب ارادہ کے بیان میں۔ اُنیسواں باب قدرت کے بیان میں۔ بیسواں

باب کلام کے بیان میں۔ اکیسواں باب سمع کے بیان میں۔ بائیسواں باب بصر کے بیان میں تیئیسواں باب جمال کے بیان میں۔ چوبیسواں باب جلال کے بیان میں۔ پچیسواں باب کمال کے بیان میں۔ چھبیسواں باب ہویت کے بیان میں۔ ستائیسواں باب انیت کے بیان میں۔ اٹھائیسواں باب ازل کے بیان میں۔ انتیسواں باب ابد کے بیان میں۔ تیسواں باب قدم کے بیان میں۔ اکتیسواں باب اللہ کے دنوں کے بیان میں۔ بتیسواں باب گھنٹہ کی آواز کے بیان میں۔ تینتیسواں باب ام الکتاب کے بیان میں۔ چونتیسواں باب قرآن کے بیان میں۔ پینتیسواں باب فرقان کے بیان میں چھتیسواں باب توریت کے بیان میں۔ سینتیسواں باب زبور کے بیان میں۔ اڑتیسواں باب انجیل کے بیان میں۔ انتالیسواں باب آسمان دنیا پر خدا کے اُترنے کے بیان میں۔ چالیسواں باب فاتحہ الکتاب کے بیان میں۔ اکتالیسواں باب طور اور کتاب مسطور کے بیان میں۔ بیالیسواں باب رفرف کے بیان میں۔ تینتالیسواں باب تخت اور تاج کے بیان میں۔ چوالیسواں باب قدمین اور نعلین کے بیان میں۔ پینتالیسواں باب عرش کے بیان میں۔ چھیالیسواں باب کرسی کے بیان میں۔ سینتالیسواں باب قلم اعلیٰ کے بیان میں۔ اڑتالیسواں باب لوح محفوظ کے بیان میں۔ اُنتالیسواں باب سدرۃ المنتہیٰ کے بیان میں پچاسواں باب روح القدس کے بیان میں۔ باب اکیاون اس فرشتہ کے بیان میں کہ جس کا نام روح ہے۔ باب باون قلب کے بیان میں اور اس بات کے بیان میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وہ اسرافیل کے رہنے کی جگہ ہے۔ باب ترپن عقل اول کے بیان میں اور اس بیان میں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جبرئیل علیہ السلام کے رہنے کی جگہ ہے۔ باب چون وہم کے بیان میں۔ اور اس بات کے بیان میں کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عزرائیل کے رہنے کی جگہ ہے۔ باب پچپن ہمت کے بیان میں۔ اور اس بات کے بیان میں کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے حضرت میکائیل کے رہنے کی جگہ ہے۔ باب چھپن فکر کے بیان میں اور اس بات کے بیان میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے باقی تمام ملائکہ کے رہنے کی جگہ ہے۔ باب ستاون خیال کے بیان میں اور اس بات کے بیان میں کہ وہ تمام عالم کا ہیولا ہے۔ باب اٹھاون صورت محمدیہ کے بیان میں۔ اور اس بات کے بیان میں کہ وہ ایک نور ہے کہ جس سے جنت اور دوزخ پیدا ہوئے اور عذاب اور نعمتوں کے رہنے کی جگہ اُس میں ہے۔ اُنسٹھواں باب نفس کے بیان میں

اور اس بات کے بیان میں کہ وہ شیطان اور اُس کے متبعین کے رہنے کی جگہ ہے۔ ساٹھواں باب انسان کامل کے بیان میں۔ اور حق اور خلق سے اُس کے مقابلہ کے بیان میں اور اس بات کے بیان میں کہ انسان کامل محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں *

اکسٹھواں باب قیامت کے علامات کے بیان میں اور اُس میں موت اور برزخ اور قیامت اور حساب اور میزان اور صراط اور نار اور اعراف اور تودۂ خاک کا ذکر ہے *

باسٹھواں باب ساتوں آسمانوں اور جو کچھ اُن کے اوپر ہے اور ساتوں زمینوں اور جو کچھ اُن کے نیچے ہے اور ساتوں دریا اور جو کچھ اُن میں عجائب اور غرائب چیزیں ہیں اور جن اقسام کی مخلوقات اُن میں رہتی ہیں اُن سب کے بیان میں *

ترسٹھواں باب سب دینوں اور سب عبادتوں اور سب احوال اور سب مقامات کے نکتوں اور بھیدوں کے بیان میں *

پہلا باب

ذات کے بیان میں

پس جاننا چاہیئے کہ ذات مطلق ایک ایسا امر ہے کہ جس کی طرف تمام اسماء اور صفات اپنے وجود میں نہیں بلکہ بعینہا منسوب ہیں۔ پس جو اسم یا صفت کہ کسی شئے کی طرف منسوب ہو تو اُسی شئے کا نام ذات ہے۔ خواہ وہ معدوم ہو یا موجود۔ اور موجود کی دو قسمیں ہیں۔ یعنی ایک موجود محض اور وہ ذات باری تعالےٰ ہے۔ اور ایک موجود کہ جو عدم سے ملا ہوا ہے۔ اور وہ تمام مخلوقات کی ذات ہے *

پس اب جاننا چاہیئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات سے وہ ذات مراد ہے کہ جس سے وہ موجود ہے۔ اور وہ بالذات قائم ہے۔ اور وہ ایک ایسی چیز ہے کہ اسماء اور صفات کا مستحق ہے اور ہر صورت کے ساتھ کہ جس کو معنی چاہتے ہیں متصور ہے۔ یعنی ہر صفت کے ساتھ موصوف ہے۔ اور اُس کا وجود ہر اسم کا مستحق ہے۔ اور اُس کا کمال ہر مفہوم کا مقتضی ہے اور اُس کے کمالات میں سے ایک غیر متناہی ہونا اور ادراک نہ کرنا ہے۔ اسی واسطے حکم کیا گیا ہے کہ اُس کا ادراک

کوئی نہیں ذجر سکتا ہے۔ اور وہ ہر چیز کا ادراک کرنے والا ہے اس واسطے کہ اُس کی ذات میں جہل محال ہے۔ اور اس معنی میں مَیں نے ایک قصیدہ لکھا ہے۔ جس کے تین شعر اس جگہ نقل کرتا ہوں:۔

احطت خبیرا مجملا ومفصلا	کیا تو نے خبر مجمل و مفصل کا احاطہ کرلیا ہے یعنی اپنی کل ذات سے معہ جمیع صفات کے ۔
بجمیع ذاتك یاجمیع صفاته	
ام جل وجهك ان یحاط بکنهه	یا تیرا مُنہ برتر ہے اور تو اُس کی کُنہ ذات کا احاطہ کرنا چاہتا ہے تو اس کا احاطہ نہیں کر سکتا ۔
فاحطته ان لا یحاط بذاته	
حاشاك من غای وحاشا ان تکن	تجھ سے یہ بات دور ہے اور تو اس بات سے دور ہے کہ وہ تجھکو نہ جانتا ہو پس اُس کے حیرت کے مقامات ہیں ۔
بك جاهلا ویلاه من حیراته	

پس جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات غیب احدیت ہے کہ جس سے کل العبارات مراد ہے اور وہ اپنے معنی کو پورا کرنے والی نہیں ہے۔ اس واسطے کہ اس میں بہت سے وجوہ ہیں اور وہ کسی عبارت کے مفہوم سے ادراک نہیں کیا جا سکتا اور کسی اشارہ کے معلوم سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اس لیئے کہ کوئی چیز اپنی مناسبات سے سمجھی جاتی ہے۔ پس وہ مناسبات اگر اُسکے مطابق ہوں تو وہ مطابق ہوتی ہے۔ اور اگر منافی ہوں تو مخالف ہوتی ہے اور اُس کی ذات کے واسطے وجود میں کوئی مناسب اور کوئی مطابق اور کوئی ضد نہیں ہے پس اصطلاح کی حیثیت سے وہ رفع ہوگیا اور جب اُس کے معنی کلام میں موجود ہیں اور مخلوق کے ادراک سے اُس کی نفی ہوگئی۔ پس خدا کی ذات میں کلام کرنے والا خاموش رہتا ہے۔ اور متحرک ساکن رہتا ہے۔ اور دیکھنے والا حیران رہتا ہے۔ اور عقول اور فہوم کے ادراک سے وہ اعلےٰ اور بالا ہے اور اُس میں فکریں اور فہوم اپنا کام نہیں کرسکتی ہیں۔ اور نیا اور پُرانا علم اُس کی کُنہ کو دریافت نہیں کر سکتا۔ اور اُس کی عظمت اور تعریف کو جمع نہیں کر سکتا۔ اور قدس کا طاہر اس خالی میدان میں اُڑا۔ اور اُس کی خواہش کے دریا میں تیرا۔ اور ادراک کے آسمان کے دریا میں اپنی کشتی کو چلا گیا لیکن ڈوب گیا۔ اور اسماء وصفات میں رہ گیا اور اُن کی حقیقتوں کو دریافت نہ کرسکا۔ پھر عدم کی بلندی پر اُڑا تو حدوث اور قدم کی مسافت طے کرنے کے بعد اُس کے وجود کو واجب پایا اس لیئے کہ وہ واجب الوجوب ہے۔ جائز الوجود نہیں ہے۔ پس جو شخص اُس میں گم ہوگیا وہ

غائب نہیں ہے۔ پس جب نے اس عالم مصنوعی کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو اس نے اُس کی نشانی حاصل کرنا چاہی۔ پس اُس کے بازو پر ایک کبوتر کی شکل بنا دی گئی۔ اب بعد اس کے اے شخص تو ایک طلسم ہے کہ نہ تیری ذات ہے اور نہ رسم ہے۔ اور نہ سایہ ہے۔ اور نہ رسم ہے اور نہ روح ہے۔ اور نہ جسم ہے۔ اور نہ وصف ہے۔ اور نعت ہے۔ اور نہ کوئی علامت ہے۔ پس تیرے ہی واسطے وجود اور تیرے ہی واسطے عدم ہے۔ اور تیرے ہی واسطے حدوث ہے۔ اور تیرے ہی واسطے قدم ہے۔ پس تو اپنی ذات کے واسطے معدوم ہے۔ اور اپنے نفس کے واسطے موجود ہے۔ اور اپنی نعمت کے واسطے معلوم ہے۔ اور اپنی جنس کے واسطے مفقود ہے۔ یعنی گویا کہ تو ایک کسوٹی پیدا کیا گیا ہے۔ اور گویا کہ تو ایک عالم تھا کہ اپنی ذات کے واسطے اپنی صریح نعتوں کے ساتھ دلائل لایا۔ پس تو نے اپنی ذات کو حی اور عالم اور مرید اور قادر اور متکلم اور سمیع اور بصیر پایا۔ پس جمال نے تجھکو گھیر لیا۔ اور جلال تیرے سامنے آیا اور تو نے کمالات کو پورا کر لیا۔ لیکن تو نے اپنے غیر کے موجود ہونے کا جو تصور کیا ہے وہ گناہ ہے۔ ولیکن تیرا حسن ظاہری ختم ہو گیا۔ پھر وہ اس کلام سے مخاطب ہوا کہ تو ہے۔ بلکہ میں ہوں۔ اے وہ ذات کہ اس جگہ عدم ہے پس ہم نے تجھکو اسی جگہ پا لیا۔

عزت مدارکہ۔ غابت عوالمہ
جلت ممالکہ۔ اصمت صوارمہ
لا العیان تبصرہ۔ لا المحل یحصرہ
لا الوصف یحضرہ۔ من ذا ینادمہ
کلت عباراتہ۔ ضاعت اشارتہ
ھدت عمارتہ۔ قلب یصادمہ
عال ولا فلک۔ روح ولا ملک
ملک لہ ملک۔ عزت محارمہ
عین ولا بصر۔ علم ولا خبر
فعل ولا اثر۔ غابت معالمہ
قطب علی فلک۔ شمس علی حبک
طاوس فی سکک۔ تجلی عظائمہ

یعنی اُس کے ملنے کے مقامات غائب ہیں اور اُس کی نشانیاں غائب ہیں۔ اور اُس کے ہلاکت کے مقامات بڑے ہیں۔ اور اُس کی تلواریں تیز ہیں۔ اور کوئی آنکھ اُس کو دیکھ نہیں سکتی اور کوئی تعریف اُس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اور نہ کوئی وصف اُس کو پا سکتا ہے۔ اور کون ہے کہ جو اُس کا ہمنشین ہو اور اُس کی عبارت تھک گئی۔ اور اُس کا اشارہ ضائع ہو گیا۔ اور اُس کی عمارت گر گئی۔ اور اُسکے قلب پر صدمہ پہنچا اور برتر ہے۔ مگر آسمان نہیں ہے اور روح ہے مگر فرشتہ نہیں ہے اور ملک ہے۔ مگر بادشاہی نہیں ہے۔ اور اُس کی عزت کی جگہ بہت عزیز

انموذج سطرا ۔ بالاصطلاح سری
عن الوجود عری ۔ روحی عوالمه
حرباملونة ۔ دار مکونة
نفس مدونة ۔ میت هی دمه
ذات مجردة ۔ نعت مفردة
ای مسردة ۔ یقراه راقمه
محض الوجود له ۔ والنفی یشمله
یدری ویجهله ۔ من قام نائمه
نفی وقد ثبتت ۔ سلب وقد وجبت
رمز وقد عرفت ۔ نشر وناسمه
لاتطمعن فما ۔ تلقی له حرما
ان کنت مغتنما ۔ هذی مغانمه
عنقاء مغربه ۔ انت المراد به
تنزیه مشتبه ۔ مما یلائمه
نار له شرر ۔ والعشق صارمه
مجهولة وصفت ۔ منکورة عرفت
وحشیة الفت ۔ قلبا سیالمه
ان قلت تعرفه ۔ فلست تنصفه
او قلت تنکره ۔ فانت عالمه
سری هویته ۔ روحی انیته
قلبی منصته ۔ والجسم خادمه
انی لاعقله ۔ معذاك اجهله
من ذا یحصله ۔ صدحت غنائمه
یعلو فاکتمه ۔ یبدو فاهمه
یملی فارقمه ۔ یدهیك قائمه

ہیں۔اور آنکھ ہے۔مگر بینائی نہیں ہے۔اور علم
ہے۔مگر خبر نہیں ہے۔اور فعل ہے مگر اثر نہیں
ہے۔اور اُس کی نشانیاں غائب ہیں اور وہ
آسمان پر قطب ہے۔اور تیرے گریبان میں آفتاب
ہے۔اور تیری شکل میں طاؤس ہے جسکی عظمت
چمکدار ہے۔اور لکھنے میں ایک نمونہ ہے۔اور
اصطلاح میں ایک بھید ہے اور وجود سے
خالی ہے۔اور میری روح اُس کے جانیوالی
ہے۔ایک گھر گٹ رنگ برنگ ہے اور ایک
گھر بنا ہوا ہے اور ایک نفس موجود ہے اور
ایک مردہ کہ اُس کا خون بہا ہوا ہے ٭
ایک ذات مجرد ہے۔اور ایک نعت مفرد ہے
اور ایک نشانی مضبوط ہے کہ اُس پر منتر پڑھا
گیا ہے اُس کا محض وجود ہے۔اور نفی اُسکو
شامل ہے کبھی جانتا ہے۔اور کبھی نہیں جانتا ہی
جس کے ساتھ اُس کا سونے والا قائم ہے وہ
کبھی اُس کی نفی کرتا ہے۔اور کبھی ثابت کرتا ہے
اور کبھی سلب کرتا ہے۔اور کبھی واجب کرتا ہے
پس ایک رمز ہے کہ تو اُسکو پہچانتا ہے اور ایک
پریشانی ہے کہ تو اُسکو جانتا ہے۔اُس کی خواہش
ہرگز نہ کر کہ تو اُس سے محروم رہیگا اگر تو غنیمت
لیجانیوالا ہے تو اُس کی غنیمتوں سے ہوشیار رہ
تو اُس کے مقرب کا عنقا ہے اور تو ہی اُس سے
مراد ہے۔اور تو ہی تنزیہ مشتبہ ہے۔اور تو ہی
اُس کے مناسب ہے۔وہ ایک ہجر و غار کی

يبلى فا رقمه - يدا هيك قائمه

نزهته فعرسه - شيمته غرسه

جسمته فصرا - ما لا اقاومه

نزلته فابه - بالحسن منتهبا

يلقاه منتسبا - في الهدب صارمه

في خده سجل - في ناره شعل

في جفنه كحل - كالرمح قائمه

في مريقه عسل - في قده اسل

في جعده رسل - والظلم ظالمه

سم سواعده - سود جعائده

بيض نواجذه - حمر مباسمه

خمر مراشفه - سحر معاطفه

وهم لطائفه - اليه لازمه

مجهولة وصفته - مملوكة عرفته

وحشية الفته - قلبي تكالمه

الفتك صنعته - والقتل شيمته

والهجر حليته - مر مطاعمه

مركب بسطا - مقيد نشطا

مصور غلطا - نور طواسمه

ما جوهر عرض - ما صحة مرض

سهم هو الغرض - حارت قواسمه

فرد وقد كثرا - جمع ولا نفرا

اماما ودرا - الكل عالمه

جهل هو العلم - حرب هو السلم

عدل هو الظلم - مدت قواصمه

موج ہے۔ اور ایک آگ کا شرارہ ہے اور عشق اُس کا جلانے والا ہے۔ اور اُس کا وصف مجہول ہے۔ اُس کی معرفت اجنبی ہے۔ اور اُس کا وحشی ہونا اُس دل کو الفت دلاتا ہے۔ کہ جو سلامت ہے اگر تو کہے کہ مَیں اُس کو پہچانتا ہوں تو تُو اُس کے صفات بیان نہیں کرسکتا۔ یا تو کہے کہ مَیں اُس سے انکار کرتا ہوں تو تُو اُس کا جاننے والا ہے اُس کی حقیقت سب جگہ سرایت کئے ہوئے ہے۔ میری رُوح اُس کا مکان ہے میرا قلب اُس کے رہنے کی جگہ ہے اور جسم اُس کا خادم ہے۔ پس مَیں اُس کو دریافت کرتا ہوں باوجود اس کے نہیں جانتا۔ کون ہے جو اُس کو حاصل کرے۔ اُسکے مقامات بند ہیں۔ وہ برتر ہے پس مَیں اُس کو چھپاتا ہوں وہ قریب ہوتا ہے میں اُس کی طرف قصد کرتا ہوں وہ مجھ سے ملتا ہے۔ مَیں اُس سے جُدا ہوتا ہوں اُسکے نزدیک کھڑا ہونے والا کون ہے۔ مَیں اُس کا تنزیہہ کرتا ہوں۔ پس وہ اس سے خالی ہے مَیں اُس کی تشریح کرتا ہوں۔ اور وہ سرایت کئے ہوئے ہے مَیں اُس کے واسطے جسم پیدا کرتا ہوں کہ جو اُس کے خلاف ہے۔ میں اُسکے پاس گیا اُس نے انکار کیا اور اپنے حسن پر نازاں ہوا۔ اور جب تیری اُسکی طرف نسبت کی جاتی ہے تو اُس کی پلکیں مثل تلوار کے ہیں۔ اُسکے رخسارہ میں آب وتاب ہے۔ اُس کی آگ میں شعلہ ہے

بیلی ویطربنی - یصحو ویسکرنی
یبجو ویغرقنی - الغی احالمہ
طورا الاعبد - طورا صاحبہ
طورا اجانبہ - طورا اکالمہ
طورا یجاللنی - طورا یواصلنی
طورا یقاتلنی - حتی اخاصمہ
ان قلت قد طربا - القاہ مغتضبا
او قلت قد وجبا - تبقی عزائمہ
وحش وما الفا - نکر وما عرفا
ذات وما وصفا - عال دعائمہ
شمس وقد سطعت - برق وقد لمعت
ورق وقد سجعت - فوقی سمائمہ
ضدان قد جمعا - فیر وما امتنعا
عین اذا نبعا - ھاجت ملاطمہ
سم لذائقہ - مسک لفائقہ
بحر لفارقہ - ضاعت علائمہ

اُس کی آنکھ میں سرمہ نیزہ کی طرح کھڑا ہوا ہے اُس کے تھوک میں شہد ہے - اُس کا قد درخت بلند کی طرح ہے - اُس کی چوکی بافتہ ہے - اور وہ ظلم کرنیوالا ہے اُس کے پہنچے گندمی ہیں اور اُس کے گیسو سیاہ ہیں اور اُس کے دانت سفید ہیں - اور مسکرانے میں اُس کے ہونٹوں سے سُرخی ظاہر ہوتی ہے اُس کے چوسنے کیواسطے شراب ہے اور اُس کی مہربانیاں جادو ہیں یہ اُس کے لطائف ہیں کہ اُن کو حیرانی لازم ہے اور اُس کا وصف مجہول ہے - اور تر اُس کے مملوک کو جانتا ہے - اور اُس کے وحشی ہونے سے ایسی الفت کرتا ہے کہ میرا دل اُس سے کلام کرنا چاہتا ہے - اور زخم لگانا اُس کی صنعت ہے - اور مار ڈالنا اُس کی عادت ہے - اور ہجر اُس کا زیور ہے اور رمزے اُس کے کڑوے ہیں اور وہ باوجود مرکب ہونے کے غیر مرکب ہے اور باوجود آزاد ہونے کے مقید ہے - اور غلطی سے مصور ہے اور اُس کی تاریکیاں نور ہیں اور وہ نہ جوہر ہے اور نہ عرض ہے - اور نہ صحت و مرض ہے - اور اُس کا حصہ ایک غرض ہے کہ جن حصوں سے سب متحیر ہیں - فرد ہے اور کثیر ہو گیا ہے جمع ہے اور نہ فرد نہیں ہے تمہارا اور تمام مخلوق کا امام ہے اور کل اُس کا عالم ہے اور جہل اُس کا علم ہے اور برائی اُس کی سلامتی ہے اور عدل اُس کا ظلم ہے کہ اُس کی خرابیاں بڑھ گئی ہیں - وہ کبھی رُلاتا ہے اور کبھی خوش کرتا ہے اور کبھی ہوش میں اور کبھی وہ بیہوش کرتا ہے اور کبھی نجات دیتا ہے اور کبھی ڈبوتا ہے - اور کبھی میں اُس سے بغاوت کرتا ہوں - اور کبھی میں اُس سے لڑتا ہوں اور کبھی میں اُس سے کھیلتا ہوں اور کبھی میں اُس کا مصاحب ہوتا ہوں اور کبھی میں اُس سے اجنبی ہوتا ہوں - اور کبھی میں اُس سے باتیں کرتا ہوں - اور کبھی وہ میرے درمیان ہوتا ہے اور کبھی میں اُس سے وصل

کرتا ہوں۔ اور کبھی مَیں اُس سے مقابلہ کرتا ہوں۔ اور کبھی مَیں اُس سے خصومت کرتا ہوں اگر تو یہ ہے کہ وہ خوش ہوا تو گویا اُس کو غضبناک کیا یا تو کہے کہ وہ واجب ہوا تو اُس کے ارادے باقی ہیں ایک وحشی ہے کہ اُلفت نہیں پکڑتا۔ ایک اجنبی ہے کہ نہیں پہچانتا۔ ایک ذات ہے کہ اُس کا وصف نہیں ہے۔ ایک ایسا صاحب علو ہے کہ اُس کے مراتب بڑھے ہوئے ہیں۔ ایک آفتاب ہے کہ بلند ہو گیا ہے۔ ایک بجلی ہے کہ چمک گئی ہے۔ ایک نوجوان ہے کہ آراستہ ہے۔ میرے اوپر اُس کے کبوتروں کا سایہ ہے۔ پس دو ضدیں اُس میں جمع ہیں۔ اور اُن کا کوئی مانع نہیں ہے وہ ایک چشمہ جاری ہے کہ موجیں اُس کی بہت تیز ہیں وہ چکھنے والے کے لئے زہر قاتل ہے۔ اور سونگھنے والے کے لئے مشک ہے اور جدا ہونے والے کے لئے ایک دریا ہے کہ اُسکے الائم ضائع ہو گئے ہیں*

پھر سبز طائر کے بازو پر کبریت احمر کی سیاہی کے قلم سے اُس نے یہ لکھا۔ یعنی بعد اس کے جاننا چاہیئے۔ کہ عظمت ایک آگ ہے اور علم پانی ہے۔ اور قوت ایک ہوا ہے۔ اور حکمت ایک مٹی ہے۔ یہ ایسے عناصر ہیں کہ جن سے تمہارا جوہر فرد بنا ہے۔ اور اس جوہر کے واسطے دو عرض ہیں۔ یعنی پہلا ازل اور دوسرا ابد اور اُس کے واسطے دو وصف ہیں یعنی پہلا حق اور دوسرا خلق اور اُس کے واسطے دو نعت ہیں۔ یعنی پہلا قدم اور دوسرا حادث۔ اور اُس کے دو نام ہیں۔ یعنی پہلا رَبّ اور دوسرا عبد۔ اور اُس کی دو صورتیں ہیں۔ یعنی پہلی ظاہر کہ وہ دنیا ہے۔ اور دوسری باطن کہ وہ آخری ہے۔ اور اُس کے دو حکم ہیں۔ یعنی پہلا وجوب اور دوسرا امکان۔ اور اُسکے دو اعتبار ہیں۔ یعنی پہلا یہ کہ وہ بالذات مفقود اور اپنے غیر کے واسطے موجود ہو۔ اور دوسرا اعتبار یہ ہے کہ وہ اپنے غیر کے واسطے مفقود اور اپنے واسطے موجود ہو۔ اور اُس کی دو معرفتیں ہیں یعنی پہلی یہ کہ کبھی وجوبیت ہو اور کبھی سلبیت ہو۔ اور دوسری معرفت یہ ہے کہ پہلے سلبیت ہو اور پھر وجوبیت ہو۔ اور اُس کے مفہوم کے واسطے ایک نقطہ ہے کہ اُس میں غلطی ہے۔ اور اُن کے معانی کی عبارات کیواسطے انحرافات ہیں۔ اور اُن کے معانی کے اشارات کیواسطے انصرافات ہیں اُن سے اپنے نفس کو بچا*

اسے طائر اس کتاب کے حفظ کرنے میں کہ جس کو غیر نہیں پڑھ سکتا ہے۔ جلدی کر۔ پس یہ طائر ان آسمانوں میں ہمیشہ اُڑتا رہے گا۔ اور وہ اپنی موت میں زندہ ہے اور اپنی ہلاکت میں باقی ہے یہانتک کہ اپنے بازوؤں کو جو بند ھے ہوئے تھے کھولے۔ اور اپنی آنکھ کو کہ جو بند تھی اُس

سے کام لے۔ تو اُس کو ایسی حالت میں پائیگا کہ وہ اپنی ذات سے نہ خارج ہو۔ اور سوائے اپنی جنس کے دوسرے کے پاس نہ جاوے۔ اور دریا میں داخل ہو۔ اور پانی پی کر اُس سے نکلے اور اپنی پیاس کو بجھاوے۔ اور اُس سے کلام قطعاً نہ کرے۔ اور کسی شئے کو گم نہ کرے۔ تو کمال مطلق کی حقیقت کو کہ جس کو نفس و ذات کہتے ہیں حاصل کریگا۔ اور اُس کی تمام صفتوں میں سے کہ جو اسماے ذات و صفات کے ساتھ موصوف ہیں کسی صفت کا مالک نہ ہوا اور اُس کی کوئی باگ نہیں ہے کہ اتفاق اور اختلاف کے حکم سے اُس کا مالک ہو جاوے اور اُس کی صفات پر تصرف کرنے کی قدرت حاصل ہو ٭

اور اُس کے واسطے اُس کے کمال میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے کہ جو تخصیص پر دلالت کرے اور اُس کے کمال کا جولان اُس کے محل اور عالم میں رہے۔ اور اُس کے منازل اور معالم میں سوائے انحصار کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور اُس کے بدر کا کمال اُس کی ذات کی حقیقت میں دکھائی دیتا ہے۔ اور اُس کے سورج گرہن کے روکنے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا ہے اور دیدہ و دانستہ ایک شئے کا جاہل ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ اُس کا عارف ہے اور ایک جگہ سے کوچ کر جاتا ہے حالانکہ وہ اُس جگہ موجود ہے اور بغیر زبان کے وہ اُس جگہ کلام کرتا ہے۔ اور پھر نہیں کلام کرتا ہے اور اُس کا عرفان قائم ہوتا ہے۔ حالانکہ اُس میں کوئی کنجی نہیں ہے۔ یعنی اُس نے ایک عالم کو اپنے عرفان میں داخل کیا ہے اور پھر اپنے بیان کے اعتبار سے اُن کو دور کر دیا ہے ٭ جو شخص اپنی زمین دھس جانے کی وجہ سے اُس سے انتہا درجہ دور رہے۔ اُس کو عقرب سمجھنا چاہئے۔ اُس کا حرف کوئی نہیں پڑھ سکتا ہے اُس کے معنی کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ اور اُس کے حرف پر ایک وہی نقطہ ہے۔ کہ ایک دائرہ اُس کے گرداگرد ہے۔ اور اُس نقطہ کے واسطے بالذات ایک عالم ہے کہ وہ اس گول دائرہ کی شکل ہے۔ اور وہ اُس کے اوپر ہے۔ اور وہ نقطہ اس دائرہ کا ایک حصہ ہے اور وہ اپنی ایک ہیئت کا ایک جز ہے۔ اور تمام دائرہ اُس کے فرش کے حواشی سے ایک حاشیہ ہے۔ پس وہ بالذات غیر مرکب ہے۔ اور اپنی ہیئت کے اعتبار سے مرکب ہے۔ اور اپنی ذات کے اعتبار سے فرد ہے اور اپنے ظاہر ہونے کے اعتبار سے ایک نور ہے۔ اور اپنے نہ واقع ہونے کے اعتبار سے ایک تاریکی ہے۔ اور یہ سب باتیں حقیقت ذات آلہیہ پر واقع نہیں ہو سکتی ہیں اور زبان اُس میں عاجز ہے اور وقت تنگ ہے اللہ تعالےٰ عظیم الشان اور رفیع السلطان اور غالب اور صاحب قوت ہے۔ ۵

حی لھند مدنعم الاعتاب
عالی المکانۃ شامخ الابواب
من دونہ ضرب الرقاب وکل ما
لا تستطیع الخلق من اعراب
لوان نشراھب من ارجائھا
سلب العقول وطاس بالالباب

وہ زندہ ہے کہ اُس کے غصہ کرنے کی جگہ کوئی نہیں ہے اور برتر مرتبہ والا ہے اور بلند دروازوں والا ہے۔ بغیر اُس کے گردنوں کو کاٹتا اور ہر شخص مخلوقات اعراب سے طاقت نہیں رکھتا۔
کاش اگر اُس کے کناروں سے قبولیت کی ہوا چلے تو عقلیں سلب ہوجائیں اور عقلاء خفیف ہوں۔

دوسرا باب

اِسم مطلق کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ اسم اُس کو کہتے ہیں کہ سمجھانے میں وہ اپنے مسمیٰ کی خصوصیت کردی اور اُسکو خیال میں اور وہم میں مصوّر اور حاضر کر دے اور فکر میں سنبھال دے اور ذکر میں حفاظت کرے اور وہ عقل میں سما جائے خواہ موجود ہو یا معدوم ہو اور حاضر ہو یا غائب ہو۔ پس پہلا کمال کہ جس سے مسمیٰ کی ذات جو شخص کہ اُس کے اسم کو نہیں جانتا ہے۔ اُس کو پہچان لے تو اُس کی نسبت مسمی کی طرف ایسی ہے کہ جیسے ظاہر کی نسبت باطن کی طرف ہے۔ پس وہ اس اعتبار سے عین مسمیٰ ہے۔ اور بعض مسمیات معدوم ہوتے ہیں۔ اور اپنی رسم کے اعتبار سے موجود ہیں۔ جس طرح کہ اصطلاح میں عنقاے مغرب ہے کہ اُس کا وجود اسم کے اعتبار سے کچھ نہیں ہے مگر اُس نے اس وجود کو حاصل کرلیا ہے اور اُس سے اُس کے صفات کو اس اسم کی ذات جن کی مقتضی ہے جان لیتا ہے اور وہ اسم مسمی کا غیر ہے اس اعتبار سے کہ اصطلاح میں عنقاے مغرب کے یہ معنی ہیں کہ ایک چیز عقول اور افکار سے باہر ہو اور اپنے نقش میں بسبب اپنی عظمت کے کسی صورت مخصوصہ پر اُس کی کوئی مثال موجود نہ ہو اور یہ رسم بالذات اس حکم کے موافق نہ ہو۔ پس گویا کہ اس معنی پر نہ بتایا گیا ہے مگر ایک وضع کلی ایک معقول معنی پر تاکہ اُس کے مرتبہ کے وجود میں حفاظت کرے اس لئے کہ کہیں وہ معدوم نہ ہو جائے تو تو گمان کریگا کہ وجود اُس کی ذات میں ہے اور پھر یہ خیال کریگا کہ وہ اس حکم میں کیا چیز ہے۔ تب تجھکو اُس کے مسمی کے معرفت کی طرف راستہ حاصل ہو جائیگا اور تیری فکر

اُس کے معنی کو سمجھ لے گی۔ اور کلام ظاہر ہو جائیگا۔ اور گل خوشہ سے نکل آئیگا۔ اور عنقائے مغرب اللہ تعالےٰ کے اسم کے حق اور خلق میں مخالف ہے پس جیسے کہ عنقا کا مسمی محض عدم ہے ایسے ہی اللہ تعالےٰ کا مسمیٰ اپنی ذات میں محض وجود ہے۔ پس وہ اللہ کے اسم کے مقابل ہے اس اعتبار سے کہ اُس کے مسمیٰ کی طرف بغیر اُس کے اسم کے نہیں پہنچ سکتا ہے؞

پس عنقائے مغرب اس اعتبار سے موجود ہے۔ ایسے ہی حق سبحانہ وتعالےٰ کی معرفت کی طرف بغیر اُس کے اسماء اور صفات کے نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے کہ کل اسماؤ صفات اس اسم کے تحت میں ہیں۔ اور بغیر ذریعہ اسماؤ صفات کے اُس کی طرف پہنچنا محال ہے۔ پس اس بیان سے یہ بات حاصل ہوئی کہ بغیر ذریعہ اس اسم کے وصول الی اللہ ناممکن ہے؞

اب جاننا چاہیئے کہ یہ وہ اسم ہے کہ جس نے اپنے وجود کو اپنی حقیقت پائی جانے کی وجہ سے حاصل کر لیا ہے۔ اور اُسی کے سبب سے اُس کا راستہ مل گیا ہے۔ تو اب کامل کے معنی انسان پر ختم ہو گئے۔ اور اس سے مرحوم رحمان کے ساتھ مل گیا پس جس شخص نے ختم کے نقش کو دیکھا تو وہ معہ اُس کے اسم کے اللہ کے ساتھ ہے اور جس نے منقوشات سے عبرت پکڑی تو وہ اُس کی صفات کے ساتھ ہے۔ اور جو ختم سے جُدا ہوا تو وہ وصف اور اسم دونوں سے نکل گیا۔ اور اللہ کے ساتھ معہ اُس کی ذات کے کہ جو صفات سے غیر محجوب ہے ہوگیا۔ پس اگر اُس نے اُس دیوار کو کہ جو گرنا چاہتی ہے کھڑا کر دیا۔ اور اُس ختم کو کہ جو ٹوٹنا چاہتا ہے مضبوط کر دیا۔ تو وہ کماحقہ حق اور خلق کو پہنچ گیا۔ اور اُن دونوں کے خزانوں کو نکال لیا؞

اور جاننا چاہیئے کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے اس اسم کو آدمی کے واسطے آئینہ بنایا ہے وہ جب اُس میں اپنے چہرہ کو دیکھتا ہے تو اُس کی حقیقت کو جان لیتا ہے کہ اللہ تھا اور کوئی شئے اُسکے ساتھ نہ تھی۔ اور اُس وقت یہ بات اُس پر کھل جاتی ہے کہ اُس کے کان خدا کے کان ہیں اور اُس کی آنکھ خدا کی آنکھ ہے۔ اور اُس کا کلام خدا کا کلام ہے۔ اور اُس کی حیات خدا کی حیات ہے اور اُس کا علم خدا کا علم ہے۔ اور اُس کا ارادہ خدا کا ارادہ ہے۔ اور اُس کی قدرت خدا کی قدرت ہے۔ یہ سب باتیں اصل ہونے کے طور پر ہیں۔ اور اسوقت یہ جانا جاتا ہے کہ یہ سب باتیں اُس کی طرف منسوب بطور عاریت اور مجاز کے ہیں اور خدا کے واسطے حقیقتاً اور واقعی طور پر ہیں خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہے۔ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ

ان کا یعنی تحقیق تم عبادت کرتے ہو۔ سوائے خدا کے بتوں کی حالانکہ تم پیدا کئے گئے ٹوٹنے والے
پس گویا کہ وہ چیز جس کے واسطے تم پیدا کئے گئے ہو وہ اللہ نے پیدا کی ہے۔ تو پیدا کرنے کی نسبت
ان کی طرف بطور عاریت اور مجاز کے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت واقعی طور پر
ہے اور اس کے چہرہ کو اس اسم کے آئینہ میں دیکھنے والا اس علم کے مزے کو حاصل کرتا ہے اور
اس کے نزدیک توحید کے علوم سے واحدیت کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اور جس کو یہ مقام حاصل ہو گیا
تو اس کو خدا کے نزدیک قبولیت کا مرتبہ حاصل ہو گیا۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کے اسم کا مظہر ہو گیا۔ پھر
جب اس نے عدم سے واجب الوجود کے علم کی طرف کسی وصف میں ترقی کی۔ اور اس کو اللہ تعالےٰ
نے حدث کی پلیدی سے قدم کے ظہور میں پاک کیا۔ تو وہ خدا کے اسم کا آئینہ ہو گیا۔ پس وہ اسوقت
مع اسم کے مثل دو آئینوں متقابلتین کے ہے۔ یعنی جیسے کہ ایک آئینہ دوسرے آئینہ کے
سامنے رکھا ہو کہ ایک دوسرے میں پایا جاتا ہے۔ اور جس کو یہ مرتبہ حاصل ہو گیا تو اللہ تعالےٰ نے
اس کو اپنا مقبول بنا لیا ✦

اور اللہ تعالیٰ اپنے غضب پر غضب کرتا ہے۔ اور اپنی رضامندی سے راضی ہوتا ہے اور اس
کے نزدیک توحید کے علوم سے احدیت یا اس سے کم کوئی علم پایا جاتا ہے۔ اور اس مقام اور تجلی
ذاتی میں ایک لطیفہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس مرتبہ والا تنہا فرقان کو پڑھتا ہے۔ اور ذاتی والا
سب آسمانی کتابوں کو پڑھتا ہے ✦

پس جاننا چاہیئے کہ یہ اسم کل کمالات کا ہیولا ہے اور کوئی کمال ایسا نہیں ہے۔ کہ جو اس
اسم کے آسمان کے تحت میں نہ پایا جاتا ہو۔ اور اسی واسطے کمال آلہی کے واسطے کوئی انتہا نہیں
ہے۔ اس لیئے کہ ہر کمال بالذات جس کے لیئے حق ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے واسطے اس کے غائب
ہونے میں بعضے کمالات اس سے زیادہ اکمل اور اعظم ہوتے ہیں۔ پس انتہائے کمال پر واقع
ہونے کی طرف کوئی راستہ اور طریقہ اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس سے اثر نہ قبول کر سکے۔ اور
اسی طرح ہیولا معقول بھی ہے۔ کہ سب صورتیں اس میں اس حیثیت سے ظاہر نہیں ہو سکتیں
کہ کسی دوسری صورت کی قابلیت اس میں باقی نہ رہے۔ سو یہ ہرگز ہرگز ممکن نہیں ہے ✦

پس ہیولا میں جو صورتیں ہیں ان کو انتہا درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔ اب جب یہ بات مخلوق
میں ہے تو خدا سے تعالےٰ میں بطریق اولیٰ ہوگی۔ اور جس شخص کو تجلیات حق اس تجلی میں حاصل
ہوئیں۔ تو اس نے اسی امر کا اقرار کیا ہے کہ ادراک سے عاجزی کا اقرار کرتا۔ اسی کو ادراک

کہتے ہیں ۔ اور جس شخص کو کہ تجلی حق متجلی ہوگئی تو اُس کے معنی بحیثیت علم کے عین اللہ ہیں ۔ اور اُس کا وجود عین ذات ہے ۔ پس وہ اور اک سے عاجزی کا اقرار نہیں کرتا ہے اور نہ اس کے خلاف مقر ہوتا ہے ۔ بلکہ اُس کی دونوں طرفیں برابر ہوتی ہیں ۔ پس یہ وہ مقام ہے کہ اس کا بیان کرنا ناممکن ہے اور وہ اپنے مرتبہ میں لعلے ہے ۔ اُس کو تلاش کر اور اُس سے غافل نہ ہو ۔ ایسے مضمون میں لکھنے والے نے کہا ہے ۔ ؎

اللہ اکبر ھذا البحر قد زخرا	اللہ اکبر یہ دریائے زخار ہے کہ ہوا اس کی موج سے
وھیج الوہم موجا یقذف الدررا	موتیوں کو باہر پھینک رہی ہے ۔
فاخلع ثیابک واغرق فیہ عنک ودع	پس اپنے کپڑے اُتار ڈال اور اس میں ڈوب جا اور
عنک السباحۃ لیس السبح مفتخرا	تیرنے کو چھوڑ دے کہ یہ فخر کی جگہ نہیں ہے ۔
ومت فمیت بحر اللہ فی رغد	اور تو مر گیا پس مُردہ خدا کے دریا میں عیش میں ہو
حیاتہ بحیاۃ اللہ قد عمرا	اور اُس کی زندگی خدا کی زندگی کے ساتھ ملی ہوئی ہو

پس جاننا چاہئے کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے اس اسم کو معانی آلہیہ کی صورتوں کا کمال بنایا ہے ۔ اور ہر ایک خدا کی تجلیات سے کہ جو بالذات اس اسم کے احاطہ کے تحت میں داخل تھیں اُس کے بعد سوائے تاریکی محض کے کہ جس کا نام بطون الذات فی الذات ہے اَور کچھ نہ تھا اور یہ اسم اس تاریکی کا نور تھا کہ حق کی ذات کو دیکھتا تھا ۔ اور اُس کے ذریعہ سے خدا کی معرفت کیواسطے خلق میں ملا ہوا تھا ۔ اور وہ متکلمین کی اصطلاح میں اُس ذات کا علم ہے کہ جو الوہیت کی مستحق ہے ۔

اور علماء نے اس اسم میں اختلاف کیا ہے ۔ یعنی بعضے کہتے ہیں کہ وہ جامد ہے مشتق نہیں ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے کہ خدا کا نام مشتق اور مشتق مِنہ کے پیدا ہونے سے پہلے رکھا گیا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ وہ مشتق اَلہ یالہ سے ہے ۔ جیسے عشقہ بمعنی تعشقہ الکون ہے ۔ اس واسطے کہ اُس کی عبودیت بالخاصیت اپنے ارادہ پر جاری ہے ۔ اور اُس کی عظمت کے واسطے ذلت ہے ۔ پس کون یعنی مخلوق اُس کے ساتھ بحیثیت اُس کی ذات کے ہے اور اُس کے دفع کرنے کی طاقت نہیں ہے ۔ اس لئے کہ اُس کے وجود کی ماہیت حق سبحانہ وتعالےٰ کی عبودیت کے واسطے تعشق سے نازل ہوئی ہے ۔ جیسے کہ لوہا مقناطیس سے تعشق ذاتی رکھتا ہے ۔ اور یہ تعشق مخلوقات سے بسبب اُس کی عبودیت کے ہے ۔ اور یہ ایسی تسبیح ہے کہ اس کو ہر ایک نہیں سمجھ سکتا ہے اور اُسکے واسطے ایک اَور تسبیح ہے کہ وہ اُس کا ظہور حق کو قبول کرتا ہے ۔ اور تیسری تسبیح یہ ہے کہ خلق کے اسم کے

ساتھ حق میں اُس کا ظاہر ہونا اور مخلوقات کی تسبیحات خدا کے واسطے بہت ہیں ۔ پس ہر ایک کے واسطے خدا کے ناموں میں سے ایک خاص تسبیح ہے کہ جو اُس کے اس اسم الٰہی کے ساتھ اُسی کو لایق ہے ۔ اور وہی اللہ تعالےٰ کی ایک زبان کے ساتھ آن واحد میں ایک تسبیح ہے اور یہ سب تسبیحات کہ جو بیشمار ہیں ۔ اور جتنے وجود کی فردیں ہیں ۔ اس حالت میں سب خدا کے ساتھ ہیں پس جو شخص کہ اسم کو مشتق کہتا ہے تو وہ اُن کے اس قول سے دلیل لاتا ہے کہ آلہ ومالوہ ہے اگر وہ جامد ہوتا تو اُس میں کچھ تصرف نہیں ہو سکتا تھا ۔ پھر علماء کہتے ہیں کہ اس اسم کی اصل جب آلہ تھی ۔ اور معبود کے واسطے وضع کیا گیا تھا اور اُس پر لام تعریف کا داخل ہوا تو الآلہ ہوا ۔ پس اُس کا بیچ کا الف کثرت استعمال کی وجہ سے دور کر دیا گیا ۔ تو وہ اللہ ہو گیا ۔ اور اس اسم میں علماء عربیہ نے بہت کلام کیا ہے ۔ پس ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں ٭

اب جاننا چاہیئے کہ یہ اسم پنج حرفی ہے ۔ اس واسطے کہ جو الف لام سے ہو ز سے پہلے ہے وہ تلفظ میں ثابت ہے اور خط میں اُس کے گر جانے کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے اسلیئے کہ لفظ خط پر غالب ہوتا ہے ۔ اور جاننا چاہیئے کہ پہلے الف سے احدیت کہ جس میں کثرت ہلاک ہو گئی اور اُس کے واسطے کوئی صورت وجود کی باقی نہیں رہی ہو وہ مراد ہے ۔ اور یہی حقیقت اللہ تعالےٰ کے اس قول کی ہے کہ کل شیئ ہالک الا وجہہ یعنی ہر شئے ہلاک ہونیوالی ہے مگر اُس کی ذات یعنی اس شئے کی ذات اور وہ احدیت حق ہے ۔ اور اُسی سے اُس کے واسطے حکم ہے ۔ پس وہ کثرت کے ساتھ مقید نہیں ہے ۔ اسواسطے کہ اُس کے لئے کوئی حکم نہیں ہے ۔ اور جبکہ احدیت تجلیات ذات سے بالذات پہلے تھی ۔ تو الف اس اسم کے پہلے آیا اور اُس کا منفرد ہونا اس حیثیت سے کہ اُس کے ساتھ دوسری چیز حروف سے متعلق نہ ہو اور احدیت پر کہ جو اُس کے اوصاف حق سے نہیں ہیں ۔ اور نہ وہ خلق کا موصوف ہے کہ اُس میں ظاہر ہو ۔ پس وہ احدیت محض ہے کہ جس میں اسماء اور صفات اور افعال و تاثیرات اور مخلوقات جمع ہیں ۔ اور اُسی کی طرف ان مفرد حرفوں سے اشارہ ہے ۔ اس واسطے کہ یہ حروف مفرد الف اور لام اور ف ہیں ۔ پس الف حروف مفرد سے ہے اور یہ اُس ذات پر دلالت کرتا ہے کہ جو بساطت یعنی غیر مرکب ہونے کے جامع ہے اور اُس میں ظاہر ہوا ہے ۔ اور لام اپنے قایم ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔ اور اُس کے صفات قدیمہ کی دلیل ہے اور اپنی تعریف سے صفات کے متعلقات پر دلالت کرتا ہے ۔ اور وہ افعال قدیمہ ہیں کہ جو اُس کی طرف منسوب ہیں ۔ اور ف اپنی شکل کے اعتبار سے مفعولات پر دلالت کرتی

ہے اور اپنے نقطہ کے اعتبار سے خلق کی ذات عین حق کے وجود میں دلالت کرتی ہے اور اپنے سر کے گول ہونے اور بیچ میں خالی ہونے کے اعتبار سے اُس کے بے انتہا ہونے پر اور فیضان آلٰہی کے قبول کرنے پر دلالت کرتی ہے۔ اور ف کے سر کے گول ہونے سے غیر متناہی ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ ممکنات بے انتہا ہیں۔ اس لئے کہ دائرہ کی ابتدا اور انتہا نہیں ہوتی۔ اور اُس کے خالی ہونے سے فیضان کے قبول کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ اس واسطے کہ خالی چیز کے واسطے کوئی دوسری چیز ایسی ہونی چاہئے کہ جو اُس کو بھر دے۔ اور پھر دوسرا نقطہ یہ ہے کہ وہ نقطہ کہ جوف کے سر میں ہے۔ گویا کہ وہ ف کے سر کا دائرہ اُس کی جگہ ہے۔ اور یہاں ایک اشارہ لطیفہ ہے اُس امانت کی طرف کہ جس کا انسان متحمل ہوا ہے۔ اور وہ لطیفہ یعنی امانت کمال الوہیت ہے جیسے کہ آسمان وزمین اور ان دونوں کی مخلوقات اس امانت کے بوجھ اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی اسی طرح کل ف سوائے اُس کے سر کے کہ جو خالی ہے اور جس سے مراد انسان ہے نقطہ کی جگہ نہیں ہے۔ اور یہ اس لئے کہ وہ اس عالم میں سب کا سردار ہے اور اسی کی نسبت کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالےٰ نے پیدا کی۔ وہ اے جابر تیرے نبیؐ کی روح ہے۔ پس ایسے ہی قلم کا حال ہے لکھنے والے کے ہاتھ سے کہ پہلے جو چیز متصور کی گئی وہ ف کا سر ہے۔ پس اس کلام سے اور اُس کے ماقبل سے یہ نتیجہ نکلا کہ خدا کی احدیت میں اُس کے اسماؤ صفات اور افعال اور مؤثرات اور مخلوقات سب چیزوں کی حقیقتوں کا حکم ہے۔ اور سوائے اُس کی ذات کی صفت کے کہ جو احدیت کے ساتھ تعبیر کی جاتی ہے کچھ باقی نہ رہا۔ اور ہم نے اس اسم میں اس سے زیادہ مشرح اور مفصل اپنی کتاب جس کا نام الکھف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے بحث کی ہے جو چاہے اُس میں دیکھ لے۔ اور اس اسم کا دوسرا حرف وہ پہلا لام ہے کہ جس سے مراد جلال ہے۔ اسی واسطے لام الف سے ملا ہوا ہے۔ اس واسطے کہ جلال اعلےٰ تجلیات ذات سے ہے اور وہ اُن تجلیات کی طرف جمال سے زیادہ سبقت کرنے والا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں وارد ہے۔ کہ عظمت میرا تہ بند ہے۔ اور کبریا میری چادر ہے۔ اور تہ بند اور چادر سے کسی شخص کی طرف زیادہ کوئی قریب نہیں ہوسکتا ہے۔ پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ جلال کی صفتیں جمال کی صفتوں سے اُس کی طرف زیادہ نزدیک ہیں۔ اور یہ امر خدا کے اُس قول کے مخالف نہیں ہے کہ جو اُس نے فرمایا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے اس واسطے کہ رحمت سابقہ وہی عموم کی شرط ہے۔ اور عموم جلال کا ایک جز ہے +

پس جاننا چاہئے کہ صفت واحدیۃ جمالیہ جب اُس کا کمال ظہور میں پورا ہو جائے یا اُس کے قریب ہو تو اُس کا نام جلال ہے اسواسطے کہ جمال کے ظاہر ہونے کی قوت اُس میں ہے۔ پس رحمت کا مفہوم جمال سے ہے۔ اور اُس کے عموم اور انتہاء کا نام جلال ہے۔ اور تیسرا حرف وہ دوسرا لام ہے اُس سے مراد جمال مطلق ہے۔ کہ جو اللہ سبحانہ کے مظاہر اور اُس کے جمال کے اوصاف میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اور اس میں دو وصف پائے جاتے ہیں۔ ایک علم اور دوسرا لطف۔ جیسے کہ تمام جلال کے اوصاف سے دو وصف سمجھے جاتے ہیں۔ یعنی ایک عظمت اور دوسرا اقتدار۔ اور اُن دونوں پہلے وصفوں کی انتہا اُن دونوں کی طرف ہے۔ گویا کہ وہ دونوں وصف ایک ہی وصف ہیں۔ اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ خلق کا جمال ظاہری وہی جلال کا جمال ہے اور جلال جمال کا جمال ہے۔ اس واسطے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں پس اُن دونوں کے تجلیات ایسے ہیں کہ جیسے فجر کا اول وقت کہ وہ آفتاب کے نکلنے کے آغاز سے اُس کے نکلتے وقت تک ہوتا ہے۔ پس جمال کی نسبت مثل فجر کی نسبت کے ہے۔ اور جلال کی نسبت اُس کے روشن ہونے کی نسبت ہے۔ اور اس فجر کی یہ روشنی ہے۔ اور یہ فجر ایسی روشنی سے ہے۔ پس یہی جلال کے جمال کے اور جمال کے جلال کے معنی ہیں۔ اور جبکہ اس نام سے ان دونوں مظہروں کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن مرتبوں کے اختلاف سے اور اُس کے علیحدہ علیحدہ حروف لام الف اور میم اور ان سب کے اعداد اکھتّر ہیں اور یہ اُن حجابات کے عدد ہیں کہ جو اللہ تعالےٰ نے اپنے اور خلق کے درمیان میں پردہ رکھے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کے واسطے نور کے ستّر اور چند حجاب ہیں اور وہ جمال ہے اور ظلمت ہے اور وہ جلال ہے اگر اُن پردوں کو اٹھا دے تو اُس کے سامنے کی سب چیزیں جل جائیں اور اُس کی طرف کوئی آنکھ نہ دیکھ سکے۔ یعنی اُس مقام تک پہنچنے والے کے واسطے کوئی آنکھ اور کوئی اثر باقی نہیں رہتا ہے اور اس حالت کو صوفیہ محق اور سحق کہتے ہیں۔ پس ہر عدد ان حروف کے اعداد سے ایک ایک مرتبہ کی طرف اُن حجابات کے مراتب سے کہ جو اللہ تعالےٰ نے اپنے اور خلق کے درمیان میں رکھے ہیں اشارہ ہے (یعنی لام کے ۷۱ عدد ہیں۔ اسی واسطے خلق کے اور خدا کے درمیان میں ۷۱ حجابات ہیں) اور حدیث بھی اس کی مؤید ہے)۔ اور حجابات کے مراتب سے ایک ایک مرتبہ میں ہزار ہزار حجاب ہیں کہ وہ اس مرتبہ کی قسم سے ہیں۔ مثلاً عزت پہلا حجاب ہے۔ اور انسان کا مرتبہ کو نیہ میں مقید ہونا اور لیکن اُس کے واسطے ہزار درجہ ہیں۔ اور ہر درجہ ایک حجاب ہے اور ایسے ہی باقی

حجابات ہیں۔ اگر ہم کو اس وقت اس کتاب کا مختصر کرنا منظور نہ ہوتا تو ہم مشرح اور مفصل اس کا بیان کرتے اور چوتھا حرف اس اسم کا وہ الف ہے کہ جو کتابت میں گرا ہوا ہے۔ لیکن تلفظ میں آتا ہے اور وہ کمال کا الف ہے کہ جس نے بے انتہا کمالات کو پورا کیا ہے اور اُس کے بے انتہا ہونے کی طرف اُس کے خط میں گرے ہوئے ہونے سے اشارہ ہے۔ اس واسطے کہ جو چیز گر جاتی ہے اُس کا کوئی آنکھ ادراک نہیں کر سکتی۔ اور نہ اُس کا کوئی اثر رہتا ہے۔ اور اُس کے لفظ میں ثابت رہنے سے حق سبحانہ کی ذات میں کمال کے بالذات موجود ہونے کی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ پس اس بناء پر اہل اللہ اپنی اکملیت میں کامل ہیں کہ جمال میں ترقی کرتا ہے۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ ہمیشہ تجلیات میں رہتا ہے۔ اور اُس کی تجلیات میں سے ہر ہر تجلی اپنی اکملیت میں ترقی کر رہی ہے۔ پس دوسری پہلی کے جامع ہے تو اس بناء پر اُس کی تجلیات بھی ترقی میں ہیں۔ اسی واسطے محققین نے فرمایا ہے کہ کل عالم ہر سانس میں ترقی میں ہے۔ اس واسطے کہ خدا کی تجلیات کا اثر جو ترقی میں ہے تو اس بات سے یہ امر لازم ہوا کہ کل عالم ترقی میں ہے۔ پس اگر اس اعتبار سے تو یہ کہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ ترقی میں ہے اور تو ترقی سے اُس کے خلق میں ظاہر ہونے کو مراد لی۔ تو جناب الٰہی میں یہ بات جائز ہے۔ اور وہ ذات زیادتی اور نقصان سے مبرّا ہے اور مخلوقات کے اوصاف سے موصوف ہونے سے برتر ہے اور اس اسم کا پانچواں حرف (ہ) ہے اُس سے خدا کی کہ جو عین انسان ہی ہویت کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی نسبت خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ وہ یعنی انسان اللہ ایک ہے۔ پس لفظ ہُو میں ہ سے اشارہ قل کے فاعل کی طرف ہے اور اُس کا فاعل اَنْتَ ہے ورنہ غیر مذکور کی طرف ضمیر کا راجع کرنا جائز نہیں ہے ؎

یہاں مخاطب غائب کا قائم مقام بطور التفات بیانی کے ہے۔ اس سے اشارہ اس طرف ہے کہ اس لفظ کا مخاطب حاضر بالذات نہیں ہے۔ بلکہ غائب اور حاضر اس میں دونوں برابر ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر تو دیکھے جب وہ کھڑے ہیں تو اُس سے مراد تنہا محمدؐ ہی نہیں ہیں۔ بلکہ ہر دیکھنے والا مراد ہے۔ پس ہ کے سر کے گول ہونے سے وجود حقی اور خلقی کی چکّی کا انسان پر گھومنے کی طرف اشارہ ہے۔ پس وہ عالم مثال میں مثل اُس دائرہ کے ہے کہ جس کی طرف ہ کا اشارہ ہے۔ پس تو کہہ جو کہنا چاہتا ہے ؎ اور مَیں کہنا چاہتا ہوں کہ وہ دائرہ حق ہے اور اُس کا جوف خلق ہے اور اگر تو چاہے تو یوں کہہ کہ دائرہ خلق ہے اور اُس کا جوف

حق ہے۔ پس وہ حق ہے اور وہی خلق ہے۔ اور اگر تو چاہے تو یوں کہہ کہ اُس میں حکم الہام کا ہے تو انسان میں امر دوری ہے۔ اس بات کے درمیان میں کہ وہ مخلوق ہے۔ اور اُس کو ذلت عبودیت اور عجز کے حاصل ہے۔ اور اس بات کے درمیان کہ وہ رحمان کی صورت پر ہے۔ تو اُسکو کمال اور عزت حاصل ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اللہ وہی ولی ہے۔ یعنی وہ انسان کامل کہ جس کی نسبت اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کہا گیا ہے۔ یعنی خدا کے دوست اُن کو نہ کوئی خوف ہے۔ اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ خوف اور غم اور اس قسم کی اَور باتیں خدا پر محال ہیں اس واسطے کہ اللہ ولی وحمید ہے۔ اور وہ موے کا زندہ کرنیوالا ہے اور ہر شے پر قادر ہے اور وہی ولی ہے +

پس وہی حق ہے اور صورت خلقیہ میں متصور ہے اور یا خلق ہے کہ معانی آلہیہ کے ساتھ پایا جاتا ہے +

پس ہر حال میں اور ہر مقال اور تقریر میں نقص اور کمال دونوں وضعوں کا جامع ہے اور اپنی مخلوق کی زمین میں اپنے برتر کے نور سے بلند ہونیوالا ہے۔ پس وہی آسمان ہے۔ اور وہی زمین ہے اور وہی طول ہے اور وہی عرض ہے۔ اور اس معنی میں مَیں نے یہ کہا ہے۔ ے

لی الملك فی الدارین لم ار فیهما سوای فارجو فضله او فاخشاه	میں نے دونوں جہان میں سوائے اپنے کے کسی کو نہیں دیکھا اور دونوں جہان میرے ہی قبضہ میں ہیں پس مَیں اُس کے فضل سے امید رکھتا ہوں اور ڈرتا بھی ہوں +
ولا قبل من قبلی فالحق شأنه ولا بعد من بعدی فاسبق معناه	مجھ سے پہلے کوئی نہیں ہے پس اُس کی شان حق ہے اور نہ کوئی میرے بعد ہے کہ اُس کے معنی اُس سے سبقت لے گئے ہوں +
وقد حزت انواع الکمال وانني جمال جلال الکل ما انا الا هو فمهما تری من معدن ونباته وحیوانه مع انسه وسجایاه	مَیں نے انواع کمال کو جمع کر لیا ہے اور کل جلال کے جمال میں سوائے اُسکے کوئی نہیں ہے + پس تو جب دیکھے اُس کے حیوان اور نباتات کی کان کو تو اُس کی عادتوں اور اُلفتوں سے محبت حاصل کر +

ومهما ترى من عنصر و طبيعة
ومن هبا للاصل طيب هيولاه

اور جب تو اُس کے عنصر اور طبیعت کو دیکھے تو اُسکے پاک ہیوبد کی اصل کیطرف متوجہ ہو ٭

ومهما ترى من ابحر وقفاره
ومن شجر او شاهق طال اعلاه

اور جب تو اُس کے جنگل اور دریاؤں اور درختوں اور بلندیوں کیطرف نظر کرے تو وہ بہت بڑے ہیں ٭

ومهما ترے من صورة معنوية
ومن مشهد للعين طاب محياه

اور جب تو اُس کی صورت معنویہ کی طرف دیکھے اور اُس کی ذات کے موجود ہونے کی جگہ نظر کرے تو اُس کی زندگی بہت خوش ہے ٭

ومهما ترى من فكرة وتخيل
وعقل ونفس او فقلب واحشاه

اور جب تو اُس کے فکر کرنے اور خیال کرنے اور عقل اور نفس اور قلب اور جو کچھ جسم کے اندر ہے اُس کی طرف دیکھے تو تجھکو اُس کی حقیقت بخوبی معلوم ہو جائیگی ٭

ومهما ترى من هيئة ملكية
ومن منظر ابليس قد كان معناه

اور جب تو اُس کی ملکیہ ہیئت اور ابلیس کے منظر کو دیکھے تو اُس کے معنی کو سمجھ جائیگا ٭

ومهما ترى من شهوة بشرية
لطبع وايثار لحق تعاطاه

اور جب تو اُس کی بشری شہوت کو پسند کرنے اور حق پر قربان کرنے کے واسطے دیکھے تو اُس کے واسطے مستعد ہو جا ٭

ومهما ترے من سابق متقدم
ومن لاحق بالقوم لفاه ساقاه

اور جب تو کوئی سابق اور متقدم دیکھے اور کسی قوم سے ملنے والے پر نظر کرے تو دونوں اُس کی پنڈلیاں ملی ہوئی ہونگی ٭

ومهما ترى من سيد متسود
ومن عاشق صب صبا نحو ليلاه

اور جب تو کسی سردار بزرگ کی طرف نگاہ کرے اور کسی عاشق کیطرف کہ جو عشق میں مستغرق ہے نظر کرے تو اُسکو اپنی لیلی کی طرف متوجہ پائیگا ٭

ومهما ترى من عرشه ومحيطه
وكرسيه او رفرف عز مجلاه

اور جب تو اُس کے عرش اور محیط اور کرسی اور رفرف کو دیکھے تو اُس کی بلندی غالب ہے ٭

ومهما ترى من انجم زهرية
ومن جنة عدن لهم طاب مثواه

اور جب تو اُس کے روشن ستاروں کو اور اُسکی جنت عدن کو دیکھے تو وہ اُس کی خوابگاہ بہت اچھی ہے ٭

ومصماتوی من سدرۃ لنھایۃ ومن جرس قد صلصلا منہ طرفاہ	اور جب تو اُس کے سدرۃ المنتہی اور گھنٹہ کو دیکھے تو اُس کے دونوں طرف سے آواز نکلتی ہوئی پائیگا ؛
فانی ذاک الکل والکل مشہد ے انا المتجلی فے حقیقتہ لا ھو	پس یہ سب باتیں مَیں ہوں اور یہ میرا مقام ہے اور حقیقت میں مَیں ہی تجلی ہوں وہ نہیں ہے ؛
وانی رب للانام وسید جمیع الوریٰ اسم وذاتی مسماہ	اور مَیں ہی تمام مخلوق کا رَبّ ہوں اور سید ہوں اور یہ میرا ہی اسم ہے اور میری ہی ذات اُسکے مسمّٰی ہے ؛
لی الملک والملکوت نسجن وصنعتی لی الغیب والجبروت منی منشاہ	اور میرے ہی واسطے ملک اور ملکوت تسبیح کرتے ہیں اور یہ سب میری ہی صفت ہے اور میرے ہی واسطے غیب اور جبروت ہے اور مَیں ہی اُس کا منشا ہوں ؛
وھا انا فیما قد ذکرت جبیعہ عن الذات عبد ایب نحو مولاہ	پس ہوشیار رہنا کہ جتنی باتیں مَیں نے کیں اُن سب میں بندہ ذات کی طرف سے اپنے مولیٰ کی طرف رجوع ہونیوالا ہے ؛
فقیر حقیر خاضع متذلل اسیر ذنوب قید تہ خطایاہ	فقیر ہے حقیر ہے ذلیل ہے اور عاجز ہے اور اسیر ہے اور گنہگار ہے اور اپنی خطاؤں میں مقید ہے ؛
فیا ایھا العرب الکرام ومن ھمو لصبھم الولھان افخر ملجأہ	اے بزرگ عرب اور اے وہ لوگوں کہ جنہوں نے اپنے عاشق کو مسخر کرنیکا ارادہ کیا ہے اُن کے پناہ کی جگہ مفخر ہے ؛
قصدتکو انتم قصاری ذخیرتی وانتم شفیعی فی الذے اتمناہ	مَیں نے تمہاری طرف انتہا درجہ کے ذخیرہ جمع کرنیکا ارادہ کیا اور تم جس امر کی کہ مَیں تمنا کرتا ہوں اُس میں میرے شفیع ہو ؛
ویاسید اجازالکمال باثرہ فاضحی لہ بالسبق شاو تعالاہ	اور اے میرے سید تمام کمالات جمع ہوگئے پس مَیں اُن کی سبقت کے واسطے روشنی چاہتا ہوں اور وہ اُس سے برتر ہیں ؛
لاستاذ شیخ العالمین وشیخھم ونورحواہ الاکملون ولاءلاہ	مَیں اپنے استاذ شیخ العالمین کے واسطے ہوں اُن تمام عالموں کا مَیں شیخ ہوں ؛ اور مَیں اک نور ہوں۔ کہ

تمام الکملین اُس کو اور اُس کی نعمتوں کو گھیرے ہوئے ہیں ✤

علیکم سلامی کل یوم ولیلۃ
تزیلا علی مر الزمان تحایاہ

اور تم سب پر ہر دن اور ہر رات میری طرف سے سلام ہو اور وہ جتنا زمانہ گذرتا جائے زیادہ ہوتا رہے ✤

تیسرا باب

صفت مطلق کے بیان میں

پس جاننا چاہیے کہ صفت اُس کو کہتے ہیں کہ جو تجھکو موصوف کی حالت کی طرف پہنچا دے یعنی تو اُس کے حال اور کیفیت کی معرفت کی طرف پہنچ جائے اور اُس کو سمجھ لے۔ اور اپنے وہم میں اور اپنے فکر میں اُس کو جامع اور روا ضبط کر لے۔ اور اپنی عقل میں اُس کا اقرار کرے۔ پس موصوف کی حالت اُس کی صفت سے معلوم ہو جاتی ہے۔ اور اگر تو اپنے نفس میں اُس کا وزن اور قیاس کرے تو ایسی حالت میں یا تو تیری طبیعت بسبب وجود مناسبات کے اُس کی طرف خواہش کریگی اور یا مخالفات کی وجہ سے اُس سے نفرت کریگی ✤

پس تو اس میں غور کر اور سمجھ اور اس کے مزے کو چکھ تاکہ تیرے کان میں تیرے رحمان کے جمع کرنے کی صورت طبع ہو جائے۔ اور یہ پوست مغز تک پہنچنے کے لئے حجاب نہ رہے اور اُس کے چہرہ سے نقاب اُٹھ جائے۔ پھر جاننا چاہیے کہ صفت اپنی موصوف کے تابع ہوتی ہے۔ یعنی تیرے غیر کی صفات سے اور تیرے نفس کی صفات سے موصوف نہیں ہوتی اور نہ تیری سے نعت اُس میں پائی جاتی ہے۔ اور جب تک کہ تو یہ نہ جان لے کہ مَیں بعینہٖ یہی موصوف ہوں۔ اُس وقت تک اُس سے کسی چیز پر قیام مت کر اور یہ سمجھ لے کہ مَیں ہی علیم ہوں۔ پس اس وقت علم بدیہی تیرا تابع ہوگا۔ پس تجھکو زیادہ تاکید کی حاجت نہ ہوگی۔ اس واسطے کہ صفت اپنی موصوف کے تابع ہوتی ہے اور اُس میں پائی جاتی ہے۔ اور اُس کا وجود موصوف کے وجود کے ساتھ ہوتا ہے اور موصوف کے مفقود ہونے سے صفت بھی مفقود ہوتی ہے۔ اور علماء عربیہ کے نزدیک

صفت کی دو قسمیں ہیں۔ یعنی ایک صفت فضائلیہ اور دوسری صفت فاضلیہ ہے۔ پس فضائلیہ وہ ہے کہ جو انسان کی ذات کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔ جیسے حیات۔ اور فاضلیہ وہ ہے کہ جو انسان اور اُس سے جو چیز کہ خارج ہے دونوں کے ساتھ متعلق ہو جیسے کہ کرم اور مثل اس کی اور چیزیں وغیرہ اور محققین فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اسماء دو قسم پر ہیں۔ یعنی وہ اسماء کہ جن سے بالذات وصف کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ پس نحویوں کے نزدیک اسمائے نعوتیہ ہیں۔ اُس میں پہلی قسم ذاتیہ ہے۔ جس طرح کہ احد اور واحد اور فرد اور صمد اور عظیم اور حیؔ اور عزیز اور کبیر اور متعال اور مثل اس کی۔ اور دوسری قسم اسمائے صفاتیہ ہیں۔ جیسے علم اور قدرت ہے۔ اگرچہ یہ اوصاف نفسیہ سے ہیں۔ جیسے موتی اور خلاق۔ اگرچہ یہ اوصاف افعالیہ سے ہیں اور اصل وصف خدا کی صفتوں میں رحمان اُس کا اسم ہے۔ پس یہی احاطہ اور شمول میں اللہ تعالےٰ کے اسم کے مقابل ہے۔ اور اُن دونوں میں فرق یہ ہے۔ کہ رحمان باوجود اپنی جامعیت اور عموم کے وصفیت کا مظہر ہے اور اللہ تعالےٰ اسمیت کا مظہر ہے +

اب جاننا چاہیئے کہ رحمان اُس ذات برتر کا علم ہے کہ جو باوجود شامل ہونے کے شرط پائی جانے کے تمام کمالات کا کہ جن میں کوئی نقصان نہیں ہے جامع ہو۔ اور خلق کی طرف کچھ نظر نہ کیجائے۔ اور اس کا اسم اللہ ہے۔ اور یہ ذات واجب الوجود کا علم ہے۔ لیکن اس شرط پر کہ کمال حقی اس کو شامل ہو اور وصف نقص خلقی کا عموم اُس میں پایا جائے۔ پس اللہ تعالےٰ عام ہے اور رحمان خاص ہے۔ یعنی رحمان اُس کا اسم کمالات الٰہیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اللہ اُس کا اسم حق اور خلق دونوں کو شامل ہے۔ اور جب رحمان کمالات میں سے کسی کمال کے ساتھ مخصوص ہوا تو اُس کے معنی ایسے اسم کے ساتھ کہ جو اس کمال کے ساتھ لایق ہے اپنی جگہ سے منتقل ہوئی جیسے اُس کا اسم رَبّ اور ملک وغیرہ ہے۔ پس یہ سب اسماء اپنے معنی میں جو جو صفت اُن کو عطا کیا گیا ہے اُسی کے ساتھ منحصر ہیں۔ برخلاف اُس کے اسم رحمٰن کے کہ اُس کے معنی کا مفہوم ذوالکمال ہے کہ وہ تمام کمالات کا جامع ہے۔ پس وہ تمام صفات الٰہیہ کے واسطے ایک جامع صفت ہے +

اب جاننا چاہیئے کہ محقق صفت اُس کو کہتا ہے کہ جس کا ادراک نہ ہوسکے اور اُس کی کوئی انتہا نہ ہو برخلاف ذات کے کہ اُس کا ادراک ہوسکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی ذات ہے۔ لیکن اُس کا ادراک نہیں کیا جاتا جو کچھ اُس کی صفات کے واسطے کمال کے مقتضیات

ہیں پس وہ خدا کی ذات کے شاہد ہیں لیکن صفات سے وہ علیحدہ ہیں۔ اُس کی مثال یہ ہے کہ بندہ جب مرتبہ کونیہ سے مرتبہ قدسیہ کیطرف ترقی کرتا ہے۔ اور اُس کے واسطے خدا کی ذات کا علم منکشف ہو جاتا ہے کہ وہ عین ذات ہے۔ پس وہ ذات کا اور اُس کے علم کا ادراک کر لیتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کو پہچانا تو گویا اُس نے اپنے رب کو پہچانا اب اُس پر اس بات کا جاننا باقی رہا کہ اس ذات کے صفات کیا ہیں۔ یعنی اُس ذات آلہیہ کے صفات کی حقیقت جیسے کہ وہ واقع میں ہے۔ اور اُس کا جاننا باقی رہا اور کوئی طریقہ صفت کی انتہا معلوم کرنے کا ہرگز نہیں ہے۔ اُس کی مثال صفت علمیہ میں جب وہ اُس کو حاصل ہو جائے تو ایسی ہے کہ جیسے عبد آلہی کہ اُس کا بالتفصیل ادراک نہیں ہو سکتا ہے سوائے اس قدر کے کہ اُس کے قلب پر جو کچھ صفت علمیہ نازل ہوتی ہے اُسی کا ادراک کر لیتا ہے۔ پس جیسے کہ وجود میں کتنے آدمی ہیں۔ اب اُن کے ناموں کا جاننا باقی رہا۔ اور جب اُن کے ناموں کو جان لیا۔ تو اُن کے اوصاف کا جاننا باقی رہا۔ پھر اُن کی ذاتوں کا جاننا باقی رہا اور پھر اُن کے نفوس کا باقی رہا اور پھر اُن کے حالات کا جاننا باقی رہا۔ اسی طرح بے انتہا امور ہیں اور باقی صفات بھی ایسے ہی ہیں اور ان امور کے مفصل جاننے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ مجملاً جان لئے جائیں پس بحیثیت ذات کے اُس کی ذات کا ادراک حاصل ہوتا ہے ✦

پس کوئی شے اُس سے فوت نہیں ہوتی اور سوائے ذات کے کسی چیز کا ادراک نہیں ہوتا ہے اور سوائے صفات کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی ہے اس لئے کہ غیر متناہی ہونا یہ ذات کی صفت ہے اور ذات کا جز نہیں ہے۔ پس ذات واقع میں معلوم ہے اور صفات غیر متناہی اور نامعلوم ہے۔ اور بہت اہل اللہ اس مسئلہ سے دلیل لائے ہیں۔ پس جب اُن کو اللہ تعالے نے اپنی ذات ظاہر کر دی تو اُنہوں نے اُس کی صفات کا ادراک کرنا چاہا۔ تو اُنہوں نے اپنی ذاتوں میں اُس کے صفات کو نہ پایا۔ پس اُس سے انکار کر بیٹھے۔ پھر جب اُن کو پکارا تو انہوں نے اُس کی عبادت کی اور نہ جواب دیا۔ اور جب اُنہوں نے اپنے موسیٰؑ سے کہا کہ میں اللہ ہوں۔ اور سوائے میرے کوئی معبود نہیں ہے۔ میری عبادت کر۔ اور اُنہوں نے اُس سے کہا کہ تو سوائے مخلوق کے کچھ نہیں ہے۔ اس لئے کہ خدا کے ساتھ اُن کا اعتقاد یہ تھا کہ اُس کی ذات کا ادراک نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اُس کی صفات معلوم نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور تجلی اُن کے اعتقاد کے خلاف تھی پس اُنہوں نے انکار کیا اور یہ گمان کیا کہ ذات میں صفات کا ادراک ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ ذات میں شہود کا ادراک

ہوسکتا ہے۔ اور اُنہوں نے یہ نہ جانا کہ یہ بات محال ہے کہ جو مخلوق میں بھی نہیں ہوسکتی ہے اس واسطے کہ تو اپنی ذات کو دیکھتا ہے۔ اور تجھ میں جو جو صفتیں شجاعت وسخاوت اور علم وغیرہ کی ہیں اُن کا ادراک شہود کے ذریعہ سے نہیں ہوسکتا ہے بلکہ تھوڑی تھوڑی تیرے علم کے موافق تجھ سے ظاہر ہوتی ہیں۔ پس جب تو نے صفات کو ظاہر کیا اور یہ اثر اُن سے دیکھا تو تجھ پر اس کا حکم لگایا گیا۔ ورنہ یہ سب صفتیں تیرے اندر موجود ہیں۔ اور اُن سب کا تو ادراک نہیں کرسکتا ہے۔ اور نہ وہ سب تجھ میں موجود ہیں۔ لیکن عقل عادت کے طور پر تیری طرف اُن کو منسوب کرسکتی ہے اور مفہوم کے قانون پر جاری ہیں ❖

اب جاننا چاہئے کہ ذات کا ادراک اس کے یہ معنی ہیں کہ تو اُس کو بطور کشف آلٰہی کے یہ جان لے کہ مَیں وہ ہوں۔ اور وہ میں ہوں مگر اتحاد اور حلول نہیں ہے۔ اور عبد عبد ہے۔ اور رَبّ رَبّ ہے۔ یعنی عبد رَبّ نہیں ہوسکتا ہے۔ اور رَبّ عبد نہیں ہوسکتا ہے۔ پس جب تو نے اس قدر بطور ذوق اور کشف آلٰہی کے کہ جو علم اور اعیان سے بالا ہے پہچان لیا۔ اور یہ بات بغیر سحق اور محق ذاتی کے حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ اور اس کشف کی علامت یہ ہے۔ کہ پہلے اپنے رَبّ کے ظاہر ہونے کے سبب سے اپنی ذات کو فنا کردے۔ پھر دوبارہ اپنے رَبّ سے ربوبیّت کے بھید ظاہر ہونے کی وجہ فنا ہوجائے۔ پھر تیسری بار اُس کی ذات کے پالے جانے کی وجہ سے اُس کی صفات کے متعلقات سے فنا ہوجائے۔ پس یہ بات جب تجھکو حاصل ہوگئی تو گویا تو نے ذات کا ادراک کرلیا۔ یعنی سوائے ذات کے تیرے ادراک میں اور کوئی زیادتی نہیں ہے لیکن تیری حقیقت میں علم اور قدرت اور سمع اور بصر اور عظمت اور قہر اور کبریا وغیرہ۔ یہ جو صفات کے مقامات ہیں۔ اُس کا ادراک دونوں ذاتوں سے اُس کے ارادہ اور ہمت کے موافق ہوگا اور یہ امر اُس کے علم میں داخل ہوگا۔ اب جو تو چاہے وہ کہہ اگر تو کہے کہ ذات کا ادراک نہیں ہوسکتا تو اس اعتبار سے وہ ذات عین صفات ہے۔ اور اسی بات کی طرف اللہ تعالےٰ نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ ابصار اُس کا ادراک نہیں کرسکتے اس لئے کہ ابصار صفات سے ہیں پس جس نے صفت کا ادراک نہ کیا تو وہ ذات کا بھی ادراک نہیں کرسکتا ہے۔ اور اگر تو کہے کہ ذات کا ادراک ہوسکتا ہے تو اس اعتبار سے وہی بات ہے جیسے کہ پہلے بیان ہوچکا ہے۔ اور یہ مسئلہ اکثر اہل اللہ پر پوشیدہ ہے۔ اور مجھ سے پہلے کسی پر یہ بات ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ پس اس میں خوب غور کر کہ یہ نوادر وقت سے ہے۔ اور یہ مسئلہ کہ جس شخص نے خدا کے اوصاف کی لذتوں

کو چکھا ہے اُس پر خوب منکشف ہو گیا ہے۔ پس جس شخص نے ترقی کی ہے۔ وہ خدا کے اوصاف کے ساتھ موصوف ہونے کی کیفیت کو بخوبی پہنچ گیا ہے۔ اور اُس کی معرفت کو حاصل کر لیا ہے۔ پس سکو خوب سمجھ لے اس لیئے کہ جو لوگ کمالات کے حاصل کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اور خدا کے مقرب ہیں۔ اُن کے سوا دوسرا اُس کو نہیں سمجھ سکتا ہے۔ اور بہت سے آدمی اس مرتبہ کو قصہ اور کہانی سمجھتے ہیں۔ ے

اولع قلبی من زرود بمائہ	میرا دل زرودہ کا پانی پینا چاہتا ہے اے افسوس کہ بہت سے آدمی اس حرص میں مر گئے ٭
ویا ولھی کم مات ثمۃ والع	
ولی طمع بین الاجارع عھدہ	اور مجھکو خواہش اُس کے گھونٹوں کی ہے اس لیئے کہ عہد اُس کا قدیم ہے اور بہت سے ان خواہشوں میں
قدیم وکم خابت ھناک المطامع	

محروم رہے ہیں ٭

اب یہ بات تو ختم ہوئی اور اس مضمون میں ہم نے کچھ اَور کہا ہے لیکن اُس کے ظاہری الفاظ پہلے معنی کے خلاف ہیں ورنہ اَور کوئی مخالفت نہیں ہے اور اس لیئے کہ کل حقیقتوں کی نزدیک حقیقت میں ایک ہی معنی رکھتی ہیں۔ اور اُس کی یہ وجہ ہے کہ اطلاق کی حیثیت سے سب صفتیں معنی معلومہ ہیں۔ اور ذات ایک امر مجہول ہے۔ پس معنی معلومہ امر مجہول کے مقابلہ میں اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ یعنی جب صفات کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ تو ذات کا ادراک کسی طرح سے نہیں ہو سکتا ہے۔ پس حقیقت میں نہ اُس کی ذات کا ادراک ہو سکتا ہے اور نہ اُس کی صفات کا ادراک ہو سکتا ہے ٭

اور جاننا چاہیئے کہ رحمٰن جو اُس کا اسم ہے وہ فعلان کے وزن پر ہے اور لغت میں اُسکے یہ معنی ہیں کہ کسی چیز کا کسی صفت کے ساتھ موصوف ہونا اور اُس چیز کا اُس پر ظاہر ہونا اور اسی واسطے اُس کی رحمت ہر چیز پر سبقت لے گئی ہے۔ یہانتک کہ اہل دوزخ بھی اُس کی رحمت کے امیدوار ہیں۔

اور جاننا چاہیئے کہ سب اسماء الٰہی نفسی اس اسم کے تحت میں ہیں اور وہ سات ہیں یعنی حیات اور علم اور قدرت اور ارادہ اور سمع اور بصر اور کلام اور اُس کے حرف بھی سات ہیں۔ ایک الف اور وہ حیات ہے پس دیکھو کہ اللہ کی حیات سب چیزوں میں سرایت کیئے ہوئے ہے۔ اور اُسی کی

ے زرودہ ایک موضع کا نام ہے کہ جو مکہ کے راستہ میں ہے وہاں پانی نہیں ملتا ہے ۱۲ منہ

وجہ سے قایم ہے اور اسی طرح الف تمام حرفوں میں بالذات سرایت کئے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ تام حرف ہے اور الف اُس میں لفظاً اور کتابت دونوں میں موجود ہے۔ پس ب اُس میں سے ایک الف مبسوط ہے۔ اور جیم الف معرجۃ الطرفین ہے۔ اور ایسے ہی باقی حرف ہیں۔ لیکن لفظوں میں اس طرح ہے کہ جب حرف کو تو بسیط لکھے گا تو الف کو اُس کے بسایط سے پائے گا۔ اور اُس کے بسایط کو بسایط سے پائے گا ✦

اور کوئی طریقہ اُس کے مفقود کرنے کا نہیں ہے۔ پس ب مثلاً اسکو بسیط لکھے تو یوں کہے گا۔ کہ باء ہے۔ یعنی تو نے الف کو ظاہر کیا اور جیم کو جب تو بسیط بولے گا۔ تو جیم یا یم کہے گا اور لفظ یاء میں الف موجود ہے۔ علی ہذا القیاس پس میم بھی ایسی ہی ہے اور سب حرف اسیطرح سے ہیں ✦

پس حرف الف حیات رحمانیہ کا کہ جو تمام موجودات میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ مظہر ہے اور لام علم کا مظہر ہے۔ پس اُس کا علم بالذات لام قایم ہے۔ اور اُس کی تعریف کا محل یعنی مخلوقات کے ساتھ جو اُس کا علم ہے وہ ہے اور رائے اُس کی قدرت کی کہ جو عدم سے وجود کے ظہور کی طرف آیا ہے مظہر ہے۔ پس جن چیزوں کو وہ جانتا ہے اُن کو تو دیکھتا ہے اور جو چیزیں معلوم ہیں اُن کو پاتا ہے اور ح اُس کے ارادہ کی مظہر ہے اور اُس کے غیب الغیب کا محل ہے۔ پس دیکھو حرف حاء کی طرف کہ وہ انتہاے خلق سے کہ جو سینہ کے متصل ہے وہاں سے نکلتا ہے اور ارادہ الٰہیہ بھی خدا کی ذات میں ایسا ہی ایک مجہول چیز ہے کہ کوئی اُس کو معلوم نہیں کر سکتا۔ کہ کیا ارادہ کرتا ہے اور وہ اُس کا حکم کر دیتا ہے۔ پس ارادہ محض غیب ہے۔ اور میم سمع کا مظہر ہے۔ دیکھو مُنہ کے دونوں ہونٹوں کو کہ آدمی وہی سُن سکتا ہے کہ جو کہہ سکتا ہے۔ اور جو بات کہ کہے وہ ظاہر ہو جاتی ہے خواہ وہ لفظی ہو یا حالی۔ پس میم کے سر کا دائرہ کہ جس کے ساتھ ہویت مشابہت رکھتی ہے۔ اُس کا کلام سننے کی جگہ ہے۔ اس لئے کہ دائرہ کا آخر اُسی جگہ آکر ختم ہوتا ہے کہ جہاں سے شروع ہوا ہے تو اُس کا کلام بھی جہاں سے شروع ہوا ہے۔ وہاں پر ختم ہوتا ہے لیکن اُس کے میم کی تعریف پس موجودات کا کلام سننے کی جگہ خواہ وہ حالی ہو یا مقالی ہو۔ وہی میم ہے۔ لیکن وہ الف کہ جو میم اور نون کے درمیان میں ہے۔ وہ بصر کا مظہر ہے۔ اور اُس کا ایک عدد ہے۔ اور اُس سے اشارہ اس بات کی طرف ہے۔ کہ حق سبحانہ وتعالےٰ سوائے اپنی ذات کے دوسری کے ساتھ نہیں دکھائی دیتا ہے۔ اور یہ الف کتابت میں نہیں ہے بلکہ لفظ میں ہے۔ اور اُس کی کتابت میں نہ ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالےٰ سوائے اپنی ذات کے مخلوقات کو نہیں

دکھائی دیتا ہے اور مخلوقات اُس کی غیر نہیں ہے۔ اور لفظ میں ثابت ہونے سے اس طرف اشارہ
ہے کہ خدا تعالیٰ بالذات اپنی ذات میں تمام مخلوقات سے تمیز اور ممتاز ہے اور اُس کا تقدس
اور علو اُن کے اوصاف سے بڑھا ہوا ہے اور اُس پر کوئی ذلت و نقص اُن کو نہیں ہے اور نون
خدا کے کلام کا مظہر ہے۔ جیسا کہ خود اُس نے فرمایا ہے۔ نون والقلم وما یسطرون اور اس سے اشارہ
لوح محفوظ کی طرف ہے اور لوح محفوظ خدا کی ایک کتاب ہے۔ جس کی نسبت اُس نے فرمایا ہے
کہ ہم نے اُس میں کوئی چیز بغیر لکھی ہوئی نہیں چھوڑی۔ اور اُس کی کتاب اُس کا کلام ہے +

پس جاننا چاہئے کہ نون سے مخلوقات کی صورتوں کا معہ اُن کے احوال اور اوصاف کے
بالکل منقوش ہو جانا مراد ہے اور اس منقوش ہونے سے کلمۃ اللہ یعنی لفظ کن مراد ہے کہ جو مخلوقات
کیواسطے ہے اسکو خوب سمجھ لینا چاہئے +

پس یہ امر اُس کے موافق ہے۔ جیسا کہ قلم نے اُس لوح میں کہ جو کلمہ حضرت کیواسطے مظہر ہے
لکھا ہے اس لئے کہ جو چیز لفظ کن سے صادر ہوتی ہے۔ وہ لوح محفوظ کے احاطہ کے تحت میں ہے
اسی واسطے ہم نے کہا ہے کہ نون اللہ کے کلام کا مظہر ہے +

پس جاننا چاہئے کہ وہ نقطہ کو کہ جو نون کے اوپر ہے۔ اُس سے خدا کی ذلت کی طرف اشارہ ہے
کہ جو مخلوقات کی صورتوں میں ظاہر ہے۔ پس پہلی مخلوقات میں جو چیز ظاہر ہوئی ہے۔ وہ اُسکی
ذات ہے پھر اُس کے مخلوق ظاہر ہوئی ہے۔ اس واسطے کہ اُس کی ذات کا نون مخلوق کے
نون سے اعلیٰ اور اظہر ہے۔ جیسا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ صدقہ پہلے رحمٰن کے
ہاتھ میں جاتا ہے پھر سائل کے ہاتھ میں جاتا ہے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ
مَیں نے کوئی چیز ایسی نہیں۔ دیکھی کہ جس سے پہلے خدا کو نہ دیکھا ہو۔ پس جب تجھکو یہ بات معلوم
ہو گئی کہ نقطہ سے ذات آلہی کی طرف اشارہ ہے تو اب جاننا چاہئے کہ نون کے دائرہ سے
مخلوقات کی طرف اشارہ ہے۔ اور ہم نے اس رحمٰن میں اپنی کتاب مسمی الکہف والرقیم
فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم میں اس سے زیادہ مشرح اور مبسوط کلام لکھا ہے پس
جو شخص اس سے زیادہ اس کی معرفت چاہے وہ اُس میں دیکھ لے +

پس تو اس اسم کریم کی طرف نظر کر اور وہ اسرار آلہی کہ جن سے افکار اور عقول حیران ہیں اُن
کو دیکھ اور اگر ہم اس اسم کے حروف کے اسرار میں اور اُن کے اعداد میں معہ اُن کے بسایط
حروف کے اور معہ اُس چیز کے کہ جو اُس کے ہر ہر حرف میں اختراعات اور انفعالات ہیں گفتگو

کرتے تو بیشک ایسے عجائبات اور غرائبات ظاہر ہوتے کہ سب لوگوں کی عقول اور فہوم اُس سے حیران ہو جاتیں۔ کہ یہ کہاں سے لائے ہیں اور ہم نے اُس کو بخل کے طور پر نہیں چھوڑا ہے۔ بلکہ ہمارا قصد اس کتاب کو مختصر کرتا ہے تاکہ اُس کا پڑھنے والا اور لکھنے والا ملال میں نہ پڑے اور اس کتاب کے لکھنے سے جو ہماری غرض ہے کہ مخلوق کو نفع پہنچے۔ وہ فوت نہ ہو جائے اور ہم نے اس کتاب میں ایسے اسرار بیان کئے ہیں کہ جو اس سے بھی زیادہ ہیں اور اللہ ہمارا مددگار ہے اور اُسی پر بھروسہ ہے *

چوتھا باب

الوہیت کے بیان میں

پس جاننا چاہئے کہ سب وجود کی حقیقتیں اور اُن کے مراتب کا نام الوہیت ہے۔ اور ہماری مراد وجود کی حقیقتوں سے مظاہر کا مضبوط کرنا معہ ظاہر کے ہے۔ یعنی حق اور خلق اُس میں دونوں ہوں۔ پس مراتب آلہیہ کا شامل ہونا اور تمام مراتب کو بنیہ اور ہر ہر مرتبہ وجود کا اس کے حق کو ادا کرنا یہی الوہیت کے معنی ہیں اور اس مرتبہ والے کا نام اللہ ہے۔ اور یہ بات سوائے ذات واجب الوجود کے دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔ پس سب سے برتر ذات کے مظاہر میں الوہیت کا مظہر ہے۔ اس لئے کہ وہ ہر مظہر کو شامل اور احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور ہر وصف یا اسم پر شاہد ہے۔ پس الوہیت ام الکتاب ہے۔ اور قرآن احدیت ہے اور فرقان واحدیت فرقانیہ ہے اور کتاب مجید رحمانیت ہے۔ یعنی یہ سب باتیں اعتبار پر موقوف ہیں۔ ورنہ ام الکتاب پہلے اعتبار سے اصطلاح قوم کے موافق کُنہ ذات کو کہتے ہیں۔ اور قرآن ذات کو کہتے ہیں۔ اور فرقان صفات کو کہتے ہیں۔ اور کتاب وجود مطلق کو کہتے ہیں۔ اور قریب ہے کہ ان عبارات کا بیان اس کتاب میں اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالے آئے گا۔ اور جب تو اصطلاح کو پہچان گیا اور جس چیز کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اُس کی حقیقت کو جان گیا۔ تو اب یقین کر لے کہ یہ بعینہ وہی ہے۔ اور دونوں قوموں میں سوائے عبارت کے کچھ اختلاف نہیں ہے۔ یعنی دونوں کے معنی ایک ہیں پس جب ہمارے ذکر کرنے سے تجھکو یہ بات معلوم ہو گئی کہ احدیت

سب اسماء سے کہ جو الوہیت کے تحت میں ہیں اعلےٰ اور بالا ہے۔ اور واحدیت احدیت کے تنزلات حق سے پہلا تنزل ہے۔ پس سب مراتب میں کہ جن کو واحدیت مرتبہ رحمانیہ شامل ہے۔ یہ مرتبہ برتر ہے۔ اور ربوبیت میں رحمانیت کے مظاہر اعلےٰ ہیں اور اُس کا نام جو ملک ہے۔ اُس کی ربوبیت کے مظاہر میں وہ صاحب علو ہے تو ملکیت ربوبیت کے تحت میں ہے۔ اور ربوبیت رحمانیت کے تحت میں ہے۔ اور رحمانیت واحدیت کے تحت میں ہے اور واحدیت احدیت کے تحت میں ہے۔ اور واحدیت الوہیت کے تحت میں ہے۔ اس واسطے کہ الوہیت وجود کی حقیقتوں کا علیہ ہے۔ اور وجود کے سوا اُس کا حق احاطہ اور شمول کے ساتھ ہے اور احدیت وجود کی کل حقیقتوں میں سے ایک حقیقت ہے تو الوہیت کا مرتبہ سب سے اعلےٰ ہے۔ اسی واسطے اُس کا نام اللہ ہے اور وہ کل اسماء سے اعلےٰ ہے اور اُس کے اسم سے اعلےٰ احد ہے۔ اور احدیت بالذات کل ذات کے مظاہر سے زیادہ خاص ہے۔ اور الوہیت بالذات اور بالغیر کل ذات کے مظاہر سے افضل ہے اور اسی وجہ سے اہل اللہ نے احدیت کی تجلی کو منع کیا ہے۔ اور الوہیت کی تجلی کو منع نہیں کیا ہے۔ پس احدیت محض ذات ہے کہ کسی صفت کا اُس میں ظہور نہیں ہے۔ چہ جائے کہ اُس میں مخلوق ظاہر ہو۔ پس اُس کی نسبت مخلوق کی طرف ہر صورت سے منع ہے۔ پس وہ سوائے قدیم قائم بالذات کے دوسری چیز نہیں ہے۔ اور واجب الوجود کی ذات میں کچھ کلام نہیں ہے۔ اس لئے کہ کوئی چیز اُس کی ذات سے اُس پر پوشیدہ نہیں ہے پس اگر تو وہ ہوگیا ہے تو تو نہ رہا بلکہ وہ وہ ہوگیا۔ اور اگر وہ تو ہے تو وُہ وُہ نہیں ہے بلکہ تُو تُو ہے۔ پس جس شخص کو اس تجلی میں کچھ حاصل ہوا تو جان لینا چاہئے کہ واحدیت کی تجلیات سے ہے۔ اس لئے کہ احدیت کی تجلی میں وہ اور تو کا ذکر نہیں ہوتا ہے۔ پس اس بات کو تو خوب سمجھ لے۔ اور احدیت کے بارہ میں اپنے موقع پر اسی کتاب میں انشاء اللہ تعالےٰ گفتگو ہم اَور کرینگے ✦

اب جاننا چاہئے کہ وجود اور عدم دونوں متقابل ہیں۔ اور الوہیت کا آسمان اُن دونوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس واسطے کہ الوہیت دو ضدوں کی یعنی قدیم اور حادث اور حق اور خلق اور وجود اور عدم کے جمع کرنیوالی ہے۔ پس اُس میں واجب محال ظاہر ہوتا ہے۔ حالانکہ پہلے واجب تھا اور اسمیں واجب محال ظاہر ہوتا ہے حالانکہ پہلے محال تھا اور اُس میں حق خلق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جیسے کہ یہ قول ہے کہ میں نے اپنے رَب کو ایک جوان مرد کی صورت میں دیکھا اور خلق حق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ یہ قول ہے کہ آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اس بناء پر دونوں میں مخالفت ہے ✦

پس وہ ہر چیز کو جو اُن حقیقتوں میں سے ہے۔ اس کے حق کو عطا کرتا ہے۔ تو حق کا الوہیت میں ظاہر ہونا اعلےٰ درجہ پر ہے۔ اور سب سے افضل مظاہر میں سے ہے۔ اور الوہیت میں خلق کا کما حقہٗ ظاہر ہونا جیسا کہ ممکن اُس کے اقسام اور تغیرات اور معدوم ہونے اور موجود ہونے اور الوہیت میں وجود کے ظاہر ہونے کو اس طرح پر کہ حق کے تمام مراتب اور خلق کے تمام درجات اُس کو چاہتے ہیں۔ اور وہ ہر ایک کی فردیں ہیں اور الوہیت میں عدم کا ظہور ہے۔ اور اُس کے بطون اور خلوص پر اچھی صورت میں محو ہو جانا اُس کے فناے محض میں موجود نہیں ہے اور یہ بات عقل سے کوئی نہیں پہچان سکتا ہے۔ اور فکر سے کوئی ادراک نہیں کر سکتا ہے۔ لیکن جس شخص کو کہ اس میں کشف آلہی حاصل ہو گیا ہے۔ تو اُس نے اس تجلی عام سے کہ جس کو تجلی آلہی کہتے ہیں اس ذوق محض کو جان لیا ہے اور یہ اہل اللہ کے حیران ہونے کا مقام ہے اور اسی الوہیت کے بھید کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے کہ میں خدا کو تم سے زیادہ پہچانتا ہوں۔ اور تم سے زیادہ اُس سے ڈرتا ہوں۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رَبّ اور رحمٰن سے نہیں ڈرے اور اللہ سے ڈرے اور اُسی کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے اپنے اس قول سے کہ میں نہیں جانتا کہ خدا میرے اور تمہارے ساتھ کیا کرتا ہے اور میں کل موجودات کو خدا تعالےٰ کی وجہ سے پہچانتا ہوں اور اسے جناب آلہی کے سبب سے جانتا ہوں یعنی میں نہیں جانتا ہوں۔ کہ تجلی آلہی میں میں کونسی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور میں سوائے اُس کے کہ جس طرح اُس کا حکم مقتضی تھا۔ دوسری طرح پر ظاہر نہ ہوا اور اُس کے حکم کے واسطے کوئی قانون اور کوئی ناقون اور کوئی نقیض نہیں ہے۔ پس وہ جانتا ہے اور نہیں بھی رکھتا ہے اسواسطے کہ الوہیت کی تجلی کے لئے ایسی کوئی حد نہیں ہے۔ جس پر تفصیل میں ٹھیر جائے اور اُس پر کسی طرح سے ادراک تفصیلی واقع نہ ہو سکے اس لئے کہ اللہ پر یہ . . . امر محال ہے کہ کوئی اس کی انتہا ہو اور جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اُس کے ادراک کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ لیکن حق سبحانہ وتعالےٰ تجھے بطور کلیت واجمال کے متجلی ہوتا ہے۔ اور کاملین جن کو کہ اس تجلی سے حصہ حاصل ہوتا ہے اپنے اپنے مرتبہ کے موافق جیسے کہ اس اجمال کی تفصیل بیان ہو چکی ہے علیحدہ علیحدہ ہیں اور اس اعتبار سے کہ خدا تعالےٰ اُس میں ہے اور اُس کی تعریف سے آثار کمال اُس پر ظاہر ہو چکے ہیں ہر شخص متفاوت ہے سہ

بلغی یا نسیم اھل الدیا د	اے نسیم اہل دیار کو اس عاشق کیطرف سے کہ جو پانی

خبر الصب بين ماء ونار — اور آگ میں تڑپ رہا ہے خبر پہنچا دے ◆

وانزلي تلكم الديار بليل — اور اے نسیم اس دیار میں رات کو جا اسلئے کہ تو دن میں

ما تطيقي نزولها بنهار — جانیکی طاقت نہیں رکھتی ہے ◆

فهناك الظبا تصيد اسودا — پس اس جگہ ہرن شکار کرتا ہے کالی چیز کو اور یہاں کالی

وهناك الاسود ليست ضواري — چیز سیاہ بادل کے سوا اور کچھ نہیں ہے ◆

قد فقدنا القرار عنهم فبانوا — ہم نے اُن سے قرار کو کھو دیا پس وہ جدا ہو گئے اور

ورضينا لهم ببعد المزار — ہم اُن سے مزار کے دور ہونے پر خوش ہوئے ◆

كتب الحسن في الفؤاد قرآنا — جس نے میرے دل پر قرآن کو لکھا اُس کو اقتدار کے

انزلوه عليه بالاقتدار — ساتھ اُتار دو ◆

فتلا القلب اية العشق حتى — پس میرے دل نے اُس سے عشق کی آیت کو پڑھا

اكمل السر سورة الاشتهار — یہانتک کہ بڑے کام بھید کو حاصل کیا اور مشہور ہوا ◆

فبدى من النقاب جمال — پس نقاب سے جمال کو ظاہر کیا اور دیکھنے والوں کو پردہ

قتل الناظرين بالاستتار — میں ہو کر قتل کیا ◆

نطق الثغر منه عجبا لحسن — نفیر[۵] اُس کے حُسن کو دیکھکر تعجب سے بولا کیا تو نے

اسكرت ريقه بخمر خماري — شراب پی ہے یا اپنی تھوک سے بیہوش ہے ◆

قال لما رأى القلوب اسارى — اُس نے جب دلوں کو پھنسا ہوا دیکھا تو کہا کہ تم بے پروا

قد غنيتم بصحة الافتقار — ہو گئے تھے باوجود محتاج ہونے کے ◆

كل ما في الوجود غيري فمني — جو چیز کہ میرے وجود میں مجھ سے غیر ہے وہ مجھی سے

هو ذاتي نوعته باختياري — ہے اور وہ میری ذات ہے کہ میں نے اُس کو اپنے اختیار سے انواع و اقسام سے ظاہر کیا ہے ◆

انما الثوب ان تلونت يوما — میں مثل ایک کپڑے کے ہوں جسکو تو طرح طرح سے کبھی

باحمرار وتارة باصفرار — سرخ اور کبھی زرد رنگ سکتا ہے ◆

ومحا الحمرة البياض وجاءت — اور سرخی نے سفیدی کو مٹا دیا اور کثرت آئی [illegible]

كثرة فهي المتلون طاري — رنگ برنگ ظاہر ہوئے ◆

---

۵ نفیر ایک جانور کا نام ہے جو عرب میں ہوتا ہے ۱۲ منہ

فمحال علی فی انقسام
ومحال علی فی دثار
انما الدثر فی التلون حق
انما الستر فیہ لا فی جاری

پس مجھ پر تقسیم محال ہے اور مجھ پر کپڑے اوڑھنا محال ہیں +
کپڑے اوڑھنا رنگ برنگ ہونیکی حالت میں حق ہے اور پردہ میں رہنا اُس حالت میں ہے نہ ظاہر ہونیکی حالت میں ہے +

کل ما فی عوالمی من جماد
ونبات وذات روح معاری
صور لی تعرضت واذا ما
ازلتہا لا ازول وھی جواری
اتفاق جمیعہا باختلاف
رتبۃ قد علت مطارم داری
لی معنی اذا ابدا کنت معنی
من معانیہ ذا اغناء افتقاری

تمام عالموں میں جتنی جمادات اور نباتات اور جاندار چیزیں ہیں وہ سب خوف کی جگہ ہیں +
میری سب صورتیں پیش کی گئیں اور جب میں نے اُن کو دیکھا تو وہ ہمیشہ میرے نزدیک قایم رہتی ہیں
اُن سب کا اتفاق مرتبہ میں اختلاف کی وجہ سے بدتر ہوگیا ہے اور اُن کے مقامات عالی ہیں +
میرے ایک معنی ہیں کہ جب وہ ظاہر ہوجاتے ہیں تو مَیں اُن کے معانی سے ایک معنی ہوتا ہوں اور وہ امیری اور محتاجی کا ایک جزء ہے +

واذا زال لم ازل فی لباس
لم اکن منہ منذ ما کنت عاری
وعلیہا ترکبت کل معنے
لی من ذاتی العزیز المنار

اور جب وہ دور ہوجاتا ہے تو مَیں ہمیشہ ایک ایسے لباس میں رہتا ہوں کہ جب سے اُسمیں ہوں ننگا ہوں +
اور اُس پر ہر معنی میرے واسطے بترکیب ہوئے ہیں اور وہ میری ذات کے واسطے عزیز اور نور کی جگہ ہیں +

فالوھیتی لذاتی اصل
بل ھو الفرع فاعلمن شعاری
عجبا للذی ھو الاصل حکما
ان یسیر لفرعہ فھو ساری
لا یھولنک المقال فانی
لم اکن فرعہ سوی فی استتار

پس میری الوہیت میری ذات کیواسطے اصل ہے بلکہ وہ فرع ہے اور میرے طریقہ کو تو جان لے +
اُس شخص کے لیئے تعجب ہے کہ جو حکم کے اعتبار سے اصل ہے اور اُسکی فرع کیواسطے وہ سرایت کرنیوالا ہے +
میری گفتگو تجھکو خوف میں نہ ڈالے اسلیئے کہ مَیں سوائے پوشیدہ رہنے کے اسکی فرع نہیں ہوں +

وعلیہ موصل کل فرع	اور اُس پر ہر فرع پہنچتی ہے اور وہ تیرے ظاہر اور باطن کی اصل ہے
ہو اصل لباطنی وظاہری	
واذا ما بدا تجلیت فیہ	اور جب وہ مجھکو ظاہر ہوا تو اُس میں مَیں نے تجلی کی
واذا ما ازیل فہو خماری	اور جب مَیں اُس سے علیحدہ ہوتا ہوں تو وہ میرا خمار ہے
فہو تدریہ لاتراہ وانی	پس وہ اُس کو جانتا ہے اور تو اُس کو نہیں دیکھتا ہے
فلا ترانی ولم تکن لی داری	اور مَیں اپنی ذات کو تجھکو دکھاتا ہوں مگر میرے واسطے کوئی مکان نہیں ہے
سنتی جرت بذالک وانی	میری عادت اسی طرح پر جاری ہوگئی ہے حالانکہ میں
لغنی بان اری او اواری	کسی کو دکھائی دینے اور چھپ جانے سے غنی ہوں

پس الوہیت کا اثر ظاہر ہے مگر نظر میں مفقود ہے اور اُس کا حکم معلوم ہے مگر اسم نہیں معلوم ہے اور ذات دکھائی دیتی ہے اور مکان نظر نہیں آتا۔ اور ظاہر ظہور تو اُس کو دیکھ سکتا ہے۔ مگر اُس کا ادراک بیان کے ذریعہ سے نہیں کر سکتا ہے۔ پس دیکھو کہ جب تم کسی آدمی کو متعدد اوصاف کے ساتھ موصوف دیکھتے ہو تو تمہارا علم اور اعتقاد اس طرح پر اُس کے ساتھ واقع ہوتا ہے کہ یہ اوصاف اُس میں موجود ہیں مگر آنکھ سے اُن کا مشاہدہ نہیں ہوتا ہے۔ اور اُس کی ذات کو تم بخوبی ظاہر ظہور دیکھتے ہو مگر اُس کو معلوم نہیں کر سکتے کہ اُس میں کون کون اوصاف ایسے اور باقی رہ گئے کہ جو ہم معلوم نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ اُس میں ہزار وصف ہوں اور اُن میں سے بعض تجھکو معلوم ہوئے تو ذات تو دیکھ لی مگر اوصاف نہ دیکھے اور محض اُن کا ایک اثر معلوم ہوا۔ اور وصف بالذات اُسکو کہتے ہیں کہ وہ ہرگز ہرگز کبھی نہ دکھائی دے۔ اُس کی مثال یہ ہے کہ جیسے بہادر آدمی کی لڑائی کے وقت سوائے سبقت کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا اور یہ اُس کی شجاعت کا اثر ہے۔ اور شجاعت دکھائی نہیں دیتی ہے۔ اور سخی آدمی کا سوائے عطا کرنے کے اور کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ اور یہ اُس کے کرم کا اثر ہے اور بالذات کرم کوئی دیکھنے کی چیز نہیں ہے اس لئے کہ صفت ذات میں پوشیدہ ہوتی ہے کسی طرح سے اُس سے ظاہر نہیں ہو سکتی۔ پس اگر اُس کا ظاہر ہونا جائز ہوتا تو ذات سے جدا ہونا بھی جائز ہوتا۔ اور یہ ناممکن ہے اور الوہیت کا ایک بھید ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر چیز پر اُس کی شمل کا نام بولا جاتا ہے۔ قدیم ہو یا حادث۔ اور معدوم ہو یا موجود۔ پس وہ اپنی ذات سے سب چیزوں کو کہ جو الوہیت کے تحت میں داخل ہیں احاطہ کر لیتے ہیں اور موجودات

کی مثال ایسی ہے - جیسے کہ چند آئینہ آپس میں ایک دوسرے کے مقابل رکھے ہوں کہ وہ سب ایک دوسرے میں پائے جاتے ہیں - پس اگر تو یہ کہے کہ جو آئینہ ایک دوسرے کے مقابل رکھے ہیں وہ ایک دوسرے میں پایا جاتا ہے - تو ایک کو اُن آئینوں میں سے سوائے اُس کے کہ جو اُس میں موجود ہے دوسرا جمع نہیں کر سکتا ہے - اور متعدد افراد اُن آئینوں میں سے جو سب کا مجموعہ ہیں - اُس کے تحت میں ہر فرد داخل ہے - پس اس اعتبار سے ہم یہ کہیں گے کہ وجود کے افراد میں سے ہر فرد کو سوائے اُس کے کہ ذات جس کی مستحق ہے - اس سے زیادہ کا احاطہ نہیں کیا ہے اور اگر تو یہ کہے کہ سب آئینوں کے وجود کے اعتبار سے ہر ایک میں جتنے موجودات ہیں ایک ایک فرد پائی جاتی ہے - تو یہ کہنا تیرا درست ہے - پس یہ امر تیری مراد کے واسطے ایک ظاہری چیز ہے اور تو اُس سے جدا نہیں ہے - اور تیرا طائر احدیت کے جال میں پھنسنے کے قریب ہے - پس ذات میں صفات جن چیزوں کی مستحق ہیں اُس میں موجود ہو جائینگی - پس پوست کو چھوڑ دے اور مغز کو لے لے - اور آنکھوں کا اندھا نہ ہو اور حجابات کو دیکھ - ؎

قلبی بکم متصلب - متسکر متقلب
وخیال حبکم به - ابدا یجیٔ ویذهب
ما انتم منی سوی - نفسی فاین المهرب
القیت نفسی فالتقت - مما لکم اتقلب
وترکتنی فوجدتنی - لا ام ثم ولا اب
وجحدت ما قبلی وما - بعدی ولا اتریب
ونفیت عنی الاختصا - ص بوجهه یتقرب
انا ذلك القدوس فی - قدس العماء محجب
انا ذلك الفرد الذی - فیه الکمال الاعجب
انا قطب دائرة الرحی - وانا العلا المستوعب
وانا العجیب ومن به - مما حوی اذا المعجب
تلك المحاسن فیه شمسی - مشرق لا مغرب
لی فی العلا فوق المکا - ن مکانة لا تقرب
فی کل منبت شعرة - منی کمال معرب

میرا دل تم پر عاشق ہے اور سکون چاہتا ہے اور لوٹ پوٹ ہوتا ہے - اور تمہاری دوستی کا خیال ہمیشہ آمد و رفت کرتا رہتا ہے - تم میری ذات کے سوا دوسری جگہ نہیں ہو تو میں کہاں بھاگ کر جاؤں - میں نے اپنے نفس کو تجھ میں ڈالدیا ہے - اسطرح سے کہ تیرے واسطے تڑپتا ہوں - اور میں نے تجھکو چھوڑا - پس تو نے مجھکو پالیا - پس نہ میرا کوئی باپ ہے اور نہ میری کوئی ماں ہے اور میں نے اپنے ماقبل اور مابعد سے انکار کیا ہے اور نہ اس میں کچھ شک کرتا ہوں - اور میں نے اپنی ذات سے خصوصیت کے قریب ہونے کی وجہ کو منفی کر دیا ہے - اور میں ہی بیقدوس ہوں - اور قدس کے پردہ میں چھپا ہوا ہوں اور میں ہی وہ فرد ہوں کہ جس میں کمالات

وبکل صوت طائر۔ فی کل غصن یطرب
وبکل مراۃ صوتی۔ نبدو وقد تحجب
حزت الکمال باسرہ۔ فلاجل ذا اتقلب
واقول انی خلقہ۔ والحق ذاتی فاعجبوا
نفسی انزہ عن مقا۔ لتی النفی لا تکذب
اللہ اھل للعلا۔ وبروق خلقی خلب
انا لو اکن ھولم یزل۔ فلای شیٔ اطنب
ضاع الکلام فلا کلا۔م ولا سکوت معجب
جمعت محاسنی العلا۔ انا غافر والمذنب

عجیبہ ہیں اور مَیں ہی چکّی کے دائرہ کا قطب ہوں اور سب علو میرے قبضہ میں ہیں اور میں ہی ایک ایسی عجیب چیز ہوں کہ جو تمام عجائبات کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور سب خوبیوں کے آسمان کا ایسا آفتاب ہوں کہ جس کے واسطے نہ کوئی مشرق ہے اور نہ مغرب ہے اور میرا علو کی حالت میں ایسا مرتبہ ہے کہ تو اُسکے قریب نہیں جا سکتا ہے اور میرے ہر بال کی جڑ میں سے ایک کمال ظاہر ہوتا ہے۔ اور میں ہر طائر کی آواز ہوں اور مَیں ہر شاخ پر چہچہاتا ہوں اور ہر آئینہ میں میری صورت کبھی ظاہر ہوتی ہے اور کبھی چھپ جاتی ہے اور تمام کمالات کا میں نے احاطہ کر لیا ہے اسی وجہ سے میں رنگ برنگ ہوتا رہتا ہوں۔ اور مَیں کہتا ہوں کہ مَیں اُسکی خلق ہوں اور میری ذات حق ہے کہ جسکو دیکھکر تم تعجب کرو اور میرا نفس منزہ ہے اور میری گفتگو کو چھوٹا نہ سمجھو اور اللہ تعالے علو کے لائق ہے اور میری خلق کی روشنیاں میرا دل ہے۔ میں نہیں رہتا ہوں اور وہ ہمیشہ رہتا ہے۔ پس میں کس چیز کے واسطے کلام کو طول کروں۔ میرا کلام ضائع ہوگیا اور نہ اب کلام ہے اور نہ سکوت ہے میری خوبیوں نے تمام بزرگیوں کو جمع کیا ہے اور مَیں بخشنے والا ہوں اور میں ہی گنہگار ہوں ؛

پانچواں باب

احدیت کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ احدیت ذات کے تجلی سے مراد ہے یعنی کہ جو اسماء اور صفات اور کسی دوسری چیز کے مؤثرات سے اُس میں ظہور نہ ہو۔ پس احدیت اُس ذات کا اسم ہے کہ جو اعتبارات حقیہ اور خلقیہ سے مجرد ہے۔ اور تجلی احدیت کے لئے مخلوقات میں تجھ سے زیادہ کوئی مظہر افضل

نہیں ہے یعنی جب تو ذات میں مستغرق ہوگیا اور اپنے اعتبارات کو بھول گیا اور ظواہر سے اپنے آپ کو علیحدہ کردیا۔ پس تو تو ہو گیا۔ اور تیری طرف جن اوصاف حقیہ کا کہ تو مستحق ہے یا وہ اوصاف خلقیہ تیرے واسطے ہیں۔ اُن میں سے کوئی چیز منسوب نہیں ہوگی۔ پس انسان کی یہ حالت مخلوقات میں احدیت کا مظہراتم ہے اور یہ بات ذات کے پہلے تنزلات سے ہے کہ تاریکی سے نور کی طرف آئے۔ پس سب سے اعلے تجلیات میں یہ اعلیٰ ہے اس لئے کہ اوصاف اور اسماؤ اشارات اور نسبتوں اور اعتبارات سب چیزوں سے منزہ اور محض ہے۔ اس حیثیت سے کہ سب کا وجود اس میں ہے لیکن اس تجلی میں بطور بطون کے ہے۔ اور بطور ظہور کے نہیں ہے۔ اور یہ احدیت عوام الناس کی زبان میں عین کثرت ہے اور یہ ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص دور سے ایک دیوار کو دیکھتا ہے۔ کہ اینٹ اور گارے اور لکڑی سے بنی ہوئی ہے لیکن کوئی چیز اُس کو سوائے دیوار کے دکھائی نہیں دیتی ہے۔ پس گویا کہ احدیت اس دیوار کی اس اینٹ اور گارے اور لکڑی کا مجموعہ ہے۔ مگر اس اعتبار سے نہیں ہے کہ ان سب چیزوں کا نام دیوار ہے۔ بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ ہیئت مخصوصہ جو دیوار کی شکل ہے اس کا نام دیوار ہے ۔ کہ جیسے تو اپنے مقام شہود اور استغراق کی حالت میں اپنے مکان میں یعنی جس میں کہ تو ہے۔ سوائے ہویت کے اور کسی چیز کا مشاہدہ نہیں کرسکتا ہے۔ اور کوئی چیز اُن حقیقتوں سے جن کی تیری طرف نسبت ہے۔ تیرے اس شہود کے مقام میں ظاہر نہیں ہوسکتیں ہیں۔ یعنی تو ان سب حقایق کا مجموعہ ہے۔ پس تیری یہی احدیت ہے۔ اور تیری تجلی ذاتی کا نام تیری ہویت کے اعتبار سے یہی ہے۔ مگر اس اعتبار سے نہیں ہے کہ جو حقیقتیں تیری طرف منسوب ہیں اُن کا تو مجموعہ ہے۔ پس اگرچہ تو اُن حقیقتوں کا کہ جو تیری طرف منسوب ہیں مجموعہ ہے۔ لیکن تجلی ذاتی احدیت کا مظہر تجھ میں ہے اور وہ تیری ذات کا اعتبارات نہ ہونے کی جہت سے اسم ہے پس وہ جناب الٰہی ہیں کہ جس سے ایسی ذات کہ جو تمام اسماؤ صفات اور تمام اثر اور موثرات سے مجرد ہے وہ ہی مراد ہے اور وہ اعلے درجہ کی تجلی ہے۔ اس لئے کہ ہر تجلی کے بعد ایسی چیز ضرور ہونا چاہئے کہ جو اُس کو مخصوص کردے۔ حتیٰ کہ الوہیت وہ بھی عموم کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے پس احدیت پہلا ظہور ذاتی ہے۔ اور مخلوق کے واسطے احدیت کے ساتھ موصوف ہونا منع ہے اس لئے کہ احدیت کے یہ معنی ہیں کہ ذات حقیقت اور مخلوقیت سے مجرد اور خالص ہو اور بندہ پر مخلوقیت کا حکم ہو۔ پس اس کا کوئی طریقہ نہیں ہے اور ایک یہ بھی معنی ہیں کہ اتصاف

افتعال کے وزن پر ہے اور وہ عمل کرتا ہے۔ اور یہ امر احدیت کے حکم کے خلاف ہے۔ پس مخلوق کے واسطے کبھی نہیں ہو سکتا۔ اور جو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے مخصوص ہے۔ پس اگر اس تجلی میں تجھ کو بالذات شہود ہوا۔ تو تو اس حیثیت سے اُس میں موجود ہوا کہ وہ تیرا معبود اور رب ہے ✤

پس تو اپنی خلقیت کا دعویٰ نہ کر۔ اس لیئے کہ مخلوق کی یہ مجال نہیں ہے اور یہ اللہ وحدہ لا شریک کے واسطے مجالی ذاتیہ میں سے پہلے مجلی ہے۔ پس تو نے جب اپنے نفس کو یہ جان لیا کہ ذات سے تو ہی مراد ہے اور خلق سے حق مراد ہے تو خلق سے علیحدگی کا حکم کر اور اللہ سبحانہ کے واسطے کہ جس کی ذات اور اسماء اور صفات میں تو اُس کا مستحق ہے ظاہر ہو جا۔ اس لیئے کہ جس شخص کو خدا کے واسطے شہود ہوا تو گویا کہ اپنے نفس کے واسطے شہود ہوا ۵

عینی لنفسك نزهت فی ذاتها	میری آنکھ تیرے نفس کے واسطے بالذات مع اُسکے اسماؤ صفات کے تنزیہ اور تقدیس کرتی ہے ✤
وتقدست فی اسمها وصفاتها	
فاشهد لها ما تستحق ولا تقل	پس تو جس چیز کا کہ مستحق ہے اُس کے واسطے ظاہر ہو اور یہ نہ کہہ کہ میری ذات اُس کا حسن ثابت کرنیکی مستحق ہے ✤
نفسی استحقت حسنها اثباتها	
واشرب مدامك بالكوس ولا تقل	اور اپنی شراب کو پیالہ میں پی اور کسی دن یہ نہ کہہ کہ اُسکو گھروں میں مَیں شراب کو چھوڑتا ہوں ✤
یوما بترك الراح فی حاناتها	
ماذا یضرك لو جعلت كنایة	اور اگر تو اُس کے اسم کو اپنی ذات سے اشارہ رکھے اور اپنی ذات کی عزت کو محفوظ رکھے تو تیرا کیا نقصان ہے ✤
عنك اسمها وحفظت حرمة ذاتها	
وجعلت مجلی الذات لاسمك مظهرا	اور تو اپنے اسم کے واسطے مجلیٰ ذات اور عزت کو اگر مظہر قرار دے تو اُسکی نشانیاں قایم رہیں ✤
والعز مظهر اسمها وسماتها	
والقت فوق الكنز منك جدارها	اور اپنے خزانہ کے اوپر ایک دیوار قایم کر دی تا کہ کوئی جاہل اُس کا مشاہدہ نہ کر سکے ✤
كی لا یشاهد جاهل حرماتها	
هذی الامانة كن بها نعم الامین	پس اس امانت کو تو حفاظت کر اور جھوٹے آدمیوں کو اُس کے اسرار کو نہ بتا ✤
ولا تذع اسرارها لوشاتها	

چھٹا باب

واحدیت کے بیان میں

الواحدیۃ مظہر للذات
تبدو مجمعۃ لفراق صفات

واحدیت ذات کی مظہر ہے کہ کبھی صفات میں مجموعی حالت سے ظاہر ہوتی ہے اور کبھی متفرق ✤

الکل فیہا واحد متکثر
فاعجب لکثرۃ واحد بالذات

اُس میں کل واحد بھی ہیں اور متکثر بھی ہیں پس میں متعجب ہوں اُس کثرت سے کہ جو بالذات واحد ہے ✤

ھذاک فیہا عین ذا وکمثل ما
نباک فی حکم الحقیقۃ آت

اُس کی طرف یہ آنکھ تجھکو ہدایت کرتی ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسی کہ حقیقت کے حکم میں آئندہ آئیگی

فھی العبارۃ عن حقیقۃ کثرۃ
فی وحدۃ من غیرما اشتات

پس وہ وحدت میں کثرت کی حقیقت سے مراد ہے اور بغیر اسکے کہ سب چیزیں متفرق ہوں ✤

کل بہا فی حکم کل واحد
فالنفی فی ذا الوجہ کالاثبات

اُن میں سے سب چیزیں واحد کے حکم میں ہیں پس نفی اس صورت میں مثل اثبات کی ہے ✤

فرقان ذات اللہ صورۃ جمعہ
وتعدد الاوصاف کالآیات

اللہ کی ذات فرقان ہے اور اُس کی صورت اُس کا جمع ہونا ہے اور اُس کے اوصاف کا متعدد ہونا آیات کی طرح ہے ✤

فاتلوہ واقرا منک سر کتابہ
انت المبین وفیک مکنونات

پس تو اُس کو پڑھ کہ اپنی ذات میں تو اُس کی کتاب کا بھید ہے اور تو ہی مبین ہے اور تجھی میں اسرار پوشیدہ ہیں ✤

پس جاننا چاہئے کہ واحدیت مجلیٰ ذات کے ظاہر ہونے سے مراد ہے یعنی جس میں صفت ہو اور صفت اُس میں ذات ہو۔ پس اس اعتبار سے کل اوصاف جو دوسری میں بعینہٖ پائی جاتی ہیں ظاہر ہو گئی۔ پس منتقم اُس میں عین اللہ ہے اور اللہ منتقم ہے اور منتقم عین منعم ہے اور اسی طرح جب بالذات نعمت میں واحدیت ظاہر ہوتی ہے اور نعمت اُس کی عین ہے تو وہ

نعمت کہ جس سے مراد رحمت ہی عین نعمت ہے۔ اور نقمت عین عذاب ہے اور نقمت کہ جسکے معنی عذاب کے ہیں اُس سے وہ نعمت مراد ہے کہ جو عین رحمت ہے۔ پس یہ کل امور اس اعتبار سے ہیں کہ صفات اور اُن کے آثار میں ذات کا ظہور ہو جائے۔ اور ہر چیز میں جب ذات کا ظہور واحدیت کے حکم سے ہو جاتا ہے تو وہ بعینہ دوسری چیز ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ بات تجلی واحدی کے اعتبار سے ہوتی ہے اور اس اعتبار سے نہیں ہوتی ہے کہ ہر حقدار کو اُس کا حق عطا کیا گیا ہے اور اسی کا نام تجلی ذاتی ہے ؛

اب جاننا چاہئے کہ احدیت اور واحدیت اور الوہیت میں یہ فرق ہے کہ احدیت میں کوئی چیز اسماؤ صفات سے ظاہر نہیں ہوتی ہے۔ اور یہ اُس کی شان ذاتی میں محض ذات مراد ہے اور واحدیت وہ ہے کہ جس میں اسما و صفات معہ اُن کے مؤثرات کے ظاہر ہوتے ہیں لیکن ذات کے اعتبار سے اُس کے جدا ہونے کے اعتبار سے نہیں ہیں۔ پس ہر چیز میں بعینہ دوسری چیز موجود ہے۔ اور الوہیت وہ ہے کہ جس میں اسماؤ صفات کہ جن کی ہر چیز مستحق ہے۔ اُس میں ظاہر ہوں اور اُس میں یہ بھی ظاہر ہو کہ منعم منتقم کی ضد ہے۔ اور منتقم منعم کی ضد ہے۔ اور اسی طرح باقی اسما و صفات ہیں حتیٰ کہ احدیت بھی ایسی ہی ہے کہ اُن میں الوہیت جس طرح سے کہ احدیت اور واحدیت کا احکام چاہتا ہے ظاہر ہوتے ہیں۔ پس وہ الوہیت کو معہ اُس کے مجلی کے کہ وہ تمام مجالی کے احکام ہیں سب کو شامل ہے اور ہر حقدار کے حق عطا کرنے کا مجلی ہے۔ اور احدیت ایک مجلی ہے کہ اللہ تھا اور کوئی چیز اُس کے ساتھ نہ تھی اور واحدیت اُس کے قول کی ایک مجلی ہے کہ وہ قول یہ ہے کہ اللہ اب بھی اُسی طرح پر ہے جس طرح پر کہ پہلے تھا۔ جیسے کہ خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ہر چیز ہلاک ہونیوالی ہے سوائے اُس کی ذات کے ؛

پس اسی واسطے احدیت واحدیت سے اعلےٰ ہے اس لئے کہ وہ ذات محض ہے اور الوہیت احدیت سے اعلیٰ ہے۔ اس لئے کہ الوہیت نے احدیت کو اُس کا حق عطا کر دیا ہے۔ کیونکہ الوہیت کا حکم یہ ہے کہ ہر حقدار کے حق کو ادی تو الوہیت سب اسماء میں اعلےٰ اور ارفع اور اجمع ہے اور اُس کا افضل احدیت پر ایسا ہے جیسے کہ کل اپنی جزیر افضل ہوتا ہے۔ اور باقی مجالی ذاتیہ پر احدیت کا فضل ایسا ہے جیسا کہ اصل اپنی فرع پر افضل ہوتی ہے۔ اور واحدیت کا فضل باقی تجلیات پر ایسا ہے کہ جمع متفرق ہونے پر افضل ہوتی ہے پس دیکھ کہ یہ معانی تجھ میں کہاں ہیں اور اپنی ذات میں ان کو غور کر ۔ ٥

اجن الثمار فانما۔ عرست لکی تجنیہا	یعنی تمام پھل پک گئے اور تونے یہ درخت اسلئے
ودع التعال بالشوا۔ ھد فھی لا تمتلیہا	بوئے تھے کہ ان سے میوہ چنے اور تو حاضر چیزوں
واشرب من الثغر المدا۔ م محمر فیما فیہا	کے سامنے بہانہ کرنے کو چھوڑ دے کہ وہ تجھکو
وادر کوسك راشدا۔ رغم الذی یطویہا	راستہ پر نہیں ڈالین گے اور شراب پی اور اپنے
ابدت محاسنہا سعا۔ دفلا تکن مخفیہا	پیالہ کو اُس شخص کے خلاف وار کر جو اُس سے
ودع اغتزارك بالسوی۔ لیس السوی یدریہا	علیحدہ ہوتا ہے۔ سعاد نام معشوقہ نے اپنی خوبیوں
وکل اللبابۃ وارم بالقشر الذی یبدیہا	کو ظاہر کیا تو اُن کو مت چھپا۔ اور اپنے فریب دینے
واحذر من الوشی التقیل فانت من تیہا	کو چھوڑ دے کہ تیرے سوا اُس کو کوئی نہیں

جانتا ہے اور ہر مغز اپنے پوست ظاہری میں جو چھپا ہوا ہوتا ہے اور تو ہر جھوٹے دغا باز سے پرہیز کر۔

ساتواں باب

رحمانیت کے بیان میں

پس رحمانیت اسماؤ صفات کی حقیقتوں کے ظاہر ہونے کو کہتے ہیں اور وہ اُس چیز کے درمیان ہیں کہ جو اُسکی ذات میں اسمائے ذاتیہ کی طرح سے مخصوص ہیں اور اس چیز میں کہ جس کی نسبت مخلوقات کی طرف ہی جس طرح کہ عالم اور قادر اور سمیع وغیرہ جن کا تعلق حقایق وجودیہ کے ساتھ ہے۔ پس وہ رحمانیت کے اعتبار سے سب مراتب حقیہ کا نام ہی اور مراتب خلقیہ اُس میں شریک نہیں ہیں پس وہ الوہیت سے اپنے منفرد ہونیکے اعتبار سے جیسے کہ وہ حق سبحانہ تعالےٰ کے ساتھ منفرد ہے اخص ہے۔ اور الوہیت احکام حقیہ اور خلقیہ کی جامع ہے۔ پس عموم الوہیت کے واسطے ہے۔ اور خصوص رحمانیت کے واسطے ہے پس اس اعتبار سے رحمانیت الوہیت سے زیادہ عزیز ہے۔ اس لئے کہ رحمانیت مراتب علیا میں ذات کے ظاہر ہونے سے مراد ہے۔ اور ذات کا مراتب دنیا سے متقدس ہونا مقصود ہے اور ذات کے واسطے اُس کے مظاہر میں مراتب علیا کے ساتھ مخصوص ہونا زیبا نہیں ہے اس لئے کہ سوائے مرتبہ رحمانیہ کے اُس کا جامع کوئی نہیں ہے پس الوہیت کیطرف مرتبہ رحمانیہ

کی نسبت ایسی ہے جیسے مصری کی نسبت گنے کیطرف ہے۔ پس مصری اپنے مرتبہ میں اعلیٰ ہو گنے میں پائی جاتی ہے۔ اور گنے میں مصری اور اس کے سوا اور چیز بھی پائی جاتی ہے۔ پس اگر تو یہ کہے کہ مصری گنے سے افضل ہے۔ تو رحمانیت الوہیت سے افضل ہے۔ اور اگر تو یہ کہے کہ گنا اپنے عموم اور اپنے غیر کو جمع کرنے کی وجہ سے مصری پر فضیلت رکھتا ہے تو رحمانیت الوہیت سے افضل ہے۔ اور مرتبہ رحمانیہ میں اُس کا اسم ظاہر رحمان ہے۔ اور وہ ایک ایسا اسم ہے کہ اپنے اسماء ذاتیہ اور اوصاف نفسیہ کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اور اُس کے اسماء سات ہیں یعنی علم اور قدرت اور ارادہ اور کلام اور حیات اور سمع اور بصر اور اسماء ذاتیہ اُس کے یہ ہیں جیسے احدیت اور واحدیت اور صمدیت اور عظمت اور قدوسیت وغیرہ اور سوائے ذات واجب الوجود کے اُس ملک المعبود کے قدس میں دوسرے کے واسطے نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور اس اسم کے ساتھ اس مرتبہ کا خاص ہونا بسبب اُس کی اُس رحمت کے ہے جو تمام مراتب حقیہ اور خلقیہ کو شامل ہے۔

پس مراتب حقیہ میں اُس کے ظاہر ہونے کی وجہ سے مراتب خلقیہ ظاہر ہو گئے تو حضرت رحمانیہ سے تمام موجودات میں رحمت عامہ شائع ہو گئی۔ پس پہلی رحمت اللہ کا رحم ہے۔ کہ جس سے تمام موجودات پر اُس نے تمام عالم کو بالذات ایجاد کرنے سے رحمت کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ خدا نے تمہارے واسطے تمام آسمانوں اور زمینوں میں جو چیزیں ہیں سب مسخر کر دی ہیں اور اسی واسطے اُس کے ظہور نے تمام موجودات میں سرایت کی۔ پس اُس کا کمال ہر جزا اور ہر ایک فرد میں اجزاے عالم کی فردوں سے ظاہر ہو گیا۔ اور وہ اپنے مظاہر کے متعدد ہونے کی وجہ سے متعدد نہ ہوا بلکہ وہ ان سب مظاہر میں واحد ہے۔ اور جیسا کہ اُس کی ذات کریمہ باعتبار اپنی ذات کے منفرد ہونا چاہتے ہیں احد ہے۔ اور یہ اُس کے صفات کمالیہ سے ہے۔ اور ہر ذرہ میں وجود کے ذرات سے اُس کے ظاہر ہونے کی طرف طائفہ متمیز ہو گیا۔ اور اُس کے وجود سارے کی وجہ سے تمام موجودات میں امتیاز حاصل ہو گیا۔ اور اس سرایت کرنے کا بھید یہ ہے کہ بالذات تمام عالم کو پیدا کیا۔ حالانکہ وہ تجزیہ ہے۔ یعنی ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا نہیں ہے۔ پس ہر چیز تمام عالم سے اُس کے کمال کی وجہ سے ہے۔ اور اُس چیز پر خلقیت کا اسم عاریت کے طور پر ہے۔ نہ ایسا جیسا کہ بعض گمان کرنے والے نے گمان کیا ہے۔ کہ خدا کے اوصاف بندہ پر وہ ہیں کہ جو بطور عاریت ہیں۔ چنانچہ اُس نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے۔ ۵

اعارته طرفا راها به۔ فکان البصیر لها طرفها　　اُس نے بطور عاریت ایک طرف اُس کو

دیکھا۔ پس وہ اُس کی اُس جانب کا دیکھنے والا تھا ✦

پس عاریت سب چیزوں میں سوائے وجود خلقی کی نسبت کے اَور کچھ نہیں ہے۔ اور وجود حقی کے واسطے بیشک ایک اصل ہے۔ پس حقی نے اپنی حقیقتوں کا نام خلقیت رکھا ہے اس لئے کہ اس سے الوہیت کے اسرار اور اُس کے مقتضیات کہ جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ ظاہر ہو جائیں۔ پس گویا کہ حق عالم کا ہیولا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو سوائے حق کے دوسرے کیواسطے نہیں پیدا کیا ہے ✦

پس عالم کی مثال ایسی ہے جیسے برف۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ پانی ہے کہ اس برف کی اصل وہی ہے ✦

پس اس برف کا نام اِس ایک جمی ہوئی چیز پر بطور عاریت کے ہے۔ اور اُس پر حقیقت میں پانی ہونے کا نام ہے اور مَیں نے اس امر پر اپنے قصیدہ میں کہ جس کا نام بوادر الغیبیہ فی النوادر العینیہ ہے۔ مشرح بحث کی ہے۔ اور وہ بہت بڑا قصیدہ ہے کہ زمانہ نے اُس کے حقایق کے نفوش کو بہت کم دیکھا ہے اور اہل دنیا نے اُس کے سمجھنے میں جوانمردی نہیں کی ہے اور اُس میں آگاہ کرنے کی جگہ میرا یہ قول ہے ؎

وما الخلق فی التمثال الا کثلجة وانت بها الماء الذی هو نابع	اَور خلق کی مثال ایسی ہے جیسے برف اور تو اُسکے اُس کیواسطے مثل بہتے ہوئے پانی کے ہے ✦
وما الثلج فی تحقیقنا غیر مائه وغیران فی حکم دعته الشرائع	اَور ہماری تحقیق میں برف سوائے پانی کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور سوائے اس کے کہ شریعت نے جس امر کا حکم دیا ہے اُس کے ہم تابع ہیں ✦
ولکن یذوب الثلج یرفع حکمه ویوضع حکم الماء والامر واقع	اَور لیکن برف پگھلتا ہے تو اُس کا حکم جاتا رہتا ہے اور اُس پر پانی کا حکم لگایا جاتا ہے اور یہ امر واقع میں صحیح ہے ✦
تجمعت الاضداد فی واحد البها وفیه تلاشت وهو عنهن ساطع	مَیں نے سب ضدوں کو ایک ہی جگہ جمع کیا ہے اور اُس میں وہ سب پراگندہ ہو گئیں ہیں۔ حالانکہ وہ اُن سے بلند ہے ✦

پس جاننا چاہئے کہ رحمانیت مظہر اعظم اور مجلیٰ اکمل اور اعم ہے۔ پس اسی واسطے ربوبیت

اُس کا عرش ہے اور ملکیت اُس کی کرسی ہے اور عظمت اُس کا زرف ہے اور قدرت اُس کا گھنٹہ ہے اور قہر اُس کی آواز ہے اور اسم رحمٰن اُس میں معہ اپنی مقتضیات کمال کے جو باعتبار تمام موجودات میں سرایت کرنے اور متمکن ہونے کی وجہ سے ظاہر تھا۔ اور اُس پر اُس کے حکم کا غلبہ تھا۔ اور وہ غلبہ یہ ہے کہ اُس کا قول ہے کہ واستویٰ علی العرش یعنی وہ عرش پر چڑھ گیا۔ اس کے یہ معنی ہیں اس لئے کہ ہر موجود جس میں کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ کی ذات غلبہ کے طور پر پائی جاتی ہے۔ پس ایسے موجود کا نام عرش ہے۔ اور اس نے ظاہر وجہ کے واسطے حق سبحانہ وتعالےٰ کی ذات اُس میں ہے اور عنقریب میں اس کتاب میں اپنے موقع پر عرش کے بیان میں اُس کو پورے طور پر انشاء اللہ تعالےٰ لکھونگا۔ لیکن رحمٰن کے استیلاء یعنی غلبہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ کی ذات قدرت اور علم اور تمام موجودات کو معہ اُس کے وجود کے احاطہ کرنے کی وجہ سے اُس میں متمکن ہونا ہے اس لئے کہ استویٰ یعنی غلبہ کہ جو حلول سے منزہ ہے اور مماست یعنی ایک دوسرے سے ملنا اس سے پاک ہے۔ اس اعتبار سے اُس کے بھی معنی ہیں اور اُس میں حلول اور مماست کیونکر جائز ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ وہ تمام موجودات کا بالذات عین ہے۔ پس اللہ تعالےٰ کا وجود تمام موجودات میں اس اعتبار سے بحیثیت اُس کے اسم رحمٰن کے ہے۔ اس واسطے کہ وہ مخلوق میں ظاہر ہونے کے سبب سے اور اُس کو بالذات پیدا کرنے کی وجہ سے اُس پر رحم کرتا ہے اور اُس میں دونوں امر واقع ہیں ✤

اب جاننا چاہئے کہ خیال جب کسی صورت کو ذہن میں متشکل کرتا ہے تو اُس کا یہ تشکل اور تخیل مخلوق ہوتا ہے۔ خالق ہر مخلوق میں موجود ہے اور تخیل اور تشکل تجھ میں موجود ہے اور تو باعتبار اُس کے وجود کے کہ جو تجھ میں پایا جاتا ہے حق ہے۔ تو تجھ پر حق میں مصور ہونا واجب ہوگیا اور حق اُس میں پایا گیا۔ اور میں نے اس باب میں ایک جلیل القدر بھید پر تنبیہ کی ہے کہ جس سے بہت سے اسرار الٰہیہ معلوم ہوسکتے ہیں۔ جیسے قدر کا بھید اور علم الٰہی کا بھید اور یہ بات کہ اُس کا علم واحد ہے۔ اور حق اور خلق کا معلوم ہونا اور اس بات کا معلوم ہونا کہ قدرت کا منشاء احدیت ہے لیکن مجلیٰ رحمانی اور یہ بات کہ علم کی اصل واحدیت ہے اور وہ مجلیٰ رحمانی ہے اور ان سب باتوں کے بعد چند نکات ہیں کہ ان کمالات میں جن کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پس تو اول باب میں غور کرلے اور چھلکے کو پھینک دے اور مغز کو لے لے اور اللہ صواب کی توفیق دینے والا ہے ✤

فصل۔ پس جاننا چاہئے کہ رحیم اور رحمٰن دونوں اسم رحمت سے مشتق ہیں۔ لیکن رحمٰن عام ہے

اور رحیم خاص ہے۔ پس رحمٰن کا عام ہونا تمام مخلوقات میں اُس کی رحمت عام ہونے کی وجہ سے ہے اور رحیم کا خاص ہونا اہل سعادت کی خصوصیت کی وجہ سے ہے۔ پس رحمٰن کی رحمت نقمت کے ساتھ میں ملی ہوئی ہے۔ جیسے بدمزہ اور بدبودار دوا کا پینا کہ وہ اگرچہ مریض کے ساتھ رحمت ہوتی ہے۔ لیکن اُس میں ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ جس کو طبیعت قبول نہیں کرتی ہے۔ اور رحیم کی رحمت میں کوئی ملاوٹ اور کھٹکا نہیں ہوتا ہے۔ پس وہ محض نعمت ہے اور وہ سوائے اہل سعادت کاملہ کے دوسرے کے پاس نہیں پائی جاتی ہے۔ اور اُس رحمت سے جو اُسکے نام رحیم کے تحت میں ہے۔ وہ رحمۃ اللہ ہے۔ کہ اُس کے صفات اور اسماء کے واسطے اُس کے آثار اور موثرات ظاہر ہونے کی وجہ سے ہے پس رحمٰن میں رحیم ایسا ہے۔ جیسا کہ انسان کے کالبد میں آنکھ ہے۔ کہ ایک اُن دونوں میں سے اخص اور اعزاور رفیع ہے اور دوسرا سب کے واسطے شامل ہے۔ اور اسی واسطے بعض نے کہا ہے۔ کہ رحیم کی رحمت سوائے آخرت کے پورے طور پر دوسری جگہ ظاہر نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ آخرت دنیا سے بہت وسیع ہے اور اس واسطے کہ دنیا میں ہر نعمت کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ کچھ نہ کچھ وہ خراب ہو جائے اور اُس میں کدورت آجائے ✦

پس وہ مجالئ رحمانیہ سے ہے اور ہم نے اِن دونوں رسموں میں اپنی کتاب الکھف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں گفتگو کو بہت وسیع کیا ہے اور مشرح لکھا ہے۔ پس جو شخص اچھی طرح سے ان دونوں کی معرفت حاصل کرنا چاہے وہ اُس کتاب کو دیکھے اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے ✦

آٹھواں باب

ربوبیت کے بیان میں

پس جاننا چاہئے کہ ربوبیت اُس مرتبہ کا نام ہے کہ جو تمام اُن اسماء کو جن کو موجودات چاہتی ہیں اُن کے مقتضی ہو۔ پس اُس کے تحت میں علیم اور سمیع اور بصیر اور قیوم اور مرید اور ملک اور سوائے اسکے تمام اسماء داخل ہیں اس لئے کہ ہر ایک ان اسماء و صفات میں سے اُس چیز کو چاہتا ہے

کہ جس پر وہ اسم واقع ہو سکے ۔ پس علیم معلوم کو چاہتا ہے اور قادر مقدر علیہ کو چاہتا ہے اور مرید مراد کو چاہتا ہے اور اسی طرح اور اسماء ہیں ؛

اب جاننا چاہئے کہ وہ اسماء جو رب کے اسم کے تحت میں ہیں ۔ وہ اس کے اور خلق کے درمیان مشترک ہیں ۔ اور وہ اسماء کہ جو خلق کے ساتھ مخصوص بطور نیابت کے ہیں ۔ پس وہ اسماء اس چیز کے درمیان میں جو اسکے ساتھ مخصوص ہے اور اس چیز کے درمیان ہیں جو مخلوقات کیساتھ ملی ہوئی ہے ۔ مشترک ہیں جیسے اس کا اسم علیم ہے کہ یہ اس کا اسم نفسی ہے کہ وہ اپنے نفس کو بھی جانتا ہے ۔ اور خلق کو بھی جانتا ہے ۔ اور اپنے نفس کو بھی سنتا ہے ۔ اور غیر کو بھی سنتا ہے ۔ اور اپنے نفس کو بھی دیکھتا ہے ۔ اور غیر کو بھی دیکھتا ہے ۔ پس اس قسم کے اسماء خلق میں اور اس میں مشترک ہیں ۔ پس مشترک ہونے سے یہ مراد ہے ۔ کہ اس کے اسم کے واسطے دو وجہ ہیں ۔ ایک وجہ جناب الٰہی کے ساتھ مخصوص ہے ۔ اور ایک وجہ سے مخلوقات کی طرف نظر کرتا ہے ۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ۔ اب رہے وہ اسماء کہ جو خلق کے ساتھ مخصوص ہیں ۔ پس وہ اسمائے فعلیہ کی طرح سے ہیں اور اس کا اسم قادر ہے تو تو یوں کہہ سکتا ہے کہ اس نے موجودات کو پیدا کیا ۔ اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ اپنی ذات کو پیدا کیا ۔ اور یہ کہہ سکتا ہے کہ موجودات کو رزق دیا اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ اپنی ذات کو رزق دیا اور نہ اپنی ذات پر قادر رہا ۔ اگرچہ اس میں تاویل ہو سکتی ہے ۔ پس یہ بات فقط خلق ہی کے ساتھ مخصوص ہے ۔ اس لئے کہ وہ ملک جو اس کا اسم ہے اس کے تحت میں ہے ۔ اور ملک کے واسطے مملکت کا ہونا ضروری ہے ۔ اور ملک اور رب اس کے ان دونوں اسموں میں یہ فرق ہے کہ ملک ایسے مرتبہ کا نام ہے کہ اسماء فعلیہ جس کے تحت میں ہیں اور یہ وہ بات ہے کہ جس کی طرف میں نے خلق کے مخصوص ہونے سے اشارہ کیا ہے اور رب ایسے مرتبہ کا نام ہے ۔ کہ جس کے تحت میں اسماء مشترکہ اور وہ اسماء کہ جو خلق کے ساتھ مخصوص ہیں دونوں میں داخل ہیں ۔ اور رب اور رحمٰن میں یہ فرق ہے کہ رحمٰن ایسے مرتبہ کا نام ہے کہ جو تمام اوصاف علیہ آلہیہ کے ساتھ مخصوص ہو ۔ خواہ ذات اس کے ساتھ منفرد ہو جیسے کہ عظیم اور فرد یا اس میں اشتراک حاصل ہو ۔ جیسے عظیم اور بصیر یا مخلوقات کے ساتھ مخصوص ہو ۔ جیسے خالق اور رازق اور رحمٰن اور اللہ میں یہ فرق ہے کہ اللہ ایسے مرتبہ ذاتیہ کا نام ہے کہ جو علوی اور سفلی تمام موجودات کی حقیقتوں کا جامع ہے ۔ پس اسم رحمٰن اللہ کے اسم کے تحت میں داخل ہے اور اسم رب رحمٰن کے اسم کے تحت میں داخل ہے ۔ اور اسم ملک اسم رب کے احاطہ کے تحت میں داخل ہے ۔ پس ربوبیت عرش ہے یعنی ایک مظہر ہے ۔ کہ جس میں اس کی وجہ سے تمام موجودات

کی طرف رحمن نے نظر کی ہے۔ اور اسی مرتبہ سے خدا کے اور اُس کے بندوں کے درمیان میں نسبت صحیح ہوگئی ہے۔ اور دیکھو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کی طرف کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اُس نے رحم کو پایا۔ رحمن کے حقو سے اور حقو بیچ کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اس لئے کہ ربوبیت کے واسطے رحمانیت بیچ کی جگہ ہے۔ کیونکہ رحمانیت اُس چیز کی جس کے ساتھ تنہا حق ہی جامع ہے اور جس میں خلق شرکت رکھتی ہے اُس کو شامل ہے۔ اور مخلوقات کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس اسماء مشترکہ بیچ میں ہے۔ یعنی وہ سب اسماء ربوبیت کی جگہ ہیں۔ پس رحم حقو رحمن کیساتھ متعلق ہے۔ اس واسطے کہ رب اور مربوب میں اتصال ہے کیونکہ کوئی رب ایسا نہیں ہے جسکے واسطے مربوب نہ ہو اور اس مرتبہ میں خدا کے اور بندوں کے درمیان میں نسبت لازم ہے۔ پس اس تعلق کے واسطے اس حقو پر نظر کر اور اس تعلق کے بھید کو سمجھ۔ پس اللہ سبحانہ وتعالے اس بات سے منزہ ہے کہ اُس کے ساتھ جو چیز کہ منفصل ہے وہ متصل ہو یا جو چیز کہ متصل ہے وہ منفصل ہو۔ پس اب اس کے بعد اُس کی تجلیات کے تنوعات یعنی انواع و اقسام کے سوا اُس چیز میں کہ جس میں اُس کا نام حق رکھتے ہیں۔ یا مخلوقات کی طرف اُس سے کنایہ کرتے ہیں اور کچھ باقی نہ رہا۔ ہ

ما نحن الا انتمو۔ فاربتموا و بنتمو	تم سوائے ہمارے کسی کے قریب نہیں ہو اور
ما فی الوجود سواکم۔ اظہرتم او صنتمو	ہمارے وجود میں سوائے تمہارے اور کچھ نہیں
ہو صورۃ لجمالکو۔ معناہ ھذا انتم	ہے تم ہی اُس میں ظاہر ہو اور تم ہی اُس میں
کان الوجود بکونکو۔ وبکونہ قد کنتم	صنم ہو اور وہی تمہارے جمال کی صورت ہے
وکشفتمو ثوب السوا عن حسنکم فابنتم	اُس کے معنی تم ہی ہو وجود تمہارے ہی ہونے
سمیتم الحسن العزیز بعزکم فاھنتم	کی وجہ سے ہے اور اُس کے ہونے سے تم موجود
قلتم سوانا قسوہ۔ ھلا فنحن النتم	ہو اور تم نے اپنے سوا کے کپڑوں کو اتار ڈالا ہے
دان الخلیقۃ باسمکم۔ وباسم خلق دنتم	اور تم اپنے حسن سے علیحدہ ہوگئے ہو اور تم نے
نوعتم حسن الجما۔ ل وفی الوقا ما خنتم	اپنے حسن عزیز کا نام عزت رکھا ہے پھر اُس کی
فلکم کمال لا یزا۔ ل للہ البریۃ بنتمو	ذلت کرتے ہو۔ تم نے کہا ہے کہ ہمارے سوا

سب چیز بدمزہ دودھ کی طرح ہے۔ خبردار ہو جاؤ کہ ہم ہوشیار ہیں تمہارے نام سے تمام خلق تمہارے نزدیک ہے اور تم خلق کے نام سے اُس کے نزدیک ہو۔ اپنے حسن وجمال میں تم انواع و اقسام سے

ظاہر ہوئے ہو اور تم نے دفا میں کچھ خیانت نہیں کی ہے۔ پس تمہارے واسطے ایسا کمال ہے کہ مخلوق اُس کے ساتھ ہمیشہ قایم رہے گی +

پس اب جاننا چاہئے کہ ربوبیت کے لئے دو تجلی ہیں یعنی ایک تجلّی معنوی اور ایک تجلّی صوری۔ پس تجلیٔ معنوی یہ ہے کہ اُس کے اسماء اور صفات میں انواع کمالات کا اس حیثیت سے کہ جیسا اُس کا قانون تنزیہ چاہتا ہے اُس کا ظاہر ہونا اور تجلیٔ صوری اُس کو کہتے ہیں کہ مخلوقات میں انواع نقص سے جس حیثیت سے کہ مخلوق اُس کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور جس طرح سے کہ قانون خلقی تشریحی اُس کو چاہتا ہے وہ اُس میں ظاہر ہو۔ پس جب حق سبحانہ وتعالےٰ اپنی مخلوقات میں سے کسی مخلوق میں جس حیثیت سے کہ یہ تشبیہی مظہر اُس کو چاہتا ہے ظاہر ہو۔ تو اس بنا پر کہ اُس کے واسطے تنزیہ ہے اور یہ امر ظاہر میں تشبیہ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور باطن میں تنزیہ کے ساتھ ملحق ہے۔ اگر صورت ظاہر ہو گی تو باطن اُس کا مظہر ہے۔ اور اگر باطن ظاہر ہو گا تو صورت اُس کی مظہر ہے اور کبھی ایک حکم دوسرے کے خلاف ہوتا ہے تو دوسرا اُس کے تحت میں چھپ جاتا ہے۔ پس حجاب پر ایک ہونے کا حکم دیا جاتا ہے اس کو خوب سمجھ لے اللہ حق کہتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے +

نواں باب

عماء کے بیان میں

ان العماء هو المحل الاول	عماء پہلا محل ہے کہ اُس آسمان پر حُسن کا آفتاب غروب ہو گیا +
فلك شموس الحسن فيه افل	
هو نفس نفس الله كان له بها	وہ اللہ کے نفس کا نفس ہے جس کی وجہ سے کہ وہ موجود تھا اور نہ نکل سکا پس اب وہ متغیر اور متبدل نہیں ہو سکتا +
كون ولم يخرج فلا يتبدل	
مثل له المثل العلى لكونه	اُس کی مثل بہت بڑی مثل ہے اور وہ ایسا پوشیدہ ہے جیسے کہ آگ پتھر کے نیچے دبی ہوئی ہوتی ہے +
كمون نار قد حواه الجندل	

مهما بدت نار من الاحجار فهي
بحكمها وكمونها لا ترحل
والنار في الاحجار كامنة وان
ظهرت فهذا الحكم لا يتحلل
ولكم رأينا ناظرا هو في عما
عنه تعالى الله لا يتمثل
هو حيرة الالباب في دهشاتها
عنها فتلك لها عماء يهمل
هو نفسه لا باعتبار ظلامها
بل باعتبار ضيائها اذ يعقل
من غيرها احدية مجهولة
او واحدية كثرة لا تجهل
لطفت فغابت في لطيفة ذاتها
فكونها فيه العماء الاول

جبکہ آگ پتھر کے نیچے سے ظاہر ہو جائے تو وہ اپنے
پوشیدہ رہنے کی وجہ سے بجھ نہیں سکتی ؛
اور آگ پتھر کے نیچے دبی ہوئی ہے اگرچہ وہ ظاہر ہو جائے
پس یہ حکم اس پر سے مٹ نہیں سکتا ؛
اور تم کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ عماء کی حالت میں ہے
اور وہ اللہ تعالےٰ کی صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا
عقلا کے واسطے وہ حیرت کی جگہ ہے پس یہ اس کے
واسطے ایک عماء ہے کہ بیکار کرتا ہے ؛
اور وہ اس کی ذات ہے مگر تاریکی کی اعتبار سے نہیں ہے
بلکہ اس کی روشنی کے اعتبار سے ہے جبکہ وہ سمجھے
بغیر اس بات کے کہ اس کی احدیت یا واحدیت مجہول
ہے اور کثرت نا معلوم ہے ؛
تو نے باریک بینی کی اور تو اس کے لطیفۂ ذات میں
غائب ہو گیا۔ پس اس کی ذات کا پوشیدہ ہونا عماء

اول ہے ؛

اب جاننا چاہیئے کہ عماء ان حقیقتوں میں سے کہ جو حقیت اور خلقیت کے ساتھ موصوف نہیں ہیں ایک حقیقت کا نام ہے پس وہ ایک ذات محض ہے۔ اس لیئے کہ وہ کسی مرتبہ حقیہ اور خلقیہ کی طرف منسوب نہیں ہے۔ پس اپنے منسوب نہ ہونے کی وجہ سے کسی اسم اور وصف کے مقتضی نہیں ہے۔ اور یہی معنی ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ عماء ایک ایسی چیز ہے کہ نہ اس کے اوپر ہوا ہے اور نہ اس کے نیچے ہوا ہے۔ یعنی نہ حق ہے اور نہ خلق ہے۔ پس عماء احدیت کے مقابل ہو گیا۔ جیسے کہ احدیت میں اسماء اور صفات مضمحل ہیں اور کسی چیز کا اس میں ظہور نہیں ہے اسی طرح سے عماء میں کسی چیز کا فعل اور ظہور نہیں ہے اور عماء اور احدیت میں یہ فرق ہے کہ احدیت ذات کا حکم ذات میں ہے اس اعتبار سے کہ وہ برتر ہے اور وہ ظہور ذاتی۔ احدی ہی ہے اور عماء ذات کا حکم اطلاق کے موافق ہے۔ پس اس سے برتری اور قربت اور نزدیکی سمجھی نہیں جاتی۔ اور وہ بطون ذاتی عمائی ہے۔ پس وہ احدیت کے مقابل ہے

اور تجلی کے اعتبار سے یہ ذات صرف ہے اور یہ ذات کی صرافت اس اعتبار سے ہے کہ وہ پوشیدہ ہے۔ پس خدا تعالےٰ اس بات سے منزہ ہے کہ وہ بالذات تجلی سے پوشیدہ ہو یا بالذات اپنے پوشیدہ ہونے سے ظاہر ہو اور وہ اس حیثیت سے ہے کہ تجلی اور پوشیدگی کو اور بطون اور ظہور اور شؤن اور نسبتوں اور اعتبارات اور اضافات اور اسماؤ صفات کو چاہتی ہے اور متغیر اور متحول نہیں ہوتی۔ اور کسی چیز سے مشابہت نہیں رکھتی کہ دوسری چیز کو چھوڑدے اور نہ کسی چیز کو جدا کرتی ہے کہ اپنے سوا کو پکڑلے بلکہ اُس کی ذات کا حکم جس حیثیت سے کہ وہ ہے اُس کے ساتھ ہے اور جیسا کہ وہ تھا سوائے اُس کے دوسری صورت پر نہیں ہو سکتا۔ پس اللہ کی خلق میں اور خلق سے مراد وصف ہے کہ جس پر وہ قایم ہے۔ یعنی اُس وصف میں تبدیل اور تغیر واقع نہیں ہو سکتے۔ اور یہ تغیرات اور تحویلات صرف صورتوں اور نسبتوں اور اضافتوں اور اعتبارات وغیرہ میں ہیں۔ اور یہ اعتبار سے ہیں کہ وہ ہر تجلی اور ظاہر ہوا۔ اور وہ بالذات اس حیثیت سے ہے کہ جیسا پہلے اپنی تجلی سے تھا اور اس کے بعد اُس کی ذات سوائے اُس تجلی کے جس کے ساتھ وہ ظاہر ہے۔ دوسری چیز کو نہیں قبول کرتی ہے۔ پس اُس کے واسطے سوائے تجلی واحد کے اور کچھ نہیں ہے اور تجلی واحد کا نام واحد ہی ہے۔ اور اسم واحد کے واسطے وصف بھی واحد ہی ہوتا ہے اور ان سب کے واسطے سوائے واحد کے متعدد نہیں ہے پس وہ ازل میں بالذات ایسا مجلی تھا جیسا کہ وہ ابد میں تجلی ہے۔ ۵

علی العهد من تلك المعاهد زينب وما غيرتها الحادثات فتحجب	اُن عہدوں میں سے کسی عہد پر قایم رہ اور اُن کو زمانہ کے حادثات نے ایسا نہیں متغیر کیا ہے جن سے تو پوشیدہ ہو جائے ✦
لقد حفظت تلك العهود ولم تكن تضيع عهدا بالمحصب زينب	تو نے ان عہدوں کی حفاظت کی ہے حالانکہ تو ایسا نہیں ہے کہ جو عہد کو ضائع کرتا اور اس پر قایم نہ رہتا ✦
فان نقلت عنها الوشاة تجنبا فمن اجل ما تهوى الوشاة التجنب	پس اگر جھوٹے آدمیوں نے اُس سے علیحدگی خیتار کی تو تو اسی وجہ سے جھوٹے آدمیوں میں سے نہیں ملنا چاہتا ہے ✦
وان ارعدوا فيها بصد وهجرة	اور اگر وہ اُس میں جدائی اور بغض رکھنے کی وجہ سے

فبرق الوفا فی وابل اللطف خلب	رعد کی طرح ہیں پس وفا تجلی ہے کہ الحف کے بادل میں مینہ کا پانی بھرا ہوا ہے ✽
خذوا یا نداما کوس رضا بھا	اے ہمنشینوں اُس کے لعاب دہن سے پیالے لو
فکف ید الندمان فیما مخضب	اور اُس میں اپنے ہاتھوں کو رنگو ✽
ولا تاملوا منہا اعتناقا وسلمۃ	اور اُس سے گردن میں ہاتھ ڈالنے کی اور سلامت
فلیس الی الشمس الخفافیش تقرب	رہنے کی امید نہ رکھو اس لئے کہ چمگادڑ آفتاب کے قریب نہیں ہوتی ہے ✽
فما اسفرت عنہ لکم فبعطفہا	پس جو چیز کہ تمہارے واسطے اُس سے روشن ہوتی ہے
ومن رحمۃ للصب لا تتجب	وہ اُس کی مہربانی سے ہے اور عاشق کیواسطے رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے ✽
ولیس علی التحقیق کفاء جمالھا	اور حقیقت میں اُس کے جمال کے واسطے سوائے
سواھا فایاکم وعنقاء مغرب	اُس کے کوئی پردہ نہیں ہے ۔ پس تم اپنی ذاتوں کو عنقائے مغرب سے بچاؤ ✽

اور یہ تجلئ واحد ایسی چیز ہے کہ اُس پر غیر تجلّی نہیں ہو سکتا ۔ پس اُس میں خلق کے واسطے ہرگز کوئی حصہ نہیں ہے ۔ اس لئے کہ یہ تجلّی اعتبار اور انقسام اور اضافت اور اوصاف اور کسی چیز کو قبول نہیں کرتی ہے ۔ اور جبکہ خلق کے واسطے اس میں ایک نسبت ہے تو وہ ایک اعتبار یا نسبت یا وصف یا اور کسی چیز کی محتاج ہے ۔ اور یہ سب باتیں اس تجلی کے حکم سے نہیں ہیں کہ جو اُس کی ذات میں ازل سے ابد تک ہیں اور اُن تجلیات آلہیہ کے مقابل ہیں خواہ ذاتی ہوں خواہ فعلی خواہ صفاتی ہوں خواہ اسمی ہوں ۔ اس لئے کہ اگرچہ اُس کے واسطے کوئی حقیقت ہے لیکن وہ جس حیثیت سے کہ اپنے ظہور اور تجلّی کو اپنے بندوں پر چاہتا ہے ظاہر ہوتا ہے ۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ یہ تجلئ ذاتی کہ جس پر وہ ہے تمام انواع تجلیات کی جامع ہے اور اُس کو اس تجلی میں ہونا کوئی چیز منع نہیں کرتی ۔ کہ وہ دوسری تجلّی میں متجلّی نہ ہو سکے ۔ لیکن دوسری تجلیات کا حکم اُس کے تحت میں ہے ۔ جیسے کہ ستاروں کا حکم آفتاب کے تحت میں ہے ۔ کہ کبھی موجود ہوتے ہیں اور کبھی معدوم ہوتے ہیں ۔ علاوہ اس بات کے ایک یہ بات بھی ہے کہ ستاروں کا نور آفتاب کے نور سے ہے ۔ اُسی طرح باقی تجلیات آلہی اسی تجلی کے آسمان سے ایک رشح

یعنی چمک ہیں یا اُس کے دریا سے ایک قطرہ ہیں۔ اور وہ اپنے وجود کی حیثیت سے اس بادشاہ کے ظہور میں معدوم ہیں۔ اور یہ تجلی ذاتی کہ جس پر بالذات اُس کے علم کی حیثیت سے اثر پڑا ہوا ہے وہ مستحق اُس کے معدوم کرنے کی ہے۔ اور باقی تجلیات بالذات بحیثیت اُس کے علم تمیز کی اُس کی مستحق ہے۔ پس اس کو خوب سمجھ لے ❖

بیان کا گھوڑا اس تبیان کے میدان میں یہاں تک دوڑا کہ وہ ابدی ہے۔ اور اُس کا حکم ہمیشہ ظاہر نہیں ہوگا۔ اب ہم اس برہان میں اس گھوڑے کی باگ کو روکتے ہیں۔ اور زبان کو اُس چیز میں کہ جس کا بیان ہو رہا تھا جولان کرتے ہیں ❖

پس ہم کہتے ہیں کہ ہم یہ بات تجھکو بتلا چکے کہ عماء نفس ذات ہے۔ باعتبار بطون اور استتار میں مطلق ہونے کے اور احدیت وہ بالذات ہے باعتبار علو کے ظہور میں معہ اس بات کے کہ عتبارات کا ساقط کرنا اُس میں واجب ہے۔ اور یہ جو میرا قول ہے کہ باعتبار ظہور اور باعتبار استتار کے اس کے معنی سننے والے کی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ یہ اعتبار بطون عماء کے حکم سے نہیں ہے اور یا اعتبار ظہور احدیت کے حکم سے نہیں ہے ❖

اب جاننا چاہئے کہ تو اپنے نفس میں ہے اور خدا کے واسطے وہ عماء جو تجھ سے ہے اُس میں مثل اعلیٰ ہے۔ جب ہم نے تیرے ظاہر نہ ہونے کا مطلقاً تجھ سے اعتبار کیا تو تو نہیں ہے۔ اگرچہ تو اُس چیز کو جانتا ہے کہ جو تجھ پر ہے اور تیرے ساتھ ہے۔ لیکن اس اعتبار سے عماء میں تو ایک ذات ہے۔ دیکھو۔ اس اعتبار سے کہ حق سبحانہ وتعالےٰ تیری عین اور تیری ہویت ہے۔ اور تو اُس چیز سے کہ جس کے ساتھ تو ہے اُس کی حقیقت سے غفلت کرتا ہے۔ پس اس اعتبار سے تجھ سے وہ عماء میں ہے۔ اور تو اپنے حق کی حیثیت سے اپنے آپ میں حجاب میں نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ حق کا حکم یہ ہے کہ اپنی ذات میں حجاب میں نہ ہو سکے۔ پس تو بالذات ظاہر ہے اس لئے کہ تو عماء کی حیثیت سے حق ہے اور عماء تیری حقیقت سے تیرا استتار یعنی پوشیدگی ہے۔ اس واسطے کہ وہ خلق ہے۔ پس تو اپنے نفس کے واسطے ظاہر ہے اور اپنے سے باطل ہے۔ اور یہ ایک قسم کی مثل ہے کہ جو آدمیوں کے سامنے ہم بیان کرتے ہیں اور سوائے عالموں کے اس کو کوئی دوسرا نہیں جان سکتا ہے اور اسی لیے جب رسول اللہ صلے اللہ سے سوال کیا گیا تھا کہ اللہ تعالےٰ خلق کے پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھا تو آپ نے جواب دیا تھا کہ فی عماءٍ یعنی عماء میں تھا جس کے معنی بیان ہو چکے۔ اس لئے کہ تجلی بالذات کے واسطے یہ بات ضروری ہے کہ بحیثیت اُس کے

اسم کے اُس سے پہلے استتار کی مقتضی ہو اور اس قبلیت کا نام قبلیت حکم ہے اور قبلیت توقیت نہیں ہے۔ یعنی اُس میں کوئی تخصیص اور خصوصیت نہیں ہے۔ اس واسطے کہ اللہ سبحانہ وتعالے اس بات سے کہ اُس میں اور اُس کی خلق میں اُس کے ساتھ کوئی توقیت یا انفصال یا انفکاک یا اتصال یا تلازم ہو منزہ ہے۔ کیونکہ وقت اور انفصال اور انفکاک اور تلازم یہ سب اُس کی مخلوقات ہیں۔ پس اُس میں اور اُس کی مخلوقات میں دوسری مخلوقات کیسے شامل ہو سکتی ہیں۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوگا تو تسلسل اور دور لازم آئیگا۔ اور یہ دونوں محال ہیں۔ پس اس کی قبلیت اور بعدیت اور اولیت اور آخریت کے واسطے حکم اور اعتبار رہنا ضروری ہے اور وہ محض اضافات اور محلات ہیں نہ وہ زمانی ہے اور نہ مکانی ہے۔ بلکہ جیسا سزاوار ہے ویسا ہی ہے۔ پس وہ خلق کے پیدا کرنے سے پہلے عماء میں تھا اور اُس کے پیدا کرنے کے بعد بھی ویسا ہی ہے۔ جیساکہ پہلے تھا۔ پس اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ عماء سے وہ حکم سابق جو ذات کیطرف عدم اعتبارات اور خلق کے پیدا کرنے سے منسوب ہے مراد ہے اور وہ ظہور کو چاہتا ہے۔ اور ظہور اُس حکم لاحق کو کہتے ہیں جو بالذات معہ وجود اعتبارات کے ہو۔ پس اس سبقیت کا نام قبلیت ہے اور اس لاحق ہونے کو بعدیت کہتے ہیں اور کوئی قبل و بعد نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہی قبل ہے اور وہی بعد ہے اور وہی اول ہے۔ اور وہی آخر ہے۔ اور عجیب تر یہ بات ہے کہ اُس کا ظاہر ہونا عین بطون ہے۔ مگر کسی اعتبار اور کسی نسبت اور کسی جہت سے نہیں ہے بلکہ اس کا عین اُس کا عین ہے۔ پس اُس کی اولیت اُس کی آخریت کی عین ہے اور اُسکی قبلیت اُس کی بعدیت کی عین ہے۔ اور عقول اس میں متحیر ہیں اور اُسکی عظمت کے قریب پہنچنا محال ہے اور کوئی مفہوم ایسا نہیں ہے کہ جو اُس کو متصور کرے اور نہ کوئی ایسا معقول ہے کہ جو اُس کو متشکل کر سکے ❖

دسواں باب

تنزیہ کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ تنزیہ قدیم کے منفرد ہونے سے مراد ہے معہ اُس کے اوصاف اور اسماء

اور ذوات کے جیسا کہ وہ بالذات اپنے نفس کے واسطے بطور اصالت اور علو کے اُس کا مستحق ہے۔ اور نہ اس اعتبار سے کہ محدث اُس کا مماثل یا مشابہ ہے۔ پس حق سبحانہ وتعالے اس سے منفرد ہے۔ اور ہمارے قبضہ میں تنزیہ سے سوائے تنزیہ محدث کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور تنزیہ قدیم بھی اُس کے ساتھ ملحق ہے۔ اس لئے کہ تنزیہ محدث وہ ہے کہ جس کے مقابلہ میں اُس کی جنس سے کوئی نسبت ہو۔ اور تنزیہ قدیم کے مقابلہ میں اُس کی جنس سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ کیونکہ حق ضد کو نہیں قبول کرتا ہے۔ اور نہ اُس کو جانتا ہے کہ اُس کی تنزیہ کیسی ہے۔ پس اسی واسطے ہم کہتے ہیں کہ تنزیہ سے اُس کا پاک کرنا ہے۔ پس اُس کی تنزیہ اپنے نفس کے واسطے اُس کا غیر اُس کو نہیں جانتا ہے۔ اور وہ سوائے تنزیہ محدث کے کچھ نہیں جانتا ہے۔ اس لئے کہ اُس کا اعتبار ہمارے نزدیک ایک چیز کو ایسے حکم سے کہ جس کی نسبت اُس کیطرف ممکن تھی خالی کرتا ہے پس وہ اس سے منزہ ہے۔ پس حق کے واسطے ایسی تشبیہ ذاتی نہیں تھی کہ جس سے وہ تنزیہ کا مستحق ہو اس لئے کہ اُس کی ذات اپنے نفس میں جیسا کہ اُس کی کبریائی اُس کو چاہتی ہے منزہ ہے۔ پس جس اعتبار پر کہ اور جس مجلی میں کہ ظاہر ہو خواہ وہ تشبیہی ہو۔ جیسے اُس کا قول یہ ہے کہ میں نے اپنے رب کو جوان امرد کی صورت میں دیکھا۔ خواہ تنزیہی ہو۔ جیسے اُس کا یہ قول ہے کہ میں اُس کو نورانی دیکھتا ہوں۔ پس تنزیہ ذاتی کے واسطے ایک حکم لازم ہے۔ جیسے کہ موصوف کیواسطے صفت لازم ہوتی ہے۔ اور وہ ایسے مجلی سے ہے۔ اس بناء پر کہ وہ بالذات اپنی ذات کے واسطے تنزیہ قدیم کے سبب سے ہے۔ جس کو کہ اُس کا غیر نہیں ہے جانتا ہے۔ اور اُس کا کوئی آلہ نہیں ہے۔ پس وہ اپنے اسماؤ صفات اور ذات اور مظاہر اور تجلیات میں قدیم ہونے کی وجہ سے منفرد ہے اور ہر چیز سے کہ جو حدوث کیطرف منسوب ہے انفراد کو چاہتا ہے۔ اگرچہ وہ کسی طریقہ سے ہو۔ پس اُس کی تنزیہ خلق کی تنزیہ کی طرح نہیں ہے۔ اور نہ اُس کی تشبیہ اُس کی تشبیہ کی طرح ہے۔ وہ ان سب باتوں سے منزہ اور منفرد ہے۔ لیکن جو شخص یہ کہتا ہے کہ تنزیہ تیرے محل کے پاک کرنے کی طرف راجع ہے نہ حق کیطرف ہے۔ پس اُس شخص کی اس تنزیہ خلقی سے کہ جسکے مقابلہ میں تشبیہ ہے مراد عام ہے۔ اس واسطے کہ بندہ جب اوصاف حق میں سے کسی وصف کے ساتھ موصوف ہوتا ہے اور اُس سبحانہ وتعالے کے صفات میں سے کوئی صفت اُس میں پائی جاتی ہے تو اُس کا محل پاک ہوجاتا ہے۔ اور وہ اُن محدثات کے نقائص سے جو تنزیہ الٰہی کے ساتھ ہیں خالص ہوجاتا ہے۔ پس یہ تنزیہ اُس کی طرف رجوع ہوتی ہے۔ اور حق باقی رہ جاتا ہے جیسا کہ وہ پہلے تھا اور

وہ تنزیہ کہ جس میں دوسرا شریک نہیں ہے اُس کی طرف راجع ہوتی ہے۔ پس خلق کے واسطے اُس میں کوئی مجال نہیں ہے۔ یعنی مخلوق کی وجہ کے واسطے اس تنزیہ سے کوئی چیز حاصل نہیں ہے بلکہ تنہا حق کی وجہ کے واسطے ہے جیساکہ اُس کا وہ خود مستحق ہے۔ پس اس کو جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے سمجھ لے +

اور جاننا چاہیئے کہ میں نے جب اپنی اس کتاب میں یا اپنی تالیفات سے کسی دوسری تالیف میں یہ ذکر کیا ہے کہ یہ امر حق کے واسطے ہے اور مخلوق کے واسطے اُس میں کوئی حصہ نہیں ہے یا یہ بات خلق کے ساتھ مخصوص ہے اور حق کی طرف منسوب نہیں ہے۔ تو اس سے میری یہ مراد ہے کہ وہ ذات کے اس اسم کے مسمّیٰ کے واسطے وجہ ہے اور نہ یہ کہ ذات کے واسطے وہ نہیں ہے۔ پس اس کو سمجھ اس واسطے کہ یہ امر اس بات پر مبنی ہے کہ ذات حق اور خلق دونوں وجہوں کی جامع ہے۔ پس حق کے واسطے اُس سے وہ چیز ہے کہ جس کا وہ مستحق ہے اور خلق کے واسطے اُس سے وہ چیز ہے کہ جس کی خلق مستحق ہے۔ اس بناء پر کہ ہر وجہ کا اپنے مرتبہ میں باقی رہنا اُس چیز سے ہوا کرتا ہے کہ جس کی ذات مقتضی ہے کہ بغیر اس کے کہ کوئی چیز اُس کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ پس جب دونوں وجہوں میں سے ایک وجہ دوسری میں ظاہر ہوگی تو دونوں حکموں میں سے ہر ایک دوسری میں موجود ہوگا۔ اور عنقریب اس کا بیان باب التشبیہ میں آئیگا انشاء اللہ تعالےٰ +

یا جوهرا قامت به عرضان	اے جوہر جس کے ساتھ دونوں عرض قایم ہیں اور اے
یا واحدا فی حکمه اثنان	واحد کہ تو اپنے حکم دو ہے +
جمعت محاسنك العلیٰ فتوحدت	میں نے تیری خوبیوں کو جمع کیا پس تو واحد نکلا تیرے
لك باختلاف فیهما ضدان	واسطے اُن دونوں میں اختلاف سے دو ضدیں ہیں +
ما انت الا واحد الحسن الذی	تو واحد ہے اپنے حسن میں تیرا کمال تمام کو پہنچ گیا ہے
تم الکمال له بلا نقصان	بلا نقصان کے +
فلان بطنت وان ظهرت فانت فی	خواہ تو باطن ہو خواہ ظاہر ہو اپنے علو میں تو مستحق سبحانی
ما تستحق من العلا السبحانی	کہنے کا ہے +
متنزها متقدسا متعالیا	متنزہ ہے متقدس ہے متعالی ہے حدوث سے
فی عزة الجبروت عن حدثان	اپنی عزت جبروت میں +

لم یدرك المخلوق الا مثله والحق متنزه عن الاکوان	مخلوق نے اُس کی مثل کو نہیں پایا اور اللہ اپنی امثال اور نظائر سے متنزہ ہے ۔

گیارھواں باب

تشبیہ کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ تشبیہ آلہی جمال کی صورت سے مراد ہے اس لئے کہ جمال آلہی کے کئی معنی ہیں اور وہ اسماء اور اوصاف آلہیہ ہیں ۔ اور اُس کی کئی صورتیں ہیں ۔ اور وہ ان معانی کے تجلیات ہیں کہ جو اُس پر محسوس یا معقول سے واقع ہوتی رہتی ہیں ۔ پس محسوس کی مثال ایسی ہے جیسے اُس کا یہ قول ہے کہ مَیں نے اپنے رَبّ کو جوان مرد کی صورت میں دیکھا اور معقول کی مثال یہ ہے ۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ مَیں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں ۔ جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان کرتا ہے اور تشبیہ سے یہی صورت مراد ہے ۔ اور اس میں شک نہیں ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالےٰ اپنے جمال کی صورت کے ظاہر ہونے میں اُسی طرح سے باقی ہے جس طرح سے کہ اُس کی تنزیہ اُس کے باقی رکھنے کی مستحق ہے ۔ پس جیسا کہ تو نے جناب آلہی کی تنزیہ کے حق کو عطا کیا ہے ۔ اسی طرح سے تشبیہ آلہی کے حق کو عطا کر ۔

اب جاننا چاہئے کہ اللہ کے حق میں تشبیہ ایک حکم ہے ۔ برخلاف تنزیہ کے کہ وہ اُسکے حق میں ایک امر معینی ہے اور یہ بات سوائے اہل اللہ کے دوسرا شخص نہیں جانتا ہے اور دوسرے عارفین اُس کا ادراک سوائے ایمان اور تقلید کے کسی طور پر نہیں کر سکتے ہیں ۔ جیسا کہ اُس کے حُسن و جمال کی صورتیں اس کے مقتضی ہیں ۔ کیونکہ ہر صورت موجودات کی صورتوں میں سے اُس کے حُسن کی ایک صورت ہے ۔ پس جب کوئی صورت بطور تشبیہ کے سامنے ہوگی اور کوئی چیز تنزیہ سے موجود نہ ہوگی تو گویا حق سبحانہ و تعالےٰ معہ اپنے حُسن و جمال کے تیرے سامنے موجود ہو گیا ۔ اور اُس کے موجود ہونے کی وجہ واحد ہے اور اگر تیرے سامنے کوئی صورت تشبیہ آ سے اور اُس میں تو تنزیہ آلہی کو سمجھے تو گویا اُس کا جمال و جلال تشبیہ اور تنزیہ دونوں وجہوں میں ظاہر ہو گیا اور مصداق فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ یعنی جس طرف تم منہ پھیرو اُسی طرف

خدا کی ذات ہے آگاہ ہوگیا۔ پس اب خواہ تو اُس کی تنزیہ کر خواہ تو اُس کی تشبیہ کر ہر حال میں تو اُس کی تجلیات میں غرق ہے اُس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تو اور جو چیز تجھ پر ہے وہ تیرے حال اور عمل اور معنی کی ہویت ہے اور اُس کے جمال کی صورت ہے۔ پس اگر تو تشبیہ خلقی کے موافق باقی رہتا تو تو اُس کے حسن کی صورت کا مشاہدہ کرتا۔ اور اگر تجھ پر عین تنزیہ کہ جو تجھ میں موجود ہے بیتری تشبیہ پر ظاہر ہو جائے تب تو اُس کے حسن اور جمال اور معنی کی صورت ہے اور اگر تو تشبیہ اور تنزیہ کے ماسوا سے جو تجھ میں ہے اُس کا حصول چاہے تب تو تنزیہ اور تشبیہ کے سوا کوئی دوسری چیز ہے اور اسی کا نام ذات ہے۔ پس اپنے نفس کے واسطے خواہش میں اُس چیز کو اختیار کر جو پسندیدہ ہے +

اور جاننا چاہئے کہ حق کے واسطے دو تشبیہیں ہیں ایک تشبیہ ذاتی اور وہ وہ چیز ہے۔ کہ موجودات محسوسات کی صورتیں یا جو چیزیں کہ خیال میں محسوسات کے مشابہ ہیں اُس میں ہوں اور ایک تشبیہ وصفی۔ اور وہ یہ ہے کہ معانئ اسمائیہ کی صورتیں کہ جو خیال میں محسوس کے مشابہ ہیں اُس سے منزّہ ہوا اور یہ صورت صرف ذہن میں آتی ہے۔ اور جس میں متکیف نہیں ہوتی پس جب وہ متکیف ہوتی ہے۔ تو تشبیہ ذاتی کے ساتھ لاحق ہوتی ہے اس لئے کہ تکیف کمال تشبیہ سے ہے اور کمال ذات کے ساتھ بہتر ہے۔ پس اب تشبیہ وصفی باقی رہ گئی۔ اور اس میں کسی طرح سے تکیف ممکن نہیں ہے۔ اور نہ کوئی اس کی ضرب المثل ہے۔ دیکھو حق سبحانہ وتعالےٰ نے اپنے نور ذاتی کی کیسے مثل بیان کی ہے کہ اُس کا نور ایسا ہے جیسے کہ ایک طاق میں چراغ ہو اور وہ چراغ شیشہ کے اندر ہو اور انسان اسی تشبیہ ذاتی کی صورت ہے اس لئے کہ طاق سے اُس کا سینہ مراد ہے اور شیشہ سے اُس کا قلب مراد ہے اور چراغ سے اُس کا بھید اور شجرۂ مبارکہ سے ایمان بالغیب اور وہ حق کا خلق کی صورت میں ظاہر ہونا ہے اور ایمان سے مراد ایمان بالغیب ہے۔ اور زیتونہ سے وہ حقیقت مطلقہ مراد ہے کہ جس کو ہم منکل الوجوہ حق نہیں کہتے ہیں۔ اور نہ منکل الوجوہ خلق ہے اور شجرۂ ایمانیہ نہ شرقی ہے کہ جس سے تنزیہ مطلق واجب ہو اور تشبیہ کی نفی کرے۔ اور نہ غربیہ ہے کہ جس کو ہم تشبیہ مطلق کہیں اور تنزیہ کی نفی کریں۔ پس وہ تشبیہ کے پوست اور تنزیہ کے مغز کے درمیان میں ہے۔ اور اس وقت اُس کا روغن زیتون کہ جس کو یقین کہتے ہیں روشن ہونے کے ہے۔ پس اپنے نور سے اُس کی ظلمت کو دور کر دیگا اگرچہ اسکو اُس معائنہ کی آگ جس کو نور عیانی کہتے ہیں نہ لگے۔ اور وہ تشبیہ کا نور نور ایمانی پر غالب ہے اور اسی کا

نام نور تنزیہ ہے۔ پس اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور وہ مثلوں کو بیان کرتا ہے۔ اور وہی ہر چیز کو جانتا ہے۔ وہ تشبیہ تشبیہ ذاتی ہے۔ اور وہ اگرچہ ایک قسم کی ضرب المثل سے ظاہر ہے۔ لیکن یہ مثل اُس کے حسن کی ایک صورت ہے۔ جیسے کہ دودھ کی صورت میں عالم مثال میں ایک علم ظاہر ہوا۔ پس یہ دودھ کی صورت علم کے معنی کی صورتوں میں سے ایک خاص صورت ہے۔ پس ہر مثل کہ جس میں ممثل بہ کی صورت ظاہر ہو تو وہ مثل ممثل بہ کی خاص صورتوں میں سے ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ وہ اُسی کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے اور وہ اُسی پر محمول ہوتی ہے۔ پس مشکوٰۃ یعنی طاق اور مصباح یعنی چراغ اور زجاجہ یعنی شیشہ اور شجرہ یعنی درخت اور زیت یعنی روغن زیتون نہ شرقی نہ غربی اور اضاءت یعنی روشن کرنا اور نار یعنی آگ اور نور وہ کہ جس کی نسبت نورٌ علےٰ نور کہا گیا ہے۔ یہ سب اپنے مفہومات سے ظاہر کے اعتبار سے جمال آلہی کی ذاتی صورتیں ہیں۔ اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے اور یہی اُس کے جمال کے معنی ہیں اس لئے کہ علم کسی چیز کے جاننے والے میں پوشیدہ ہوا کرتا ہے پس اسکو خوب سمجھ لے اور اللہ حق کہتا ہے اور وہ اُس کو خوب جانتا ہے *

بارھواں باب

افعال کی تجلّی کے بیان میں

پس جاننا چاہیئے کہ حق سبحانہ وتعالےٰ کے اپنے افعال میں تجلی کے یہ معنی ہیں کہ بندہ ایک مشہد میں یعنی خدا کے ظہور کی جگہ میں جس کو کہ شہود کا مرتبہ کہتے ہیں سب چیزوں میں قدرت کے جاری ہونے کو دیکھتا ہے۔ پس اُس کو حق سبحانہ وتعالےٰ معہ اپنے محرک اور مسکن کے موجود ہو جاتا ہے۔ اور اس مشہد میں بندہ سے حق اور عبد کے واسطے فعل کی نفی کرتا ہے اور حول اور حول اور قوۃ اور ارادہ کو سلب کرتا ہے اور اس مقام میں کئی آدمی ہوتے ہیں بعضوں کو اس مشہد میں حق کا ارادہ پہلے ظاہر ہوتا ہے پھر اُس کا فعل ظاہر ہوتا ہے۔ پس بندہ سے اس مشہد میں حول اور فعل اور ارادہ سب سلب ہو جاتا ہے اور یہ سب سے اعلےٰ تجلیات افعال کے مشاہدے ہے اور بعضوں کو ارادہ حق ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن مخلوقات میں اُس کے صرف تصرفات

ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر اُس کی قدرت کے تحت میں رہتا ہے اور بعضوں کو فعل صادر ہونے کے وقت مخلوق کا کوئی امر معلوم ہوتا ہے تو وہ حق کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بعضوں کو مخلوق کا فعل صادر ہونے کے بعد یہ بات میسّر ہوتی ہے۔ لیکن اس مرتبہ والے کا جب اُس کے غیر میں یہ شہود ہوتا ہے۔ تو اُس کے واسطے یہ زیبا ہے اور لیکن جب یہ شہود بالذات ہو تو اُس کے واسطے یہ زیبا نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ ظاہر سنت کی موافقت کرے اور برخلاف اُس شخص کے کہ جس کو ارادہ حق پہلے ظاہر ہو۔ پھر حق کے تصرف کا فعل کے صادر ہونے سے پہلے یا اُس کے بعد شہود ہو تو اُس کے واسطے یہ مشہد ہم تسلیم کرتے ہیں اور ہم اُس کے واسطے ظاہر شریعت کے طالب ہیں اگر وہ صادق ہے تو اُس کے اور خدا کے درمیان میں خلوص ہے اور میرے ان دونوں قولوں کا فائدہ یہ ہے کہ ہم اُس کے واسطے مشہد تسلیم کرتے ہیں۔ اور اُس پہلے کے واسطے کہ جس کے لئے فعل صادر ہونے کے بعد قدرت جاری ہوتی ہے۔ نہیں تسلیم کرتے۔ اس بناء پر ہے کہ اُن دونوں میں سے کسی کے واسطے قدرت کو حجت لانا تسلیم نہیں کرتے اس لئے کہ امر اور نہی کے مخالف ہے بلکہ دونوں کو ظاہر امر کا حکم لازم ہے۔ پس ہم حد کو اُس شخص پر قایم کرتے ہیں۔ جس سے کہ حکم شریعت میں حد واجب کرنے والی چیز ظاہر ہوتی ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہم پر لازم ہے اس وجہ سے کہ جو چیز لازم ہے۔ اُس کو خدا کے حکم سے کیا اور وہ ایسی چیز ہے جس کا کہ وہ مظہر جس میں کہ وہ ہے اُس کا شہود مقتضی ہے۔ پس ہم اُس کو اس تجلی کے موافق جاری کرتے ہیں اور وہ اللہ کے حق کا ادا کرتا ہے۔ اب ہم پر اللہ کے حق کا ادا کرنا اُس چیز میں جس کا کہ ہم کو حکم کیا ہے باقی رہا۔ اس طرح سے کہ ہم اُسکی تعریف ایسی حد کے ساتھ جس کو کہ خدا نے قایم کیا ہے اپنی کتاب میں کریں۔ پس میرے اس قول کا فائدہ کہ وہ اپنے اور اپنے نفس کے درمیان میں راجع ہے۔ اُس کے مشہد کو ثابت کرتا ہے۔ اور اس قول کا فائدہ کہ وہ قدرت کے جاری ہونے کو بعد فعل صادر ہونیکے ظاہر ہوتا ہے۔ ہم اس کو سوائے اُس کے غیر کے دوسرے میں نہیں تسلیم کرتے۔ اور یہ بھی نہیں تسلیم کرتے کہ وہ کتاب وسنت کے موافقت کے ماسوا ہے۔ تاکہ وہ بالذات اس کو قبول کرے اس واسطے کہ زندیق بھی گناہ کرتا ہے۔ اور اُس سے فعل صادر ہونے کے بعد یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ارادہ اور قدرت اور فعل سے یہ بات تھی اور اس میں میرا کچھ اختیار نہیں ہے یہ بھی ایک مقام ہے اور بعضے ایسے ہیں کہ جن کو اللہ کا فعل ظاہر ہوتا ہے اور اُس کے اتباع

سے فعل الٰہی کا ظہور ہوتا ہے تو اُس کا نام طاعت ہے۔ اگر وہ خوشی سے کیجائے اور معصیت ہے
کہ جو نافرمانی کے طور کی جائے اور وہ اُن دونوں میں حول اور قوت اور ارادہ کو سلب کرتی ہے
اور بعض ایسی ہیں کہ جن کو اپنے نفس کا فعل ظاہر نہیں ہوتا۔ بلکہ فقط خدا کا فعل ہی ظاہر ہوتا ہے تو وہ
اپنے نفس کے واسطے کوئی فعل قرار نہیں دیتے اور نہ طاعت میں اپنے آپ کو مطیع کہتے ہیں اور
نہ معصیت میں عاصی کہتے ہیں۔ اور اُن کے مشاہد میں سے ایک یہ مشہد ہے کہ اُن میں سے
ایک شخص تیرے ساتھ کھاتا ہے۔ اور پھر قسم کھاتا ہے کہ میں نہیں کھاتا پیتا ہوں۔ اور قسم کھاتا ہے
کہ میں نے نہیں پیا او. پھر قسم کھاتا ہے کہ میں نے قسم بھی نہیں کھائی۔ اور خدا کے نزدیک بیشک
وہ سچا ہے۔ اور یہ ایک نکتہ ہے جس کو سوائے مشہد کے ذوق والے کے دوسرا شخص نہیں سمجھ
سکتا ہے۔ اور اُس میں بطور عینیت کے واقع ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ اُن کو سوائے اللہ کے
فعل کے اپنے نفس کے فعل کا شہود نہیں ہوتا ہے۔ یعنی وہ اُسی کے ساتھ مخصوص ہیں اور بعضے
ایسے ہیں کہ سوائے اپنے نفس کے فعل کے دوسرے کا فعل مرتبہ شہود کو نہیں پہنچتا۔ اور یہ مرتبہ
پہلے مرتبہ سے اعلیٰ ہے۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ جن کو خدا کا فعل طاعات میں ظاہر ہوتا ہے اور اُس
کے ساتھ معاصی میں قدرت جاری نہیں ہوتی۔ پس وہ بحیثیت تجلی افعال کے طاعات میں خدا
کے ساتھ ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے معاصی میں اپنے فعل کو اُن پر پوشیدہ کر دیا
ہے تاکہ اُس سے کوئی معصیت واقع نہ ہو اور یہ اُس کے ضعف کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ وہ
اگر خدا کے فعل کے شہود کے واسطے معاصی میں قوی ہوتا۔ جیسا کہ طاعات میں اُس کا شہود ہے
اور اُس کی ظاہر شریعت کی حفاظت کرتا تو بیشک اللہ تعالےٰ کا فعل اُس کو ظاہر ہوتا۔ اور بعضے
ایسے ہیں کہ جن کو شہود نہیں ہوتا یعنی حق کا فعل معاصی کے سوا دوسری چیز میں تجلی نہیں ہوتا۔
کیونکہ خدا کی طرف سے اُس کی آزمائش ہوتی ہے۔ پس طاعت میں اُس کا شہود نہیں ہوتا اور جو
شخص ایسا ہوتا ہے تو وہ دو شخصوں میں سے ایک ہے۔ یا تو ایسا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے طاعات
میں اُس پر کوئی حجاب ڈال دیا ہے۔ اس واسطے کہ وہ مطیع ہونے کو پسند کرتا ہے۔ اور طاعت کو
معصیت پر مقدم سمجھتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے اس پر حجاب ڈال دیا ہے۔ اُس کو معاصی میں
ظاہر کر دیا ہے تاکہ اُس کو حق شاہد ہو جائے۔ پس اس سے اُس کو کمال الٰہی حاصل ہو جائے اور
اُس کی علامت یہ ہے کہ وہ طاعات کیطرف رجوع ہو اور گناہ ہمیشہ نہ کرے اور یا ایسا شخص ہے
کہ جس کو استدراج ہوا۔ اور معاصی پر قادر ہوگیا۔ پس حق کی طرف سے اُس پر حجاب پڑگیا اور

ہمیشہ وہ معاصی میں مبتلا رہا۔ ہم اس سے پناہ مانگتے ہیں۔ اور بعضے لوگ ایسے ہیں کہ جن کو دونوں حالتوں میں شہود ہوا یعنی کبھی معاصی میں اور کبھی طاعت میں ۔ ؎

اسیرالی نجد اذا نزلت بہ	میں نجد کی طرف جاتا ہوں جب اُس کے ساتھ اُترتا
وارحل نحو الغوران فیہ حلت	ہوں اور غوران کی طرف کوچ کرتا ہوں اور اُس میں

رہتا ہوں ۔

اور بعضے اُن میں سے ایسے ہیں کہ اُس کے شہود میں اللہ تعالےٰ کے فعل کے واسطے اُس چیز کی طرف جو اوپر معصیت سے جاری ہے ساکن نہیں ہے۔ پس وہ روتا ہے اور غمگین ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے اور اُس سے حفاظت چاہتا ہے معہ اس بات کے کہ معصیت کا صادر ہونا اُس سے اُس میں قدرت جاری ہونے کے واسطے ہے ۔

پس یہ اُس کی سچائی کی دلیل ہے۔ اور اُس کے مشہد کا خالص ہونا ہے اور شہوت نفسیہ سے کہ جیسا اُس کے اوپر حکم ہے۔ اُس کا بری ہونا ہے۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ نہ روتے ہیں اور نہ غم کرتے ہیں اور نہ حفاظت چاہتے ہیں۔ اور قدرت کے جاری ہونے کے تحت میں ساکن رہتے ہیں۔ اور جس طرف اُس کا منہ ہوتا ہے اُسی طرف پھر جاتے ہیں اور اُن میں کوئی اضطراب نہیں ہوتا ہے اور یہ دلیل اُس کے کشف کے اس مشہد میں قوی ہونے کی ہے۔ اور وہ اگر اپنے نفس کے وسوسوں سے سلامت رہے تو پہلے سے اعلےٰ ہے۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ جن کی معصیت کو خدا تعالےٰ طاعت سے بدل دیتا ہے تو اُن کا شہود معاصی اور غیر معاصی میں قدرت جاری ہونے سے ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ اُن پر بطور معصیت جاری ہونے کے شہود کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اُس کو طاعت لکھتا ہے پس اُس پر معصیت کا اسم خدا کے نزدیک نہیں ہے۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ جن کی معصیت طاعت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے موافق ہے۔ اور اگر وہ اُس کے ارادہ کے خلاف حکم کرے تو بندہ اس مشہد میں اُس کے امر اور مخالفت کے اعتبار سے عاصی ہوگا اور ارادہ اور موافقت کے اعتبار سے مطیع ہوگا۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ فعل سے پہلے ارادہ حق کو ظاہر ہوا۔ تو اُس کا نام سوائے اس کے کہ موافق بالارادہ رکھا جائے دوسرا نہیں ہوگا۔ اور وہ اس حالت میں بھی اپنے نفس میں قدرت کے جاری ہونے کو اور تقلیب حق کو دیکھتا ہے اور بعضے ایسے ہیں کہ جنکی آزمائش کی جاتی ہے۔ پس اللہ تعالےٰ اُن کے واسطے کہ جن کی حقیقت و شریعت میں بُرائی ہوتی ہے تجلی ہوتا ہے۔ پس اُن کے واسطے گمراہی میں تقلب حق کا شہود ہوتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ گمراہ ہے

اور یہ اس وجہ سے کہ اُس کے مشہد کا حکم اُس کے واسطے اس فعل میں حق کے ظہور سے اُس کو چاہتا ہے۔ ؎

وقائلة لا تشتکی الصد من علوی
وکن صابرا فیما علی الصد والبلوی

اور اس کا کہنے والا علو سے باز رہنے کی شکایت نہیں کرتا ہے اور تو با وجود باز رہنے اور مبتلا ہونیکے صابر رہ ؛

فقلت دعینی ما دعت لی زینب
الی غیر خذلانی طریقا ولا ماوی

پس میں نے اُس سے کہا کہ مجھکو چھوڑ دے اور اُس نے مجھکو نہ چھوڑا اب میرا راستہ سوائے گمراہی اور رخذلان کے اور کوئی نہیں ہے ؛

نصیبی منہا ما تحققت قبحہ
ومن قبح ما حققتہ ھذہ الشکوی

اُس سے میرا حصہ ہے مجھکو اُس کی بُرائی نہ تحقق ہوئی اور جس چیز کو کہ میں نے تحقیق کیا ہے اُس کی بُرائی یہی شکایت ہے ؛

حکایت - ایک فقیر آدمی اہل غیب سے ایک دوسرے فقیر کے پاس گیا جس کا کہ یہ مقام تھا۔ اُس فقیر نے دوسرے سے کہا کہ اگر تجھکو خدا کے ساتھ معہ اُس کی حفاظت ظاہری کے ادب لازم ہوجائے اور تو اُس سے سلامتی چاہے تو تجھکو خدا تعالیٰ کے معاملہ کی طلب میں یہ بات بہتر ہے تو اُس فقیر نے جواب دیا کہ اے میرے آقا میری اُس کے ارادہ کے ساتھ موافقت ہے۔ اگرچہ میں گمراہی کی خلعت اور نا فرمانی کا قلادہ باندھے اور پہنے ہوئے ہوں۔ مگر یہ بات ادب کے ساتھ بہتر ہے۔ یا میرا لباس طاعت کے نام کے واسطے ہے۔ اور اُس کے ارادہ کے ساتھ مخالف ہے۔ اور اُس کے ارادہ کے ساتھ کوئی بات مخالف نہیں ہوتی ہے۔ اُس نے کہا کہ میرا راستہ چھوڑ دے اور چلا جا ؛

اب جاننا چاہئے کہ اس تجلی والا جیسا کہ بیان ہوا۔ اگرچہ اُس کا مقام بڑا ہوتا ہے لیکن وہ امر کی حقیقت سے محجوب ہے۔ اور خدا کی طرف سے اُس کو وہ چیز فوت ہوگئی ہے۔ جو دوسروں نے پائی ہے۔ پس خدا کے افعال میں اُس کی تجلی اُس کے اسماء اور صفات کی تجلیات سے حجاب ہے اور افعال کی تجلیات کا ذکر اسی قدر کافی ہے اس لئے کہ وہ بہت ہیں۔ اور ہم نے اس کتاب میں یہ ارادہ کیا ہے کہ نہ بہت بڑی ہو نہ بہت چھوٹی ہو بلکہ متوسط ہو۔ اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی سیدھا چلاتا ہے ؛

تیرھواں باب

اسماء کی تجلّی کے بیان میں

جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر اپنے اسم میں کوئی تجلی ظاہر کرتا ہے تو بندہ اُس کے اس اسم کے انوار کے تحت میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ پس جب خدا کو اس اسم سے پکارتا ہے تو بندہ تجھکو اپنے اس اسم کے واقع ہونے کی وجہ سے تجھکو جواب دیتا ہے۔ پس اسماء کی تجلیات سے پہلا مشہد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندہ کے واسطے اس اسم موجود میں متجلی ہو پس اس اسم کا اطلاق بندہ پر کیا جاتا ہے۔ اور اُس کے اسم واحد میں اُس سے یہ تجلی اعلےٰ ہے۔ اور اُس کے اسم اللہ میں اُس کی یہ تجلی اُس سے بھی اعلےٰ ہے۔ پس بندہ اس تجلی میں اُس کے پہاڑ کے نیچے دب جاتا ہے پس اُس کو خدا تعالےٰ اپنی حقیقت کے طور پر پکارتا ہے کہ انا اللہ یعنی مَیں اللہ ہوں۔ یہاں بندہ کے اسم کو مٹا دیتا ہے اور اللہ کے اسم کو ثابت کرتا ہے۔ پس جب تو یوں پکاریگا کہ یا اللہ تو یہ بندہ تجھکو جواب دیگا کہ لبیک ولعدیک یعنی مَیں تیری خدمت کے واسطے حاضر ہوں اور تجھ سے سعادت چاہتا ہوں۔ پس اگر خدا نے اُس کو قوی کیا اور بعد فنا کے باقی رکھا۔ اور وہ رتبہ کمال پر پہنچا تو گویا اُس کا جواب دینے والا جو اس بندہ کو پکارتا ہے خدا ہے۔ پس اگر تو مثلاً یوں کہے کہ یا محمد تو تجھکو اللہ جواب دیگا کہ لبیک و یعدیک پھر جب بندہ قوی ہو گیا اور مرتبہ کمال پر ترقی ہوا تو خدا اپنے اسم رحمٰن میں متجلی ہوا۔ پھر اپنے اسم رَبّ میں پھر اپنے اسم ملک میں پھر اپنے اسم علیم میں۔ پھر اپنے اسم قادر میں۔ اور جب خدا ان اسماء میں سے کسی اسم میں متجلی ہوا۔ پس یہ بات ترتیب میں پہلے سے زیادہ اعز اور اعلےٰ ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ حق کی تجلی تفصیل میں بمقابلہ اُس کی تجلی کے اجمال میں زیادہ عزیز ہے۔ پس اُس کا اپنے بندہ کے واسطے اپنے اسم رحمٰن میں ظاہر ہونا اُس اجمال کی تفصیل ہے۔ جو اُس پر اُس کے اسم اللہ میں ظاہر ہوئے تھے اور اُس کا اپنے بندہ کے واسطے اسم رَبّ میں ظاہر ہونا اُس اجمال کی تفصیل ہے جو اُس کے رحمٰن میں ظاہر ہوئے تھے اور اُس کا اپنے اسم ملک میں ظاہر ہونا اس اجمال کی تفصیل ہے جو اُس کے اسم رَبّ میں ظاہر ہوئے تھے۔ اور اُس کا اپنے اسم علیم اور قادر میں ظاہر ہونا اُس اجمال کی تفصیل ہے جو اُس کے

اسم ملک میں اُس پر ظاہر ہوئی تھی - اور اسی طرح باقی اسماء ہیں - برخلاف اس کی تجلیات ذاتیہ کے کہ جب اُس کی ذات اُس کے نفس کے واسطے تجلی ہوتی ہے - موافق ان مراتب کے تو عام خاص کے اوپر ہوتا ہے - پس رحمٰن رب کے اوپر ہے - اور اُن دونوں کے اوپر اللہ ہے - اس کو خوب سمجھ ✦

اور یہ بات اسماء مذکورہ کی تجلیات کے خلاف ہے - پس عبد ان تجلیات اسمائیہ میں کہ جنکی حقیقت ذاتیہ ہے پہنچ جاتا ہے - یہانتک کہ تمام اسماء الٰہیہ کا طالب ہوتا ہے - جیسے کہ اسم اپنے مسمی کو طلب کرتا ہے - پس اس وقت اُس کی محبت کا جانور اُس کی قدس کی شاخوں پر یوں چہچہاتا ہے - ؎

ینادی المنادی باسمها فاجیبه وادعی فلیلی عن ندائی تجیب	ایک پکارنیوالا اپنے نام سے پکارتا ہے میں اُسکو جواب دیتا ہوں اور میں پکارتا ہوں پس وہ میرے پکارنے سے مجھکو جواب دیتا ہے ✦
وما ذاك الا انا روح واحد تدا ولنا جسمان وهو عجيب	اور یہ بات سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ ہم اور وہ روح واحد ہیں اور دونوں کے دو جسم ہیں یہ عجیب بات ہے ✦
کشخص له اسمان والذات واحد بای تنادی لذات منه تصیب	جیسے ایک آدمی کے دو نام ہوں اور ذات اُس کی واحد ہو جس نام سے تو ذات کو پکاریگا وہ تیرے نزدیک پہنچ جائیگا ✦
فذاتی لها ذات و اسمی اسمها وحالی بها فی الاتحاد غریب ولسنا علی التحقیق ذاتی لواحد ولکنه نفس المحب حبیب	پس میری ذات اُس کی ذات ہے اور میرا اسم اُس کا اسم ہے اور میرا حال اُس کے ساتھ میں نادر ہے ✦ اور ہم حقیقتاً کسی کی ذات نہیں ہیں لیکن وہ بالذات محب ہے اور حبیب ہے ✦

اور تجلیات کے اسماء میں عجیب بات یہ ہے کہ تجلی لہ کیواسطے سوائے ذات صرف کے کسی چیز کا شہود نہیں ہوتا ہے - اور اسم بھی اُس میں شہود کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا ہے لیکن تمیز اپنے اسماء کی قوت کو جانتا ہے - یعنی وہ اسماء جو اللہ کے ساتھ موجود ہیں - اس لئے کہ وہ ذات پر اس اسم سے دلالت کرتے ہیں - پس مثلاً اُس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ اللہ ہے یا رحمٰن ہے یا علیم ہے

یا اس کے سوا اور کوئی اسم معلوم ہوا تو یہی اسم اُس کی خصوصیت پر حکم کرتا ہے۔ اور وہی اُسکی ذات کا مشہد ہے۔ اور تجلیات اسماء میں آدمی چند اقسام کے ہیں۔ چنانچہ ہم مقصودًا اسا اُن میں سے ذکر کرینگے۔ اس لئے کہ تمام اسماء کا احاطہ نہیں ہوسکتا ؞

پھر جاننا چاہیئے جس اسم کے ساتھ حق تجلی ہو تو آدمی اُس میں اختلاف کرنے والے ہیں اور اُن کے پہنچنے کے طریقے اُس کی طرف مختلف ہیں۔ اور مَیں ہر اسم کے طریقہ کو سوائے اُس کے کہ جو میرے واسطے میرے سلوک فی اللہ کے خاصہ میں واقع ہوا ہے نہیں ذکر کرونگا۔ بلکہ جو چیز اپنی کتاب میں ذکر کرونگا۔ دوسری یا اپنی حکایت کے طور پر لکھونگا۔ پس سوائے اُس کے جو اللہ نے مجھ پر میرے سیر فی اللہ کے زمانہ میں مجھ پر ظاہر کیا ہے اور کچھ ذکر نہ کرونگا۔ اور مَیں جو اُس میں بطور کشف اور معائنہ کے گیا ہوں اُس کا بیان لکھونگا۔ پس اب ہم اُن آدمیوں کا ذکر کرتے ہیں کہ جو اسماء کی تجلیات میں ہیں۔ اور بعضے اُن میں سے ایسے ہیں کہ جن پر حق سبحانہ وتعالےٰ بحیثیت اپنی رسم قدیم کے متجلی ہوا ہے اور اُس کا طریقہ اس تجلی کی طرف یہ ہے کہ حق اُس کے واسطے ظاہر ہوگیا۔ اس حیثیت سے کہ وہ اُس کے علم میں خلق کے پیدا کرنے سے پہلے موجود تھا اس لیئے کہ وہ اُس کے علم کے وجود کی وجہ سے پایا جاتا تھا اور اُس کا علم خدا کے وجود کی وجہ سے موجود تھا۔ پس وہ قدیم ہے اور علم بھی قدیم ہے اور معلوم علم سے ہے اور اُسی کے ساتھ لاحق ہے پس وہ قدیم ہے۔ اس لیئے کہ تاوقتیکہ کوئی اُس کا معلوم نہ ہو علم نہیں ہوسکتا۔ پس معلوم وہ ہے کہ جس نے عالم کو عالمیت کا اسم عطا کیا تو اس اعتبار سے علم آلہی میں موجودات کا قدیم ہونا لازم آیا۔ پس یہ بندہ بحیثیت اپنے اسم قدیم کے حق کی طرف راجع ہوا۔ پس جس کے نزدیک اپنی ذات قدیمہ آلہیہ سے وہ متجلی ہوا تو اُس کا حادث ہونا نہ رہا۔ پس وہ خدائے تعالےٰ کے ساتھ قدیم ہے اور اپنے حادث ہونے کے اعتبار سے فانی ہے اور بعضے ایسے ہیں کہ جن پر بحیثیت اپنے اسم حق کے متجلی ہوا ہے۔ اور اس تجلی کی طرف اُس کا طریقہ اس طرح سے ہے کہ اُس کو حق سبحانہ وتعالےٰ اپنی حقیقت کے بھید سے منکشف ہوا ہے جس کی طرف اپنے اس قول سے اشارہ کرتا ہے کہ ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو چیز اُن دونوں کے درمیان میں ہے اُس کو حق ہی پیدا کیا ہے پس جس کے نزدیک اُس کی ذات بحیثیت اُس کے اسم حق کے متجلی ہوئی تو اُس سے خلق فنا ہوگئی اور محض ذات مقدس اور صفات منزہ اُس کی باقی رہے۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ جن پر حق سبحانہ وتعالےٰ بحیثیت اپنے اسم واحد کے متجلی ہوا۔ اور اس تجلی کی طرف اُس کا طریقہ اس طور

پر ہے کہ اُس کے واسطے عالم کے رہنے کی جگہ ہے اور بالذات حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ظاہر ہونے سے اُس پر ظاہر ہوا۔ جیسے کہ دریا سے موج ظاہر ہوتی ہے۔ پس حق سبحانہ وتعالےٰ کا ظہور مخلوقات کے متعدد ہونے میں بطور واحدیت ہے۔ پس اس وقت اُس کا پہاڑ گر پڑا۔ اور اُس کا کلیم بیہوش ہوگیا اور اُس کی کثرت سبحانہ وتعالیٰ کی وحدت واحد میں جاتی رہی اور مخلوقات ہوگئی گویا کہ نہ تھی اور حق اس طور پر باقی رہا گویا ہمیشہ وہی تھا اور بعضے لوگ ایسے ہیں جن پر حق سبحانہ وتعالےٰ بحیثیت اپنے اسم قدوس کے متجلی ہوا۔ اور اُس کا طریقہ اس طرح پر ہے کہ اُس کو بھید ونفخت فیہ من روحی (یعنی مَیں نے اُس میں اپنی روح کو پھونک دیا) کا منکشف ہوگیا۔ پس اُس کو یہ جتا دیا کہ اُس کی روح اُس کا نفس ہے اور اللہ کی روح پاک اور منزہ ہے۔ پس اس وقت حق اُس کے واسطے نور آلہی کے ظہور کا بھید محدثات کی کثیف چیزوں میں منکشف ہوگیا تاکہ اُس کے واسطے اس امر کی معرفت کا راستہ کھل جائے کہ اللہ ظاہر ہے۔ پس اب وہ اِسا طور پر ظاہر ہوا کہ وہ متجلی ہے۔ پس بندہ فنا خلق کے بطون میں باوجود ظہور حق کے پوشیدہ ہوگیا اور بعضے لوگ ایسے ہیں کہ جن پر حق سبحانہ وتعالےٰ بحیثیت اپنے اسم باطن کے متجلی ہوا اور اُس کا طریقہ اس پر ہے کہ اُس کے واسطے خدا نے سب چیزوں کو اپنے ساتھ قایم رہنے سے منکشف کر دیا ہے تاکہ وہ یہ جان لے کہ اُس کا باطن خدا ہے۔ پس جس وقت اُس کی ذات بحیثیت اُسکے اسم باطن کے متجلی ہوئی تو اُس کا ظہور خدا کے نور میں گم ہوگیا اور حق اُس کے واسطے باطن ہوگیا اور وہ حق کے واسطے ظاہر ہوا۔ اور بعضے لوگ ایسے ہیں کہ جن پر حق سبحانہ وتعالےٰ بحیثیت اپنے اسم اللہ کے متجلی ہوا۔ پس اس تجلی کا طریقہ منحصر نہیں ہے۔ بلکہ خدا کے ناموں میں سے ہر نام کی تجلی کی طرف ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ خدا اختلاف مظاہر اور اختلاف قوابل کے سبب سے منضبط نہیں ہو سکتا ہے۔ پس جب حق اپنے بندہ کیواسطے بحیثیت اپنے اسم اللہ کے متجلی ہوا تو عبد بالذات فنا ہوگیا اور اُس کی عوض میں خدا اُس کی طرف سے ہوگیا پس اُس کی صورت حدوث کی فرمانبرداری سے خلاص ہوگئے اور وہ مخلوقات کی قید سے نکل گیا۔ اب وہ احدی الذات اور احدی الصفات ہے نہ باپ کو جانتا ہے نہ ماں کو جانتا ہے جس نے اس کا ذکر کیا۔ اُس نے گویا اُس کا ذکر کیا اور جس نے اللہ کو دیکھا اُس نے گویا اُس کو دیکھا اور اس وقت اُس کی زبان حال سے ایک عجیب گفتگو ظاہر ہوئی۔

خبتني فكانت في عني نيابة
اجل عوضا بل عين ما انا واقع
فكنت انا هي وهي كانت انا وما
لها في وجود مفرد من ينازع
بقيت بها فيها ولا ناء بيننا
وحالي بها ماض كذا او مضارع

تو مجھ میں پوشیدہ تھا اور میں تیری طرف سے تیرا قائمقام تھا اور یہ بہت بڑا عوض تھا بلکہ بعینہٖ میں ہی تھا۔ پس میں وہ تھا اور وہ میں تھا اور اس کے واسطے وجود میں کوئی مفرد جھگڑا کرنے والا نہ تھا۔ میں اسکے ساتھ اس میں باقی رہا اور میرے اور اسکے درمیان میں کچھ فرق نہ تھا اور میرا حال اسکے ساتھ جیسا زمانہ ماضی میں تھا ویسا ہی زمانہ مضارع میں۔

ولكن رفعت النفس فارتفع الحجا
ونبهت من نومي فما انا ضاجع
وشاهدتني حقا بعين حقيقتي
فلي في جبين الحسن تلك الطلائع
جلوت جمالي فاجتليت مرائيا
ليطبع فيها للكمال مطابع
فاوصافها وصفي وذاتي ذاتها
واخلاقها لي في الجمال مطالع
واسمي حقا اسمها واسم ذاتها
لي اسم ولي تلك النعوت توابع

لیکن میں نے اپنے نفس کو بلند کیا پس میرا حجاب اٹھ گیا اور میں سوتے سے جو بیدار ہوا تو گویا میں لیٹا ہی نہ تھا۔ میں نے حق کا اپنی حقیقت کی آنکھ سے مشاہدہ کیا پس میرے حسن کی پیشانی میں یہ روشنیاں موجود تھیں۔ میں نے اپنے جمال کو ظاہر کیا اور ایک آئینہ بنانیکا ہا گیا تاکہ اس میں کمال کی صورتیں چھپ جائیں۔ پس اسکے اوصاف میرے وصف ہیں اور میری ذات اسکی ذات ہے اور اسکے اخلاق میرے اخلاق ہیں اور جمال میں وہ دونوں ایک ہی مطلع ہیں اور میرا جو نام حق ہے وہ اس کا اسم ہے اور اسکی ذات کا اسم میرا اسم ہے اور یہ سب اوصاف میرے توابع ہیں۔

اور بعضے لوگ ایسے ہیں جن پر حق سبحانہ وتعالےٰ بحیثیت اپنے اسم رحمٰن کے تجلی ہوا ہے اور یہ اس طور پر کہ جب حق سبحانہ وتعالےٰ بحیثیت اپنے اسم اللہ کے تجلی ہوا۔ اور بالذات اس کیواسطے مرتبہ علیہ کبریٰ پر کہ جو تمام اوصاف کے واسطے شامل ہے اور تمام موجودات میں سرایت کئے ہوئے پایا جاتا ہے اور یہ اس کے پہنچنے کا طریقہ اس کی طرف ہے کہ جس کے واسطے بحیثیت اس کے اسم رحمٰن کے تجلی ذاتی ہے اور بندہ کی شان اس تجلی میں یہ ہے کہ اس پر اسماء الٰہیہ ایک ایک اسم کے طور پر نازل ہیں۔ پس ہمیشہ ان سے بقدر اس کے کہ اللہ نے اس بندہ میں اپنی ذات کا غور رکھا ہے قبول کرتا رہے یہانتک کہ اس پر اسم ربّ نازل ہو۔ پس جب اس کو اس نے قبول کرلیا اور حق اس میں تجلی ہوگیا تو اس پر اسماء نفسیہ کہ جو ربّ کے تحت میں مشترک ہیں نازل ہونے لگے

جیسے علیم اور رقیب وغیرہ یہانتک کہ اُس پر اسم ملک نازل ہوا۔ پس جب اُس کو قبول کر لیا اور حق اُس کی ذات میں متجلی ہوا تو اُس پر تمام اسماء باقیہ نازل ہو گئے یہانتک کہ وہ اُس کے اسم قیوم کی طرف پہنچ گیا۔ پس جب اللہ نے اُس کو قوی کر دیا اور حق اپنے اسم قیوم میں متجلی ہو گیا تو اب تجلیات اسماء سے تجلیات صفات کیطرف منتقل ہوا۔

چودھواں باب

صفات کی تجلی کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ جب حق سبحانہ وتعالےٰ کی ذات اپنے بندہ پر کسی صفت کے ساتھ متجلی ہوتی ہے تو بندہ اس صفت کی کشتی میں یہاں تک تیرتا ہے کہ اُس کی حد کو اجمال کے طور پر نہ تفصیل کے طور پر پہنچ جائے اس لئے کہ صفات کیواسطے سوائے اجمال کے کوئی تفصیل نہیں ہے۔ پس جب بندہ صفت کی کشتی میں تیرتا ہے اور اُس کو بطور اجمال کے پورا کرتا ہے۔ تو اس صفت کے عرش پر چڑھ جاتا ہے۔ اور انہیں صفات کے ساتھ موصوف ہوجاتا ہے۔ پس اس وقت اُسکو دوسری صفت لاحق ہوتی ہے۔ پس اسیطرح سے صفات کی تکمیل ہمیشہ کرتا رہتا ہے۔ پھر اے بھائی میرے یہ تجھ پر مشکل نہیں ہے۔ جب بندہ نے حق سبحانہ وتعالےٰ کے متجلی ہونے کا کسی اسم یا صفت کے ساتھ ارادہ کیا تو اُس کے معدوم ہونے سے بندہ فنا ہوجاتا ہے اور اسکے وجود سے بالذات سلب ہوجاتا ہے۔ پس جب نور عبدی گم ہوگیا اور روح خلقی فنا ہوگئی تو ہیکل عبدی میں حق سبحانہ وتعالےٰ قایم ہوگیا۔ لیکن اس طرح پر نہیں کہ اُس کی ذات کا کوئی لطیفہ غیر منفصلہ اور غیر متصلہ عبد میں حلول کئے ہوئے ہو اور وہ اُس کے سلب کا عوض ہو اس لئے کہ اُس کی تجلی اپنے بندوں پر فضل وجود کے طور پر ہے۔ پس اگر وہ اُن کو فنا کر دیگا۔ اور اُن کی طرف سے کوئی چیز اُن کے عوض میں نہ رکھے گا۔ تو یہ ایک قسم کا عذاب اور نقمت ہے اور اس امر سے وہ مبرا اور منزہ ہے اور اسی لطیفہ کا نام روح القدس ہے پس جب حق سبحانہ وتعالیٰ نے کوئی لطیفہ اپنی ذات سے آلا کے عوض میں قایم کیا تو اس لطیفہ پر یہ تجلی قائم ہوئی پس اس نے اپنے نفس کے سواء دوسرے پر تجلی نہ کی لیکن اس لطیفہ آلہیہ کا نام عبد رکھتے ہیں اس اعتبار سے کہ وہ عبد کا عوض ہے ورنہ نہ عبد ہے اور نہ رب ہے کیونکہ مربوب کے ہونے سے رب کے اسم کی بھی نفی ہوگئی پس اب سوائے

اللہ وحدہ الواحد الاحد کے کچھ باقی نہ رہا اور اسی کی بات میں کہتا ہوں۔ ؎

ما للخلیقۃ الا اسم الوجود علے	مخلوق کیواسطے وجود کے اسم کے سوا اور کچھ نہیں ہے مگر وہ
حکم المجاز وفی التحقیق ما احد	بطور مجاز کے ہے اور حقیقت میں کوئی نہیں ہے +
فعند ما ظہرت انوارہ سلبوا	جب اُسکے انوار ظاہر ہوئے تو انہوں نے اس نام کے رکھنے
ذاک التسمی فلا کانوا ولا فقدوا	کو سلب کر دیا پس وہ نہ بود تھے اور نہ معدوم تھے +
افناھم وھم فی عینہم عدم	اُنکو اُسنے فنا کر دیا اور وہ اُنکی آنکھوں میں معدوم ہیں اور فنا
وفی الفناء فہم باقون ما جحدوا	کی حالت میں اپنے باقی رہنے سے انکار نہیں کرتے +
فعند ما عدموا صار الوجود لہ	جب وہ معدوم ہو گئے تو اُسکے واسطے وجود ثابت ہو گیا اور
وکان ذا حکمہ من قبل ما وجدوا	اس سے پہلے بھی جب انہوں نے اُسکو نہ پایا تھا تو اُسکا یہی حال تھا
فالعبد صار کما ان لم یکن ابدا	پس بندہ ایسا ہو گیا گویا کہ ہمیشہ سے تھا ہی نہیں اور حق
والحق کان کما ان لم یزل احد	ایسا ہو گیا کہ ہمیشہ وہی تھا +
لکنہ عند ما ابدی ملاحتہ	لیکن جس شخص کے نزدیک اُسکی ملاحت کو میں ظاہر کرتا ہوں تو
کسا الخلیقۃ نور الحق فاتحدوا	مخلوق حق کے نور کا لباس پہنکر اُسکے ساتھ متحد ہو جاتی ہے +
افنی وکان عن الفانی بہ عوضا	اُس کو فنا کر دیا اور اُسکے عوض میں خود قایم ہو گیا اور اُنکی طرف
وقام عنہم وفی التحقیق ما قعدوا	سے قایم ہو گیا لیکن حقیقت میں وہ بیٹھی نہیں +
کالموج حکمہم فی بحر وحدتہ	اُسکے دریائے وحدت میں اُنکا حال موج کیسی ہے اور موج کثرت
والموج فی کثرۃ بالبحر متحد	کی حالت میں دریا کے ساتھ متحد ہوتی ہے +
فان تحرک کان الموج اجمعہ	اگر دریا متحرک ہو تو موج اُس کی جامع ہے اور اگر ساکن
وان تسکن لا موج ولا عدد	ہو تو نہ موج ہے اور نہ عدد ہے +

اب جاننا چاہئے کہ تجلیات صفات اُس کو کہتے ہیں کہ بندہ کی ذات رب کی صفات میں سے کسی صفت کو بطور اصلی وحکمی وقطعی ہونے کے قبول کرے جیسے کہ موصوف کسی صفت کے ساتھ متصف ہونے کو قبول کرتا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے لطیفہ آلہیہ جس کے ساتھ عبد کی طرف سے معہ اُس کی ہیکل عبدی کے قایم ہے اور اُس کا وہ عوض ہے اور وہ اوصاف آلہیہ کے ساتھ موصوف ہونے میں اصلی اور حکمی اور قطعی ہے۔ پس سوائے حق کے دوسری چیز متصف نہیں ہوتی تو اب بندہ کے واسطے یہاں کوئی چیز نہیں ہے۔ اور آدمی صفات کی تجلیات میں بقدر اپنے قوابل

اور وفور علم اور قوت ارادہ کے ہیں۔ پس بعضے اُن میں سے ایسے ہیں۔ کہ جن پر حق صفت حیاتیہ کے متجلی ہوا ہے تو یہ بندہ حیات عالم بن گیا اور تمام موجودات میں معہ جسم اور روح کے اپنی حیات کو سرایت کئے ہوئے دیکھتا ہے۔ اور اُس کے واسطے معانی صورتیں ہو کر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور حیات اُس کے ساتھ قایم ہے۔ پس کوئی معنی مثل اقوال اور اعمال کے نہیں ہے اور نہ یہاں کسی لطیفہ کی صورت ہے۔ جیسے کہ پہلے ارواح کی طرح تھی۔ یا کوئی کثیفہ اجسام کی طرح تھا صرف یہ عبد معہ اپنی حیات کے ایک کیفیت ممتادہ کے سامنے حاضر تھا اور اس سے اپنے نفس کو کسی واسطہ کے جانتا تھا بلکہ اُس نے ذوق آلہی اور کشفی اور غیبی اور عینی کا مزا چکھا تھا اور میں اس تجلی میں ایک مدت تک رہا ہوں اور اپنی ذات میں موجودات کی زندگی کا مشاہدہ کرتا رہا ہوں۔ اور اُس مقدار کو جوہر موجود میں میری زندگی سے جس طرح سے کہ اُس کی ذات مقتضی تھی دیکھتا رہا ہوں۔ اور میں اس حالت میں واحد الحیات اور غیر منقسم بالذات ہوں۔ یہانتک کہ مجھکو اُس کی عنایت کے ہاتھ نے اس تجلی سے دوسری تجلی کی طرف نقل کیا اور پھر اُس سے اور دوسری کی طرف نقل کیا۔ اور بعضے لوگ ایسے ہیں کہ جن پر اللہ سبحانہ وتعالےٰ صفت علمی کے ساتھ تجلی ہوا۔ اور یہ اس طرح سے کہ جب وہ صفت حیاتیہ کے ساتھ جو تمام موجودات میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اُس پر تجلی ہوا تو اس بندہ نے اس حیات کی قوت احدیت سے تمام ممکنات کا مزا چکھا۔ پس اس وقت اُس پر صفت علمی کے ساتھ سات متجلی ہوگئی۔ پس تمام عالم کی تفریعات مبدء سے معاد تک معلوم ہوگئی اور یہ بات بھی معلوم ہوگئی۔ کہ ہر چیز کیونکر تھی۔ اور کیونکر ہے۔ اور کیونکر ہوگی۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ فلاں چیز کیوں نہ تھی اور کیوں نہیں ہے اور کیوں نہ ہوگی۔ اور اگر وہ چیز کیوں نہ تھی تو کیسے ہوگی یہ کل علوم اصلی اور حکمی اور کشفی اور ذوقی بالذات ہیں۔ کیونکہ معلومات میں فطور علم اجمالی اور تفصیلی اور کلی اور جزئی اور مفصل اُس کے اجمال میں سرایت کئے ہوئے ہیں۔ لیکن غیب الغیب اور علم لدنی اور ذاتی میں تفصیل غیب الغیب سے شہادت الاشہادت تک پہنچی ہے اور اس کے اجمال کی تفصیل کو غیب میں حاضر ہے اور وہ جمال کلی کو غیب الغیب میں جانتا ہے اور صفائی کیواسطے سوائے اُس کے غیب الغیب میں واقع ہونے کے علم سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور اس کلام کو بہت کم آدمی سمجھتے ہیں۔ اور اس کا مزہ سوائے اہل ادب کے دوسرا نہیں چکھتا ہے اور بعضے لوگ اُن میں سے ایسے ہیں جن پر اللہ تعالےٰ صفت بصر کے ساتھ متجلی ہوا اور یہ اس طرح پر ہے کہ جب وہ صفت بصریت علمیہ احاطیہ کشفیہ کے ساتھ اُس پر متجلی ہوا تو اُس پر صفت بصر کے ساتھ متجلی ہوا۔ پس اس عبد کی بصر اُس کے علم کی جگہ ہے۔ پس یہاں نہ کوئی ایسا علم ہے کہ جو حق کی طرف

راجع ہو اور نہ ایسا علم ہے جو خلق کیطرف راجع ہو۔ مگر اس عبد کی بصر اُس پر واقع ہے۔ پس وہ موجودات کو جیسے کہ وہ عیب الغیب میں ہیں دیکھتا ہے۔ اور عجب بات یہ ہے کہ وہ عین شہادت میں اُن کو نہیں جانتا۔ پس تو اس مشہد علی اور منظر جلی کو دیکھ کہ کیا عجیب بات ہے۔ اور یہ بات سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ عبد صفاتی کی خلق کے قبضہ میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جو حق کے قبضہ میں ہے پس یہاں کوئی مکانیت نہیں ہے۔ یعنی اُس کی شہادت پر اُس قسم سے کہ جس پر اُس کا عیب ہے۔ سوائے نادر ہونے کے بعض چیزوں میں کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی پس حق اُس کو بطور اکرام کے ظاہر کرتا ہے۔ برخلاف عبد ذاتی کے کہ اُس کی شہادت اُس کا غیب ہے اور اُس کا عیب اُس کی شہادت ہے۔ اور بعضے اُن میں سے ایسے لوگ ہیں کہ جن پر اللہ صفت سمع کے ساتھ متجلی ہوا ہے۔ پس جمادات اور نباتات اور حیوانات اور ملائکہ اور اختلاف لغات کے کلام کو سنتا ہے اور گویا کہ بعید چیز اُس سے قریب ہے۔ اور یہ اس واسطے کہ جب اللہ اُس پر صفت سمع کے ساتھ متجلی ہوا۔ تو اس صفت کی وحدیت کی قوت سے اُس نے سنا اور جمادات اور نباتات سے سرگوشی کی اور اس تجلی میں مَیں نے رحمانیت کے علم کو رحمٰن سے سنا ہے۔ پس میں نے قرآن کی قرأت کو سیکھا ہے۔ پس مَیں رطل تھا اور وہ ترازو تھا۔ اور اس بھید کو سوائے اہل قرآن کے جو اہل اللہ ہیں دوسرا نہیں سمجھتا ہے۔ اور بعضے لوگ ایسے ہیں۔ جن پر اللہ تعالے صفت کلام کے ساتھ متجلی ہوا۔ پس تمام موجودات اس عبد کا کلام ہو گئے۔ اور یہ اس طور پر کہ جب اللہ تعالے نے اُس پر صفت حیاتیہ کے ساتھ تجلی کی پھر وہ صفت علمیہ کے ساتھ جانا گیا کہ جو اُس میں حیات کا بھید موجود ہے پھر اُس نے اُس کو دیکھا۔ پھر اُس نے اُس کو سنا تو اپنی حیات کی احدیت کی قوت سے کلام کیا اور تمام موجودات اُس کا کلام ہو گئی۔ اور اسوقت وہ اپنی کلام کے اعتبار سے ازلی اور ابدی اُس پر ظاہر ہوا۔ اور اُس کے کلمات کیواسطے کوئی انتہا نہیں ہے۔ اور اسے تجلی سے اور اپنے بندوں سے بغیر حجاب اسما کے قبل اپنی تجلی کے کلام کرتا ہے۔ اور بعضے کلام کرنیوالے ایسے ہیں کہ جن کو اُس کی حقیقت ذاتیہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ پس وہ اُس سے خطاب کو سنتے ہیں کہ کہ وہ کسی جانب سے نہیں ہوتا ہے۔ اور اُس کا خطاب کو سنا کسی کان سے نہیں ہے پس اُس سے کہا جاتا ہے کہ تو میرا حبیب ہے تو میرا محبوب ہے اور تو ہی میری مراد ہے۔ اور تو ہی عبادت میں میرا وجہ ہے اور تو ہی مقصد اعلے ہے۔ اور تو ہی مطلب اشرف ہے۔ اور تو ہی میرا بھیدوں میں بھید ہے۔ اور تو ہی میرا انوروں میں نور ہے۔ اور تو ہی میری آنکھ ہے۔ اور تو ہی میری زینت

ہے اور توہی میرا جمال ہے اور توہی میرا کمال ہے - اور توہی میرا اسم ہے - اور توہی میری ذات ہے اور توہی میری نعت ہے - اور توہی میری صفات ہے - اور میں تیرا اسم ہوں - اور میں تیری رسم ہوں اور میں تیری علامت ہوں اور میں تیری نشانی ہوں - اور تو مخلوقات کا خلاصہ ہے اور وجود وحدوث کا مقصود ہے - اور تو میرے شہود کی طرف قریب ہے - پس میں اپنے وجود سے تیری طرف قریب ہوا ہوں - اب مجھکو دوربت کر یعنی میں وہ ہوں کہ جس کی نسبت تو نے انا کہا ہے - اور یہ کہا ہے کہ ہم زیادہ قریب ہیں طرف اُس کی گردن کی شہ رگ سے وہ اسم عبد کے ساتھ مقید نہیں ہے - پس اگر رب نہ ہوتا تو عبد بھی نہ ہوتا تو نے مجھکو ایسا ظاہر کیا جیسے کہ میں نے تجھکو ظاہر کیا - پس اگر تیری عبودیت نہ ہوتی تو میرے واسطے ربوبیت ظاہر نہ ہوتی - تو نے مجھ کو ایجاد کیا - جیسا میں نے تجھکو ایجاد کیا - پس اگر تیرا وجود نہ ہوتا تو میرا وجود بھی موجود نہ ہوتا +

اے میرے دوست تو قریب کے قریب ہے - اور اے میرے دوست تو علو کا علو ہے - اور اے میرے دوست میں تیرے وصف کا ارادہ کرتا ہوں - اور میں نے تجھکو اپنے نفس کے واسطے بنایا ہے - پس اپنے نفس کو میرے غیر پر وارو نہ کر - اور میرے غیر کو اپنے اوپر وارو نہ کر +

اے میرے دوست تو خوشبو میں مجھکو اپنی بُو سُونگھا - اور اے میرے دوست کھانے میں تو اپنا مزا مجھکو چکھا - اور اے میرے دوست موہوم میں تو اپنا خیال مجھکو دلا - اور اے میرے دوست معلوم میں تو اپنے میں خود مجھکو سمجھا - اور اے میرے دوست محسوس میں تو اپنا مجھکو مشاہدہ کرا اور اے میرے دوست ملموس میں تو اپنے آپ کو مجھکو چھلا - اور اے میرے دوست ملبوس میں مجھکو اپنے آپ کو پہنا - اور اے میرے دوست مجھ سے توہی مراد ہے اور توہی مجھ سے اشارہ ہے اور توہی مجھ سے کنایہ ہے +

اُس کی مہربانیوں سے زیادہ کوئی چیز لذیذ نہیں ہے - اور اُن سے زیادہ کوئی چیز شیریں نہیں ہے - اور بعضے متکلمین ایسے ہیں کہ جن پر اللہ تعالے خُلق کی زبان سے باتیں کرتا ہے پس وہ کلام کو کسی جہت سے سنتا ہے اور لیکن یہ جانتا ہے کہ وہ کسی جہت سے نہیں ہے - اور خلق سے آواز سنتا ہے - لیکن حقیقتاً وہ حق کی جانب سے ہے اور اس بارہ میں میں نے کہا ہے - شعر

شغلت بلبلی عن سواھا فلوادی	میرا دل اُسکے سوا سے پھر گیا اگر میں پتھر کو بھی دیکھتا ہوں تو
جماد الخاطبت الجماد خطابھا	گویا اُسی سے خطاب کرتا ہوں +

ولا عجب انی اخاطب غیرھا — اور یہ تعجب نہیں ہے کہ میں اُسکے غیر سے خطاب کرتا ہوں کہ وہ
جماداً ولکن العجیب جوابہا — پتھر ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ وہ جواب دیتا ہے۔

اور بعضے کلام کرنے والے ایسے ہیں کہ جن کے ساتھ اللہ تعالےٰ عالم اجسام سے عالم ارواح کی طرف جاتا ہے۔ اور یہ لوگ بڑے مرتبہ والے ہیں۔ پس بعضے اُن میں سے ایسے ہیں کہ اُن کے قلب میں اُن سے خطاب کرتا ہے۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ اس کی روح سے آسمان دنیا کی طرف چڑھتے ہیں اور بعض دوسرے اور تیسرے آسمان کی طرف۔ پس ہر شخص اپنے مرتبہ کے موافق بلندی چاہتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ اُس کے ذریعہ سے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں۔ پس اُس سے یہاں کلام کرتے ہیں۔ اور تمام کلام کرنے والے بقدر حقایق میں اپنے داخل ہونے کے اللہ تعالےٰ سے خطاب کرتے ہیں۔ اس لئے کہ حق سبحانہ وتعالےٰ ہر شے کو اپنی جگہ پر رکھتا ہے اور بعضے ایسے ہیں کہ جن پر اُس سے کلام کرتے وقت اُس کے انوار کے پردے پڑجاتے ہیں۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ اُن کے سامنے اُس کے نور کا متمیز کھڑا ہوجاتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ اُس کے باطن میں اُس کا نور دیکھتے ہیں تو وہ اُس کے خطاب کو اس نور کی جہت سے سنتے ہیں۔ اور کبھی نور کو کثیر اور اکثر مستدیرا[1] اور مستطاول[2] دیکھتا ہے۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ صورت روحانیہ تناجیہ کو دیکھتے ہیں۔ ان سب باتوں کا نام خطاب نہیں رکھا جاتا مگر جب کہ اللہ تعالےٰ اُن کو متکلم بیان کرے اور اس میں دلیل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ بطور تنبیہ کے ہے۔ اس لئے کہ اللہ کے کلام کی خاصیت مخفی نہیں ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ جس نے کلام الٰہی کو سنا ہے۔ اُس کو دلیل اور بیان کی حاجت نہیں ہے بلکہ سنتے ہی عبد معلوم کرلیتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہے اور وہ شخص کہ جو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گیا۔ اور اُس کے واسطے کہا گیا کہ اے میرے دوست تیرا امکان میری ہویت ہے اور تو بعینہ وہ ہے اور میں سوائے حبیب کے اور کچھ نہیں ہوں۔ تیری بساطت میری ترکیب ہے اور اور تیری کثرت میری واحدیت ہے۔ بلکہ تیری ترکیب میری بساطت ہے اور تیری جہالت میری درایت ہے اور تجھ سے میں ہی مراد ہوں۔ اور میں تیرے واسطے ہوں نہ اپنے واسطے۔ پس مجھ سے تو ہی مراد ہے اور تو میرے واسطے ہے نہ اپنے واسطے۔ اور اے میرے دوست تو ایک نقطہ ہے کہ اُس پر دائرہ کا وجود ہے۔ پس تو ہی اُس میں عابد ہے اور تو ہی اُس میں معبود ہے اور تو ہی نور ہے اور تو ہی ظہور ہے اور تو ہی حسن ہے اور تو ہی زینت ہے۔ جیسے کہ آنکھ آدمی

[1] مستدیر کے معنی گول ۱۲ [2] مستطاول کے معنی لمبا ۱۲

کے واسطے ہے اور آدمی آنکھ کے پتلے ہے　۵

ایا روح روح الروح والآیة الکبریٰ	اے رُوح کی روح اور اے آیت کبریٰ اور اے غمناکوں کی خوشی جگر گرم کیواسطے ✤
ویا سلوة الاخوان للکبد الحرا	
ویا منتهی الآمال یا غایة المنیٰ	اور اے امیدوں کی نہتا کرنیوالے اور اے آرزو کے نہتا تیری باتیں میرے نزدیک کیا میٹھی ہیں اور کیا اچھی ہیں ✤
حدیثك ما احلاه عندی وما امرا	
ویا کعبة التحقیق یا قبلة الصفا	اور اے تحقیق کے کعبہ اور صفا کے قبلہ اور اے غیب کے عرفات اور اے روشن پیشانی ✤
ویا عرفات الغیب یا طلعة الغرا	
اتیناك اخلفناك فی ملك ذاتنا	ہم تیرے پاس آئے اور تو ہمارا خلیفہ ہے ہماری ذات کے ملک میں تیرے واسطے دنیا اور آخرت کی سب متصرف ہوئیں ✤
تصرف لك الدنیا جمیعا مع الاخریٰ	
فلولاك ماکنا ولولای لم تکن	پس اگر تو نہ ہوتا تو ہم بھی نہ ہوتے اور اگر میں نہ ہوتا تو بھی نہ ہوتا پس تو تھا تو ہم بھی تھے مگر حقیقت کو کوئی نہیں جانتا ✤
فکنت وکنا والحقیقة لا تدریٰ	
فایاك نعنی بالمعزة والغنیٰ	پس ہم امیری اور غنا سے تجھکو مراد لیتے ہیں اور فقیری اور فقر سے بھی تو ہی مراد ہے ✤
وایاك نعنی بالفقیر ولا فقرا	

اور بعضے کلام کرنیوالے ایسے ہیں کہ غیوب کو پکارتے ہیں۔ پس اخبار سے اُن کے واقع ہونے سے پہلے اُس کے مشارک ہیں۔ پس کبھی یہ بات اُس سے بطور سوال کے ہوتی ہے اور ایسے اکثر اولیٰ ہیں۔ اور کبھی یہ بات حق سبحانہ کی طرف سے بطور ابتداء کے ہوتی ہے۔ اور بعضے کلام کرنے والے ایسے ہیں کہ کرامات کو طلب کرتے ہیں۔ پس اللہ اُن کو کرم عطا کرتا ہے۔ پس وہ اُس کیواسطے ویسی ہوتی ہے۔ جب وہ اپنے محسوس کی طرف اپنے صحت مقام سے خدا کے ساتھ رجوع ہوتا ہے اور کلام کرنیوالوں کا ذکر اسی قدر کافی ہے ✤

اب ہم تجلیات صفات کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور بعضے لوگ اُن میں سے ایسے ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے صفت ارادیہ کے ساتھ تجلی کی ہے اور تمام مخلوقات اُس کے ارادہ کے موافق ہے۔ اور یہ اس طرح سے کہ جب اُن پر اللہ تعالیٰ صفت متکلم کے ساتھ تجلی ہوا تو اس متکلم کی ہیبت سے مخلوقات کو چاہا۔ پس سب چیزیں اُس کے ارادہ سے پیدا ہوئیں۔ اور اکثر اس تجلی کے واصلین اُلٹے لوٹے ہیں۔ اور حق کے دکھائی دینے سے انکار کیا ہے۔ اور یہ اس طرح پر کہ جب حق نے اُن پر یہ بات ظاہر کی کہ کل چیزیں اُن کے ارادہ سے عالم غیب آلہی میں شہود عینی کے طور پر ہیں

تو بندہ نے اس کو عالم شہادت میں اپنی ذات میں تلاش کیا۔ پس اُس کو یہ نہ ملا۔ اس لئے کہ یہ امر ذات والوں کے قصایص سے ہے۔ پس اُنہوں نے اس مشہد عینی کا انکار کیا اور اُلٹے چلے۔ پس اُن کے قلب کا شیشہ ٹوٹ گیا۔ پس حق کا انکار اُس کے شہود کے بعد کیا اور اُس کے وجود کے بعد اُس کے گم ہونے کے قائل ہوئے۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ جن پر اللہ تعالےٰ نے صفت قدرت کے ساتھ تجلی کی ہے۔ پس سب چیزیں عالم غیبی میں اُس کی قدرت سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور وہ عالم عینی میں ایک نمونہ کے طور پر تھا۔ پس جب اُس میں مترقی ہوا تو اُس پر جو چیز پوشیدہ تھی اُس سے اُس پر ظاہر ہوئی۔ اور اس تجلی میں مَیں نے گھنٹہ کی آواز کو سنا ہے۔ پس میری ترکیب کھل گئی۔ اور میرے اسم مضمحل ہو گئے اور میرا اسم محو ہو گیا۔ پس مَیں بسبب شدت ملاقات کے مثل ایک بھیگے ہوئے کپڑے کی جو ایک بلند درخت میں لٹکا ہوا ہو۔ اور اُس کو سخت ہوا تھوڑا تھوڑا کر کر اُڑاتی ہو۔ ہو گیا۔ پس میں شہود کو سوائے تجلی اور رعد کے اور کسی طرح سے نہ دیکھتا تھا۔ اور ایسا دیکھتا تھا جیسے ایک بادل کہ اُس سے انوار کا ایک مینہ برس رہا ہے اور ایک دریا کہ اُس میں موج زن ہے۔ اور تمام آسمان و زمین مل گئے۔ اور مَیں تاریکی میں ہوں کہ ہر طرف سے محیط ہے۔ پس قدرت ہمیشہ مجھکو ساعت بہ ساعت تو ہی پیدا کرتی تھی اور میرے ساتھ وہ چیز جو ہوئی اور پھر اُس سے بھی زیادہ ہوئی میں پیدا کرتے تھے۔ یہانتک کہ جلال نے متعال کے پردوں تک پہنچا دیا۔ اور جمال کا اونٹ خیال کی سوئی کے ناکے میں داخل ہو گیا۔ پس منظر اعلےٰ میں سیدھے ہاتھ کو ڈال دیا۔ پس اُس وقت تمام چیزیں پیدا ہو گئیں اور عماء جاتا رہا۔ اور بعد اسکے کشتی جودی پر پہنچ گئی۔ یہ آواز دی گئی کہ آسمان و زمین آؤ۔ ہمارے پاس خوشی یا ناخوشی اُن دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔ ۵

تصرف فی الزمان کما ترید	زمانہ میں جیسا تو نے چاہا تصرف کیا تو مولیٰ ہے ہم غلام ہیں ⁕
فمولی انت نحن له العبید	
وسل السیف فی عنق الاعادی	دشمنوں کی گردنوں پہ تو نے تلوار کھینچی پس تیری تلوار دشمن پر لوہے کی ہے ⁕
فسیفك فی العدا ذکر حدید	
فهب ماشئت وامنع لا لبخل	جس کو چاہئے ہوئے اور جس کو چاہے منع کرے مگر بخل کی وجہ سے نہیں لیکن تیرے ارادہ کے بغیر کون بخشش کر سکتا ہے ⁕
ولکن کی تجود بما ترید	
فمن اسعد تربا لقرب یدنو	

لمن اسعدته بالقراب يدنو	جس شخص کو تو نے سعادتمند بنایا ہے وہ تیرے قریب ہے
ومن اشقيته فهو البعيد	اور جو بدنصیب ہے وہ تجھ سے بعید ہے ❖
وملك من تريد من الاماني	اور جو شخص اپنی امیدوں کو چاہتا ہے تو تو اُنکی حاجات کو تو
وحقر من اردت فلا يسود	پورا کرتا ہے اور جس شخص کو تو نے چاہا فقیر کر دیا پس وہ سردار نہیں ہو سکتا
وابرم ما عقدت فليس حل	اور جس کو تو نے مضبوط باندھ دیا وہ نہیں کھل سکتا اور جسکو
واعقد ما برمت هو العقيد	تو نے کھول دیا وہ نہیں بندھ سکتا ہے ❖
ولا تخش العقاب على قضاء	اور تو عذاب سے مت ڈر کہ وہ اُسکے حکم کے موافق ہے۔ پس ہر چیز
فكل تحت سيفك لا يميد	تیری تلوار کے نیچے ہے اُس سے علیحدہ نہیں ہو سکتے ❖
لك الملكوت ثم الملك ملك	تیرے ہی واسطے ملک و ملکوت ہے اور تیرے ہی واسطے
لك الجبروت والملاء السعيد	جبروت اور ملاء[1] سعید ہے ❖
لك العرش المجيد مكان عز	تیرے ہی واسطے عرش مجید ہے کہ وہ عزت کا مکان ہے
على الكرسى تبدى او تعيد	اور تو کرسی پر ظاہر ہوتا ہے اور اُسی کی طرف راجع ہوتا ہے

اور اہل ہمت کے تصرفات اسی تجلی سے ہیں اور عالم خیال بھی اسی تجلی سے ہے اور عجائب اور غرائب مخلوقات کی اور جو چیزیں کہ اُس میں متصور ہیں اسی تجلی سے ہیں۔ اور سحر عالی بھی اسی تجلی سے ہے اور اہل جنت جس چیز کو چاہتے ہیں اُس کے انواع و اقسام بھی اسی تجلی سے ہیں اور حضرت محی الدین ابن العربی نے جس طینت ہوم کا کہ اپنی کتاب میں ذکر لکھا ہے۔ اُس کے سمسمۃ[2] باقیہ کے عجائب بھی اسی تجلی سے ہیں۔ اور پانی پر چلنا اور ہوا پر اُڑنا اور تھوڑے کو بہت کر دینا اور بہت کو تھوڑا کر دینا سوائے اس کے اور خوارق بھی اسی تجلی سے ہیں۔ پس تجھکو کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے یہ سب نوع واحد ہیں کہ اپنے اسباب کے مختلف ہونے سے ان میں اختلاف واقع ہو گیا ہے۔ پس سعید اُس کے سبب سے نیکبخت ہو گیا۔ اور شقی اُس کے سبب سے بدبخت ہو گیا۔ پس اس کو خوب سمجھ لے۔ پس میں نے تجھکو اس تھوڑی چیز سے اصل بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور اس چیستان میں اُن اسرار کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر تو اُن پر واقف ہو جائیگا۔ تو تجھ پر قدر محجوب کا بھید کھل جائیگا۔ پس اس وقت جس چیز کے واسطے تو کہے گا کہ ہو جا فوراً ہو جائیگی یہ وہ اللہ ہے جس کا حکم کاف و نون کے درمیان میں ہے اور بعضے اُن میں سے ایسے لوگ ہیں۔ جن پر اللہ نے صفت رحمانیت کے ساتھ تجلی کی ہے اور یہ امر اُسوقت ہے کہ پہلے اُن کے واسطے

[1] ملاء عقبا عالم مخلوق [2] سرخ جر ثمی کو کہتے ہیں

ربوبیت کا عرش قایم ہوگیا اور اُس پر وہ چڑھ گئے - اور اُن کے لئے اقتدار کی کرسی اُن کے پاؤں کے نیچے رکھی گئی - پس اُس کی رحمت تمام موجودات میں سرایت کر گئی - اور وہ کرسی الذات قیومی الصفات ہے اور یہ آیات پڑھتا ہے - قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیئ قدیر ہ تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی وترزق من تشاء بغیر حساب ہ یعنی کہہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ اے اللہ میرے تو مالک ملک کا ہے جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے - تیرے ہی قبضہ میں خیر ہے تو ہر چیز پر قادر ہے - اور رات کو دن میں کھپا دیتا ہے اور دن کو رات میں - اور زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور مُردے کو زندہ سے - اور جس کو چاہتا ہے بیشمار رزق دیتا ہے - پس یہ سب باتیں اُس کے عالم غیب میں ہیں - اور وہ شک وشبہ سے منزہ ہے اور جو کچھ اُس کے گریبان میں ہے اُس کو دیکھتا ہے - اور اہل صفات اور اہل ذات میں بھی فرق ہے - اور بعضے اُن میں سے ایسے ہیں جن پر اللہ تعالی صفت الوہیت کے ساتھ تجلی ہوتا ہے - پس ضدوں کو جمع کرتا ہے اور سفیدی اور سیاہی عموم کرتا ہے اور اسافل اور اعالی کو شامل کرتا ہے - اور مٹی اور موتیوں کو احاطہ کرتا ہے اور اس وقت اسم اور وصف سمجھا جاتا ہے اور نشر اور لف کا احاطہ کیا جاتا ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ امر پیاسے کیواسطے سراب ہے (یعنی سراب اُس دھوکے کو کہتے ہیں جس کو پانی کا تلاش کرنے والا دور سے اُس چمکتے ہوئے ریتے کو پانی سمجھ کر جائے اور حقیقتاً وہ پانی نہ ہو) یہانتک کہ جب اسکے پاس جاتا ہے تو کسی چیز کو نہیں پاتا ہے اور اللہ کو اپنے نزدیک پاتا ہے - پس اُس کے حساب کو پورا کر دیا اور اپنے سیدھے اور اُلٹے ہاتھ سے اُس کی کتاب کو لپیٹ دیا اور اُس کے واسطے کہا گیا - بعداً للقوم الظالمین - یعنی ظالموں کی قوم دور ہے ہ

اب جاننا چاہیئے کہ نور اُسی کتاب مسطور کو کہتے ہیں جس کو چاہے گمراہ کرے اور جس کو چاہے ہدایت کرے - جیساکہ خود اللہ تعالے اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ یہی قرآن اکثر کا گمراہ کرنیوالا ہے اور اکثر کا ہدایت کرنیوالا ہے ہ اب جاننا چاہیئے کہ اس کے سوا بھی کوئی راستہ نہیں ہے اور یہ صراط اللہ ہے اور یہ اُس کے واسطے ہدایت ہے اور غیر کے واسطے گمراہی ہے - پس جب دونوں امروں سے مخاطب کیا گیا اور دونوں حکموں کا اعتبار کیا گیا اور دو نام رکھے گئے تو اُس کے روشن

ستارے ایسی حالت میں کہ وہ اپنے آسمانوں پر روشن اور گردش کرنیوالے ہیں غروب ہوگئے اور اس تجلی کے خصایص سے ایک یہ امر ہے کہ عبد تمام اہل ملل اور نحل کی آرا کو صواب سمجھتا ہے اور اُنکے ماخذ کی اصل کو جانتا ہے اور اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ جو شخص ان میں سے سعید ہوا وہ کیونکر ہوا - اور جو شقی ہوا وہ کیسے ہوا - اور اہل ملل میں یہ گمراہی کے امور کہاں سے آگئے اور اس کے نقصان سے ایک یہ بات بھی ہے کہ بندہ تمام اہل ملل اور نحل کی آرا سے خطا کرتا ہے - یہانتک کہ مسلمین اور مومنین اور محسنین اور عارفین سب خطا کرتے ہیں - اور کسی کی رائے سوائے محققین کاملین کے صواب کو نہیں پہنچتے ہیں - اور اس تجلی کے خصائص سے ایک یہ بات ہے کہ عبد کو نفی اور اثبات ممکن نہیں - اور نہ وصف اور ذات کو کہہ سکتا ہے اور نہ اسم پر کچھ بول سکتا ہے اور نہ اسم پر کوئی حجت لاسکتا ہے اور اس تجلی میں ملائکہ مہیمنین جمع ہوئے - پس میں نے اُن کو اُن کے اختلاف مراتب میں دیکھا کہ وہ اپنے مقامات میں حیران تھے - اور بعضے اُن میں سے ایسے تھے کہ جمال کی حیرت اُن پر طاری تھی اور جو شخص چپ تھے اُن کے مُنہ میں جلال کی لگام لگی ہوئی تھی - اور جو گویا تھے اُن کو کمال نے قوت ناطقہ دی تھی - اور بعضے اُس کی ہویت میں غائب تھے - اور بعضے اُس کی انیت میں حاضر تھے اور بعضوں نے وجود کو مفقود کیا تھا - اور بعضے شہود میں تھے - اور بعضے اُس کی دہشت میں حیران تھے اور بعضے اُس کی حیرت میں خوفناک تھے - اور بعضے اُس کی فنا میں گلے ہوئے تھے - اور بعضے اُس کی بقا میں رجوع ہونیوالے تھے - اور بعضے عدم محض میں سجدہ کرنیوالے تھے - اور بعضے وجود فرض کے واجب ہونے میں عبادت کرنیوالے تھے اور بعضے وجود میں ہلاک ہونے والے تھے اور بعضے شہود میں مستغرق تھے - اور بعضے ناحدیت میں جلے ہوئے تھے - اور بعضے دریائے صمدیت سے چلو لینے والے تھے - اور بعضے اُنس کے گم کرنیوالے تھے - اور بعضے قدس کے پانیوالے تھے - اور بعضوں نے اُنس کو پایا اور قدس کو نہ پایا - غرض یہ کہ اُن کے احوال کا دیکھنے والا حیران رہ جاتا تھا اور اُن کے احوال سے حیران آدمی ہدایت پاتا تھا *

مَیں نے ایک شخص سے کہ جس کا مقام سب سے اکمل اور ارفع تھا - کہا کہ اے کامل قریب اور روح القدس ادیب مجھکو اپنا حال بتا اور اپنے اسم کی باتیں کر اور اپنے اسم کی تصریح کر - پس اُس نے تصریح سے اعراض کیا اور کچھ خبر فصیح بیان کرنے کی طرف متوجہ ہوا پھر دو زانو بیٹھا - اور اپنی حیرت میں غرق ہوگیا - پس پھر مَیں نے اُس سے حال پوچھا تو کہنے لگا کہ میرا اسم نہ پوچھ کہ تو اسم کی قید میں رہ جائیگا - اور اُس کو بالکل نہ چھوڑ کہ تو اپنے حق سے گم ہوجائیگا - اور صفات سے مُنہ کو مت پھیر کہ تو اپنے رب

سے آسمانوں میں پڑ جائیگا۔ اور ذات سے اپنے مُنہ کو نہ پھیر کہ تو عدم کا طالب ہوگا اور نفی کفران ہے۔ اور اثبات خسران ہے اور یہ دونوں دریا ہیں اور ان دونوں کے درمیان میں ایک برزخ ہے کہ جس سے وہ دونوں گردن کشی نہیں کرتے ہیں۔ اگر تو میرے پاس آئیگا تو اپنے سوا کو قایم کریگا اور اگر تو میری نفی کریگا تو اپنے معنی کی حقیقت سے محجوب رہیگا۔ اور اگر تو کہے کہ تو میں ہوں تو تیرا فن میرے فن سے علیحدہ ہے۔ اور اگر تو کہے کہ تو میرا غیر ہے تو تیرے ہر معنی میری خبر میں فوت ہو گئے۔ اور اگر تو متحیر ہوا تو تو فقیر ہے۔ اور اگر تو نے عجز کا اقرار کیا تو تجھ سے وصف عزت فوت ہو گیا۔ پس اگر تو کمال اور غایت کا دعویٰ کرتا ہے۔ تو تیرے امر کی ابتدائی حالت ہے نہ انتہائی حالت ہے اور اگر تو مجموعہ کو چھوڑ دیگا اور سوئے کا قائل ہوگا۔ پس تجھ پر افسوس ہے اور سب چیز تجھ سے فوت ہو گئی۔ اور اگر تو اپنی ذات میں اپنی صفات کے عرش پر قایم ہو گیا تو میرے اور تیرے کمال میں بہت فرق ہے اور جو میرے واسطے ہے وہ تیرے لئے نہیں ہے ﴿

تحیرت فی حیرتی مم ھی	مَیں اپنی حیرت میں متحیّر ہوں اور میرا وہم اُس کے وہم میں حیران ہے ﴿
فقد حار وھمی فی وھمہ	
فلو ادرھذا التحیر من	پس مَیں اس حیرت کو نہیں جانتا ہوں کہ میرا دل اُسکا عالم ہے یا جاہل ہے ﴿
تجاھل قلبی ام علمہ	
فان قلت جھلا نا کذب بہ	اگر مَیں اُسکو جان کہوں تو اُسکی تکذیب کرتا ہوں اور اگر مَیں علم کہوں تو اُسکا اہل ہوں ﴿
وان قلت علما فمن اھلہ	

پس میرا فلک اعلیٰ ہے اور میری مسجد اقصےٰ ہے۔ اور اُس کے گرداگرد آنے جانے والوں سے برکت دی گئی ہے۔ اور اُس کا برسنے والا پانی اُن کے لئے میٹھا ہے اور جو شخص میرے دریا میں تیرا مَیں نے اُس کو اپنی لڑیوں میں اُس کو پرو دیا۔ اور جو میرے گھوڑے پر سوار رہا۔ مَیں نے اُسکے شہروں کو ٹکڑے کرا دیا اور جو میری حد سے متجاوز ہوا۔ اور ایسی چیز کا دعوےٰ کیا۔ کہ جو اُس کے پاس نہ تھی وہ ہمیشہ حجاب میں رہا۔ اور مَیں نے اُس سے کہا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت نہ لگا ورنہ وہ تم کو عذاب سے ہلاک کر دیگا۔ مَیں صراط مستقیم ہوں مَیں ہی معوّج[۱] اور قویم[۲] ہوں۔ اور مَیں ہی محدث اور قدیم ہوں۔ پس ہمیشہ ہمنشینی کے پیالے حضرت وجود اور مکالمت میں پیتا تھا۔ یہانتک کہ ایک جنبش کرنے والے نے جنبش کی اور ایک کنارے سے بجلی کوندی۔ پس مَیں نے اُس سے سوال کیا

[۱] معوّج بمعنے ٹیڑھا کرنیوالا ۱۲ [۲] قویم بمعنے سیدھا کرنیوالا ۱۲

کہ رکن مصون کیا ہے اور بناء عظیم کہ جس میں وہ مختلف ہیں۔ کیا چیز ہیں۔ اُس نے کہا کہ مَیں سنتا ہوں
کہ جو تو کہتا ہے یہ سب اسماء میرے نام کے اعلیٰ درجہ پر ہیں۔ پس یکایک وہ فصیح زبان سے اور صریح
بیان سے جو چیز کہ اُس کے پاس تھی بغیر پوشیدہ کئے ہوئے مجھکو بتانے لگا۔ پس مَیں نے کہا کیا ہے
اُس نے کہا کہ الرحمٰن علم القرآن ہے۔ پس مَیں نے قدیر سے کہا کہ میرا حال بتا تو اُس نے کہا کہ :۔
خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَان اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَان وَالسَّمَآءَ
رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ ۝ اور مَیں نے مرید سے کہا کہ اے قدیم جدید میری حالت بیان کر اور میری طرف
سے مجھکو پھیر پس اُس نے کہا :۔
اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ واذا الجبال سیرت واذا العشار عطلت واذا
الوحوش حشرت واذا البحار سجرت واذا النفوس زوجت۔ پس علیم نے حکیم کی زبان
سے کہا :۔ واذا الموٴدۃ سئلت بای ذنب قتلت واذا الصحف نشرت واذا السمآء کشطت
واذا الجحیم سعرت واذا الجنۃ ازلفت علمت نفس ما احضرت۔ پس مَیں نے کہا اے
حکیم معجب عنقائے مغرب کا حال بیان کر۔ اور کنیز مصون کا راستہ جو کاف و نون کے درمیان میں
ہے بتلا تو اُس نے کہا کہ تجھکو میری طرف سے اتنا کافی ہے کہ قدیم کو حادث کر دے۔ تو مَیں نے اُس
سے کہا کہ یہ امر مجھکو بے پروا نہیں کرتا۔ اُس نے کہا کہ کیا مَیں اور زیادہ بیان کروں مَیں نے کہا
کہ ہاں اور زیادہ بیان کر۔ اُس نے کہا کہ میری طرف سے تجھکو سچی خبر زیادہ بیان ہو چکی۔ مَیں نے کہا
کہ سمجھنا اُس کا مشکل ہے۔ پس اے آقا میرے میں تو ہوں۔ اُس نے کہا نفس العبید ہے۔ پھر یہ
آیت پڑھی۔ وَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ اِنَّمَا امرنا للشیئ اِذَا اَرَدْنَاهُ اَنْ نقول لہ کُنْ فَیَكُوْنَ۔ پس اشیاء
حضرات میرے پیش آتے تھے اور مجھکو خیرات ظاہر ہوتی تھی یہانتک کہ سعادت کی ہوا چلی۔ پس
اُس کو سیادت کا علم حاصل ہو گیا۔ پس مَیں نے اُس کی خوشبو کو سونگھا۔ اور ذات کے ساتھ ذات میں
ذات کے واسطے نافہ ہو گیا۔ پس اُس نے مجھکو پکڑ لیا اور مَیں نے اُس کو اپنی طرف کھینچا۔ اور میرے
قویٰ کھل گئے اور میرا دل پگھل گیا اور کائن اور باین ثابت ہو گیا اور رائیب اور قاطن مستحق ہو گیا
اور اسم حی گم ہو گئے۔ پس مَیں نہ مردہ رہا اور نہ زندہ رہا۔ پس اس وقت مَیں موت ابدی سے مر گیا
اور سحق سرمدی سے پیسا گیا۔ پس اُس کے بعد بعث ہے نہ نشور اور نہ اُس کے پاس عینیت ہے
نہ حضور۔ پس جس وقت حی فنا ہو گیا اور گھر میں ہلاک ہونیوالا ہلاک ہو گیا تو اُسکے نفس نے سوال کیا کہ لمن
الملک الیوم یعنی آج بادشاہی کس کی ہے تو اُس نے کہا للہ الواحد القہار یعنی خدا تعالیٰ قہار کی بادشاہی ہے

پندرھواں باب

تجلّیٔ ذات کے بیان میں

للذات فیك بصرف الواح لذات	ذات کیواسطے تجھ میں آرام کے لئے لذتیں ہیں اور ہر چیز اسکے
وکل جمع سواھا فھو اشتات	سوا متفرق ہے ٭
تجلی منزھۃ عن وصف واصفھا	اسی نے ہر تعریف کرنیوالی کی تعریف سے منزہ ہوکر اپنی تجلی کی ہے نہ
بلا اعتبار ولا فیھا اضافات	اسمیں کوئی اعتبار ہے نہ اضافات ہیں ٭
کالشمس تبدو فیخفی وصف انجمھا	جیسے کہ آفتاب جب ظاہر ہوتا ہے تو ستارے چھپ جاتے ہیں اور
نفی ولکن لھا فی الحکم اثبات	انکی نفی ہوجاتی ہے لیکن وہ اثبات کے حکم میں ہیں ٭
ھی الظلام ولا صبح ولا شفق	وہ تاریکی ہے نہ صبح ہے نہ شفق ہے اور اسکی منزل کے قریب آنے
ودون منزلھا للوفد تیھات	جانے والوں کیواسطے آرام کی جگہ ہے ٭
وکم دلیل حدا اللرکب یقصدھا	اور بہت سی دلیلوں سے وہ اُن کی تعریف کا ارادہ کرتا ہے پس
فحار فیھا ولم تجر التسمالات	اسمیں وہ متحیر ہیں اور تمثیلات کو جاری نہیں کرسکتے ٭
خفیۃ السبل لا رسم ولا علم	اسکی راہیں پوشیدہ ہیں نہ اسم ہے نہ علم ہے اور وصل کیطرف رجوع
ابیتا الوصل تحمیھا الابیات	ہونیوالا ہے اور اُن کو تمام ابیات احاطہ کئے ہوئے ہیں ٭
لھا دمیس طریق دارس حرج	اسی کیواسطے اندھیرا راستہ پرانا ہے اور اسکو قریب امر موہوم کے
ودونہ لسری الموھوم وقفات	سرایت کرنے کیلئے ٹھیرنے کی جگہ ہیں ٭
کالجھل امست علوم العالمین لھا	جیسے کہ جہالت نے عالموں کے علوم کو مٹادیا اور اسکی زندگی میں
سیان فی حیھا رشد وغیات	گمراہی اور رہنمائی دونوں یکساں ہیں ٭
لم یظفر العقل یوما من صرافتھا	کسی دن عقل نے اُس کی صرافت سے فتح نہ پائی اور فکر کے
منجا ولیس لفکر ثم نشوات	واسطے کوئی نشو ونما کی جگہ نہیں ہے ٭
ولا النار الھدی فی سبلھا علم	اور ہدایت کی آگ کیواسطے اسکی راہوں میں کوئی علم نہیں ہے اور
ولا النور التقی فیھا اضاءات	اتقا کے نور کے واسطے اُس میں روشنیاں نہیں ہیں ٭

طرق واول من حارت ادلتها	اُسمیں ایسے راستے ہیں کہ دلائل حیران ہیں پس وہ نہ زندہ ہیں اور نہ مردہ ہیں ؛
فيها فلاحيوا فيها ولاماتوا	
اوصافها غرقت فی بحر عزتها	اُسکے اوصاف اُسکی عزت کے دریا میں ڈوب گئے اور وہ وفا سے کم ہیں پس وہ کُنہ کے وقت مردہ ہیں ؛
دون الوفا فهی عند الكنه اموات	
فلا سبيل الى استيفاء ماهية	پس اُس کی ماہیت کے ادراک کا اسم اور صفت کے ذریعہ سے کوئی طریقہ نہیں ہے یہ ذات متعالی ہے ؛
باسم ونعت تعالت ذلك الذات	

پس اب جاننا چاہیئے کہ ذات وجود مطلق سے مراد ہے اس طرح پر کہ تمام اعتبارات اور اضافات اور نسبتیں اور وجوہات ساقط کر دیئے جائیں مگر اس طرح پر نہیں کہ وہ وجود مطلق سے خالی ہوں بلکہ اس طرح پر کہ یہ تمام اعتبارات اور جو چیزیں اُن کی طرف منسوب ہیں وہ سب وجود مطلق سے ہیں۔ پس وہ وجود مطلق میں ہے۔ نہ بالذات اور نہ اُس کے اعتبار سے بلکہ وہ بعینہ وہ چیز ہے کہ جن پر وجود مطلق ہے۔ اور یہ وجود مطلق اُس ذات سا ذج کا نام ہے کہ جس میں کسی اسم اور کسی نعت اور کسی نسبت اور کسی اضافت وغیرہ کا ظہور نہ ہو۔ پس جب اُس میں کوئی چیز ظاہر ہوگی تو یہ منتظر اُسی چیز کی طرف منسوب ہوگا۔ اور ذات صرف کی طرف منسوب نہ ہوگا۔ کیونکہ ذات کا حکم بالذات یہ ہے کہ کلیات اور جزئیات اور نسبتوں اور اضافات کو بطور باقی رہنے کے شامل کرے۔ بلکہ احدیت ذات کی قوت کے تحت میں اُس کے مضمحل ہونے کا حکم کرے۔ پس جب اُس میں کسی وصف یا اسم یا نعت کا اعتبار کیا گیا تو وہ ذات اس معتبر مشہد کے حکم میں ہو گئے اور ذات کے واسطے نہ رہے اور اسی واسطے ہم نے کہا ہے کہ ذات سے مراد وجود مطلق ہے۔ اور ہم نے یہ نہیں کہا ہے کہ وجود قدیم یا وجود واجب ہے تاکہ اس سے ذات کا مقید کرنا لازم نہ آئے۔ ورنہ یہ بات معلوم ہے کہ یہاں ذات سے مراد ذات واجب الوجود القدیم ہے اور ہمارے قول وجود مطلق سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ اطلاق کے ساتھ مقید ہو اس لئے کہ مطلق کا مفہوم یہ ہے کہ جس میں کسی طرح سے قید نہ ہو پس اسکو خوب سمجھ لے کیونکہ یہ باریک بات ہے ؛

اب جاننا چاہیئے کہ ذات صرف ساذج جب اپنے ساذج ہونے سے اور صرف ہونے سے اُتر آوے تو اُس کے واسطے تین مجلیات ہیں کہ وہ صرافت اور سذاجت (یعنی ساذج یعنی سادہ ہونا ہے) سے ملحق ہیں۔ پس پہلے مجلی احدیت ہے کہ جس میں اعتبارات اور اضافات اور اسماء اور صفات وغیرہ کا ظہور نہیں ہوتا ہے پس وہ ذات صرف ہیں لیکن احدیت اُس کی طرف

منسوب ہے۔ اسی واسطے اُس کا حکم سذاجت سے کم ہے اور دوسری تجلی ہویت ہے کہ جس میں اُن سب مذکورہ امور کا سوائے احدیت کے ظہور نہ ہو۔ پس وہ بھی سذاجت کے ساتھ لاحق ہو گئے لیکن احدیت کے لاحق ہونے سے کم ہے تاکہ ہویت کو اُس میں بطور اشارہ کے غائب کی طرف ہویت کے ساتھ سمجھ لے۔ اور تیسری تجلی انیت ہے اور وہ بھی ایسی ہی ہے کہ اُس میں سوائے ہویت کے کسی چیز کا ہرگز ظہور نہیں ہے اور وہ بھی مندرجت کیساتھ لاحق ہے۔ لیکن ہویت کے لاحق ہونے سے کم ہے۔ تاکہ اس میں متحدث اور حضور اور حاضر کو سمجھ لے اور متحدث باعتبار مرتبہ کے غائب اور متحقل اور مبطون سے ہماری طرف زیادہ قریب ہے۔ پس اس کو خوب سمجھ لے اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اِنَّهٗ اِنَا اللّٰه۔ پس لفظ انا سے احدیت کیطرف اشارہ ہے۔ اسلئے کہ وہ اثبات محض ہے اسمیں کوئی قید نہیں ہے اور ایسے ہی احدیت کہ ذات محض مطلق ہے اور سوائے اس کے دوسرے لی اُس میں قید نہیں ہے اور وہ اُس کے قول میں انہٗ ہے۔ اُس سے اشارہ ہویت کی طرف ہے۔ کہ جو احدیت کے ساتھ ملحق ہے اور اسی واسطے لفظ انی کے ساتھ مرکب ہے۔ اور لفظ انا سے اشارہ ہویت کی طرف ہے کہ جو احدیت انیہ کے کے ساتھ ملحق ہے اور اسی واسطے اُس پر ابتداء اور انتہاء اخبار میں ہے اس طرح پر کہ وہ اللہ ہے پس خبر مستند ہو گئی۔ اور وہ اللہ ہے لفظ انا کی طرف۔ پس انیت کو قایم مقام ہویت اور احدیت کے کر دیا اور ان سب سے ذات ساذج صرف مراد ہے۔ اور ان تینوں تجلیات کے بعد سوائے تجلیٔ واحدیت کے جس کو مرتبہ الوہیت کہتے ہیں۔ اور جس کا نام اللہ ہے اور کوئی تجلی نہیں ہے اور آیت نے بھی اسی پر دلالت کی ہے۔ پس جب تو ہمارے کہنے کو سمجھ لیا تو اب جاننا چاہئے کہ ذات والے سے یہ مراد ہے کہ لطیفۂ الٰہیہ جس میں موجود ہو۔ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ جب اپنے بندہ پر تجلی ہوتا ہے۔ اور اپنی ذات سے اُس کو فنا کر دیتا ہے تو اُس میں لطیفہ الٰہیہ قایم ہو جاتا ہے۔ پس یہ لطیفہ کبھی ذاتی ہوتا ہے اور کبھی صفاتی ہوتا ہے۔ پس جب ذاتی ہوتا ہے۔ تو یہ ہیکل انسانی جس کا نام فرد کامل اور غوث جامع ہے اُس پر وجود کا امرواثر ہوتا ہے۔ اور اُسی کے واسطے رکوع اور سجود ہوتا ہے اور اُسی کے ساتھ اللہ عالم حفاظت کرتا ہے اور اُس کا نام مہدی اور خاتم ہے اور وہی خلیفہ ہے۔ اور آدم کے قصہ میں اُسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور تمام موجودات کی حقیقتیں اُس کے حکم کے اتباع کے لئے اس طرح سے کھینچتے ہیں۔ جیسے لوہا مقناطیس پتھر کی طرف کھینچتا ہے اور اُسکی عظمت سے عالم کو مقہور کرتا ہے اور اپنی قدرت سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ پس اُس سے کوئی چیز محجوب نہیں

رہتے اور یہ اس طرح پر کہ جب اس ولی میں یہ لطیفۂ آلہیہ ذات ساذج غیر مقید کسی مرتبہ کے ساتھ جو نہ حقیہ آلہیہ ہو اور نہ خلقیہ عبدیہ ہو موجود ہوتا ہے تو ہر مرتبہ موجودات آلہیہ اور خلقیہ کے مراتب سے اُس کے حق کو عطا کرتا ہے۔ اس لئے کہ یہاں کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جو اُس کو اُس کا حق عطا کرنے سے روکے۔ اور ذات کے روکنے والی وہ چیز ہے کہ جو اُس کو کسی اسم یا نعت حقیہ ہو یا خلقیہ ہو کے مرتبہ کے ساتھ مقید کر دے۔ اب روکنے والا جاتا رہا اس لئے کہ وہ ذات ساذج ہے۔ اور ہر چیز اُس کے نزدیک بالفعل موجود ہے اس واسطے کہ کوئی مانع نہیں ہے اور ذاتوں میں سب چیزیں کبھی بالفعل ہوا کرتی ہیں اور کبھی بالقوۃ کسی معنی کی وجہ سے۔ پس اُن کا دور ہونا کسی حال یا وقت یا صفت پر موقوف ہوتا ہے۔ اور ذات ان باتوں سے منزّہ ہے پس اُس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ پھر اُس کو راستہ بتلا دیا۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اہل اللہ تجلّی احدیت سے باز رکھے جاتے۔ چہ جائے کہ تجلّی ذات سے تو ہم بیشک ذات میں غرائب تجلیات اور عجائب تدلیات آلہیہ ذاتیہ محضہ میں گفتگو کرتے کہ اُس میں کسی اسم اور وصف وغیرہ کے داخل کرنے کی مجال نہیں ہے۔ بلکہ ہم اُس کو لطیف عبارت کے ساتھ اور ظریف اشارہ سے خزائن غیب کی پوشیدہ جگہ سے بذریعہ اُس کی غیب کی کنجیوں کے شہادت کے چہرہ کے صفحہ پر ظاہر کرتے پس ان کنجیوں سے عقول کے مضبوط قفل کھل جاتے۔ تاکہ عبد کا اونٹ اُس کی ذات جو صفات مصونہ بالانوار و انطلاحات کے پردوں میں محفوظ ہے۔ پہنچنے کی سوئی کے ناکے کی جنت کی طرف داخل ہو جاتا۔ پس اللہ اپنے نور کی طرف جسکو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور آدمیوں کے واسطے مثلیں بیان کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سولھواں باب

حیات کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ ایک شئے کا وجود بالذات اُس کی حیات تامہ ہے اور ایک شئے کا وجود بالغیر اُس کی حیات اضافیہ ہے۔ پس حق سبحانہ وتعالےٰ بالذات موجود ہے اور وہ زندہ ہے اور اُس کی حیات حیات تامہ ہے۔ موت اُس کو لاحق نہیں ہے۔ اور تمام مخلوقات اللہ کے واسطے

موجود ہے۔ اُن کی حیات حیات اضافیہ ہے۔ اسی واسطے اُن کو فنا اور موت لاحق ہے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ خلق میں اللہ کی حیات واحدۃ تامہ ہے۔ لیکن وہ اپنی حیات میں مختلف درجے رکھتے ہیں۔ بعضے اُن میں سے ایسے ہیں کہ جن میں حیات بصورت تامہ ظاہر ہوئی ہے۔ اور وہ انسان کامل ہیں۔ پس وہ بالذات وجود حقیقی کے طور پر موجود ہیں۔ نہ مجازی نہ اضافی۔ پس وہ زندہ ہے۔ اور تام الحیات ہے۔ برخلاف اوروں کے۔ اور ملائکہ علیتون کے جو ملائکہ مہیمنہ ہیں۔ اور جو اُن کے ساتھ ملحق ہیں۔ اور جو عناصر سے پیدا نہیں ہوئے۔ جیسے کہ قلم اعلےٰ اور لوح وغیرہ اور وہ بھی جو اسی قسم سے ہیں۔ یہ سب انسان کامل کے ساتھ ملحق ہیں۔ اور بعض موجودات ایسی ہیں کہ جن میں حیات اپنی صورت میں ظاہر ہوئی ہے لیکن وہ غیر تامہ ہیں۔ اور وہ انسان حیوانی اور ملک اور جن ہیں پس یہ سب بالذات موجود ہیں۔ اور وہ جانتا ہے کہ یہ موجود ہیں۔ لیکن اُس کا یہ وجود غیر حقیقی ہے۔ کیونکہ اُس کا قیام بغیر اُس کے قریب کے حق کے واسطے موجود ہے۔ اور اپنے واسطے نہیں ہے۔ پس اُس کے قریب کی حیات حیات غیر تامہ ہے اور بعضے ایسے ہیں۔ کہ جن کے واسطے حیات حیات۔ اُس میں اپنی صورت کے خلاف ظاہر ہوئی ہے۔ اور وہ باقی حیوانات ہیں۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ جن میں حیات باطل ہوگئی ہے۔ پس وہ غیر کے واسطے موجود ہیں۔ اپنی ذات کے واسطے موجود نہیں ہیں۔ جیسے کہ نباتات اور معدن اور حیوانات وغیرہ۔ پس سب چیزوں میں حیات ہوگئی۔ پس یہاں تمام موجودات سے کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو زندہ نہ ہو۔ اس لئے کہ اُس کا وجود اُس کی عین حیات ہے۔ اور فرق یہی ہے کہ تام ہو یا غیر تام ہو۔ بلکہ یہاں سوائے اُس کی حیات تامہ کے اور کچھ نہیں ہے اس واسطے کہ وہ اُس مقدار پر ہے کہ جس کے واسطے اُس کا مرتبہ مستحق ہے۔ پس اگر وہ کم ہو یا زیادہ ہو تو یہ مرتبہ معدوم ہو جائے۔ پس وجود میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو زندہ بحیات تامہ نہ ہو اس واسطے کہ حیات عین واحد ہے۔ پس اُس میں نقصان نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اُس میں انقسام ہو سکتا ہے کیونکہ جوہر فرد کی تو جزی محال ہے۔ پس حیات جوہر فرد ہے اور ہر شئے میں اپنے نفس کے واسطے اپنے کمال کے ساتھ موجود ہے۔ پس کسی شئے کا شئے ہونا بھی اُس کی حیات ہے اور وہ اللہ کی حیات ہے۔ جس سے سب چیزیں قایم ہیں اور یہہ اُس کا تسبیح کرنا بحیثیت اُس کے اسم حی کے ہے۔ کیونکہ ہر چیز وجود میں حق کی تسبیح کرتی ہے اُس کے ہر نام کے اعتبار سے۔ پس خدا کے واسطے موجودات کی تسبیح بحیثیت اُس کے اسم حی کے وہ بعینہ اُس کا وجود مع حیات کے ہے۔ اور اُس کا تسبیح کرنا بحیثیت اسم علیم کے وہ اُسکے

علم کے تحت میں داخل ہوتا ہے۔ اور اُس کا قول جو اُس کے واسطے یا عالم ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ اُس کو علم بالذات عطا کیا ہے۔ اس طرح سے کہ اُس پر یہ حکم کیا ہے کہ وہ ایسا ہے اور ایسا ہے اور اُس کا تسبیح کرنا اُس کے واسطے بحیثیت اُسکے اسم قدیر کے وہ اُس کی قدرت کے تحت میں داخل ہوتا ہے۔ اور اُس کا تسبیح کرنا اُس کے واسطے بحیثیت اُس کے اسم مرید کے وہ اُس کے ارادہ کے ساتھ مخصوص کرنا ہے۔ اور اُس کا تسبیح کرنا بحیثیت اسم سمیع کے وہ اُس کو اپنا کلام سناتا ہے اور وہ ایسی چیز ہے۔ جس کی حقیقتیں بطور حال کے مستحق ہیں۔ لیکن خدا کے اور اُنکے درمیان میں بطور مقال کے ہیں۔ اور اُس کا تسبیح کرنا بحیثیت اُس کے اسم متکلم کے وہ یہ ہے کہ اپنے کلمہ سے موجود ہوا اور باقی اسماء کو بھی اسی پر قیاس کر۔ جب تجھکو یہ بات معلوم ہوگئی۔ تو اب جاننا چاہئے کہ موجودات کی حیات باعتبار اپنی حیات کے مُحدَث ہے۔ اور باعتبار خدا کی حیات کے قدیم ہے۔ اس لئے کہ وہ اُس کی حیات ہے۔ اور اُس کی حیات اُس کی صفت ہے اور اُس کی صفت اُس کے ساتھ ملحق ہے اور جب تو نے یہ ارادہ کیا کہ اس کو سمجھ لے تو اپنی حیات کی طرف دیکھ اور اُس کو اپنے ساتھ مقید ہونے کی طرف خیال کر۔ پس تو اُس کو ایک ایسی روح پائیگا جو تیرے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہی روح محدث ہے۔ اور جب تو نے اپنی نظر کو اپنی حیات مخصوصہ سے اٹھا لیا اور شہود کی حیثیت سے اُس کو دیکھا تو ہر چیز اُس کی حیات میں زندہ ہے جیسا کہ تو اُس میں ہے اور اس حیات کا ساری ہونا تمام موجودات میں ظاہر ہوگیا۔ تب تو نے جانا کہ وہ حیات حق اللہ کی حیات ہے کہ جس کے ساتھ تمام عالم قایم ہے اور یہی حیات قدیمۂ الٰہی ہے۔ پس جس چیز کی طرف کہ مَیں نے اشارہ کیا ہے ان عبارات میں بلکہ اپنی تمام کتاب میں اس کو خوب سمجھ لے۔ کیونکہ اس کتاب کے اکثر مسائل مصطلحات سے بھرے ہوئے ہیں۔ پس اس علم میں سوائے اصطلاح جانیوالے کے دوسرا شخص بات نہیں کرسکتا۔ اور مَیں نے جو چیزیں کہ اپنی اس کتاب میں لکھی ہیں میرے علم میں کسی کتاب میں مجھ سے پہلے یہ امور نہیں لکھے گئے ہیں۔ اور نہ مَیں نے اُس کو خطاب میں کسی سے سنا ہے۔ بلکہ اُس نے مجھکو اس امر کا علم اسی آنکھ سے کہ جس سے مَیں زمین و آسمان اور سب چیزوں کو دیکھتا ہوں اس کے مشاہدہ سے نہیں چھپا ہے۔

پس اب جاننا چاہئے کہ حق نے اور ہیئات اور اشکال اور صور اور اقوال اور اعمال اور معدن اور نبات وغیرہ سب چیزوں پر وجود کا اسم بولا جاتا ہے۔ پس ہر چیز کے واسطے فی نفسہ اُس کے نفس کے لئے حیات تامہ ہے جیسے سے انسان کی حیات لیکن جب وہ اکثر آدمیوں سے

محجوب ہے تو ہم نے اُس کو اپنے درجہ سے کم کردیا ہے اور موجود لغیرہ بنایا ہے۔ ورنہ ہر چیز کے واسطے بالذات وجود اور حیات نامہ ہے۔ جس سے وہ بولتا ہے اور سمجھتا ہے اور سنتا ہے اور دیکھتا ہے اور قدرت رکھتا ہے اور ارادہ کرتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اور یہ بات بطور کشف کے معلوم ہوتی ہے۔ پس ہم نے اس کا ظاہر طور مشاہدہ کیا ہے۔ اور ان اخبارات آلہیہ نے جو ہماری طرف منقول ہیں کہ اعمال قیامت کے دن متشکّل ہو کر اپنے صاحب کے سامنے آئینگے اور اُس سے بات چیت کرینگے اُسکی تائید کرتے ہیں۔ پس وہ اعمال کہیں گے کہ ہیں تیرا عمل ہوں۔ پھر اُس کا غیر آئیگا۔ پس اُس کو ہٹا دیگا۔ اور ایسے ہی اُس کا قول یہ ہے کہ کلمۂ حسنہ ایک صورت بنکر آئیگا۔ اور کلمۂ قبیحہ بھی ایک صورت بنکر آئیگا۔ اور دوسرا قول اللہ تعالےٰ کا یہ ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جو خدا کی حمد و ثنا نہ کرتی ہو۔ پس سب چیزیں زبان مقال سے اُس کی تسبیح کرتی ہیں۔ اُس کو وہ شخص سنتا ہے جس پر اللہ تعالےٰ نے انکشاف کردیا ہے اور زبان حال سے بھی ہر چیز تسبیح کرتی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا۔ اور اُس کا زبان مقال سے اللہ کی حمد کی تسبیح کرنا حقیقی ہے مجازی نہیں ہے۔ اور اسی قبیل سے اعضاء اور جو روح کا بولنا ہے اور ہم نے اُس چیزیں اس بات کو پالیا ہے کہ جس کو ہم نے ان سب امور کا کشف عطا کیا ہے۔ پس ہمارا ایمان قیامت پر ایمان تحقیقی ہے۔ ایمان تقلیدی نہیں ہے اور ہمارے پاس سوائے نسبت وطن کے کوئی غیب نہیں ہے۔ ورنہ ہمارا غیب ہماری شہادت ہے اور ہماری شہادت تمہارا غیب ہے اور ہم اس تائید نقلی کا ذکر اپنے واسطے نہیں کرتے ہیں بلکہ مخاطب کے واسطے ہے اور ہم نے اس کشف کو ایسی تائید کے ساتھ پایا ہے۔ پس اس میں خوب غور کر اور اچھی طرح سمجھ لے اللہ تجھکو ہدایت کریگا اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی سید ھا راستہ بتلاتا ہے۔

سترھواں باب

علم کے بیان میں

العلم درك الحق للاشياء لو انه من وجهه بفناء	علم سب چیزوں کے کما حقہ ادراک کا نام ہے اگرچہ وہ کسی وجہ سے فانی ہوں۔

لکنها الاسم العلیم المدرك امر الوجود بشرط الاستیفاء
فیکون علام القدیم وعالما للمحدثات بغیر ما اخفاء
وحقیقة العلم المقدس واحد من غیر ما کل ولا اجزاء
هو مجمل فی الغیب وهو مفصل فی عالم المشهود والایماء
لکن جملته هناك فقد حوی التفصیل تحقیقا بغیر مراء
وبه فتعلم ذاته خلاقنا وبه فیعلمنا علی الاهواء
وبه فتعلمه ونعلم ذاتنا فاعجب لفرد جامع الاشیاء

لیکن اُس کا اسم علیم جب مدرک ہو جائے تو وجود کا حکم کرتا ہے اس شرط پر کہ ادراک تام ✣
پس وہ علام قدیم اور محدثات کا عالم بغیر پوشیدگی کے ہے ✣
اور علم مقدس کی حقیقت واحد ہے بغیر اس کے کہ اُس میں کُل اور جزو ہو ✣
وہ غیب میں مجمل ہے اور عالم شہود اور ایما میں مفصل ہے ✣
لیکن یہاں اُس نے سب کا بالتفصیل احاطہ کیا ہے بیشک وشبہ کے ✣
اور اُسکی وجہ سے تو اُسکی ذات کو جانتا ہے کہ وہ ہمارا خلاق ہے اور اُسکی وجہ سے وہ ہمکو ہماری خواہشوں کے موافق جانتا ہے ✣
اور اُسی کی وجہ سے تو اُس کو جانتا ہے اور ہم اپنی ذاتوں کو جانتے ہیں پس مَیں تعجب کرتا ہوں اُس فرد سے کہ جو سب چیزوں کی جامع ہے ✣

پس جاننا چاہئے کہ علم صفت نفسی ازلی ہے۔ پس اللہ سبحانہ وتعالےٰ کا علم اپنی ذات کے واسطے اور تمام مخلوقات کے لئے واحد ہے نہ منقسم ہے نہ متعدد ہے۔ لیکن وہ اپنے نفس کو اس حیثیت سے کہ وہ اُس کے واسطے ہے جانتا ہے۔ اور اپنی خلق کو معہ اُس چیز کے جو ان پر ہے جانتا ہے۔ اور یہ کہنا نہیں جائز ہے کہ معلومات نے اُس کو علم عطا کیا ہے تاکہ یہ بات نہ لازم ہو کہ اُس نے کسی غیر چیز سے فائدہ حاصل کیا۔ اور حضرت امام محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ نے جو کیا ہے کہ جو لکھدیا ہے کہ معلومات حق نے حق کو بالذات علم عطا کیا ہے ہم اُن کی طرف سے عذر کرتے ہیں اور یہ بات ہم نہیں کہتے کہ یہ اُن کے علم کا مبلغ ہے لیکن ہم نے حق سبحانہ وتعالےٰ کو اسکے بعد ایسا پایا کہ وہ معلومات کو علم اصلی کے طور پر جانتا ہے اور جو کچھ معلومات اُس کے سامنے ہیں وہ دوسرے سے مستفاد نہیں ہیں وہ باعتبار اپنی حقیقتوں کے بالذات جس امر کے کہ وہ مقتضی ہیں سوائے اس بات کے کہ وہی معلومات بالذات اللہ سبحانہ کے علم کے مقتضی ہیں تو اُن پر [illegible]

حکم کیا گیا ہے کہ جس کے وہ مقتضی ہیں اور وہ معلومات کا حکم ہے۔ اُس پر اور جب امام مذکور رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ حق سبحانہ نے معلومات کے واسطے ایسی چیز کا جو بالذات اُس کی مقتضی ہیں۔ حکم کیا تو اس بات کا گمان کیا کہ حق سبحانہ کا علم معلومات کے اقتضا سے حاصل ہوا ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ معلومات نے بالذات حق کو علم عطا کیا ہے اور یہ بات اُن سے فوت ہوگئی کہ معلومات نے جو ایسی چیز کی جو اُس کے علم میں ہے خواہش کی ہے۔ وہ علم کلی اور اصلی نفسی کے ساتھ اُسکی پیدائش اور ایجاد سے پہلے تھی اس لئے کہ علم آلہی میں سوائے معلومات کے علم کے کوئی چیز متعین نہیں ہوئی۔ مگر جس چیز کی کہ اُن کی ذاتیں مقتضی تھیں۔ پھر اُن کی ذاتوں نے اس کے بعد چند امور کی خواہش کی یعنی سوائے اُس کے کہ معلومات کا علم پہلے اُس کے نزدیک تھا۔ پس دوبارہ موافق اُن کی خواہش کے حکم کیا اور اُن کو سوائے اُس چیز کے کہ معلومات کا علم جس پر تھا۔ دوسری طرح سے حکم نہ کیا۔ اس میں غور کر اس لئے کہ یہ مسئلہ لطیف ہے اور اگر ایسا امر نہ ہوتا تو اُس کے واسطے تمام عالمو سے بے پروائی نہ ہوتی۔ اس واسطے کہ جب معلومات نے اُس کو بالذات علم عطا کیا ہے تو معلوم ہوا کہ اُس کے علم کا حاصل ہونا معلومات پر موقوف ہے اور جس چیز کا وصف کسی دوسری چیز پر موقوف ہوتا ہے تو وہ چیز اس وصف میں اُس کی محتاج ہوتی ہے اور علم کا وصف اُس کیواسطے وصف نفسی ہے تو اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ وہ بالذات کسی طرف محتاج ہو۔ اللہ تعالےٰ اس سے منزہ ہے اور اعلےٰ ہے اور اکبر ہے پس اُس کا نام علیم اسی وجہ سے ہے کہ اُس کیطرف مطلق علم کی نسبت ہے اور اُس کا نام عالم اسی وجہ سے ہے کہ سب چیزوں کی معلومیت کی نسبت اُسی کی طرف ہے۔ اور اُس کا نام علّام اس جہت سے ہے کہ علم اور معلومیت دونوں کی نسبت اُسی کی طرف ہے۔ پس علیم صفت نفسی کا اسم ہے۔ کیونکہ اُس میں سوائے اُس کے کسی چیز کی طرف نظر نہیں ہے اسواسطے کہ وہ علم ہے کہ ذات جس کی مستحق اپنے کمال ذاتی میں ہو اور عالم صفت فعلی کا اسم ہے اور یہ کل چیزوں کے جاننے کا نام ہے خواہ اُس کا علم اپنے نفس کے واسطے ہو یا غیر کے واسطے اور وہ فعلی اس وجہ سے ہے کہ تو کہتا ہے وہ عالم بنفسہ ہے یعنی اپنے نفس کو جانتا ہے اور عالم بغیرہ ہے۔ یعنی اُس کو غیر کا بھی علم ہے اور یہ بات بھی ضروری ہے کہ اُس میں صفت فعلیہ ہو اور علّام باعتبار نسبت علمیہ کے صفت نفسی کا اسم ہے جیسے کہ علیم اور باعتبار نسبت معلومیت الاشیاء کے صفت فعلی کا اسم ہے اور اسی واسطے خلق کا وصف اسم عالم کے ساتھ غالب ہوگیا نہ اسم علیم اور علّام کے ساتھ۔ پس یوں کہا کرتے ہیں

کہ فلاں شخص عالم ہے اور یوں نہیں کہتے ہیں کہ عالم ہے اور نہ علّام مطلق ہے ۔

پس اے اللہ میرے یہ قید جو لگائی ہے کہ یوں بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص ایسی ایسی باتوں کا علیم ہے اور یہ نہیں بولا جاتا کہ اُن باتوں کا علّام ہے ۔ اور نہ علّام مطلق بولا جاتا ہے ۔ پس ایسی حالت میں کسی شخص کا اس لفظ کے ساتھ وصف کرنا کسی قید کی ضرورت رکھتا ہے ۔ پس یوں بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں فن میں عالم ہے اور یہ بطور مجاز کے بولا جاتا ہے ۔ اور اُن کا قول یہ جو ہے کہ فلاں شخص علاّمہ ہے ۔ تو یہ بھی ایسی قبیل سے ہے کیونکہ یہ اللہ کا نام نہیں ہے اس لئے کہ اللہ کو علامہ کہنا نہیں جائز ہے ۔

پس اب جاننا چاہئے کہ علم زندہ کے اقرب اوصاف میں سے ہے جیسے کہ حیات ذات کے اقرب اوصاف سے ہے اس لئے کہ اس سے پہلے جو باب ہے اُس میں ہم بیان کر چکے ہیں ۔ کہ کسی چیز کا وجود بالذات اُس کی حیات ہے اور اُس کا وجود اُس کی ذات کا غیر نہیں ہے پس کوئی چیز وصف حیات سے زیادہ ذات کی طرف قریب نہیں ہے ۔ اور نہ کوئی چیز علم سے زیادہ حیات کی طرف قریب ہے ۔ اسواسطے کہ ہر زندہ کسی علم کو ضرور جانتا ہے ۔ خواہ وہ الہامی ہو جیسے کہ حیوانات اور حشرات کا علم کہ اُن کو جو باتیں چاہئیں اور جو نہ چاہئیں یعنی کھانا اور رہنا اور حرکت اور سکون ان سب باتوں کا علم الہامی ہوتا ہے ۔ پس یہ علم ہر زندہ چیز کو لازم ہے اگرچہ وہ بدیہی ضروری یا تصدیقی ہو جیسے کہ انسان کا اور فرشتوں کا اور جنّوں کا علم ہے ۔ پس اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ علم حیات کیطرف اقرب اتصاف سے ہے ۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے علم سے حیات کے ساتھ کنایہ کیا ہے پس اُس نے فرمایا ہے ۔ اَوَمَنۡ کَانَ مَیۡتًا فَاَحۡیَیۡنٰہُ یعنی جو شخص کہ جاہل تھا اُس کو ہم نے حی کیا یعنی عالم کیا تو میت سے مراد جاہل ہے اور ہم نے اُسکو ایک روشنی عطا کی کہ جس سے وہ آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے ۔ یعنی اس علم کی وجہ سے سب کام کرتا ہے ۔ جیسے کہ اُس کی مثل تاریکی میں یعنی طبیعت کی تاریکی جو بعینہ جہالت ہے اور اُس سے وہ علیحدہ نہیں ہے اس لئے کہ تاریکی ہی کی طرف ہدایت کرتی ہے ۔ پس آدمی جہالت سے علم کیطرف نہیں پہنچ سکتا اور یہاں جہالت سے مراد طبیعت کی جہالت ہے اور جاہل کو اپنے جہل سے خارج ہونا ممکن نہیں ہے ۔ اسی طرح سے کافرین کے واسطے وہ چیز زینت کی گئی جس کو وہ کرتے تھے یہاں کافرین سے مراد اللہ کے وجود کو اپنے وجود میں چھپانے والے ہیں ۔ پس بالذات تمام موجودات سے سوائے اپنے مخلوقیت کی کسی چیز کو ظاہر نہیں کرتی اور اس سے

ذات الٰہی کو چھپاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُس کا وصف یہ ہے کہ وہ مخلوق نہ ہو اور اُس سے پہلے عدم نہ ہو اور یہ نہیں جانتے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اگرچہ اپنی مخلوقات میں ظاہر ہے۔ لیکن اُس میں اپنی وصف کے ساتھ جس کا کہ وہ بالذات مستحق ہے ظاہر ہوا ہے۔ پس کوئی چیز محدثات کے نقایص سے اُس کو ملحق نہیں ہے اور اگر محدثات کے نقایص سے کوئی چیز اُسکی طرف منسوب ہو تو اُن نقایص میں اُس کا کمال ظاہر ہو۔ پس نقص کا حکم اُس سے دور ہو گیا۔ اور اُس کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے مخلوقات کامل ہو گئی۔ پس کامل سے سوائے کامل کے اور کچھ نہیں رہا۔ اور کامل کی طرف سوائے اُس چیز کے کہ نقص کے ساتھ ملحق ہو۔ کوئی چیز منسوب نہیں ہے۔ ؎

یکمل نقصان القبیح جمالہ	بُری چیز کے نقصان کو اُسکا جمال پورا کر دیتا ہے جب وہ اُسمیں
اذ الاح فیہ فھو للقبح دافع	ظاہر ہو جاتا ہے تو اُس سے بُرائی دُور ہو جاتی ہے ۔
ویرفع مقدار الوضیع جلالہ	اور ادنیٰ درجہ اور خسیس آدمی کے مرتبہ کو اُس کا جلال بلند
فما ثم نقصان ولا ثم واضع	کرتا ہے پس یہاں نہ کوئی نقصان رہتا ہے اور نہ کوئی

خسیس رہتا ہے ۔

اور جبکہ علم حیات کے واسطے لازم ہے تو حیات بھی علم کے واسطے لازم ہے۔ اس لئے کہ اُس عالم کا وجود جس کے واسطے حیات نہیں ہے محال ہے۔ اور یہ دونوں آپس میں لازم اور ملزوم ہیں اور جب یہ بات تجھکو معلوم ہو گئی تو کہنا چاہئے کہ یہاں باعتبار استقلال ہر خدا کی صفت کے جو اُس میں بالذات موجود ہے۔ نہ کوئی لازم ہے اور نہ کوئی ملزوم ہے۔ ورنہ یہ بات لازم ہو گی کہ بعض صفات اللہ تعالےٰ کے اُس کے غیر کی صفت سے مرکب ہے۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔ وہ اس سے منزہ اور اعلےٰ اور اکبر ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ مثلاً خالقیت کی صفت قدرت اور ارادے اور کلام سے مرکب نہیں ہے۔ اگرچہ مخلوق ایسی ہے کہ ان تینوں صفات کے بغیر نہیں پائی جاتی ہے۔ بلکہ خالقیت کی صفت اللہ تعالےٰ کی صفت واحدہ ہے۔ پس یہ مستقل ہے اور اپنے غیر سے مرکب نہیں ہے اور نہ ملزوم ہے اور نہ اُس کے سوا کوئی لازم ہے اور ایسے باقی صفات بھی ہیں اور جب یہ بات حق سبحانہ وتعالےٰ کے حق میں صحیح ہے تو خلق کے حق میں بھی ایسی ہے اس لئے کہ حق سبحانہ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ پس یہ بات ضروری ہے کہ انسان صفات رحمٰن کی ہر صفت سے ایک نسخہ ہے۔ پس انسان میں وہ چیز پائی جاتی ہے کہ جو رحمٰن کی طرف منسوب

ہے۔ یہاں تک کہ تو محال کے لئے حکم کرتا ہے کہ وہ واجب ہے۔ بواسطے انسان کے دیکھو جب
تم نے فرض کیا۔ مثلاً جیسا کہ محال کے واسطے فرض کرتے ہو کہ وہ حیّ ہے اور اُس کو علم نہیں ہے
یا عالم ہے اور اُس کو حیات نہیں ہے تو یہ حیّ کہ جس کو علم نہیں ہے۔ یا وہ عالم جسکو حیات نہیں ہے
وہ تیرے عالم فرض اور خیال میں موجود ہے۔ اور تیرے ربّ کی مخلوق ہے۔ کیونکہ اُس میں ایسی
چیز کا خیال کیا جو اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہے۔ پس عالم میں بواسطے انسان کے اُس کو پایا کہ جو اُس کے
غیر میں متخیل تھا ؁

پس اب جاننا چاہئے کہ عالم محسوس عالم خیال کی فرع ہے۔ اس لئے کہ وہ اُس کا ملکوت ہے
پس جو چیز کہ ملکوت میں پائی جائے اُس کا ملک میں بقدر قوابل اور وقت اور حال کے ظاہر ہونا
ضروری ہے تاکہ وہ اس موجود کا ملکوت میں نسخہ ہو اور ان کلمات کے تحت میں ایسے اسرار الٰہیہ ہیں
جن کی شرح ممکن نہیں ہے اُن کو تو مہمل مت چھوڑ اس لئے کہ وہ اُس غیب کی کنجیاں ہیں کہ اگر وہ تیرے
قبضہ میں آجائے تو وجود کے تمام قفل اُن سے کھل جائیں خواہ وہ اعلےٰ ہوں یا اسفل اور ہم عنقریب
عالم ملکوت پر اس کتاب میں انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ بحث کرینگے۔ پس تو علم اور حیات وغیرہ میں۔ اگر
چاہے تلازم ثابت کر اور چاہے نہ کر۔ اور جناب الٰہی میں اُس کہنے والے نے جس لئے کہ اپنے نبیؐ
کی زبان سے یہ فرمایا ہے:۔ ان ارضی واسعتہ فایای فاعبدون ط یعنی میری زمین کشادہ ہے
خاص میری ہی عبادت کرو اُس نے وسعت کی ہے۔ ۵

عجب لبحر ھاج فی زخراتہ	اس دریا کو دیکھکر تعجب معلوم ہوتا ہے جو اپنے لبالب پانی سے
متلاطم الامواج فی طفحاتہ	جوش مار رہا ہے اور اُس کی موجیں متلاطم ہیں ؁
من کل رکن تمتوی ارباحہ	ہر جانب سے اُس کے کناروں کی طرف تو ارادہ کرتا ہے پس موج
فیقیم طرد الموج فی جنباتہ	تجھکو ہر پہلو سے پھینکدیتی ہے ؁
والرعد فیہ کانہ لتواتر	اور اُسمیں رعد کی آواز متواتر ایسی آتی ہے جیسے کہ موج کے
مثل الصدی للموج فی زجراتہ	واسطے اُسکی جوش زنی کی حالت میں باز رکھتا ہے ؁
والبرق یخطف کل مقلۃ ناظر	اور بجلی ہر دیکھنے والے کی آنکھ کو اُچک لیجاتی ہے جیسے کہ تلوار
کالسیف یلمع فی مدی ھزاتہ	اپنی جنبش کی حالت میں چمکتی ہے ؁
والسحب ترکب بعضہا فی بعضہا	اور بادل اس کثرت سے ہے کہ بعض بعض پر چڑھا ہوا ہے اور
والمزن تقطر من ھوا صفحاتہ	مینہ اُس شخص پر برس رہا ہے جو اُسکے کنارے پر ہے ؁

ظلمات بعض فوق بعض قطرة	بعض کی تاریکی بعض پر ایک قطرہ ہے جو اس دریا کی تاریکی
مما حوی ذا البحر فی ظلماته	میں اُس کا احاطہ کئے ہوئے ہے ؛
کیف السلامة فیه للصب الذی	عاشق اُس میں کس طرح سے سلامت رہیگا کہ جس کے وصف
غرقت مراکب وصفه فی ذاته	کے گھوڑے اُسکی ذات میں ڈوب گئے ہیں ؛
او کیف یصنع سابح قطعت قوا	اور تیرنے والا اُس میں کیا کر سکتا ہے کیونکہ اُسکے ہاتھ پاؤں
ئمه ومن یقضی له بنجاته	کٹ گئے ہیں اور اُس کو کون نجات دے سکتا ہے ؛
الله اکبر ما بها من سالم	اللہ اکبر کون اُس کے ساتھ سلامت رہ سکتا ہے افسوس اور
هیهات فی هیهات فی هیهاته	افسوس اور پھر اُمیں افسوس ہے ؛

اٹھارھواں باب

ارادہ کے بیان میں

ان الارادة اول العطفات	ارادہ سب سے پہلے پہلی مہربانی ہے اور اُسکے اور ہمارے
کانت لنا وله من النفحات	واسطے خوشبوئیں ہیں ؛
ظهر الجمال بها من الکنز الذی	اُس کی وجہ سے اُسکا جمال اُس خزانہ سے ظاہر ہوا جو تعریف
قد کان فی التعریف کالنکرات	کی حالت میں اجنبی کی طرح تھا ؛
فبدت محاسنه علی اعطافه	پس اُس کی خوبیاں اُس کی مہربانیوں پر ظاہر ہوئیں اور
وهو الخلیفة صورة الجلوات	وہ خلیفہ ہے بصورت جلوات کے ؛
لولاه ای لولا محاسنه اقتضت	اگر اُس کی خوبیاں نہ ہوتیں تو وہ بالذات ایجاد مخلوقات
من نفسها ایجاد مخلوقات	پیدا کرنا چاہتا ؛
ما کان مخلوقا ولولا کونهم	نہ وہ مخلوق تھا اور نہ اُنکا کون تھا اور نہ اُن کا منعوت تھا
ما کان منعوتا بحسن صفات	حسن صفات کے ساتھ ؛
ظهروا به وبهم ظهور جماله	وہ اُسکے ساتھ ظاہر ہوئے اور اُس کا جمال ان سے ظاہر ہوا
کل لکل مظهر الحسنات	پس ہر ایک دوسرے کے واسطے مظہر حسنات ہے ؛

والمؤمن الفرد الوحید لمؤمن
فیما روی المختار کالمرآۃ

اور مومن فرد وحید اُس مومن کیواسطے ہے جسمیں آئینہ کی طرح سے مختار دکھائی دیتا ہے ٭

ھو مؤمن والفرد منا مؤمن
کمرآتین تقابلا بالذات

وہ مومن ہے اور ہمارا فرد بھی مومن ہے۔ جیسے کہ دو آئینہ ذات کے مقابل ہوگئے ہیں ٭

فبدت محاسنہ بنا وبدت محا
سننا بہ من غیر ما اثبات

پس اُس کی خوبیاں ہم سے ظاہر ہوئیں اور ہماری خوبیاں اُس سے ظاہر ہوئیں بغیر ثابت کرنے کے ٭

وبنا تسمی بل تسمینا بہ
کل لکل نسخۃ الآیات

اور ہمارا نام وہ رکھتا ہے اور ہم اُس کا نام رکھتے ہیں ایک دوسرے کے واسطے آیات کا نسخہ ہے ٭

لولا ارادتہ التعرف لم یکن
للکبریاء بارز من الخفیات

اگر اُس کا ارادہ معرفت کا نہ ہوتا تو وہ اپنی کبریائی کو خفیات سے ظاہر نہ کرتا ٭

فلذلک المعنی تقدم حکمہا
عن سائر الاوصاف والنسبات

اسی وجہ سے اُس کا حکم تمام اوصاف اور نسبات سے متقدم ہوا ٭

پس جاننا چاہئے کہ ارادہ ایک صفت ہے کہ حق کا علم اُس کی ذات کے موافق اُس پر متجلی ہوا ہے پس یہ مقتضاے وہی ارادہ ہے اور اُس کے یہ معنی ہیں کہ حق سبحانہ اپنے معلومات کے واسطے مقتضاے علم وجود کے ساتھ خاص ہو۔ پس اسی وصف کا نام ارادہ ہے۔ اور ہم میں ارادہ مخلوقہ وہ بعینہ حق سبحانہ وتعالے کا ارادہ ہے۔ لیکن جب اُس کی نسبت ہماری طرف ہے تو حدوث ہم کو لازم ہے۔ اور ہماری وصف کو بھی لازم ہے۔ اسی واسطے ہم اپنے ارادہ کو مخلوق کہتے ہیں۔ ورنہ وہی ارادہ اس اعتبار سے کہ اللہ تعالے کی طرف منسوب ہے۔ بعینہ ارادۂ قدیمہ ہے اور ہم اُس کو سب چیزوں کے ظاہر کرنے سے موافق اُس کے مطلوب کے سواے اپنی طرف منسوب کرنے کے منع نہیں کرتے ہیں اور یہ نسبت مخلوق ہے۔ پس جب وہ نسبت جو ہماری طرف منسوب ہے دور ہوگئی۔ اور حق کیطرف اُس کی نسبت ہوئی تو سب چیزوں نے اُس سے اثر قبول کیا۔ جیسے کہ ہمارا وجود ہمارے اعتبار سے مخلوق ہے۔ اور جب اسکی نسبت خدا کیطرف کی جائے تو وہ قدیم ہے۔ اور یہ نسبت ایسی ضروری ہے جس کو کشف اور ذوق یا علم جو قایم مقام عین کے ہے عطا کرتا ہے۔ پس یہاں سواے اسکے دوسری چیز نہیں ہے ٭

اب جاننا چاہئے کہ ارادہ کے لئے مخلوقات میں تو مظاہر ہیں یعنے پہلا مظہر میل ہے اور اُسکے

یہ معنی ہیں کہ قلب اپنے مطلوب کی طرف کھینچے۔ اور جب وہ قوی ہوا اور ہمیشہ ہے تو اُس کو ولع کہتے ہیں اور وہ ارادہ کا مظہر ثانی ہے۔ پھر جب وہ شدید ہو جائے اور زیادہ ہو تو اُس کا نام صبابت ہے اور اُس کے یہ معنی ہیں کہ قلب جس کو کہ دوست رکھتا ہے۔ اُس میں استرسال شروع کرے۔ گویا کہ پانی کی طرح گرتا ہے۔ اور گرنے سے وہ رُک نہیں سکتا۔ اور یہ ارادہ کا تیسرا مظہر ہے۔ پھر جب اُس سے بالکل فارغ ہو جائے اور اُس پر قادر ہو جاوے تو اُس کا نام شغف ہے اور وہ ارادہ کا چوتھا مظہر ہے۔ پھر جب وہ دل میں مضبوط ہو جاوے۔ اور اُس کو سب چیزوں سے علیحدہ کر لے تو اُس کا ہوی ہے اور وہ پانچواں مظہر ہے۔ پھر اُس کا حکم جسم پر جاری ہو تو اُس کا نام غرام ہے اور وہ ارادہ کا چھٹا مظہر ہے۔ پھر جب وہ بڑھا اور وہ علّتیں جو سیل پیدا کرنیوالی ہیں وہ ہو گئیں تو اسکا نام حب ہے اور وہ ساتواں مظہر ہے۔ پھر جب وہ جوش مارے یہانتک کہ اُس کی ذات سے محب کو فنا کر دے تو اُس کا نام وُد ہے اور وہ ارادہ کا آٹھواں مظہر ہے۔ پھر جب وہ اور زیادہ اور لبالب اور پُر ہو جاوے یہاں تک کہ محب اور محبوب دونوں کو فنا کر دے تو اُس کا نام عشق ہے اور اس مقام میں عاشق اپنے معشوق کو دیکھتا ہے لیکن اُس کو پہچانتا نہیں ہے اور نہ اُسکی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جیسے کہ مجنوں کا قصہ ہے کہ لیلی ایک دن اُس کے پاس ہو کر گذری اور اُس نے مجنوں کو باتیں کرنے کے لئے بُلایا۔ مجنوں نے کہا کہ مجھکو چھوڑ دے میں تیری طرف سے مُنہ پھیر کر اپنی لیلی کی طرف متوجہ ہوں۔ اور یہ وصول اور قرب کے سب مقامات میں سے آخر مقام ہے۔ اس میں عارف اپنے معروف کا انکار کرتا ہے۔ پس نہ عارف باقی رہتا ہے نہ معروف۔ اور نہ عاشق باقی رہتا ہے نہ معشوق۔ اور سوائے عشق وحدہ کے کچھ باقی نہیں رہتا ہے اور عشق وہی ذات محض صرف ہے۔ کہ جس کے تحت میں نہ رسم داخل ہے اور نہ اسم داخل ہے۔ اور نہ نعت داخل ہے اور نہ وصف داخل ہے۔ پس عشق اپنے ابتدائی ظہور میں عاشق کو فنا کر دیتا ہے کہ اُس کا اسم اور رسم اور نعت اور وصف کچھ باقی نہیں رہتا ہے۔ پس جب عشق مٹ گیا اور گم ہو گیا تو اب عشق نے معشوق اور عاشق دونوں کو فنا کر دیا۔ پس اُس سے ہمیشہ اسم اور وصف اور ذات فنا ہو گئے۔ پس اب نہ عاشق باقی رہا اور نہ معشوق باقی رہا۔ پس اُسوقت عاشق دو صورتوں کے ساتھ ظاہر ہوگا اور دو صفتوں کے ساتھ موصوف ہوگا۔ پس اُسی کا نام عاشق رکھا جائیگا اور اُسی کا نام معشوق قرار پائیگا۔

العشق نار الله اعنی الموقدة	عشق اللہ کی روشن آگ ہے اُس کا روشن ہونا اور بجھنا دلوں میں ہے ❖
فاو لها فطلوعها فی الافئدة	
نباءعظيم اهله هم فيه مختلفون	ایک خبر عظیم کہ جس میں آدمی مختلف ہیں یعنی اُس کے
اعنی فی المكانة والجدة	مرتبہ اور کوشش میں ❖
فتراهم فی نقطة العشق الذی	پس تو اُن کو اُس عشق کے نقطہ میں دیکھتا ہے کہ جو واحد
هو واحد متفرقين علی حدة	ہے اور وہ اپنی حد میں متفرق ہے ❖

پس اب جاننا چاہیئے کہ اس فنا سے عدم شعور مراد ہے۔ اس طرح سے کہ اُس پر غفلت کا حکم غالب ہو۔ پس بالذات اُس کا فنا ہونا گویا اُس کا عدم شعور ہے اور اُس کا اپنے محبوب سے فنا ہونا اُس میں ہلاک کرنا ہے۔ پس اصطلاح قوم میں فنا کے یہ معنی ہیں کہ کسی شخص کا بالذات اور نہ کسی چیز کے لوازم سے عدم شعور ہو۔ پس جب تو نے یہ جان لیا تو معلوم کرنا چاہیئے کہ ارادہ آلٰہیہ جو مخلوقات کو ہر حالت اور ہر ہیئت میں کہ جو بغیر کسی علت اور سبب کے صادر ہوتی ہے خاص کرنیوالا ہے بلکہ محض اختیار آلٰہی ہے۔ اس لئے کہ ارادہ اُس کی عظمت کے احکام سے ایک حکم ہے یا اُس کی الوہیت کے اوصاف سے ایک وصف ہے۔ پس اُس کی الوہیت اور عظمت اپنے نفس کے واسطے ہے کسی علت سے نہیں ہے۔ اور یہ امر برخلاف اُس کے ہے کہ جو امام محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ خدا کا نام مختار رکھنا نہیں جائز ہے۔ اس لئے کہ کوئی چیز وہ اختیار سے نہیں کرتا ہے بلکہ اُس کو عالم کی خواہش کے موافق کرتا ہے۔ اور عالم بالذات سوائے اُس صورت کے جو اُس پر واقع ہے دوسری چیز کو نہیں چاہتا ہے پس وہ مختار نہیں ہے۔ یہ کلام امام محی الدین ابن العربی کا فتوحات مکیہ میں ہے اور اُنہوں نے ایسے بھید پر کہ جس کو تجلی ارادہ سے پایا ہے کلام کیا ہے اور اُن سے اکثر چیزیں اُس کلام سے فوت ہوگئی ہیں اور یہ امر عظمت آلٰہیہ کے مقتضیات سے ہے اور ہم نے اُس چیز کو حاصل کر لیا کہ جو اُنہوں نے حاصل کیا تھا۔ پھر اس کے بعد ہم نے تجلی عزت میں اطلاع پائی۔ پس اس بات پر کہ وہ سب چیزوں میں مختار ہے اور اُن میں متصرف ہے لیکن اُس کا تصرف اختیار مشیت کے حکم سے کہ جو اُس سے صادر ہے بغیر کسی ضرورت اور مرید کے ہے بلکہ وہ ایک شان آلٰہی اور وصف ذاتی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نفس سے اپنی کتاب میں تصریح کی ہے پس فرمایا ہے وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ فَهُوَ الْقَادِرُ الْمُخْتَارُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْقَهَّارُ یعنی تیرا رب جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اختیار والا ہے پس وہ قادر اور مختار اور غالب اور

جبّار اور متکبر اور قہار ہے ٭

اُنیسواں باب

قدرت کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ قدرت ایک قوت ذاتیہ ہے کہ سوائے خدا کے دوسرے کو نہیں ہوتی ہے اور اُس کی شان یہ ہے کہ معلومات کو عالمِ عینی کی طرف اُس کے مقتضائے علمی کی طرف ظاہر کرے پس وہ مجلیٰ تجلّی ہے۔ یعنی عدم سے جو اُس کے معلومات موجود ہیں اُن کے اعیان کا مظہر ہے اس لئے کہ وہ اُن کو اپنے علم میں عدم سے موجود جانتا ہے۔ پس قدرت اُس بارزہ کا نام ہے جو موجودات کے واسطے عدم سے ہوتی ہے اور وہ صفت نفسیہ ہے کہ اُس سے ربوبیت ظاہر ہوئی۔ اور وہ قدرت بعینہ یہی قدرت ہے کہ جو ہم میں موجود ہے۔ پس اُس کی نسبت ہماری طرف قدرت حادثہ ہے۔ اور جب اُس کی نسبت خدا کی طرف کی جاتی ہے تو اُس کا نام قدرت قدیمہ ہے۔ اور وہ قدرت ہمارے اعتبار سے اختراعات سے عاجز ہے۔ اور جب اُس کی نسبت خدا کی طرف کی جائے تو وہ سب چیزوں کا اختراع عدم سے وجود کی طرف کرتی ہے۔ اس کو خوب سمجھ لے یہ ایک سرِّ جلیل ہے۔ سوائے ذات والوں کے جو اہل اللہ ہیں دوسرا شخص اُس کے کشف کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔ اور قدرت کے معنی ہمارے نزدیک معدوم کے ایجاد کرنے کے ہیں۔ اور امام محی الدین ابن العربی اس کے خلاف ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں کو عدم سے نہیں پیدا کیا بلکہ اُن کو وجود علمی سے وجود عینی کی طرف ظاہر کر دیا۔ اور یہ کلام اگرچہ عقل میں اس کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ لیکن تب بھی ضعیف ہے۔ پس ہم اپنے رَبّ کو اس بات سے منزّہ کرتے ہیں کہ وہ اختراع معدوم کی قدرت سے عاجز ہو۔ اور عدم محض سے وجود محض کی طرف اُن کو ظاہر نہ کر سکے ٭

پس اب جاننا چاہئے کہ امام محی الدین رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا ہے وہ غیر معروف ہے۔ اس لئے کہ اُنھوں نے اس سے یہ مراد رکھی ہے کہ تمام اشیاء کا وجود پہلے اُس کے علم میں تھا پھر اُن کو عینی کی طرف ظاہر کیا تو اس کے یہی معنی ہیں کہ وجود علمی سے وجود عینی کی طرف ظاہر کیا اور یہ بات اُن سے فوت ہو گئی کہ بالذات خدا یتعالےٰ کے وجود کا حکم اُس کے علم میں وجود کے حکم سے پہلے

تھا۔ پس تمام موجودات اس حکم میں معدوم ہیں۔ اور کسی کا وجود سوائے خدائے وحدہ کے نہ تھا اور اس سے اُس کا قدیم صحیح ہوا اور نہ لازم آتا ہے کہ تمام موجودات اُس کے قدم میں ہر طرح سے ہوں اور وہ اس سے متعالی ہے۔ پس اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ اُس نے موجودات کو اپنے علم میں عدم سے ایجاد کیا۔ یعنی وہ اپنے علم میں عدم سے موجود جانتا تھا۔ پھر اُن کو عین میں ایجاد کیا۔ اس طرح کہ موجودات کو علم سے ظاہر کر دیا۔ اور وہ درحقیقت عدم محض سے علم میں موجود تھی۔ پس اللہ سبحانہٗ نے تمام اشیاء کو عدم محض ہی سے ایجاد کیا ؛

اب جاننا چاہیئے کہ حق سبحانہ و تعالےٰ کا علم لنفسہ اور مخلوقات کا علم دونوں ایک ہیں۔ پس بالذات اپنے علم سے اپنی مخلوقات کو جانتا ہے۔ لیکن وہ اس کے قدیم ہونے کی وجہ سے قدیم نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنی مخلوقات کو حادث جانتا ہے۔ اور اُس کے علم میں تمام مخلوقات محدث ہے۔ اور اُن سے پہلے اُن کی ذاتوں میں عدم تھا اور اُس کا علم قدیم ہی یعنی اُس سے پہلے عدم نہ تھا۔ اور یہ جو ہمارا قول ہے کہ اُس کے واسطے وجود کا حکم مخلوقات کے وجود کے حکم سے پہلے تھا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ قبلیت یہاں قبلیت حکمیہ اصلیہ ہے زمانیہ نہیں ہے۔ اس واسطے کہ اللہ سبحانہ و تعالےٰ کے واسطے وجود اول ہے۔ چونکہ وہ بالذات مستقل ہے۔ اور مخلوقات کے واسطے وجود ثانی ہے۔ کیونکہ وہ اُس کے محتاج ہیں۔ پس مخلوقات اُس کے وجود اول میں معدوم نہیں۔ پس اللہ سبحانہ نے مخلوقات کو اپنے علم میں عدم محض سے ایجاد کیا ہے۔ بطور اختراع آلہی کے پھر اُن کو عالم علمی سے عالم عینی کی طرف اپنی قدرت سے ظاہر کر دیا اور مخلوقات کو ایجاد کرنا عدم سے علم کیطرف ہے۔ پھر عین کی طرف اس کے سوا دوسرا طریقہ نہیں ہے اور یہ بات کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس سے خدا کی ذات میں جہل لازم آتا ہے کہ مخلوقات اپنی ایجاد سے پہلے اُس کے علم میں تھی۔ اس وجہ سے کہ یہاں کوئی زمانہ نہیں ہے اور سوائے قبلیت حکمیہ کے جس کو کہ الوہیت نے واجب کیا اس وجہ سے کہ وہ بنفسہا غالب تھا اور اپنے اوصاف میں تمام عالموں سے بے پروا تھا اور کوئی چیز نہ تھی۔ پس مخلوقات کے وجود میں جو اُس کے علم میں تھا اور اُس کے عدم اصلی میں کوئی زمانہ نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے یہ کہا جائے کہ اپنے علم میں مخلوقات کے ایجاد کرنے سے پہلے وہ اُس سے جاہل تھا۔ پس اللہ تعالےٰ اس سے منزّہ ہے اور اعلےٰ اور اکبر ہے۔ پس اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے اس لئے کہ کشف آلہی نے بالذات ہم کو یہ عطا کیا ہے۔ اور ہم نے اُس کو اپنی کتاب میں محض اس واسطے لکھا ہے کہ اُس پر لوگوں کو تنبیہ ہو جائے اور اللہ اور رسول اور مومنین

خوش ہوں +

اور امام محی الدین ابن العربی پر کوئی اعتراض نہیں ہے اسلئے کہ وہ اپنے قول میں صواب کو پہنچے ہوئے ہیں۔ موافق اُس تعریف کے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور اگر اُس حکم کے موافق جو ہم نے بیان کیا ہے۔ خطا کرنے والے ہوتے تو بمقتضائے فوق کل ذی علم علیم یعنی ہر جاننیوالے کے اوپر ایک جاننیوالا ہے۔ پس جب تجھکو یہ بات معلوم ہوگئی تو اب جاننا چاہئے کہ قدرت آلہیہ ایک صفت ہے کہ جس کے ثابت ہونے سے ہر حال میں اور ہر طرح پر عاجز ہونے کی اُس سے نفی ہوگئی اور یہ جو ہم نے کہا کہ اُس کے ثابت ہونے سے عاجز ہونے کی نفی ہوگئی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اگر قدرت نہ ثابت ہوتی تو خدا کا عاجز ہونا ثابت ہو جاتا۔ اس لئے کہ قدرت ثابت ہے اُس میں عدم ثبوت جائز نہیں ہے پس وہ ابداً ثابت ہے اور عاجزی ابداً منتفی ہے +

بیسواں باب

کلام کے بیان میں

ان الکلام ھو الوجود البارز
فیہ جری حکم الوجود الجائز
کلا و ھی فی العلم کانت احرفا
لا تنقری اذ لیس ثمۃ مائز
فتمیزت عند الظہور فعبروا
عنھا بلفظۃ کن لبد ذی الفائز
واعلم بان اللہ حقا ان یقل
للشئی کن فیکو ما ھو عاجز
فلہ الکلام حقیقۃ ولہ مجا
زا کل ذلک کان وھو الجائز

کلام ایک وجود ظاہری ہے کہ اُس میں وجود کا حکم جائز طور پر جاری ہوا ہے +

خبردار رہو کہ وہ علم میں چند حرف تھے اور اُسمیں عیب مت لگا کہ یہاں کوئی جدا کرنیوالا نہیں ہے +

پس میں ظہور کیوقت تمیز ہوگیا تو اُنہوں نے اُسکو لفظ کُن سے تعبیر کی تاکہ پہنچنے والا معلوم کرے اُسکے اصل مقصود کو +

تو یہ جان کہ اللہ کے حق میں یہ کہنا جائز ہے کہ وہ کسی چیز کو کن کہے اور فوراً اُس کا وجود ہو جائے +

پس حقیقت اور مجاز میں اُسی کا کلام ہے اور یہ سب باتیں اُسکے واسطے جائز ہیں +

پس اب جاننا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ کا کلام جملہ کی حیثیت سے اُسکے علم کی تجلی ہے اس اعتبار سے

کہ وہ اُس کو ظاہر کرتا ہے۔ خواہ اُس کے کلمات اعیان موجودہ بالذات ہوں۔ خواہ وہ معانی ہوں جنکو اُس کے بندے بطریق وحی یا مکالمت وغیرہ کے سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ خدا کا کلام فی الجملہ صفت واحدہ نفسیہ ہے لیکن اُس کی دو جہتیں ہیں۔ اُس میں پہلی جہت کی دو قسمیں ہیں۔ یعنی پہلی قسم یہ ہے کہ وہ کلام عزت کے مقام سے بحکم الوہیت ربوبیت کے عرش پر صادر ہو۔ اور یہ اُس کا ایسا امر عالی ہے کہ اُس کی مخالفت نہیں ہوسکتی۔ مگر مخلوق کی طاعت اُس کے واسطے اس حیثیت سے ہے کہ وہ اُس کو نہیں جانتا ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالےٰ اپنے کلام کو اس محل میں اُس کون سے جس کے وجود کے اندازہ کرنے کو ارادہ کرتا ہے سنتا ہے۔ پھر یہ کون موافق اپنی عنایت اور رحمت سابقہ کے اُس پر جاری ہوتا ہے تاکہ وجود کے واسطے طاعت کا یہ اسم صحیح ہو جائے اور وہ سعید کہلائے اور اسی جانب اپنے قول میں اشارہ کیا ہے۔ جب آسمان وزمین کی جانب خطاب کیا ہے۔ اور وہ قول یہ ہے کہ ہمارے پاس خوش اور ناخوش آؤ تو اُن دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔ پس تمام مخلوقات کو اپنی طاعت کا حکم کیا اور آسمان وزمین بلا جبر اُس کے پاس آئے اور یہ اُس کا محض عنایت اور تفضل ہے۔ اور اسی واسطے اُس کی رحمت اُس کے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ اس واسطے کہ اُس کو طاعت کا حکم کیا ہے اور مطیع ہمیشہ مرحوم ہوا کرتا ہے پس اگر اُس پر یہ حکم کیا جاتا کہ جبراً آئے تو یہ حکم بیشک عدل تھا۔ اس لئے کہ قدرت کون کو وجود پر مجبور کرتی ہے۔ کیونکہ مخلوق کا کچھ اختیار نہیں ہے۔ اور اس صورت میں غضب رحمت سے سبقت لیجاتا۔ لیکن اُس نے عنایت کی اور طاعت کا حکم کیا اس واسطے کہ اُس کی رحمت اُس کے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ پس تمام موجودات مطیع ہے۔ پس یہاں حقیقت میں جملہ کی حیثیت سے کوئی نافرمان نہیں ہے۔ بلکہ کل موجودات اللہ تعالےٰ کی مطیع ہے۔ جیساکہ وہ اپنی کتاب میں اپنے اس قول سے شہادت دیتا ہے کہ ہمارے پاس وہ دونوں خوشی سے آئے اور ہر مطیع کے واسطے رحمت ہوا کرتی ہے۔ اور اسی واسطے دوزخ کا حکم پھر گیا۔ یہانتک کہ جبار اُسمیں اپنا قدم رکھے گا۔ پس تو کہے گا کہ ہرگز ہرگز نہیں۔ پس وہ علیحدہ ہو جائیگا۔ اور اُس کی جگہ ایک جرجیر کا درخت پیدا ہو جائیگا جیساکہ حدیث میں وارد ہے اور اس بات کو ہم آئندہ اپنی اس کتاب میں اس کے موقع پر انشاء اللہ تعالےٰ بیان کرینگے۔ پس یہ کلام قدیم سے جہت اولیٰ کی پہلی قسم ہے۔ لیکن جہت اولےٰ کی دوسری قسم یہ ہے کہ ربوبیت کے مقام سے زبان امکان میں اُس کے اور خلق کے درمیان کلام صادر ہو جیسے کہ وہ کتابیں جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں اور وہ

مکالمات کہ جو انبیاء اور اولیاء سے ہوئے۔ اور اسی واسطے طاعت اور معصیت آسمانی کتابوں میں جو مخلوق پر نازل ہوئیں واقع تھیں۔ اس واسطے کہ وہ کلام جو زبان انسان میں صادر ہوا تو وہ اُس کی طاعت میں مجبور تھی۔ یعنی فعل کی نسبت اُنہیں کی طرف تھی تاکہ جزاء معہ عذاب کے عدل کے طور پر صحیح ہو۔ اور ثواب طاعت میں فضل کے طور پر ہو۔ اسلئے کہ اللہ نے اختیار فعل کی نسبت اُنکو اپنے فضل سے عطا کی ہے۔ اور یہ بات اُن کو جب حاصل ہوئی کہ جب خدا نے اُن کے واسطے یہہ عطا کیا اور یہ بات خداتعالیٰ محض اسی واسطے کی ہے کہ اُن کو ثواب دینا صحیح ہو جائے تو معلوم ہوا کہ اُسکا ثواب دینا محض فضل ہے اور عذاب دینا اُس کا عدل ہے۔ اور لیکن کلام کی دوسری جہت یہ ہے کہ حق کا کلام بالذات اعیان ممکنات ہیں۔ اور ہر ممکن کلمات حق سے ایک کلمہ ہے۔ اور اسیواسطے ممکن ختم نہیں ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے:۔ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۔ یعنی کہہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ اگر تمام دریا رب کے کلمات لکھنے کے واسطے سیاہی ہو جائیں تو بیشک دریا ختم ہو جائیں اور کلمات حق ختم نہ ہوں اگرچہ ہم اُس کی مثل مدد کے واسطے اور پیدا کر دیں۔

پس ممکنات حق سبحانہ کے کلمات ہیں اور یہ اس طرح پر کہ کلام جملہ کی حیثیت سے اُس معنی کی صورت ہے کہ جو متکلم کے علم میں ہے۔ پس متکلم نے اس صورت کے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا تو سننے والا اس معنی کو سمجھ گیا۔ پس تمام موجودات کلام آلہی ہے اور وہ صورت عینیہ محسوسہ اور معقول موجود ہے اور یہ سب امور اُس کے علم میں معانی موجودہ کی صورتیں ہیں اور وہ اعیان ثابتہ ہیں۔ پس اگر تو چاہے اُن کو یوں کہے کہ وہ انسان کی حقیقتیں ہیں۔ اور چاہے اُن کو الوہیت کی ترتیب کہے اور چاہے اُن کو وحدت کی بساطت کہے۔ اور چاہے اُن کو غیب کی تفصیل کہے۔ اور چاہے اُن کو جمال کی صورتیں کہے۔ اور چاہے اُن کو اسما و صفات کے آثار کہے۔ اور چاہے اُن کو حق کے معلومات کہے۔ اور چاہے اُن کو حروف عالیات کہے اور امام محی الدین ابن العربی نے اپنے اس قول میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہم حروف عالیات تھے کہ نہ پڑھے جاتے تھے۔ پس جیسے کہ متکلم کے واسطے کلام میں کوئی حرکت ارادی ضروری ہے۔ اور سینے سے بذریعہ سانس کے حروف کا خارج ہونا ضروری ہے۔ ایسے ہی حق سبحانہ وتعالےٰ اپنی خلق کو عالم غیب سے عالم شہادت کیطرف ظاہر کرنے کا پہلے ارادہ کرتا ہے۔ پھر اُس کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ پس ارادہ اُس حرکت ارادیہ کا مقابل ہے کہ جو متکلم کے نفس میں ہے اور قدرت اُس سانس کی کہ جو بذریعہ

حروف کے سینہ سے ہونٹوں کی طرف نکلتی ہے اُس کے مقابل ہے۔ کیونکہ اُس کو عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف ظاہر کرتی ہے۔ اور مخلوق کا پیدا کرنا اُس کلمہ کی ترکیب کا کہ جو ہئیت مخصوصہ پر متکلم کے نفس میں ہے اُس کا مقابل ہے۔ پس وہ ذات پاک ہے جس نے انسان کو نسخہ کاملہ بنایا اور اگر تو اپنے نفس کی طرف دیکھے اور غور کی نظر کرے تو ہر صفت کو اُس سے اپنی ذات میں ایک نسخہ پائیگا۔ پس اپنی ہویت کو دیکھ کہ وہ کس چیز کا نسخہ ہے اور اپنی انیت کی طرف نظر کر کہ وہ کس چیز کا نسخہ ہے۔ اور تیری فکر کس چیز کا نسخہ ہے۔ اور تیری بصر اور تیرا حافظہ اور تیری سمع اور تیرا علم اور تیری حیات اور تیری قدرت اور تیرا کلام اور تیرا ارادہ اور تیرا قلب اور تیرا قالب یہ سب چیزیں کس چیز کا اُس کے کمال سے اور اُس کی صورت سے نسخہ ہیں۔ اور اُس کے جمال کا کونسا حُسن ہے اور اگر عہد مربوط اور شرط مشروط نہوتی تو میں اُس کو نہایت واضح بیان کرتا اور اُس کو ہوشیار کی غذا اور نشہ والی کا نقل بناتا لیکن اسی قدر اشارہ اس شخص کے واسطے کافی ہے جسکو اولی بصارت ہے اور میں اپنے سے پہلے کسی کو ایسا نہیں جانتا ہوں کہ جو اس باب میں ان اسرار پر ایسی واقفیت رکھتا ہو۔ جیسے کہ مجھکو ہے اور میری یہ کتاب اکثر اسی مضمون سے بھری ہوئی ہے۔ لیکن میں نے مغز پر پوست چڑھا دیا کہ اُس کو سوائے عقلاء کے دوسرا نہیں سمجھ سکتا ہے اور اُس پر وہی شخص واقفیت حاصل کر سکتا ہے کہ جو حجاب سے نکل گیا ہے اور اللہ تعالیٰ حق کہتا ہے اور وہی صواب کی طرف ہدایت کرتا ہے ؀

اکیسواں باب
سمع کے بیان میں

السمع علم الحق للاشیاء من حیث منطقها بغیر مراء والنطق فیها قد یکون تلفظا ویکون حالا وھو نطق دعاء

سمع کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کو سب چیزوں کا علم ہو اس حیثیت سے کہ وہ سب چیزوں کے کلام کرنیکی جگہ بیشک و شبہ ہے ؀
اور نطق اُس میں کبھی تلفظ کے اعتبار سے ہوتا ہے۔
اور وہ اُس کی ایسی حالت ہے کہ ہر چیز کے مانند ناطق ہے ؀

آور حال خدا کے نزدیک اُس شخص کے ساتھ ناطق ہوتا ہے جس سے کہ وہ مثلاً فصحا کی گفتگو کرنا چاہتا ہے ٭	والحال عند اللہ ینطق بالذی ھو یقتضیہ منطق الفصحاء

پس اب جاننا چاہیئے کہ سمع تجلّی حق سے مراد ہے جو اُس کو معلوم سے فائدہ پہنچا نیکے طور پر ہوتی ہے۔ اس لیئے کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ ہر چیز کو اپنے بننے سے پہلے اور اُس کے بعد بھی جانتا ہے۔ پس یہاں سوائے اُس کے علم کی تجلّی کے جو معلوم میں حاصل ہوتی ہے اور کوئی چیز نہیں ہے خواہ وہ معلوم بالذات ہو یا اُس کی مخلوقات اور وہ اللہ کا وصف نفسی ہے جو اُس نے اپنے کمال کے واسطے اپنی ذات میں حاصل کیا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ اپنے نفس کے کلام کو اور اپنی شان کو ایسا ہی سنتا ہے۔ جیسے کہ مخلوقات کے کلام کو بحیثیت اُس کی منطق اور اُس کے احوال کے سنتا ہے۔ پس اُس کا سُننا اپنے نفس کے لیئے بحیثیت اپنے کلام کے ایک مفہوم ہے اور اُس کا سمع اپنے نفس کے واسطے بحیثیت اُس کی شانوں کے اس قسم کا ہے جیسے کہ اُس کے اسما وصفات بحیثیت اُس کے اعتبارات اور طلب موثرات کے مقتضی ہیں۔ پس اُس کا اپنے نفس کو جواب دینا وہ ان مقتضیات کا ظاہر کرنا ہے۔ اور ان اسما وصفات کے آثار کا بھی ظاہر کرنا ہے۔ اور اس دوسرے استماع سے خدا کی تعلیم قرآنی مراد ہے۔ جو اپنے مخصوص بندوں کو جو اُس کی ذات کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں۔ اور جن پر اللہ تعالےٰ نے بذریعہ اپنے نبیؐ کی زبان کے اپنے قول کو نازل فرمایا ہے اور وہ قول یہ ہے کہ اہل قرآن اہل اللہ اور اُس کے خواص ہیں اور بندہ ذاتی اسما ذاوصاف وذوات کے خطاب کو سنتا ہے۔ پس اُن کو اس طرح سے جواب دیتا ہے۔ جیسے کہ موصوف صفات کو جواب دیتا ہے۔ اور یہ دوسرا سمع سماع کلامی سے زیادہ عزیز ہے۔ اس واسطے کہ حق سبحانہ نے جب اپنے بندہ کو صفت سمعیہ بطور عاریت دی تو یہ بندہ اللہ کے کلام کو سنتا ہے۔ اور اللہ بھی سنتا ہے مگر جو اُس پر اوصاف اور اسماء ذات میں معدوات کے ہیں اُن کو نہیں جانتا۔ اور نہ شمار کرسکتا ہے برخلاف دوسرے سماع کے کہ جس کو خدا اپنے بندوں کو قرآن کی تعلیم کرتا ہے اُس کو جانتا ہے پس صفت سمعیہ یہاں بندہ کے واسطے حقیقت خوانیہ ہے۔ کہ نہ کسی سے فائدہ کے طور پر حاصل کیا ہے۔ اور نہ عاریت لیا ہے۔ پس جب بندہ کے واسطے یہ تجلّی سمعی صحیح ہوگئی۔ تو اُس کو عرش رحمانیت قائم ہوگیا پس اُس کا ربّ عرش پر چڑھ کر متجلّی ہوا۔ اور اگر پہلے اُس کا سماع شان کے ساتھ نہ ہوتا۔ تو تمام اسماء اور اوصاف ذات الٰہی سے اُس کے مقتضی نہ ہوتے۔ اور قرآن کے آداب سے ادب قبول سمرنا بھی حضرت رحمان میں ممکن نہ ہوتا اور یہ ایسا کلام ہے کہ اس کو ادبا اور اُمنا۔ یعنی ادیب اور امین

اور غربا یعنی غریب ان کے سوا دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ اور وہ محققین کے افراد ہیں جو اس کلام کو سنتے ہیں اور دوسرے کی کچھ انتہا نہیں ہے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ کے کلمات کی کچھ انتہا نہیں ہے۔ اور وہ محققین کے حق میں تجلیات کے تنوعات یعنی رنگا رنگیاں اور اختلافات ہیں۔ پس ہمیشہ ذات اسما و صفات کی نعت سے اُن سے خطاب کرتی ہے۔ اور وہ ہمیشہ ان مکالمات کا ذوات (جمع ذات) کی حقیقت سے جواب دیتے ہیں۔ جیسے کہ موصوف صفات کو جواب دیتا ہے۔ اور یہ اسماء اور صفات اُس چیز کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں جو ہمارے قبضہ میں ہے۔ اور ہم اُس کو اسماء اور اوصاف حق سے پہچانتے ہیں۔ بلکہ یہاں اس کے بعد تمام اسماء اور اوصاف خدا کے واسطے ہیں اور خدا کے علم میں اُس شخص کے واسطے جو اُس کے نزدیک ہے اثر قبول کرنیوالے ہیں۔ پس یہ اسماء جو اثر قبول کرنیوالے ہیں۔ وہ ایسی شانیں ہیں کہ جن سے حق سبحانہ اپنے بندہ کے ساتھ تنہا ہے اور حقیقت میں وہ احوال ہیں کہ جن سے عبد اپنے رب کے ساتھ رہتا ہے۔ پس احوال کی نسبت عبد کی طرف مخلوق ہے۔ اور شئون یعنی شانوں کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف قدیم ہے۔ اور وہ چیز کہ جس کو اسماء اور اوصاف کے یہ شئون عطا کرتے ہیں۔ وہ خدا کے غیب میں اثر قبول کرنیوالے ہیں۔ پس اس نکتہ کو سمجھ لے کہ یہ نادر ہے۔ اور اس کلام ثانی کی قرأت کی طرف اشارہ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قرأت سے سورہ اقراء میں کہ فرماتا ہے:۔ اقراء باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقراء وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ پس یہ قرأت اہل خصوص یعنی اہل قرآن کی قرأت ہے۔ اور اہل قرآن سے ذاتیین محمدیین اہل اللہ اور اُس کے خاص لوگ مراد ہیں۔ لیکن کلام آلہی کی قرأت اور خدا کی ذات سے اُس کا سُنا کہ جس سے خدا کو سناتے ہیں۔ پس وہ فرقان کی قرأت ہے۔ اور وہ اہل اصطفا یعنی خدا کے مقبول بندوں کی قرأت ہے۔ اور وہ نفسیون موسویون کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے:۔ واصطنعتك لنفسی۔ یعنی میں نے تجھکو اپنے نفس کے واسطے بنایا ہے۔ پس اسی وجہ سے یہ طائفہ موسویہ نفسیون کہلاتے ہیں برخلاف پہلے طائفہ کے جن کو ذاتیین کہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے ولقد اتینٰك سبعاً من المثانی والقرآن العظیم۔ پس سبع المثانی سے سات صفات مراد ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم میں لکھا ہے اور قرآن عظیم سے ذات مراد ہے اور اسی کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے

اشارہ کیا ہے۔ کہ اہل القرآن اہل اللہ اور اُس کے خاص بندے ہیں۔ پس اہل قرآن کا نام ذاتیون ہے۔ اور اہل فرقان کا نام نفسیون ہے۔ اور ان دونوں میں وہ فرق ہے جو مقام حبیب اور مقام کلیم میں فرق ہے اور اللہ تعالے حق کہتا ہے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے ؂

بائیسواں باب

بصر کے بیان میں

بصر الالہ محل ما ھو عالم
ویری سواء نفسہ والعالم

خدا کی بصر تمام عالم کا محل ہے اور اپنے نفس کے سوا تمام عالم کو دیکھتا ہے ؂

فجمیع معلوم لہ عین لہ
وعیانہ لجمیع ذلک دائم

اُس کے تمام معلومات عین ذات ہیں اور ان سب کے واسطے اُس کا ظہور ہمیشہ ہے ؂

فالعلم عین باعتبار بروزہ
عند الشھود وذاک امر لازم

پس علم شہود کے وقت اُس کے ظاہر ہونیکے اعتبار سے عین ذات ہے اور یہ بات اُس کو لازم ہے ؂

فیشاھد المعلوم منہ لذاتہ
وشھودہ ھو علمہ المتعاظم

پس معلوم کا بالذات اُس سے مشاہدہ کرتا ہے اور اُسکا شہود اُس کا علم عظیم ہے ؂

وھما لہ وصفان ھذا غیر ذا
اذ ما البصیر بواحد والعالم

اور یہ دونوں اُس کے وصف متغائر ہیں اسواسطے کہ ایک ہی چیز کا بسیط اور عالم نہیں ہے ؂

پس جاننا چاہئے کہ اللہ ہم کو اور تجھکو توفیق دے کہ اللہ سبحانہ و تعالےٰ کی بصر سے اُسکی ذات مراد ہے۔ اس اعتبار سے کہ وہ معلومات کے لئے ظاہر ہے۔ پس اللہ کا علم اُس کی ذات سے مراد ہے۔ اس اعتبار سے کہ وہ علم کا مبدا یعنی جائے ابتداء ہے۔ اس لئے کہ وہ بالذات عالم ہے اور بصیر ہے۔ اور اُس کی ذات میں تعدد نہیں ہے۔ پس اُس کے علم کا محل اُس کی آنکھ کا محل ہے۔ پس یہ دو صفتیں ہیں۔ اگرچہ وہ دونوں حقیقت میں ایک ہی چیز ہیں۔ پس بصر سے مراد اُسکے علم کی تجلی ہے کہ جو اس مشہد عیانی میں ہے۔ اور علم سے مراد اُس کی نظر سے ادراک ہے۔ کہ جو عالم عینی میں اُس کے واسطے ثابت ہے۔ پس وہ اپنی ذات کو بالذات دیکھتا ہے اور اپنی

مخلوقات کو بھی بالذات دیکھتا ہے۔ پس اُس کا اپنی ذات کو دیکھنا بعینہ مخلوقات کو دیکھنا ہے اس لئے کہ بصر ایک وصف ہے۔ اور فرق صرف آئینوں میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ہمیشہ سب چیزوں کو دیکھتا ہے۔ لیکن جب اُس کی مشیت ہوتی ہے۔ تب نظر کرتا ہے اور یہاں ایک شریف نکتہ ہے اُس کو سمجھ لے۔ پس سب چیزیں اُس سے محجوب نہیں ہیں۔ لیکن کسی چیز پر نظر تعبیر اپنی مشیت کے نہیں کرتا ہے اور اسی قبیل سے ہے۔ وہ امر جو حدیث میں وارد ہوا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کہ اللہ کے واسطے یہ بات ہے۔ اور یہ بات ہے ہر روز قلب کی طرف دیکھتا ہے یا وہ چیز جو اسی قسم کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ اُن کی طرف نہیں دیکھے گا اور نہ اُن سے کلام کریگا اور یہ بھی اس قبیل سے نہیں ہے۔ بلکہ نظر سے یہاں رحمت آمیہ مراد ہے کہ جس کے سبب اپنے قریب پر رحم کیا ہے۔ برخلاف اُس نظیر کے کہ جو قلب کی طرف ہے۔ پس وہ اُس چیز پر ہے جس پر وارد ہوئے۔ اور یہ امر صفت نظری کے ساتھ ہے۔ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ اُس کے اور اوصاف میں بھی سرایت کرنیوالا ہے۔ دیکھو اللہ کے اس قول کی طرف وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ۔ یعنی البتہ جانچیں گے۔ ہم تم کو یہانتک کہ جان لیں۔ تم میں سے مجاہدین کو اور تو یہ نہ گمان کر کہ اللہ تعالیٰ اُن کو قبل آزمایش کے نہیں جانتا ہے اور ایسے ہی قلب کی طرف نظر کرنے میں بھی اُس کا حال ہے۔ پس وہ اُس قلب کو نہیں گم کرتا ہے۔ جس کی طرف ہر روز دیکھتا ہے۔ لیکن اس کے تحت میں ایسے اسرار ہیں جن کا کشف بغیر اس تنبیہ کے ممکن نہیں ہے پس جو شخص پہچان گیا تو اُس کو لازم ہو گیا اور جس نے تاویل کی وہ ضرور ایک قسم کی تعطیل میں پڑ گیا۔

پس جاننا چاہئے کہ انسان میں بصر ایک مدرکۂ بصریہ کا نام ہے کہ جو آنکھ کی پتلی سے تمام چیزوں کی طرف دیکھتا ہے۔ پس جب وہ اپنے محل قلبی سے تمام چیزوں کی طرف دیکھے گا اور اس ظاہری آنکھ سے نظر نہ کریگا تو اُسکو بصیر کہینگے۔ اور وہ بالذات خدا کی طرف منسوب ہونیکے اعتبار سے اُس کی بصر قدیم ہے۔ اور جب تجھکو اس امر کا بھید معلوم ہو گیا۔ اور یہ بھید سوائے خدا کے دوسرے کی مدد سے ظاہر نہیں ہو سکتا تو اب تو سب چیزوں کی حقیقتوں کو جس حیثیت سے کہ واقع میں وہ چیزیں ہیں دیکھے گا۔ اور تیری بصر سے اس وقت کوئی چیز محجوب نہیں رہیگی پس اس عجیب بھید کو جس کی طرف کہ میں نے ان کلمات میں تیری طرف اشارہ کیا ہے اچھی طرح سمجھ اور اُن کے معانی کے عرشوں سے پوشیدگیوں کے دامن ہٹا لے پس تیرا امر خدا

کی طرف وارد ہوا اور نوبہ کہ بلا نوکی تو نہیں ہے۔ بلکہ حقیقتاً تیرا خدا ہے مدبر ہے۔ اور جس طرح کہ اُسکے اوصاف اور اسما مقتضی ہیں ویسا ہی ہوتا ہے۔ پس اس پوست کو جو بھید کا ڈھکنے والا ہے اتار ڈال۔ اور مغز کو کہ جو روشن چیز ہے کھالے اور حقیقت وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ط کی سمجھ لے یعنی میں اپنا منہ اُس ذات کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور میں دین باطل سے دین حق کی طرف مائل ہوں اور مشرکین سے نہیں ہوں ؛

تیئسواں باب

جمال کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ اللہ تعالے کے جمال سے اُس کے اوصاف علیا اور اسماء حسنے مراد ہیں اور یہ بات عام طور پر ہے اور لیکن خاص طور پر پس صفت رحمت کی اور صفت علم کی اور صفت لطف ونعم کی اور صفت جود رزاقیت اور خلاقیت کی اور صفت نفع وغیرہ کی یہ سب جمال کے صفات ہیں اور پھر صفات مشترکہ کے واسطے ایک وجہ جمال کی طرف ہے اور ایک وجہ جلال کی طرف ہے پس جسطرح کہ رَبّ اُس کا اسم ہے کہ وہ باعتبار تربیت اور انشا کے جمال کا اسم ہے۔ اور باعتبار ربوبیت اور قدرت کے جلال کا اسم ہے۔ اور ایسے ہی اُس کا اسم اللہ اور رحمٰن ہے۔ برخلاف اُس کے اسم رحیم کے کہ وہ جمال کا اسم ہے اور اسی پر اَوروں کو بھی بیان کرنا چاہئے ؛

پس اب جاننا چاہئے کہ حق سبحانہٗ کا جمال اگرچہ انواع واقسام کا ہے لیکن اس کی دو قسمیں ہیں۔ یعنی پہلی قسم معنوی ہے اور وہ اسماء حسنے اور اوصاف علیا کے معانی ہیں۔ اور یہ قسم شہود حق کے ساتھ اُس کو مخصوص ہے۔ اور دوسری قسم صوری ہے اور وہ اس عالم مطلق کا نام ہے جسکو مخلوقات کہتے ہیں۔ اور اُس کے انواع واقسام مراد ہیں۔ پس وہ حسن مطلق آلہی ہے جو تجلیات آلہی میں ظاہر ہوا اور ان تجلیات کا نام خلق رکھا گیا ہے۔ اور یہ نام رکھنا بھی حسن آلہی کے قبیل سے ہے۔ پس عالم کی قبیح چیز مثل ملیح چیز کے ہے۔ اس اعتبار سے کہ وہ جمال آلہی کی تجلی ہے۔ اور نہ اس اعتبار سے کہ وہ جمال کی نوع ہے۔ اس لئے کہ بعض حسن ایسے بھی ہیں کہ قبیح کی جنس کو اس کی بڑائی کے ظاہر کرتے

ہیں تاکہ اُس کا مرتبہ وجود سے محفوظ رہے۔ جیسے کہ حسن آلہی اُس کو کہتے ہیں کہ حسن کی جنس کو بحیثیت اُس کے حسن کے ظاہر کیا جائے تاکہ اُس کا مرتبہ وجود سے محفوظ رہے ؛

پس اب جاننا چاہیئے کہ تمام چیزوں میں بڑائی محض اعتباری ہوا کرتی ہے اس چیز کی ذات کے اعتبار سے نہیں ہوتی ہے پس عالم میں کوئی بُرائی نہیں پائی جاتی مگر محض اعتباری۔ پس بُرائی کا حکم مطلقاً وجود سے دور ہو گیا پس اب سوائے حسن مطلق کے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ دیکھو کہ معاصی کی بُرائی کی طرف کہ وہ باعتبار نہی کے ظاہر ہوئی۔ اور بدبو کی بُرائی اس اعتبار سے کہ وہ طبیعت کے خلاف ہے ثابت ہوئی۔ لیکن یہ بُرائی اُس کو بنانے کے وقت ہے۔ اور جس شخص کی طبیعت کے موافق ہے تو اُس کے حق میں خوبی ہے۔ پس دیکھو آگ کے جلانے کی طرف اس اعتبار سے کہ جو شخص اُس میں گرتا ہے وہ اُس کو ہلاک کر دیتی ہے۔ کس قدر بُری ہے۔ لیکن وہ سمندل کے نزدیک نہایت عمدہ چیز ہے۔ اور سمندل ایک طائر ہے کہ جس کی زندگی آگ میں ہی بسر ہوتی ہے۔ پس عالم میں کوئی قبیح نہیں ہے۔ اور جو چیز اللہ تعالےٰ نے پیدا کی ہے وہ اصل میں ملیح ہے۔ اس واسطے کہ وہ سب اُس کے حسن وجمال کی صورتیں ہیں۔ اور قبیح چیز کوئی پیدا نہیں ہوئی۔ مگر محض اعتبار کی جہت سے پس دیکھو بعض اوقات میں کلمہ حسنہ کی طرف کہ بعض اعتبار سے کبھی قبیح ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ بالذات حَسَن ہے۔ پس ان مقدمات سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ وجود معہ اپنے کمال کے ایک صورت حسنہ ہے۔ اور اُس کے جمال کی یہ سب چیزیں مظاہر ہیں۔ اور یہ جو ہمارا قول ہے کہ وجود معہ اپنے کمال کے اس میں محسوس اور موہوم اور معقول اور خیال اور اوّل اور آخر اور ظاہر اور باطن اور قول اور فعل اور صورت و معنی پس یہ سب اُس کے جمال کی صورتیں ہیں۔ اور اُس کے کمال کی تجلیات ہیں اور اسی معنی میں مَیں نے اپنے قصیدہ عنیہ میں کہا ہے۔ ؎

تجلیت فی الاشیاء حین خلقتہا	مَیں مخلوقات کے پیدا کرتے وقت اُسمیں متجلّی ہوا پس خبردار ہو
فہاھی میطت عنك فیہا البراقع	کہ مَیں نے تجھ سے بُرقعوں کو اُٹھا دیا ؛
قطعت الوریٰ من ذات حسنك قطعة	اور لیکن وہ تیرے رُتبہ کے احکام ہیں کہ جس نے الوہیت کی
ولم تك موصولا ولا فصل قاطع	ضد کو اُس میں جمع کرنا چاہا ؛
ولکنہا احکام رتبتك اقتضت	مَیں نے مخلوق کو تیرے حسن کی ذات سے علیحدہ کر دیا
الوھیة للضد فیہا التجامع	اور تو وہاں تک نہیں پہنچا ہے۔ اور نہ اُس سے علیحدہ ہے ؛

فانت الورى حقا وانت امامنا
وانت الذى يعلو وما هو واضع

پس تو مخلوق حق ہے اور تو ہمارا امام ہے اور تو ہی وہ عالی ہے کہ جس کا کوئی پست کرنیوالا نہیں ہے ❖

وما الخلق فى التمثال الا كثلجة
وانت بها الماء الذى هو نابع

اور خلق کی مثال ایسی ہے جیسے کہ برف اور تو اُس میں مثل پانی بہنے والے کی ہے ❖

وما الثلج فى تحقيقنا غير مائه
وغيران فى حكم دعته الشرائع

اور ہماری تحقیق میں برف پانی کا غیر نہیں ہے سوائے اسکی کہ وہ اُس حکم میں ہے جسکو شریعتیں چاہتی ہیں ❖

ولكن بذوب الثلج يرفع حكمه
ويوضع حكم الماء والامر واقع

لیکن برف جب پگھل جاتا ہے تو وہ پانی ہو جاتا ہے اور برف کا اطلاق اُس پر سے جاتا رہتا ہے ❖

تجمعت الاضداد فى واحد البها
وفيه تلاشت وهو عنهن ساطع

اور سب ضدوں کو ایک چیز میں جمع کر دیا ہے اور اُس میں وہ ضدیں گھل مل گئی ہیں اور وہ اُن سے علیحدہ ہے ❖

فكل بهاء فى ملاحة صورة
على كل قد شابه الغصن يانع

پس ہر ایک خوبی اپنی صورت کی ملاحت میں ہر ایک چیز میں ایسی ہے جیسے کہ شاخ درخت میں۔ پکے ہوئے میوہ لگے ہوں ❖

وكل اسوداد فى تصافيف طرة
وكل احمرار فى العوارض ناصع

اور ہر سیاہ کہ جسکے موئے پیشانی صفیں باندھی ہوئی ہیں اور ہر سرخ کہ جسکے رخساروں پر سرخی ڈھڈھا رہی ہے ❖

وكل كحيل الطرف يقتل صبه
بماض كسيف الهند حالا مضارع

اور ہر سرگمیں آنکھ والا زمانہ ماضی میں اپنے عاشق کو قتل کرتا ہے جیسے کہ ہند کی تلوار زمانہ حال اور مضارع میں ❖

وكل اسمرار فى القوائم كالقنا
عليه من الشعر الرسيل شرائع

اور ہر گندمی رنگ والا قوائم میں مثل حنا کی رنگت کے ہے اور اُس پر بال لٹکے ہوئے ہیں ❖

وكل مليح بالملاحة قد زها
وكل جميل بالمحاسن بارع

اور ہر ملیح ملاحت میں تروتازہ ہے اور ہر جمیل خوبیوں میں فوق لیجانیوالا ہے ❖

وكل لطيف جل او دق حسنه
وكل جليل فهو باللطف صادع

اور ہر لطیف کہ اُس کا حُسن ظاہر ہے یا مخفی ہے اور ہر جلیل لطف میں سبقت لیجانیوالا ہے ❖

محاسن من انشاه ذلك كله
فوحد ولا تشرك به فهو واسع

یہ سب خوبیاں اُس کی ہیں جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے اُس کی توحید کر اور اُس کے ساتھ شرک نہ کر پس وہ واسع ہے ❖

وایاك ان تلفظ بغیریة البها
البیر البهأو القبح بالذات راجع
فکل قبیح ان نسبت لفعله
اتتك معانی الحسن فیہ تسارع
یکمل نقصان القبیح جماله
فما ثم نقصان ولاثم باشع
ویرفع مقدا دالوضیع جلاله
اذ الاح فیه فهو للوضع رافع
واطلق عنان الحق فی کل ما تری
فتلك تجلیات من هو صانع

اور تو اپنے آپ کو غیریت کی خوبی سے بچا کہ اس کی خوبی اور بُرائی بالذات اسی کی طرف راجع ہے ۔
ہر بُری چیز کی نسبت اگر اس کے فعل کیطرف تو کریگا تو تجھکو حسن کے معانی اس میں جلد ظاہر ہو جائینگے ۔
اسکا جمال بُری چیز کے نقصان کو پورا کرتا ہے پس یہاں نہ کوئی نقصان ہے اور نہ کوئی بدمزہ ہونیوالا ہے ۔
اور ردی روحی کے مرتبہ کو اس کا جلال بلند کرتا ہے جب اسمیں وہ ظاہر ہو جاتا ہے تو پستی کو بلند کر دیتا ہے ۔
اور حق تعالیٰ ہر چیز میں مطلق العنان ہے پس یہ تجلیات اس ذات کے ہیں کہ جو اُن کا صانع ہے ۔

پس اب جاننا چاہیئے کہ جمال معنوی جس سے کہ اسماؤ صفات مراد ہیں۔ اُن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال کے شہود سے جس حیثیت سے کہ یہ اسماؤ صفات ہیں مخصوص ہوا ہے لیکن شہود مطلق اُن اسماؤ صفات کے واسطے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ اس واسطے کہ ہر اہل معتقد کے واسطے جو اپنے رب کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہے یہ بات ضروری ہے کہ اُس کے اسماء حسنے اور صفات علیا کا اعتقاد رکھتا ہو۔ اور ہر شخص کے واسطے اپنے معتقد کی صورت کا ظاہر ہونا ضروری ہے اور یہ صورت بھی اللہ کے جمال کی صورت ہے۔ پس اُس میں جمال کا ظاہر ہونا ضروری ہے معنوی نہیں ہے پس یہ بات محال ہے کہ جمال معنوی کا شہود معہ اپنے کمال کے غیر خدا میں پایا جاسکے پس اللہ تعالیٰ اس سے اعلےٰ اور اکبر ہے۔

چوبیسواں باب
جلال کے بیان میں

پس اب جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا جلال اُس کی ذات کے اسماؤ صفات ہیں جس حیثیت سے کہ وہ میں مجملاً ظاہر ہونا مراد ہے۔ لیکن تفصیل کے طور پر جلال صفاتِ عظمت اور کبریا اور مجدو

ثنا کو کہتے ہیں اور یہ سب امور اُس کے جمال ہیں ۔ پس جس جگہ کہ اُس کا ظہور شدت سے ہوتا ہے تو اُس کا نام جلال ہے اور ہر جلال کے واسطے جمال ضروری ہے اور یہ بات مخلوق کے قبضہ سے ہے یعنی اللہ تعالے کا جمال اُن کو نہیں ظاہر ہوتا ہے ۔ مگر جلال کے جمال یا جمال کے جلال کے طریقے پہ لیکن جمال مطلق اور جلال ان دونوں کا شہود سوائے خدائے وحدہ کے دوسرے میں نہیں ہوتا ہے ۔ اور خلق کے واسطے اُس میں قدیم ہونا نہیں ہے ۔ پس ہم نے جلال کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جلال باعتبار اپنے ظہور کے اسماء و صفات میں جس حیثیت سے کہ وہ اُسکے مستحق ہیں اُس کی ذات کو کہتے ہیں اور یہ شہود دوسرے میں محال ہے ۔ اور جمال کے یہ معنی ہیں کہ اُس کے اوصاف علیا اور اسمائے حسنیٰ مراد ہیں اور اُس کے اسما ۔ اور اوصاف کا خلق کو پورا کرنا محال ہے اس لئے کہ اُس کے اسماء اور صفات یہاں اس قسم کے ہیں کہ جو اُس کے نزدیک اثر قبول کرنے والے ہیں اور وہ جمال ہیں پس اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ جمال مطلق اور جلال مطلق کا ظاہر ہونا خدا کے ساتھ مخصوص ہے پس جب یہ بات تجھکو معلوم ہوگئی تو اب جان لے کہ حق کے صفات اور اُس کے اسماء اس حیثیت سے کہ اُس کے حقایق جو اُن کے مقتضی ہیں وہ چار قسم پر ہیں پس ایک قسم اُن میں سے صفات جمال ہے اور دوسری قسم ان میں سے صفات جلال ہے اور تیسری قسم جلال و جمال میں مشترک ہے اور وہ صفات کمال ہیں اور چوتھی قسم اُن میں سے ذاتیہ ہیں اور ذیل کی جدول سے ان سب کی صورتیں ظاہر ہیں وھو ہٰذا ؛

الاسماء والصفات الذاتیۃ	الاسماء والصفات الجلالیۃ	الاسماء والصفات المشترکۃ وھی الکمالیۃ	الاسماء والصفات الجمالیۃ
اللہ	الکبیر المتعال	الرحمن الملک	العلیم الرحیم
الاحد	العزیز العظیم	الرب المھیمن	السلام المؤمن
الواحد	الجلیل القہار	الخالق السمیع	الباری المصور
الفرد	القادر المقتدر	البصیر الحکم	الغفار الوہاب
الوتر	الماجد الولی	العدل الحکیم	الرزاق الفتاح
الصمد	الجبار المتکبر	الولی القیوم	الباسط الرافع
القدوس	القابض الخافض	المقدم المؤخر	اللطیف الخبیر
الحی	المذل الرقیب	الاول الآخر	المعز الحفیظ
النور	الواسع الشہید	الظاہر الباطن	المقیت

الاسماء والصفات الذاتیۃ	الاسماء والصفات الجلالیۃ	الاسماء والصفات المشترکۃ وھی الکمالیۃ	الاسماء والصفات الجمالیۃ
الحق	القوی المتین	الولی المتعال	الحسیب الجمیل
	الممیت المعید	مالک الملک المقسط	الحلیم الکریم
	المنتقم ذوالجلال	الجامع الغنی	الوکیل الحمید
	والاکرام المانع	الذی لیس کمثلہ شئی	المبدئ المحیی
	الضار الوارث	المحیط السلطان	المصور الواجد
	الصبور ذوالبطش	المرید المتکلم	الدائم الباقی
	البصیر الدیان		البارئ البر
	المعذب المفضل		المنعم العفو
	المجید الذی لم		الغفور الرؤف
	یکن لہ کفوا احد		المغنی المعطی
	ذوالحول الشدید		النافع الھادی
	القاھر الغیور		البدیع الرشید
	شدید العقاب		المجمل القریب
			المجیب الکفیل
			الحنان المنان
			الکامل لم یلد
			ولم یولد الکافی
			الجواد ذوالطول
			الشافی المعافی

اب جاننا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ کے اسماء اور صفات میں سے ہر اسم صفت کے واسطے ایک اثر ہے اور یہ اثر اس کے جمال یا کمال کا مظہر ہے۔ پس تمام معلومات عام طور پر اُس کے اسم علیم کے اثر ہیں۔ اور وہ معلومات خدا کے علم کے مظاہر ہیں۔ پس اسی طرح تمام مرحومات اُس کی رحمت کے مظاہر ہیں اور تمام مسلمات اُس کے سلام کے مظاہر ہیں اور یہاں کوئی ایسا موجود نہیں ہے کہ جو عدم محض سے سالم نہ رہا ہو اور یہاں کوئی ایسا موجود نہیں ہے جس پر خدا نے اپنی ایجاد اور رحمت خاصہ سے رحم نہ کیا ہو اور کوئی ایسا موجود نہیں ہے کہ جو خدا کو نہ معلوم ہو۔ پس تمام موجودات مطلق اُس کے تمام اسماء جمال کے مظاہر ہیں۔ اسواسطے کہ اسماء اور اوصاف جمالیہ میں سے کوئی اسم اور وصف ایسا نہیں ہے کہ وہ بحیثیت اپنے اثر کے عام اور خاص طور پر پایا نہ جاتا ہو۔ پس تمام موجودات خدا کے جمال کے مظاہر

ہیں اور ایسی ہی ہر صفت جلالیہ اثر کی مقتضی ہے۔ جیسے کہ قادر اور رقیب اور واسع ہے۔ پس ہر ایک کا اثر وجود میں پھیلا ہوا ہے۔ پس تمام موجودات بعض صفات جلالیہ کے اثر سے جلال کے مظاہر ہیں۔ پس یہاں کوئی موجود ایسا نہیں ہے کہ جس کے واسطے حق کے جلال کی صورت اور اُس کا مظہر نہ ہو اور یہاں اسماء جلالیہ بعض موجودات کے ساتھ مخصوص ہیں اور بعض کے ساتھ نہیں ہیں۔ جیسے منتقم اور معذب اور ضار اور مانع وغیرہ ہے۔ پس بعض موجودات اُس کے مظاہر ہیں کل نہیں ہیں۔ برخلاف اسماء جمال کے کہ وہ سب وجود کو عام ہیں اور یہ اُس کے قول سبقت رحمتی غضبی کا بھید ہے۔ لیکن اسماء کمالیہ جو مشترک ہیں پس بعضے اُن میں سے مرتبہ کے واسطے ہیں۔ جیسے رحمٰن اور ملک اور رب اور مالک الملک اور سلطان اور ولی۔ پس یہ سب اسماء عموم اور وجود کے واسطے ہیں اور ہر اسم کے واسطے ایک مظہر اور صورت ہے۔ اور میری مراد اپنے قول بجملتہ سے یہ ہے کہ وہ ہر وجہ اور ہر اعتبار سے ایسے ہیں پس تمام موجودات اسماء مرتبہ سے ہر اسم کے واسطے صورت ہے۔ برخلاف اسماء جلال و جمال کے کہ وجود ہر اسم کا ایک ہی طریقہ کے ساتھ مظہر ہے اور وجود متعددہ ایک اعتبار سے یا کئی اعتبار سے اس میں منحصر ہیں۔ اور بعضے اسماء مشترکہ اس قسم کے ہیں کہ وجود اُن کے مظہر ہونے کو چاہتا ہے ہر ایک اعتبار سے نہیں چاہتا جیسے کہ اُس کا اسم بصیر اور سمیع اور خالق اور حکیم وغیرہ ہے اور بعضے اسماء مشترکہ ایسے ہیں جو موجودات کے ظہور کو اُن کی صورت کے موافق نہیں چاہتے۔ جیسے اُس کا اسم غنی اور عدل اور قیوم وغیرہ ہے۔ پس یہ سب اسماء اسماء ذاتیہ سے ملحق ہیں۔ لیکن ہم نے اُن کو مشترک کی قسم سے قرار دیا ہے اس واسطے کہ ان میں جمال و جلال کی بو ہے۔ پس جب تجھکو یہ بات معلوم ہوگئی۔ تو جاننا چاہیئے کہ عبد کامل ان تمام اسماء مشترکہ اور غیر مشترکہ خواہ جلالیہ ہوں یا جمالیہ ہوں ان سب کا مظہر ہے۔ پس جنت جمال مطلق کی مظہر ہے اور دوزخ جلال مطلق کا مظہر ہے اور یہ دونوں گھر یعنی دنیا اور آخرت معہ اُس چیز کے جو ان دونوں میں ہے سوائے انسان کامل کے اسماء مرتبہ کے مظاہر ہیں۔ برخلاف اسماء ذاتیہ کے کہ اُن کا مظہر فقط انسان ہی ہے۔ اور اُن کے غیر کا بھی مظہر وہی انسان ہے۔ پس موجودات کے سوا دوسری چیز کو اُس میں قدیم ہونا ہرگز نہیں ہے اور اسی کی طرف اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اور امانت نام ہے حق سبحانہ و تعالےٰ کی ذات کا معہ اسماء اور صفات کے۔ پس وجود میں ایسا شخص نہیں ہے۔ جس کے واسطے یہ جملہ صحیح ہو۔ مگر انسان کامل پر یہ جملہ صحیح ہوتا ہے۔ اور اسی معنی کی طرف آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ میرے اوپر قرآن جملۃً واحدۃً نازل کیا گیا ہے۔ پس تمام آسمان اور جو چیز اُن کے اوپر ہے اور تمام زمینیں اور جو چیز اُن کے اوپر او نیچے ہیں یعنی مخلوقات وغیرہ وہ سب خدا کے اسما اور صفات کو ثابت کرنے سے عاجز ہیں پس اُنھوں نے قبول کرنے سے انکار کیا اور وہ اپنے قصور سے اور ضعیف ہونے کی وجہ سے ڈرے۔ اور اُس کو انسان کامل نے اٹھالیا۔ اس وجہ سے کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرنیوالا تھا۔ اس لیئے کہ اُس کو یہ بات ممکن نہیں ہے کہ اپنے نفس کا حق عطا کرے۔ کیونکہ یہ بات اس امر پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ثنا کما حقہ کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ وکان الانسان ظلوما ط یعنی اپنے نفس پر اُس نے ظلم کیا اور خدا کی قدر کے موافق اُس کی قدر نہ کی۔ پھر خدا تعالیٰ نے اُسکی طرف سے عذر کیا۔ اور اس طرح سے اُس کا وصف کیا کہ وہ جہول ہے اس کا یہ مطلب یہ ہے کہ خدا کی قدر عظیم ہے اور انسان اُس کو نہیں جانتا ہے اور اُس کی معذرت کی۔ کیونکہ اُس کی ثنا کے موافق اُس کی قدر کا حق ادا نہ کیا۔ اور اس آیت میں ایک دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ظلوم اسم مفعول ہو تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ انسان مظلوم ہے۔ اس واسطے کہ کوئی طاقت اس امر کی نہیں رکھتا کہ انسان کامل کے حقوق کو پورے طور پر ادا کر سکے کیونکہ وہ بڑے مرتبہ اور منصب والا ہے۔ پس وہ اُس چیز میں کہ جس سے مخلوقات کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔ مظلوم ہے اور جہول کے یہ معنی ہیں کہ وہ مجہول ہے۔ اُس کی حقیقت کو نہیں جانتا کیونکہ اُس کے غور سے بعید ہے۔ اور یہ انسان کامل کی طرف سے خدا معذرت کرتا ہے۔ تمام مخلوقات کے واسطے تاکہ ظلم کے وبال سے وہ رہا ہو جائیں۔ اور جس وقت کہ اُن سے قیامت کے دن اس انسان کی قدر کا پردہ اٹھا دیا جائے تو اُن کا عذر قبول کر لیا جاوے۔ اور اس انسان سے مراد خدا کی ذات کا مع اسماء اور صفات کے ظاہر ہوتا ہے۔ اور عنقریب اس کتاب میں اپنے محل پر انسان کامل کے بعض مراتب کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ لکھا جائیگا۔ اور اللہ تعالیٰ حق کہتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے ⁂

پچیسواں باب

کمال کے بیان میں

اب جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے کمال سے اُس کی ماہیت مراد ہے اور اُس کی ماہیت ادراک اور غایت کو نہیں قبول کرتی ہے۔ پس اُس کے کمال کی غایت اور نہایت نہیں ہے۔ پس اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی ماہیت کا ادراک کرتا ہے۔ اور اس امر کا بھی ادراک کرتا ہے۔ کہ میری ماہیت کا کوئی ادراک کر سکتا ہے اور اُس کی اُس کے حق میں کوئی غایت نہیں ہے اور نہ غیر کے حق میں اُس کی کوئی انتہا ہے۔ یعنی اُس کا ادراک بعد اس کے کہ اس امر کا وہ ادراک کرے کہ خدا کی ماہیت اُس کے اور غیر کے واسطے ادراک نہیں کی جا سکتی ادراک کرتا ہے۔ پس ہمارا جو یہ قول ہے کہ اُس کی ماہیت کا ادراک ہو سکتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ جس چیز کا مستحق ہے کمال احاطہ اور عدم جہل کے واسطے ہے اور ہمارا جو یہ قول ہے کہ اللہ اپنی ماہیت کا ادراک کرتا ہے۔ اور اس بات کا بھی ادراک کرتا ہے کہ اُس کی ماہیت اُس کو اور نہ اُس کے غیر کو معلوم ہو سکتی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ جس چیز کا کہ مستحق ہے بحیثیت اپنی کبریائی اور غیر متناہی ہونے سے ہے اس واسطے کہ غیر متناہی چیز کا ادراک نہیں ہو سکتا اور اُس کی کچھ انتہا نہیں ہے۔ پس غیر متناہی چیز کا ادراک محال ہے پس اُس کا ادراک اپنی ماہیت کے واسطے حکمی ہے۔ کیونکہ وہ علم کے شامل ہونے کو اور بالذات جاہل نہ ہونے کا مستحق ہے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ اُس کی ماہیت نے کسی طرح سے ادراک قبول کر لیا ہو۔ پس اس کو سمجھ لے کیونکہ یہ مسئلہ نہایت باریک ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس حیرت کے مقام میں تجھکو لغزش ہو جائے اور اسی معنی میں میں نے ایک قصیدہ طویلہ کہا ہے۔ جس کے تین شعر یہ ہیں۔ ؎

احطت خبرا مجملا ومفصلا بجمیع ذاتك یا جمیع صفاته	کیا تو نے خبر مجمل اور مفصل کا مع اپنی ذات اور صفات کے احاطہ کر لیا ہے ؟
ام جل وجهك ان یحاط بکنهه فاحطته ان لا یحاط بذاته	یا تیری ذات اس بات سے کہ اُسکی کُنہ کا احاطہ کیا جائے بڑی ہے پس تو نے اس بات کا احاطہ کر لیا ہے کہ وہ اپنی ذات سے احاطہ نہ کیجائے

حاشاك من غاي وحاشا ان يكن	ایسے شخص سے دوری ہو جو گمراہ ہے اور اُس شخص سے
بلب جاهلا ويلاه من حيراته	بھی دوری ہو کہ تیری ذات سے جاہل ہے اور افسوس

ہے اُس کی حیرتوں سے ۞

پس اب جاننا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کا کمال مخلوقات کے کمال کے مشابہ نہیں ہے اس واسطے کہ مخلوقات کا کمال معانی کے ساتھ اُن کی ذاتوں میں موجود ہے۔ اور یہ معانی اُن کی ذاتوں کے مغائر ہیں اور اللہ تعالےٰ کا کمال بالذات کسی زاید معانی کے ساتھ اُس پر نہیں ہے وہ اس سے منزہ ہے پس اُس کا کمال عین ذات ہے۔ اسیواسطے غناء مطلق اور کمال تمام اُس کے واسطے صحیح ہے۔ پس اللہ سبحانہ کے واسطے اگرچہ معانی کمالیہ متعلق ہیں لیکن وہ اُس کے غیر نہیں ہیں پس پس کمال کی معقولیت کہ جو اُسکے پورا کرنیوالی ہے وہ ایک امر ذاتی ہے نہ اُسکی ذات پر زاید ہے نہ اُسکی مغائر ہے اور وہ معقول بالذات نہیں ہے اور نہ اس حکم کے سوا کوئی اور چیز ہے۔ اس لئے کہ تمام موجودات جب کسی وصف کے ساتھ موصوف ہوں۔ تو اُس کا وصف موصوف کا غیر ہوتا ہے۔ کیونکہ مخلوق انقسام اور تعدد کو قبول کرتی ہے۔ اور اس بات کی مقتضی ہے کہ اُس کا وصف عین ذات ہو اس واسطے کہ جس حکم پر اُس کی ذات تنہا مترتب ہوئی ہے۔ وہ وہ چیز ہے کہ جس سے اُس کا وجود مترکب ہوا ہے پس ہمارا قول الانسان حیوان ناطق یعنی انسان حیوان ناطق ہے۔ یہ اس امر کا مقتضی ہے کہ حیوانیت بالذات اور اُس کی معقولیت انسان کی مغائر ہو اور نطق بالذات انسان اور حیوانیت دونوں کی مغائر ہو اور اس بات کا بھی مقتضی ہے کہ حیوانیت اور ناطقیت عین انسان ہو۔ اس لئے کہ وہ دونوں سے مرکب ہے۔ پس بغیر اُن دونوں کے اُس کا وجود نہیں ہو سکتا۔ پس اُن دونوں کا مغائر نہیں ہے پس مخلوق کا وصف انقسام کے اعتبار سے غیر ذات ہے اور ترکیب کے اعتبار سے عین ذات ہے۔ اور حق سبحانہ میں یہ امر اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ انقسام اور ترکیب اُس کے حق میں محال ہے۔ اسواسطے کہ اُس کے صفات نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات ہیں مگر اس حیثیت سے کہ ہم اوصاف کے متعدد ہونے اور متضاد ہونے سے اُس کو سمجھتے ہیں اور اُس کے صفات بحیثیت اُس کی ماہیت اور ہویت کے کہ جس پر وہ بالذات قایم ہے عین ذات ہیں اور اُن کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ عین نہیں ہیں۔ پس وہ مخلوق کے حکم سے متمیز ہوگا اور اُس کی صفت نہ عین ذات ہے اور نہ غیر ذات ہے اور یہ حکم خدا تعالےٰ کے حق میں بطور مجاز کے ہے اور اس مسئلہ میں اکثر متکلمین نے خطا کی ہے اور اس مسئلہ کو حضرت امام محی الدین ابن العربی نے

ایسا ہی لکھا ہے جیسا کہ ہم نے لکھا ہے لیکن اُنھوں نے اس جہت اور اس عبارت سے نہیں لکھا ہے بلکہ دوسری عبادت اور دوسرے معنی میں بیان کیا ہے۔ لیکن اکثر متکلمین جو اس بات کے قائل ہیں کہ صفات حق نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات ہیں وہ خطا کرتے ہیں اور یہ بات بھی مذکور ہے کہ یہ کلام بالذات رواں نہیں ہے لیکن ہم کو کشف آلہی نے یہ بات عطا کی ہے کہ اُس کے صفات عین ذات ہیں۔ لیکن نہ باعتبار اُن کے تعدد کے اور نہ باعتبار انکے عدم تعدد کے بلکہ میں نے ایسے امر کا مشاہدہ کیا ہے کہ جو مثل کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی یہ ایک نقطہ ہے کہ جو بالذات کمالات کے کہ جو پورا کرنے والے اور ہر جمال و جلال اور کمال عمدہ طریقہ پر مرتبہ آلہیہ کے ساتھ جامع ہیں۔ اُن کی معقولیت ہے اور وہی کمالات نقطہ کے وجود میں ہلاک ہونیوالے ہیں۔ اور نقطہ کمالات کے وجود میں ہلاک ہونیوالا ہے۔ اور نقطہ اور کمالات اُس کی احدیت میں غیر متناہی ہونا سمجھا جاتا ہے اور اُس پر ابتدا کی اولیت محال ہے اور یہاں ایسے امور بھی ہیں کہ نہایت دقیق اور عزیز اور اجلّ ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتے ہیں ؎

وکان ماکان مما لست اذکرہ فظن خیرا ولا تسأل عن الخبر	اور وہ اس قسم سے ہے کہ میں اُس کا ذکر نہیں کرسکتا پس تو اُس کو بہتر گمان کر اور خبر مت پوچھ ؎

اب جاننا چاہیئے کہ یہ مثال خدائے متعال کی ذات کے لایق نہیں ہے اس لئے کہ مثال بالذات مخلوق ہے۔ پس وہ جس امر کہ مثال بیان کی گئی ہے اُس کی غیر ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ قدیم ہے۔ اور خلق حادث ہے۔ اور عبارت تھوا یہ معانی ذوقیہ کا تحمل نہیں کرسکتی۔ مگر اُس شخص کے واسطے کہ جس کو پہلے مزہ حاصل ہو گیا ہو۔ پس وہ اُس کی سواری ہے کیونکہ وہ اس بات کی نہیں رکھتا ہے کہ اس امر کو جس حیثیت سے کہ وہ ہے۔ اُس کا تحمل کرسکے لیکن اُس میں سے تھوڑا سا حصہ حاصل کرلیگا۔ پس جو شخص کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا سا حزن اور غم رکھتا ہو اور اُس کی بصر حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتہ کے ڈالنے سے اور اُس سے بو آنے سے کھل گئی ہو۔ اُس کو یہ حصہ مل سکتا ہے اور جس کے واسطے یہ ذوق پہلے سے نہیں ہے۔ پس وہ مطلوب کے قریب نہیں جاسکتا ہے اور اے اللہ میرے۔ مگر جو شخص کہ ایمان اور تصدیق والا ہے اور جو چیز اُس کے پاس ہے اُس کو اُسی نے چھوڑ دیا ہے اور جو چیز کہ خدا نے اُس کو بطور القا کے عطا فرمائی ہے اُس کو لے لیا ہے وہ حاصل کرسکتا ہے اور من القی السمع سے اُسی شخص کی طرف اشارہ ہے اس لفظ کے یہ معنی ہیں کہ جس کے کان میں القا کیا گیا ہے اور وہ شہید ہے یعنی جو کچھ اُس سے

کہا جاتا ہے وہ ایمان کے ساتھ اُس کی شہادت دیتا ہے۔ یہانتک کہ گویا اس کے سامنے قوت ایمان کی وجہ سے وہ چیز موجود ہے۔ پس اول کو مکاشف کہتے ہیں کہ جس کا قلب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اِنَّ فِیْ ذٰالِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ ط یعنی تحقیق یہ بیشک اُس شخص کے واسطے ذکر ہے جو دل رکھتا ہے یا اُس کے کان میں ڈالا گیا ہے اور وہ شہید ہے ؞

چھبیسواں باب

ہویت کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ خدا کی ہویت اُس کا غیب ہے کہ جس کا ظہور ممکن نہیں ہے۔ لیکن وہ تمام اسماء وصفات کے اعتبار سے ہے۔ پس گویا کہ اُس سے اشارہ واحدیت کے باطن کی طرف ہے۔ اور میرا جو یہ قول ہے کہ گویا کہ اُس سے اشارہ واحدیت کے باطن کی طرف ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی اسم یا وصف یا نعت یا مرتبہ یا مطلق ذات کے ساتھ بغیر اعتبار اُس کے اسماء وصفات کے مخصوص نہیں ہیں۔ بلکہ ہویت سے ان سب امور کی طرف مجموعۃً اور منفرداً اشارہ ہے اور اُس کی شان یہ ہے کہ بطون اور غیبوبیت کو بتاوے۔ اور لفظ ہویت لفظ ہُو سے مشتق ہے کہ جو غائب کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے آتا ہے۔ اور وہ اللہ کے حق میں باعتبار اُس کے اسماء وصفات کے معہ اس کی غیبوبیت سمجھنے کے اُس کی کُنہ ذات کی طرف اشارہ ہے۔ ؎

ان الھویۃ غیب ذات الواحد	ہویت بیشک ذات واحد کا غیب ہے اور اُس کا
ومن المحال ظھورھا فی الشاھد	ظاہر ہونا شاہد میں محال ہے ؞
فکانھا نعت وقد وقعت علے	پس گویا کہ وہ نعت ہے اور بطون کی شان پر واقع ہوئی
شان البطون ومالذا من جاحد	ہے اور اس کا کوئی منکر نہیں ہے ؞

پس اب جاننا چاہئے کہ یہ اسم اللہ کے اسم سے زیادہ خاص ہے اور وہ اللہ کے اسم کا ایک بھید ہے۔ دیکھو کہ اللہ کے اسم میں جب تک یہ اسم موجود ہے۔ اُس وقت تک اس کے ایسے معنی ہیں کہ جن سے حق کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اور جب وہ معنی اُس سے جُدا کر لئے جائیں تو اُسکے

حرف حرف بمعنی باقی رہ جائینگے۔ مثلاً اللہ کے اسم سے جب تونے الف کو دور کردیا تو للہ باقی رہگیا پس اس میں بھی ایک فائدہ ہے۔ اور جب تونے پہلے لام کو دور کردیا تو لہٗ باقی رہ گیا۔ تو اسمیں بھی ایک فائدہ ہے۔ اور جب تونے دوسرے لام کو بھی دور کردیا تو ہ باقی رہ گئی اور لفظ ہوؔ میں وہ ہی ہ تنہا بلا واؤ کے اصل ہے۔ اور اس میں واؤ جو ملایا گیا ہے محض درازیٔ حرکت اور استمرار عادی کے واسطے ہے کہ دونوں چیزوں کو ایک کردیا ہے۔ پس اسم ہوؔ تمام اسماء سے افضل ہے۔ اور بعض اہل اللہ نے مکہ معظمہ میں ۷۹۹ھ ہجری میں اس پر اجماع کیا۔ اور مجھ سے اسم اعظم میں کہ جس کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ سورہ بقر کے آخر میں ہے اور سورہ آل عمران کے اول میں ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ کلمہ ہوؔ ہے مجھ سے گفتگو کی۔ اور یہ بات کلام الحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظاہر سے حاصل ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ اس کا آخر قول ہے اور واؤ اول قول ہے اور سورہ آل عمران کا اول ہے۔ اور یہ کلام اگرچہ مقبول ہے لیکن میں اسم اعظم کی دوسری بوپاتا ہوں اور اس عارف نے جو کچھ کہا ہے اس کو میں نے محض آگاہی کے واسطے اس اسم کے شرف کی بابت لکھا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اس پر جہت مذکور سے واقع ہوا ہے کیونکہ وہ تمام اسماء سے اعظم ہے ؎

اب جاننا چاہئے کہ اسم ہوؔ اس حاضر سے مراد ہے کہ جو ذہن میں موجود ہے۔ اور جس کی طرف اشارہ شاہد حس سے غائب خیال کی طرف رجوع ہوتا ہے اور جو غائب اگر خیال سے غائب ہوتا تو اسکی طرف اشارہ لفظ ہوؔ سے صحیح نہ ہوتا۔ پس لفظ ہوؔ سے اشارہ صرف حاضر ہی کی طرف صحیح ہے۔ اور دیکھو ضمیر جو چیز کے پہلے ذکر کی گئی ہے۔ اسی کی طرف راجع ہوتی ہے۔ خواہ لفظاً راجع ہو یا قرنیتاً یا حالاً جیسے کہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ اور اس کا فائدہ یہ ہے۔ کہ لفظ ہوؔ وجود محض پر جس میں عدم صحیح نہیں ہے اور غیبوبیت اور فنا سے عدم کے مشابہ بھی نہیں ہے واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ غائب جہت سے معدوم ہوتا ہے۔ یعنی جہت میں موجود نہیں ہوتا ہے۔ پس لفظ ہوؔ سے مشار الیہ کی طرف تنہا کا اشارہ نہیں ہوسکتا۔ پس اس کلام سے معلوم ہوا کہ ہویت وجود محض صریح ہے کہ جس میں ہر کمال وجودی اور شہودی موجود ہے۔ لیکن حکم جس پر کہ غیبت واقع ہوئی ہے۔ وہ اس سبب سے ہے کہ اس کا پورا کرنا ممکن نہیں ہے۔ پس نہ اس کا ادراک ہوسکتا ہے اور نہ وہ پورا ہو سکتا ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہویت غیب ہے کیونکہ اس کا ادراک نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ حق سبحانہ کا غیب سوائے اس کی شہادت کے دوسری چیز نہیں ہے اور نہ اسکی شہادت

اُس کے غیب سے علیحدہ ہے برخلاف انسان کے کہ اُس کی دوسری حالت ہے اور ہر مخلوق ایسی ہی ہے اس لئے کہ ہر چیز کے واسطے شہادت اور غیب ہے۔ لیکن اُس کی شہادت بعض اعتبار سے ہے اور اُس کی غیبت دوسرے اعتبار سے ہے۔ اور حق سبحانہ وتعالےٰ کی غیبت عین شہادت ہے اور اُس کی شہادت عین غیب ہے۔ پس اُس کے نزدیک غیب بالذات نہیں ہے اور نہ شہادت بالذات ہے۔ بلکہ بالذات ایسا غیب ہے کہ جو اُسی کو لایق ہے اور ایسی شہادت ہے کہ جو اُسی کو لایق ہے۔ جیساکہ وہ خود اپنے نفس کو جانتا ہے اور اس امر کو ہم نہیں سمجھ سکتے اسواسطے کہ اُس کے غیب اور شہادت کو جس حیثیت سے کہ وہ ہے فقط اللہ سبحانہ جانتا ہے دوسرا نہیں جانتا ہے +

ستائیسواں باب

انیت کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ حق سبحانہ کی انیت اُس کی تحدید کا نام ہے۔ اُس چیز کے ساتھ کہ جس کے واسطے وہ ہے۔ پس انیت حق سبحانہ کے ظاہر کی طرف اشارہ ہے۔ اس اعتبار سے کہ اس کا ظہور اُس کے بطون کو شامل ہے۔ جیساکہ خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہویت جس کی طرف لفظ ہو سے اشارہ ہے وہ بعینہ انیت ہے۔ جس کی طرف انا سے اشارہ ہے۔ پس ہویت انیت میں سمجھی جاتی ہے اور ہمارے قول کے یہی معنی ہیں۔ وہ قول ہمارا یہ ہے کہ ظاہر حق سبحانہ کا بعینہ اُس کا باطن ہے اور اُس کا باطن بعینہ ظاہر ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بعض اعتبار سے باطن ہے۔ اور بعض اعتبار سے ظاہر ہے۔ دیکھو اللہ تعالےٰ کے قول کو کہ کس طرح اسی نے جملہ کو موکد کیا ہے۔ اس طرح سے کہ اس کو تاکید کے ساتھ لایا ہے۔ کیونکہ جس کلام میں کہ سننے والے کا ذہن تردد کرتا ہے۔ تو اُس میں تاکید بہتر ہوتی ہے۔ جیسے کہ کسی کلام کا سننے والا انکار کرے۔ تو اُس میں تاکید کرنا واجب ہوتی ہے۔ برخلاف اُس صورت کے کہ اگر سننے والا خالی الذہن ہے تو اُس میں تاکید کی حاجت نہیں ہوتی اور جب کہ بطون اور ظہور کا اعتبار وحدت کے ساتھ تھا تو اُس میں عقل کو تردد تھا۔ اور وہ اُس کا پورا کرنا اس طرح پر کہ یہ امر اُس کا ظاہر باطن

اور اسکا باطن ظاہر کیونکر ہو سکتا ہے اور ظاہر و باطن کیطرف تقسیم کا فائدہ گیا ہے۔ پس اس مسئلہ میں نفس کے واسطے یا تردد ہے یا انکار ہے۔ پس اسواسطے اُس کو خدا تعالے نے لفظ انا کے ساتھ موکد جیسا کہ موسےٰ علیہ السلام سے فرمایا اِنَّہٗ ھُوَ یعنی احدیت باطنہ جس کی طرف ہویت سے اشارہ ہے۔ وہ انیت ظاہر ہے وہ انیت ظاہر ہے کہ جس کی طرف لفظ انا سے اشارہ ہے۔ پس تو یہ گمان نہ کر کہ اُن دونوں کے درمیان میں تغائر یا انفصال یا انفکاک کسی طرح سے ہے۔ پھر اس امر کی بدلیت کے ساتھ تفسیر کی۔ اور وہ علم ذاتی ہے۔ یعنی اسم اللہ اُس چیز کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی الوہیت مقتضی ہے اور وہ جمع اور شامل کرنے کو چاہتی ہے۔ کیونکہ جب یہ کہا کہ اُس کا بطون اور غیب بعینہٖ اُس کا ظہور اور شہادت ہے۔ تو اس بات پر تنبیہ ہو گئی کہ اللہ کی حقیقت وہی چیز ہے۔ پس الوہیت بالذات دونوں نقیضوں کے شامل کرنے کو اور دونوں ضدوں کے جمع کرنے کو احدیت کے سبب سے چاہتی ہے اور مغائرت حاصل ہونے میں تغائر نہیں ہے اور یہ مسئلہ مقام حیرت ہے۔ پھر اُس نے جملہ کی اپنے اس قول سے تفسیر کی لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا یعنی آلہیت معبود سوائے میرے کوئی نہیں ہے۔ پس ان بتوں میں اور ان افلاک میں اور ان طبیعتوں میں اور ہر چیز میں جس ملت اور مذہب والے اُس کی پرستش کرتے ہیں میں ہی ظاہر ہوں۔ پس یہ سب آلہہ میں ہی ہوں۔ اور اسیواسطے اُن کے لیئے آلہہ کا لفظ ثابت ہوا ہے۔ اور اُن کے واسطے اس لفظ کے ساتھ نام رکھنا اس اعتبار سے ہے کہ حقیقت میں اُس پر وہ چیز ہے۔ اور یہ نام رکھنا حقیقی ہے مجازی نہیں ہے۔ اور نہ یہ ایسا ہے۔ جیسا کہ اہل ظاہر نے گمان کیا ہے کہ اللہ سبحانہ نے اس سے یہ مراد رکھی ہے کہ بحیثیت اپنی ذاتوں کے اُن کا نام آلہہ رکھا ہے۔ نہ اس حیثیت سے کہ وہ اپنے نفسوں میں اُن کے واسطے یہ نام ہیں۔ اور یہ اُن سے غلطی اور افترا خدا پر ہے۔ اسواسطے کہ حق سبحانہ وتعالےٰ عین اشیاء ہے اور اُس کا نام رکھنا آلہیت کے ساتھ حقیقی ہے۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ اہل حجاب کے مقلدین نے گمان گیا ہے کہ وہ مجازی ہے۔ اور اگر ایسا ہوتا تو بے شک یہ پتھر اور ستارے اور طبیعتیں اور سب چیزیں کہ جن کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ آلہہ نہ ہوتی۔ اور یہ بات کہ کوئی معبود سوائے میرے نہیں ہے۔ پس میری ہی عبادت کرو۔ نہ ہوتی لیکن اللہ تعالےٰ نے اُس سے یہ مراد رکھی ہے کہ ان آلہہ کو جو اُس کے مظاہر ہیں بیان کر دے اور یہ بات معلوم ہو جائے کہ اُن میں الوہیت کا حکم حقیقی ہے اور اُنہوں نے سوائے ذات آلہی کے دوسرے کی عبادت نہیں کی ہے۔ پس خدا فرماتا ہے کہ کوئی معبود سوا میرے نہیں ہے۔ یعنی یہاں کوئی ایسی چیز سوائے خدا کے نہیں ہے۔

جس پر آلہہ کا اسم بولا جائے۔ پس تمام عالم میں کوئی ایسا نہیں ہے۔ جو میرے غیر کی عبادت کرے اور وہ غیر کی کیسے عبادت کر سکتے ہیں۔ حالانکہ میں نے اُن کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور وہ سوائے اُس چیز کے نہیں ہیں کہ جس کے واسطے میں نے اُن کو پیدا کیا ہے۔ اور حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس مقام میں فرماتے ہیں کہ ہر چیز اُسی کے واسطے ہے جس کیلئے پیدا کی گئی ہے۔ یعنی عبادت حق کے واسطے۔ کیونکہ حق سبحانہٗ فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ط اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بات سے آگاہ کیا کہ ان سب آلہہ کے پوجنے والے صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن یہ عبادت اس مظہر کے اعتبار سے ہے پس موسیٰ علیہ السلام سے یہ بات طلب کی۔ کہ وہ باعتبار ان مظاہر کے اُس کی عبادت کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی معبود سوائے میرے نہیں ہے۔ یعنی یہاں میں ہی ہوں۔ اور جس چیز پر آلہہ کا اسم بولا جاتا ہے۔ پس وہ میں ہی ہوں۔ اور بعد اس کے کہ میں نے اُس کو تعلیم کر دیا۔ کہ میں بعینہٖ وہ چیز ہوں کہ جس کے مرتبہ کیطرف اُس کے اسم اللہ سے اشارہ ہے۔ پس اے موسیٰ میری عبادت کرو۔ اس حیثیت سے کہ یہ انیت جو تمام مظاہر کی جمع کرنیوالی ہے۔ اور وہ مظاہر ہویت کے عین ہیں۔ پس یہ امر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی موسےٰ علیہ السلام کی طرف محض عنایتاً تھا۔ تاکہ وہ اُس کی عبادت خاص اُسی کی ذات سمجھکر کریں ایسا نہ ہو کہ اُن سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ اُس اعتبار سے کہ جس کی وہ عبادت نہیں کرتے ہیں فوت ہو جائے۔ پس یہ اُس کا فضل ہے اور اگر کسی جہت سے وہ ہدایت پا جاتے جیسے کہ اور متفرق مذہب والے خدا کے راستہ سے گم ہو گئے۔ برخلاف اُس کے کہ اگر وہ اُس کی عبادت کرتے۔ اس انیت کی حیثیت سے مع تمام مظاہر اور تجلیات اور شیون اور مقتضیات اور کمالات متنوعہ کے جو ہویت میں سمجھے گئے ہیں اور انیت میں میں داخل ہیں اور اسم اللہ کے ساتھ تفسیر کئے گئے ہیں۔ اور اس طرح سے شرح کی گئی ہے کہ یہاں کوئی معبود سوائے میرے نہیں ہے۔ پس اس وقت ہر طرح سے اُسی کی عبادت ہے اور اسی کی طرف اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے۔ وان ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ۔ پس متفرق مذہب والے اگرچہ وہ خدا کے راستہ پر ہیں۔ لیکن وہ متفرق ہو گئے ہیں۔ اور اُن پر شرک اور الحاد داخل ہو گیا ہے۔ برخلاف محققین موحدین کے یہ لوگ خدا کے راستہ پر ہیں۔ پس بندہ جب خدا کے راستہ پر چلتا ہے تو اُس کو آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم کے قول کا بھید ظاہر ہوجاتا ہے۔ اور وہ قول یہ ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا۔ پس اُس نے اپنے رب کو پہچانا۔ پس اس کے بعد یہ چاہئے کہ اُس کی کما حقہٗ عبادت کرے۔ اور اسماء اور صفات کی حقیقتوں کے ثابت ہونے کے یہی معنی ہیں۔ کیونکہ جب بندہ نے یہ عبادت کی تو یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ اشیاء ظاہرہ اور باطنہ کا عین ہے۔ اور وہ یہ جانتا ہے کہ خدا ہی ہے۔ اور اُس کی ہئیت بعینہ وہ چیز ہے۔ جو حضرت موسیٰ کے ساتھ بیان ہوئے۔ پس اُس کے واسطے ایک موسیٰ تلاش کیا جاتا ہے کہ جو حق سبحانہ وتعالےٰ کو معہ اُن کمالات کے جن کے اسماء اور صفات مقتضی ہیں تعلیم کردیتا تاکہ وہ شخص اُس کو پالے اُس کی عبادت کرے کیونکہ اُسکی عبادت کا حق یہی ہے۔ اور اس کا پورا کرنا ممکن نہیں ہے۔ پس کما حقہٗ اُس کی عبادت ممکن نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ غیر متناہی ہے پس اُس کے اسماء اور صفات کے واسطے انتہا نہیں ہے۔ اور نہ اُس کی عبادت کے حق کے واسطے انتہا ہے۔ اور اسی مقام کی بابت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ نہ پہچانا ہم نے تجھکو جیسا کہ تیری معرفت کا حق ہے اور نہ عبادت کی۔ ہم نے تیری جیسا کہ تیری عبادت کا حق ہے۔ اور جیسے کہ تو نے بالذات اپنی تعریف کی ہے۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اُس کے ادراک کے دریافت کرنے سے عاجز ہونا اسی کو ادراک کہتے ہیں اور میں نے اس کو نظم کیا ہے۔

یا صورۃ حیر الالباب معناك	اے اللہ تیری صورت کے معنی میں عقلاء حیران ہیں اور
یا دهشۃ اذهل الاكوان منشاك	تیری منشاء میں تمام مخلوقات پریشان ہیں ٭
یا غایۃ الغایۃ القصوی واخرما	اے انتہا درجہ کی انتہا اور اُس چیز کا آخر کہ جس سے رہنما تیرے
یلقی الرشید ضلالا بین مغناك	راستہ میں گمراہ ہوجاتا ہے ٭
علیك انت كما اثنیت من كرم	تو نے اپنی تعریف اپنے کرم سے کی ہے تو اپنی حد بین و مسر
نزهت فی الحمد عن ثان واشراك	کو شریک کرنے سے منزہ ہے ٭
فلیس یدرك منك المرء بغیته	پس آدمی تیرا ادراک ہرگز نہیں کرسکتا تیری غایت کے ادراک
حاشاك عن غایۃ فی المجد حاشاك	سے تیری مجد و بزرگی میں تجھ سے دوری ہے ٭
فبالقصور اعترافی فیك معرفتی	تیری معرفت سے قصور کا اقرار کرنا ہی تیری پہچان ہے
فالعجز عن درك الادراك ادراكی	اور تیرے ادراک کے دریافت کرنے سے عاجز ہونا ہی

میرا ادراک ہے ٭

پیدا ہوا اور قوم اینت کو کبھی بندہ کے سمجھے ہوئے پر بولتی ہے اس لئے کہ اینت کے معنی مشاہد حاضر اور ہر مشہور کو آگاہ کرنا ہے۔ پس ہویت اُس کا غیب ہے۔ پس اُنھوں نے ہویت کا اطلاق غیب پر کیا ہے۔ اور وہ خدا کی ذات ہے اور انیت کا اطلاق شہادت پر کیا ہے اور وہ بندہ کا سمجھا ہوا ہے اور یہاں ایک نکتہ ہے اُسکو سمجھ لے۔

اٹھائیسواں باب

ازل کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ ازل سے مراد معقول قبیلہ ہے کہ جس پر خدا کے واسطے حکم کیا گیا ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ اپنے کمال میں اُس کا مقتضی ہے۔ اور نہ اس حیثیت سے کہ وہ حادثات پر زمانہ دراز کے ساتھ متقدم ہوا ہے۔ پس اسی کو ازل کہتے ہیں۔ جیسا کہ اُس شخص کی سمجھ جس کو خدا کی معرفت نہیں ہے۔ اُس کی طرف سبقت کرتی ہے اور وہ اس سے منزّہ اور اعلیٰ اور اکبر ہے اور اس کتاب میں پہلے ہم اُس کو باطل کر چکے ہیں۔ پس اُس کا ازل اب بھی ایسا ہی موجود ہے جیسا کہ ہمارے وجود سے پہلے موجود تھا۔ وہ اپنی ازلیت سے متغیر نہیں ہوا۔ اور ہمیشہ ابدالآباد میں ازلی رہا۔ اور عنقریب دوسرے باب میں ابد کا بیان بھی انشاء اللہ تعالیٰ آئیگا۔ اور یہ حکم خدا کے حق میں ازل کا ہے۔ لیکن وجود حادث کے واسطے بھی ازل ہے اور اُس کے یہ معنی ہیں کہ حادث کیلئے ایک ایسا وقت تھا کہ اُس میں اُس کا وجود نہ تھا۔ پس ہر حادث کے واسطے ایسا ازل ہے جو اور حوادث کے واسطے نہیں ہے۔ پس معدن کا ازل نبات کے ازل کا غیر ہے۔ اس لئے کہ معدن نبات سے پہلے ہے۔ کیونکہ نبات کا وجود معدن کے وجود کے بعد ہوا ہے۔ پس نبات کی ازلیت معدن کے وجود کے وقت تھی۔ اور نہ یہ کہ معدن سے پہلے تھی۔ اور معدن کی ازلیت جوہر کے وجود کے وقت تھی۔ اور جوہر کی ازلیت ہیولا کے وقت تھی۔ اور ہیولا کی ازلیت ہباء کے وجود کے وقت تھی۔ اور ہباء کی ازلیت طبائع کے وجود کے وقت تھی۔ اور طبائع کی ازلیت عناصر کے وجود کے وقت تھی۔ اور عناصر کی ازلیت علیین کے وجود کے وقت تھی۔ جیسا کہ قلم اعلیٰ اور عقل اور ملک کہ جس کا نام روح ہے۔ اور اس کے سوا اور چیزیں اور اُس میں تمام عالم داخل

داخل ہے۔ پس اُن کا ازل کلمہ حضرت ہے۔ اور وہ اُس کا کسی چیز کو یہ کہنا کہ کُن فیکُن یعنی ہِس وہ ہوگیا۔ لیکن ازل مطلق کا سوائے ذات خدا کے کوئی مستحق نہیں ہے۔ اور مخلوقات کیواسطے اُس میں کوئی وجود نہیں ہے نہ حکمی نہ عینی نہ اعتباری اور یہ جو کسی کہنے والے کا قول ہے کہ ازل میں ہم خدا کے نزدیک تھے۔ تو اُس کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ خلق کی ازلیت ہے۔ ورنہ وہ حق کی ازلیت میں موجود نہ تھے۔ پس حق کا ازل ازل الازال ہے۔ اور وہ اُس کا ایک حکم ذاتی ہے کہ وہ بوجہ اپنے کمال کے اُس کا مستحق ہوا ہے۔

اب جاننا چاہیئے کہ ازل نہ وجود کے ساتھ موصوف ہوسکتا ہے۔ اور نہ عدم کے ساتھ موصوف ہوسکتا ہے۔ پس وجود کے ساتھ اس وجہ سے موصوف نہیں ہوسکتا کہ وہ ایک امر حکمی ہے۔ جو عینی اور وجودی نہیں ہے۔ اور عدم کے ساتھ اس وجہ سے موصوف نہیں ہوسکتا کہ وہ نسبت اور حکم اور عدم محض سے پہلے ہے۔ پس وہ نہ کسی نسبت کو قبول کرتا ہے۔ اور نہ حکم کو اسیواسطے اُس کا حکم کھینچ گیا۔ پس خدا کا ازل اُس کا ابد ہے۔ اور اُس کا ابد اُس کا ازل ہے۔

پس اب جاننا چاہیئے کہ خدا کا ازل جو بالذات ہے۔ اُس میں خلق کا وجود نہ حکمی ہے نہ عینی ہے اس لئے کہ ازل کے معنی اُس حکم قبلیت کے ہیں کہ جو صرف خدا کے واسطے ہے۔ پس کسیطرح سے خلق کے واسطے حق کی قبلیت میں کوئی حکم نہیں ہے۔ اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ خلق کے لئے حق کی قبلیت میں کوئی وجود بحیثیت تعین علمی کے ہے۔ اور نہ بحیثیت تعین وجودی کے ہے۔ کیونکہ اگر وجود علمی کا اُسکو حکم کیا جائے۔ تو اس سے یہ بات لازم آئیگی۔ کہ خلق وجود حق کے ساتھ موجود ہو اور اللہ تعالے نے اس بات سے اپنے اس قول میں آگاہ کردیا ہے۔ هَلْ اَتیٰ عَلَے الْاِنْسَانِ حِیْنَ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔ علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس مقام پر هَلْ بمعنی قد ہے۔ یعنی قَدْ اَتیٰ عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنَ مِّنَ الدَّهْرِ اور دہر اللہ کو کہتے ہیں۔ اور حین ایک تجلّی اُس کی تجلیات سے ہے لَمْ یَکُنْ شَیْئًا یعنی انسان لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَذْکُوْرًا ہے اور اُس کا وجود اس تجلّی میں نہ بحیثیت وجود عینی کے ہے۔ اور نہ بحیثیت وجود علمی کے ہے۔ اس لئے کہ وہ کوئی شئے مذکور نہ تھا۔ یعنی شئے معلوم نہ تھا۔ اور یہ تجلّی ازل حق ہے۔ جو اپنی ذات کیواسطے ہے۔ اور اللہ تعالے نے ازل میں جو ارواح سے کہا ہے:۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی۔ پس یہہ ازل مخلوقات کا ازل ہے۔ دیکھو اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اُن کو مثل چیونٹی کے بچے کے آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا اور یہ مراد ہے معلومات کے تعین کے حال سے عالم علمی میں۔ پس اُن کو

چیونٹی کے بچوں کے ساتھ جو تشبیہ دی - یہ محض اُن کے لطیف اور باریک ہونے کی وجہ سے ہے
اور اپنے قول کو یوں جو شروع کیا ہے - کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ اُس کے یہ معنی ہیں کہ اُن میں استعداد الٰہی
داخل کیا اور انہوں نے جو بلیٰ کہا اسکے یہ معنی ہیں کہ انہیں ایسی قابلیت موجود تھی جس سے انہوں نے اُنکے مظہر ہونے
کو قبول کرلیا - پس انہوں نے حق سبحانہ سے اپنے رب ہونیکا سوال نہیں کیا مگر جب یہ جان لیا کہ اُن میں
استعداد ہے اور انکو ایسی قابلیت عطا کیگئی ہے - کہ وہ ربوبیت کو ثابت کرسکتے ہیں اور اُس سے انکار نہیں کرسکتے ہیں پس انہوں
نے خدا تعالیٰ کی کتاب میں شہادت دی - تاکہ خدا تعالے قیامت کے دن اس بات کا شاہد ہو
کہ اُس کی ربوبیت پر ایمان لانے والے ہیں - اور اُس کو واحد جانتے ہیں - کیونکہ ہم آدمیوں
کے گواہ ہیں - پس قیامت کے دن اُن سے شہادت املاک کی اُن کے کفر اور انکار کرنے کے
سبب سے نہیں قبول کیجائیگی - اس واسطے کہ اُن کو یہ اطلاع الٰہی باطن میں جس چیز کا کہ وہ گمان کرتے
تھے کہ وہ کفر ہے نہیں حاصل ہوئی تھی - پس اُن کی شہادت بغیر تحقیق کے ہے - اور ہماری شہادت
تحقیق سے ہے - کیونکہ ہم کو اس کی خبر دیدی تھی - پس ہماری حجت بالغہ ہے - کیونکہ وہ اللہ کی حجت
ہے - اپنی خلق کے لیے سعادت کے ساتھ اور املاک کی حجت لغزش کرنے والی ہے - اسواسطے
کہ انہوں نے ظاہر پر حکم کیا ہے - اور املاک کیواسطے محض ظاہر ہے - دیکھو آدم علیہ السلام کے
قصہ میں کہ اُنہوں نے اُس پر یہ حکم کیا کہ وہ زمین میں فساد ڈالے گا - اور خود یہ دعوے کیا کہ ہم
مصلح ہیں - اور جب اُنہوں نے یہ جانا کہ ہم خدا کی تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں - اور اُن سے اس امر
کا باطن کہ جس پر آدم علیہ السلام رحمانیت اور صفات ربانیت کی حقیقتوں سے ہیں فوت ہوگیا - پس
جب خدا کی صفات آدم پر ظاہر ہوئیں - اور اُن کو اپنے اسماء کی خبر دی - کیونکہ صفت علیہ الٰہیہ اُن
کو اور اُن کے غیر کو احاطہ کرنے والے تھے تو اُنہوں نے کہا سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا
مقید کرنے کے طور پر برخلاف آدم علیہ السلام کے کہ وہ سب چیزوں کو مطلقاً علم الٰہی سے
جانتے ہیں - کیونکہ علم الٰہی سے وہی مراد ہیں اور خدا کے صفات اُن کے صفات ہیں اور خدا
کی ذات اُن کی ذات ہے - پس سمجھ لے اور اللہ تعالے مددگار ہے ؎

اُنتیسواں باب

ابد کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ ابد مراد ہے بعدیت خدا سے کہ جو سمجھی گئی ہے۔ اور وہ اُس کا ایک حکم ہے اس حیثیت سے کہ اُس کا وجود وجوبی اور ذاتی اُس کا مقتضی ہے۔ کیونکہ اُس کا وجود بالذات اپنی ذات سے قایم ہے۔ اسیواسطے اُس کو بقا صحیح ہے۔ کیونکہ عدم اُس سے پہلے نہیں تھا۔ پس اُس کو ممکن سے پہلے اور اُس کے بعد بقا کا حکم کیا اس لئے کہ وہ بالذات قایم ہے اور غیر کا محتاج نہیں ہے۔ برخلاف ممکن کے کہ وہ غیر کا محتاج ہے۔ اگرچہ وہ غیر متناہی ہے۔ پس اُس پر انقطاع کا حکم ہے۔ کیونکہ اُس سے پہلے عدم ہے۔ اور جس چیز سے پہلے عدم ہوتا ہے۔ تو اُس کا مرجع اُسی چیز کی طرف ہوتا ہے کہ جس کی طرف پہلے تھا۔ پس اُس پر معلوم ہونے کا حکم ضروری ہے۔ ورنہ یہ بات لازم آئے گی۔ کہ حق تعالےٰ اپنی بقا میں اُس کا محتاج ہو۔ اور یہ محال ہے۔ اور اگر یہ بات صحیح نہ ہوتی تو خدا کے واسطے بعدیت صحیح نہ ہوتی ؎

اب جاننا چاہئے کہ اللہ سبحانہ کے لئے بعدیت اور قبلیت اُس کے حق میں دونوں حکمی ہیں۔ زمانی نہیں ہیں۔ کیونکہ اُس پر زمانہ کا گزرنا محال ہے۔ پس جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اس کو سمجھ لے۔ پس حق سبحانہ کا ابد باعتبار اُس کے وجود کی ہمیشگی کے بعد انقطاع وجود ممکن کے اُس کی شان ذاتی ہے ؎

پس اب جاننا چاہئے کہ ممکنات سے ہر چیز کے واسطے ابد ہے۔ پس دنیا کا ابد یہ ہے کہ ایک امر دوسرے امر کی طرف بدل جائے۔ اور آخرت کا ابد یہ ہے کہ ایک امر حق تعالیٰ کی طرف منتقل ہو جائے۔ اور یہ بات ضروری ہے کہ آباد کے انقطاع کا حکم کیا جائے۔ اہل جنت کے آباد اور ہیں اور اہل دوزخ کے آباد اور ہیں۔ اگرچہ وہ ہمیشہ رہیں۔ اور اُن کی بقا کا حکم طول ہو جائے۔ پس حق کی ابدیت ہم پر یہ بات لازم کرتی ہے کہ ہم ماسوا کے حکم کو منقطع کریں۔ پس مخلوق کو یہ زیبا نہیں ہے کہ اپنی بقا میں اُس کے محتاج ہوں۔ اور اگرچہ ہم نے اس حکم کو اس کلام میں معقول عبارت کے ساتھ لکھا ہے۔ لیکن ہم نے اپنے کشف اور اعیان سے اُس کی شہادت دیتے ہیں جو چاہے

ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے ؛
اب جاننا چاہئے کہ ایک حال آخرت کے احوال سے خواہ وہ مرحومین کے احوال ہوں ۔ یا معذبین کے احوال ہوں ہر ایک کے لئے ازلیت اور ابدیت کا حکم ہے اور یہ بھید ایسا عزیز ہے کہ جس پر یہ واقع ہوا ہے ۔ اُس نے اس کا مزہ چکھا ہے ۔ اور وہی یہ بات جانتا ہے کہ اُس کو ہمیشہ انقطاع نہیں ہو سکتا ہے ۔ اور یہ ایک ہی حالت ہے ۔ لیکن کبھی اس حال سے دوسرے حال کیطرف منتقل ہوتا ہے ۔ اور کبھی نہیں ہوتا ہے ۔ پس جب اُس حالت سے دوسری حالت کیطرف منتقل ہوا تو یہ حکم اُس کے اُس حال کے واسطے بھی ہے ۔ جس میں وہ واقع ہے ۔ اور یہ حکم منقطع نہیں ہوتا ۔ اور نہ احوال آخرت سے مختل ہوتا ہے ۔ اور یہ امر شہودی ہے کہ نبی کے واسطے اُس میں مجال نہیں ہے ۔ کیونکہ وہ اس کا محل ہے ۔ اور عنقریب اس کلام کا بیان جنت اور دوزخ کا ذکر اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالے آئیگا ۔ پس حق سبحانہ کا ابد ابدالاباد ہے ۔ جیسے کہ اُس کا ازل ازل الازال ہے ؛

پس اب جاننا چاہئے کہ اُس کا ابد عین ازل ہے اور اُس کا ازل عین ابد ہے ۔ اس لئے کہ ابد مراد ہے دونوں طرفوں اضافین کے منقطع ہونے سے ۔ تاکہ وہ بالذات بقا میں منفرد ہو جائے اور اُس سے پہلے ہو ۔ پس اضافت اولیہ کے سمجھنے کا نام ازل ہے ۔ اور اُس کا وجود اولیت کے سمجھنے سے پہلے ازل ہے ۔ اور اضافت آخریہ کا اُس سے منقطع ہونا اس کا نام ابد ہے ۔ اور اُس کا باقی رہنا آخریت کے سمجھنے کے بعد ابد ہے ۔ اور ازل اور ابد دونوں اللہ کے وصف ہیں ۔ کہ جنہوں نے اضافت زمانیہ کو ظاہر کر دیا ہے تاکہ اُس کا واجب الوجود ہونا سمجھا جائے ۔ ورنہ نہ کوئی ازل ہے اور نہ ابد ہے ۔ پس خدا ہی خدا تھا ۔ اُس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی ۔ پس اُس کا سوائے اُس ازل کے جو ابد ہے ایسا ابد کہ وہ اُس کے وجود کا حکم ہے کہ کوئی وقت نہیں ہے ۔ اس اعتبار سے کہ کوئی زمانہ اُس پر نہیں گذرتا ہے اور زمانہ کا حکم بغیر دراز ہونے کے اُس کے بقا کی طرف منقطع نہیں ہو سکتا پس اُس کی بقا کہ جس سے زمانہ منقطع ہوتا ہے ۔ اُس کی مساعدت سے کہ وہ ابد ہے کم ہے پس اس کو سمجھ لے ؛

تیسواں باب

قدم کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ قدم وجوب ذاتی کے حکم سے مراد ہے۔ پس وجوب ذاتی وہ چیز ہے کہ جس نے اپنے اسم قدیم کو حق کے واسطے ظاہر کیا۔ کیونکہ جس کا وجود واجب بالذات ہے۔ اُس سے پہلے عدم نہیں ہے اور جس سے پہلے عدم نہیں ہے۔ اُس کو قدیم ہونا حکماً لازم ہے ورنہ وہ قدم سے متعالی ہے۔ اس لئے کہ قدم زمانہ کے گذرنے کا نام ہے مسمی پر۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے پس اُس کا قدم وہ حکم ہے کہ جو وجوب ذاتی کو لازم ہے ورنہ خدا کے اور خلق کے درمیان نہ کوئی زمانہ ہے اور نہ کوئی وقت جامع ہے۔ بلکہ اُس کے وجود کا حکم مخلوقات کے وجود پر متقدم ہے۔ پس اُسی کا نام قدم ہے۔ اور مخلوق اپنی ایجاد میں ایک موجد کی محتاج ہے۔ اسی کا نام حدوث ہے اور اگر حدوث کے کوئی دوسرے معنی ہوتے۔ اور وہ یہ کہ اُس کے وجود کا ظاہر ہونا بعد اس کے کہ وہ شئے معلوم نہ تھی۔ پس حدوث کہ جو پہلا ہوا ہے اور مخلوق کے حق میں لازم ہے اور وہ یہ کہ اپنی ایجاد میں ایک موجد کی حاجت رکھتا ہے۔ تو یہ امر ایسا ہے کہ جس نے اسم حدوث کو مخلوق پر واجب کیا ہے۔ پس وہ اگرچہ علم آلٰہی میں موجود تھا۔ لیکن وہ بالذات اس وجود میں محدث ہے۔ کیونکہ وہ ایک موجد کا محتاج ہے۔ پس مخلوق پر اسم قدیم کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ وہ علم آلٰہی میں اپنے ظہور سے پہلے موجود تھا۔ کیونکہ اُس کا حکم یہ ہے۔ کہ غیر کے ساتھ موجود ہو۔ پس اُس کا وجود حق کے وجود پر مرتب ہے اور حدوث کے یہی معنی ہیں۔ ورنہ جو چیزیں کہ علم آلٰہی میں ثابت ہیں وہ محدث ہوں گی قدیم نہ ہوں گی۔ اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ ہمارے ائمہ نے اس سے غفلت کی ہے۔ اور کسی کے کلام میں نہیں پایا جاتا ہے۔ لیکن جس کو کہ حکم اعیان ثابتہ کے قدیم ہونے کا دیا گیا ہے۔ اور یہ دوسرے اعتبار سے دوسری وجہ ہے۔ اور خبردار ہو کہ ہم زیادہ وضاحت کے ساتھ اس کو لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ علم آلٰہی جب قدیم تھا یعنی اُس پر حکم قدم کا تھا۔ جس کو کہ وجوب ذاتی کہتے ہیں۔ کیونکہ اُس کے صفات اُس کی ذات سے ہر چیز میں کہ جو احکام آلٰہیہ کے لایق ہیں ملحق ہیں۔ اور اس وجہ سے کہ اُس پر علم کا اطلاق بغیر معلوم کے وجود کے نہیں ہو سکتا۔ ورنہ وجود

علم کا اور معلوم کا ہوگا۔ جیسے کہ اُن دونوں کا وجود عالم کے معدوم ہونے کے ساتھ محال ہے کہ معلومات موجود تھے جن کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ اور وہ قدم کے حکم میں علم کے ساتھ ملحق تھے اور خدا کے معلومات اُس کے اعتبار سے قدیم ہیں اور بالذات حادث ہیں۔ پس خلق حق کے ساتھ حکمی طور پر لاحق ہو گئے کیونکہ وجود خلق حق کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اور امر کی حیثیت سے عینی ہے اور ذات کی حیثیت سے حکمی ہے۔ پس اس امر کو سوائے کاملین کے دوسرا شخص نہیں سمجھ سکتا۔ کیونکہ یہ امر واقع الٰہیہ محققین ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور جبکہ یہ قدم مخلوقات کے حق میں امر حکمی ہے اور حدوث امر عینی ہے تو ہم نے اُس چیز کو جس کے وہ بحیثیت اپنی ذات کے جس کی طرف حکم کی حیثیت سے اُس کی نسبت کرتے ہیں پہلے لکھا ہے اور حکم یہ ہے کہ علم الٰہی اُن کے ساتھ متعلق تھا پس حق سبحانہ کا قدیم ہونا امر حکمی اور ذاتی اور وجوبی ہے۔ اور خلق کا حادث ہونا امر حکمی اور ذاتی اور وجوبی مخلوقات کیلئے ہے پس مخلوقات اپنی ہویت کی حیثیت سے حق نہیں کہہ سکتی ہیں۔ مگر حکم کی حیثیت سے کہہ سکتے ہیں تاکہ اُس پر وہ دلالت کرے۔ ورنہ حق سبحانہ بالذات اس بات سے منزّہ ہے کہ اُس کو تمام چیزیں بحیثیت اُس کی ذات کے لاحق ہوں۔ پس اُس کو بغیر اعتبار حکم اور اس لحوق کے وہ چیزیں لاحق نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور اگر مکاشف عارف کو یہ بات ظاہر ہو جائے کہ وہ لحوق ذاتی ہے۔ تو یہ بات مکاشف کی قابلیت کے موافق ہے۔ نہ اُس امر کے موافق کہ جس کو اللہ تعالےٰ بالذات اپنے نفس کے واسطے جانتا ہے۔ اور شریعتوں کے طریقے نے سوائے حق سبحانہ کی منفرداً تصریح کرنے کے اور کچھ نہیں لکھا ہے۔ اور یہ تشریح اُس کے موافق ہے۔ جیسا کہ وہ امر واقع میں ہے نہ جیسا کہ بعض شخصوں نے جن کو حقایق کی معرفت نہیں ہے گمان کیا ہے۔ پس بعض وقت ایک چیز اُس کو ظاہر ہوتی ہے اور بہت سی چیزیں اُس سے پوشیدہ رہتی ہیں۔ پس وہ کہتا ہے کہ تشریح ظاہری پوست ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ وہ اس امر کے مغز اور پوست کو جامع ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امانت کو ادا کیا اور امت کی خیر خواہی کی اور ہدایت کو نہیں چھوڑا اور کوئی معرفت ایسی نہیں ہے کہ جس کی طرف آپ نے ہدایت نہ کی ہو۔ پس آنحضرت امین کامل ہیں اور اللہ کے بہت اچھے جاننے والے ہیں۔ پس قدم واجب الوجود کی ذات کے واسطے ایک امر حکمی ہے اور ازل اور قدم میں یہ فرق ہے کہ ازل معقولیت قبلیہ کہ جو خدا کے واسطے ہے اُس کو کہتے ہیں۔ اور قدم کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالےٰ سے پہلے عدم نہ ہو۔ پس ازل سب چیزوں سے پہلے ہے۔ اور قدم سے پہلے بالذات سب چیزوں پر اُس کی قبلیت میں عدم نہیں ہے۔ پس

ازل اورابد کے معنی جدا جدا ہیں۔ ۵

ان القدیم ہو الوجود الواجب	وجود واجب قدیم ہے اور خدا کے لئے یہ حکم واجب ہے ✦
والحکم للباری بذلک واجب	
لا نعتبر قدما لہ بمدۃ	خدا کے قدیم ہونیکے ساتھ کسی مدت یا زمانہ معقولہ کا جو پے در پے آتا رہتا ہے اعتبار نہ کر ✦
او ازمن معقولۃ تتعاقب	
فانسب لہ القدم الذی ہو شانہ	اُس کی طرف اُس قدم کی نسبت کر جو اُسکی شان ہے اس سبب سے کہ یہ حکم واجب الوجود کے لئے واجب ہے ✦
من کون ذلک حکم من ہو واجب	
معناہ ان وجودہ لا مسبق	اُس کے یہ معنی ہیں کہ اُس کے وجود سے پہلے عدم نہیں ہے اور نہ کوئی گلہ جانیوالا ہے ✦
بالانعدام ولا قطیع ذاہب	
بل انہ لغنائہ فی ذاتہ	بلکہ وہ اپنے غناء ذاتی کی وجہ سے قدیم ہے اور یہ حکم مضبوط ہے ✦

اکتّیسواں باب

ایام اللہ کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ کے ایام اُس کے تجلیات ہیں اور اُن کا ظاہر ہونا اس حیثیت سے کہ اُس کی ذات انواع کمالات سے چاہتی ہے۔ اور ہر ایک تجلی کے لئے حکم آلٰہی ہے جس کو شان کہتے ہیں اور اس حکم کے لئے وجود میں ایک اثر ہے کہ جو اس تجلی کو ہی لاحق ہے۔ پس وجود کا مختلف ہونا یعنی ہر زمانہ میں اُس کا متغیر ہونا شان آلٰہی کا ایک اثر ہے کہ جس کی وہ تجلی جو وجود کو متغیر کر دیتی ہے اور اُس پر حاکم ہے۔ اُس کی مقتضی ہے اور اُس کا یہ جو قول ہے کہ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شَانٍ ۔ اس کے یہی معنی ہیں ✦

پس اب جاننا چاہیئے کہ اس آیت کے دوسرے معنی بھی ہیں کہ جو حق کی طرف راجع ہیں اور وہ یہ کہ جیسے کہ تجلی کی ایک شان ہے۔ اور اس شان کا وجود حادث میں ایک اثر ہے ایسی ہے اس تجلی کا ایک مقتضی ہے اور اس مقتضی کا حق سبحانہ کی ذات میں بحیثیت اُس کی ذات کے ایک

تنوع ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ وتعالےٰ اگرچہ بالذات تغیر کو نہیں قبول کرتا ہے۔ لیکن اُس کی ہر تجلی میں ایک تغیر ہے۔ جس کو تحول فی الصور کہتے ہیں۔ پس اُس کا نہ متغیر ہونا حکم ذاتی ہے اور تجلیات میں تنوع امر وجودی عینی ہے۔ پس وہ متغیر ہے۔ لیکن متنوع کے معنی کے اعتبار سے وہ متغیر نہیں ہے نہ متنوع ہے یعنی متحول فی الصور ہے اور نہ متحول بالذات ہے۔ جیسا کہ اُس کا کمال مقتضی ہے۔ کیونکہ جس حیثیت سے کہ وہ ہے اُسی حیثیت پر ہے اور کوئی طریقہ اُس حیثیت سے اُس کے متغیر ہونے کا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے اور یہ امر کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ ط کا ایک بھید ہے *

پس اب جاننا چاہیئے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ جب بندہ پر تجلی ہوتا ہے۔ تو اس تجلی کا نام حق کے اعتبار سے شان آلہی رکھا جاتا ہے۔ اور بندہ کے اعتبار سے اُس کو حال کہتے ہیں۔ اور یہ تجلی اس بات سے خالی نہیں ہے کہ اُس پر خدا کے اسماء یا اوصاف سے کوئی اسم حاکم ہو۔ پس یہ حاکم اس تجلی کا اسم ہے اور اگر اُس کے واسطے کوئی اسم یا وصف اُس قسم کا جو اسماء اور صفات آلہیہ ہمارے قبضہ میں ہیں نہ ہو تو اس ولی سے کہ جس پر وہ تجلی طاری ہوئی ہے۔ نام کا حال بعینہ وہ اسم ہے کہ جس کے ساتھ حق سبحانہ اُس پر متجلی ہوا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کے یہی معنی ہیں اور وہ قول یہ ہے کہ قیامت کے بعد خدا ایسے محامد کے ساتھ تعریف کیا جائیگا کہ اُس سے پہلے کسی نے تعریف نہ کی ہو۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اے اللہ مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر اسم کا کہ جو تو نے اپنا نام رکھا ہے۔ یا تو نے اُس سے علم غیب میں اپنے نزدیک اثر قبول کیا ہے پس وہ اسماء کہ جن سے خدا نے اپنا نام رکھا ہے۔ وہ اس قسم کے اسماء ہیں کہ اپنے بندوں کو وہ اُن سے پہچانتا ہے۔ اور وہ اسماء کہ جن سے غیب میں اُس میں اثر قبول کیا ہے وہ وہ اسماء ہیں کہ جو ہم نے اُس شخص کے احوال میں لکھے ہیں جس پر خدا تجلی ہوا ہے۔ اُس کے غیب میں اثر قبول کرنیوالا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور مَیں تجھ سے دعا مانگتا ہوں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس تجلی کا ادب جس امر کا مقتضی ہے اُس پر قائم رہنا واجب ہے۔ اور اس امر کو سوائے اُس شخص کے جس نے اس مشہد کا مزہ چکھا ہو دوسرا نہیں پہچان سکتا ہے۔ ورنہ عقل اُس کو اپنی نظر فکری کے راستہ سے نہیں پہنچ سکتی۔ اے اللہ میرے مگر جو شخص کہ با ایمان ہو۔ پس ایمان عقل کو لے جاتا ہے اور قفل کو کھول دیتا ہے۔ پس ان مقدمات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ یوم تجلی آلہی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ جن ایام کو کہ اُس نے پیدا

کیا ہے وہ اُس پر نہیں گذر سکتے۔ دیکھو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ اَلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰہِ۔ اسکے یہ معنی ہیں کہ جو لوگ اپنے اوپر اُس کی تجلی کے امیدوار نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ اُس کے وجود کے منکر ہیں۔ اور اُس پر ایمان نہیں لاتے ہیں۔ پس جو شخص کسی چیز کا انکار کرتا ہے۔ اور اُس کو معدوم بتاتا ہے تو وہ اُس کے ظاہر ہونے کی امید نہیں رکھتا ہے۔ اور وہ لوگ جن کی طرف دوسری آیت اپنے اس قول کی طرف اشارہ کرتا ہے:۔ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ اللّٰہِ۔ کیونکہ اُس کی لقا اُن پر ایک تزبت اور ایک تجلی ہے۔ خواہ وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں۔ پس اس کو خوب سمجھ لے اور اللہ حق کہتا ہے۔ اور وہی سیدھے راستہ کیطرف ہدایت کرتا ہے۔

بتیسواں باب

صلصلۃ الجرس کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ صلصلۃ الجرس صفت قادریت کے انکشاف کا نام ہے کہ جو ساق سے بطور تجلی کے ایک قسم کی عظمت پر ہے۔ اُس کے یہ معنی ہیں کہ قاہرین کی ہیبت اُس سے ظاہر ہو اور یہ اس طرح سے ہے کہ بندۂ الٰہی جب قادریت کی حقیقت شروع کرتا ہے تو اُس کو ابتدا میں ایک گھنٹہ کی سی آواز معلوم ہوتی ہے۔ پس ایک ایسا امر پاتا ہے کہ جس سے بطور رفوت عظموتیت کے اُس کو مقہور کرتا ہے۔ پس اس سے ایک نرم آواز سنتا ہے۔ اور بعض حقیقتیں جو بعض دوسری حقیقتوں پر صدمہ پہنچاتے ہیں۔ اُس سے اُس کے کان میں ایک آواز پہنچتی ہے اُس کو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ خارج میں ایک گھنٹہ کی آواز ہے۔ اور یہ مقام اس قسم کا ہے کہ قلوب حضرت عظموتیت میں جانے کی جرأت نہیں کرتے۔ کیونکہ اُس کی طرف جانے والے کیواسطے اُس کی قوت قہاری بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ پس یہ بہت بڑا حجاب ہے کہ جو مرتبۂ الٰہیہ اور بندوں کے قلوب کے درمیان پڑا ہوا ہے۔ پس مرتبۂ الٰہیہ کے انکشاف کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ مگر اُس حالت میں کہ جب گھنٹے کی آواز اُس کے کان میں پہنچ جائے۔ تب پہنچ سکتا ہے۔ اور میں نے جب شب اسریٰ میں آسمانوں کی طرف سیر کی تھی۔ اور اس مقام پر تر میں پہنچا تھا تو ایک ایسی ہیبت اُس جگہ پائی کہ میرے قوے ٹوٹ گئے اور میری ترکیبیں ضعیف ہوگئیں۔ اور میرے اجزا پس گئے۔ اور میری پسلیاں چور

ہوگئیں۔ اور میری یہ حالت تھی کہ میں ایک ایسی آواز سنتا تھا۔ جس کی ہیبت سے پہاڑ پسے جاتے تھے۔ اور جن وانس اُس کے غلبہ سے سر جھکاتے ہیں۔ اور میں سوائے انوار کے بادل کے اور ایک آگ کے چشمہ کے دوسری چیز نہیں دیکھتا تھا۔ اور میں باوجود اس کے بھی ذات کے دریاؤں کی تاریکی میں کہ وہ تاریکیاں بالائے یکدیگر تہیں مبتلا تھا۔ پس اُس جگہ نہ کسی آسمان کا وجود تھا اور نہ زمین کا وجود تھا۔ پس مضبوط پہاڑ اُس جگہ چلنے لگے۔ اور میں نے زمین کو ظاہر طور دیکھا۔ اور میں نے اُن کو اس طرح سے جمع کیا کہ ایک کو بھی نہ چھوڑا۔ اور صف باندھ کر اپنے رب کے سامنے میں نے پیش کیا۔ اور وہ ہمیشہ ازل سے ابد تک ایسی ہی رہیں گی۔ پس میں نے کہا کہ آسمان کو کیا ہوا تو جواب دیا گیا کہ پھٹ گیا۔ اور جب میں نے کہا کہ زمین کو کیا ہوا تو جواب دیا گیا کہ وہ کھنچ دی گئی اور جب میں نے کہا کہ آفتاب کو کیا ہوا تو جواب دیا گیا کہ وہ مکدر ہوگیا۔ اور ان آیات سے جواب دیا گیا۔ والنجوم انکدرت والجبال سیرت والعشار عطلت والوحوش حشرت والبحار سجرت والنفوس زوجت والموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت والصحف نشرت والسماء کشطت والجحیم سعرت والجنۃ ازلفت۔ پس میں نے کہا کہ مجھکو کیا ہوا تو جواب دیا کہ یہ میرا جلال ہے۔ علمت نفس ما احضرت۔ اور یہ قیامت صغریٰ ہے۔ جس کو میرے واسطے خدا تعالےٰ نے قیامت کبریٰ کی مثال کے طور پر قایم کیا تاکہ میں اپنے رب کی طرف سے گواہ ہوجاؤں۔ اور اُس شخص کو جو میرے گروہ سے ہے۔ اُس کی طرف ہدایت کروں۔ پس اس وقت ایک سوال کرنے والے نے تحقیق کے ترجمان سے سوال کیا۔ پس میں نے اُس کو صفات اور ذات کے جاہل ہونے سے سمجھایا۔ اور مقام الٰہی کو کہ جو اس کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اور انسان کو اور اُس کی کتاب قرآن جس حیثیت سے کہ وہ ہے اُس کو اور امر ختام کہ جو خدا تعالےٰ کے نزدیک ہے ان سب امور کو سمجھایا۔ پس وہ مسکرایا۔ اور ان عبارات کو دیکھکر اپنی قسم میں اشارہ کیا۔ اور کہا کہ فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس واللیل اذا عسعس والصبح اذا تنفس انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین۔ پس میں اُس کے سامنے آیا اور جس چیز کیطرف اُس نے اشارہ کیا تھا اُسکو پورا کیا۔ ــــــ

فکان للوصل حال لا ابوح بہ	پس وصل کا ایک حال تھا کہ میں اُس کو بیان نہیں کرسکتا ہوں تو جیسا چاہے خیال کر امر وسیع ہے
فظن ما تشئت ان الامر متسع	
صب ومحبوبہ فی اوج خلوتہ	عاشق اور معشوق دونوں اُسکی خلوت کی بلندی میں ہیں

ملك وما لكه والجند مجتمع
حلت عروس الدلال فی فوق مرتبة
من الجلال لكمالا طل منهمع
فالافق دائرة والسحب ماطرة
والرعد زاجرة والبرق ملتمع
فالبحر فی زخر والریح فی هدر
والنار فی شرر والماء یترفع
وسائر الفلاك الدوار قام علے
ساق ذلیلا لعز العز یخضع

اور ملک اور مالک دونوں ہیں اور لشکر جمع ہے۔
اُس کی دُلھن بڑے مرتبہ والی ہے اور جلال اور کمال کے اعتبار سے ایک مینہ برسنے والا ہے۔
پس اُفق دور کرنے والا ہے اور بادل برسنے والا ہے اور رعد آواز کرنیوالا ہے اور بجلی چمکنے والی ہے۔
پس دریا جوش میں ہے اور ہوا باطل ہے اور آگ شعلہ زن ہے اور پانی دور ہونیوالا ہے۔
اور تمام آسمان دورہ کرنیوالے ساق پر قایم ہیں اور اُس غالب کی عزت سے جھکے ہوئے ہیں۔

تینتیسواں باب

ام الکتاب کے بیان میں

ام الکتاب فکنهه فی ذاته
هی نقطة منها انتشاء صفاته
هی کالدواة لاحرف تبدو علے
ورق الوجود بحکم ترتیباته
فالمهملات من الحروف اشارة
فیما تعلق بالقدیم بذاته
والمعجمات عبارة عن حادث
من انه طارے علے نقطاته
ومتی تركبت الحروف فانها
كلم فتكلم محض مخلوقاته

اُم الکتاب اُس کی کُنہ ذات ہے اور وہ اُس کی صفات کے منشا کی ایک نقطہ ہے۔
اور وہ ایک دوات ہے کہ جس سے وجود کے ورق پر اُسکی ترتیبات کے حکم سے حرف ظاہر نہیں ہوتے۔
پس حروف مہملات سے اشارہ اُس چیز کی طرف ہے کہ جو اُس کی ذات قدیم کے ساتھ متعلق ہے۔
اور حروف معجمات سے مراد حادث ہیں اس وجہ سے کہ وہ اُس کے نقطوں پر طاری ہیں۔
اور جب حروف مترکب ہو جائیں تو وہ کلمات ہیں پس اُس کی مخلوقات اُن کے ذریعہ سے کلام کرتی ہے۔

پس اب جاننا چاہیئے کہ ام الکتاب کنہ ذات کی ماہیت کو کہتے ہیں کہ جس کو بعض اعتبارات سے ماہیات حقایق بولتے ہیں۔ اور اُس پر لفظ اسم اور نعت اور وصف اور وجود اور عدم اور حق اور خلق نہیں بولا جاتا ہے۔ اور کتاب سے مراد وہ وجود مطلق ہے کہ جس میں عدم نہیں ہے اور کنہ کی ماہیت ام الکتاب ہے۔ کیونکہ وجود اُس میں ایسا داخل ہے کہ جیسے دوات میں حروف پس دوات پر حروف کے اسماء میں سے کسی اسم کا اطلاق نہیں کرسکتے۔ خواہ وہ حروف مہمل ہوں یا معجم ہوں۔ اور عنقریب حروف کا بیان انشاء اللہ تعالےٰ اس باب میں آئیگا۔ پس ایسے ہی کنہ ذات کی ماہیت پر وجود اور عدم کے اسم کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ غیر معقول ہیں اور غیر معقول چیز پر کوئی حکم کرنا محال ہے۔ پس اُس کو نہ حق کہہ سکتے ہیں۔ اور نہ خلق کہہ سکتے ہیں اور نہ غیر اور نہ عین کہہ سکتے ہیں۔ لیکن وہ ایک ایسی ماہیت کا نام ہے کہ جو کسی عبارت میں منحصر نہیں ہے اور کوئی اُس کے واسطے ایسی عبارت نہیں ہے کہ جو اس کے خلاف نہ ہو اور وہ ایک اعتبار سے الوہیت ہے اور ایک اعتبار سے سب چیزوں کی محل ہے۔ اور وجود کی مصدر ہے اور اُس میں وجود عقل کے سبب سے ہے۔ اور اگر عقل اس بات کی مقتضی ہو کہ حقایق کی ماہیت میں وجود بالقوۃ ہو۔ جیسے کہ خرما کے درخت کا وجود اُس کی گٹھلی میں ہے لیکن شہود وجود کو اُس سے بالفعل عطا کرتا ہے نہ بالقوۃ مقتضی ذاتی آلہی کے واسطے۔ لیکن اجمال مطلق وہ چیز ہے کہ عقل پر اس طرح حکم کرے کہ حقایق کی ماہیت میں وجود بالقوۃ ہو۔ برخلاف شہود کے کہ وہ امر مجمل کو مفصل طور پر تجھکو عطا کرتا ہے۔ علاوہ اس بات کے ایک یہ ہے کہ بالذات اس تفصیل میں اجمال باقی ہے اور یہ امر ذوقی اور شہودی اور کشفی ہے عقل اس کا بحیثیت اپنی نظر کے اس کا ادراک نہیں کرسکتی ہے۔ لیکن جب کوئی شخص اس مرتبہ پر پہنچ جائے۔ اور تمام اشیاء اُس پر اُس سے پہلے تجلی ہوجائیں۔ اور واقعی طور پر وہ اُن کا ادراک کرے تب یہ بات حاصل ہوسکتی ہے۔ اور جب یہ بات تجھکو معلوم ہوگئی کہ کتاب وجود مطلق کو کہتے ہیں تو یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جس امر پر وجود اور عدم کا حکم نہیں کیا جاتا ہے۔ وہ ام الکتاب ہے۔ اور اُسی کا نام ماہیۃ الحقایق ہے۔ کیونکہ وہ ایسا ہے کہ اُس سے کتاب پیدا ہوئی ہے۔ اور کتاب کے لئے سوائے ایک وجہ کے کنہ ماہیت کی دونوں وجہوں میں سے کوئی نہیں ہے۔ اس لئے کہ وجود اُس کی ایک جانب ہے اور عدم دوسری جانب ہے۔ پس اسی وجہ سے عبارت وجود اور عدم کو نہیں قبول کرتے اسواسطے کہ کوئی وجہ ایسی نہیں ہے کہ اُس کے واسطے دوسری وجہ اُس کے خلاف موجود نہ ہو۔

پس وہ کتاب کہ جس کو حق سبحانہ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر نازل کیا ہے۔ اُس سے وجود مطلق کے احکام مراد ہیں۔ اور وجود مطلق ماہیت الحقایق کی دو وجہوں میں سے ایک وجہ ہے۔ پس وجود مطلق کی معرفت کو علم الکتاب کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ نے اپنے اس قول سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وکل شیئی فصلناہ فی امام مبین۔ اور دوسرا قول ہے ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین ط۔ اور تیسرا قول ہے۔ وکل شیئی فصلناہ تفصیلا ط اور بعد اس بات کے کہ ہم تجھکو بتا چکے کہ ام الکتاب کہنہ کی ماہیت ہے اور کتاب وجود مطلق ہے۔

پس اب جاننا چاہئے کہ کتاب سور اور آیات اور کلمات اور حروف ہیں۔ پس سور صور ذاتیہ ہیں۔ اور وہ کمال کی تجلیات ہیں۔ اور ہر سورت کے واسطے ایک ایسے معنی ہونا چاہئیں کہ یہ سورت دوسری صورت سے متمیز ہو جائے۔ پس اس وقت ہر صورت آلہیہ کمالیہ کے واسطے ایسی شان ہونا چاہئے کہ جو اس صورت کو دوسری صورت سے متمیز کر دے۔ اور اگر ہم کو طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہر صورت کو اُس سے اور ہر سورت کو کتاب آلہی سے علیحدہ علیحدہ بیان کرتے اور آیات سے مراد حقایق کا جمع کرنا ہے۔ اور ہر آیت بحیثیت اپنے معنی مخصوص کے جمع آلہی پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ جمع آلہی پڑھی ہوئی آیت کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ہر جمع کے واسطے ایک اسم جمالی اور جلالی ضرور ہوتا ہے کہ تجلی آلہی اس جمع میں اس اسم کی حیثیت سے ہوتی ہے۔ اور آیت سے مراد جمع ہے۔ کیونکہ وہ متفرق کلمات سے ملکر ایک عبارت ہوگئی ہے اور جمع سوا ہے ظہور اشیاء متفرقہ کے عین واحدیت آلہیہ حقہ کے واسطے کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ اور کلمات سے مراد مخلوقات عینیہ کے حقایق ہیں یعنی وہ چیزیں کہ جو عالم شہادت میں متعین ہیں اور حروف منقوطہ سے مراد اعیان ثابتہ ہیں کہ جو علم آلہی میں موجود ہیں۔ اور حروف مہملہ کی دو قسمیں ہیں اُس میں پہلی قسم ایسی مہمل ہیں کہ جن سے حروف متعلق ہیں۔ اور وہ اُن کے ساتھ متعلق نہیں ہیں اور وہ پانچ ہیں۔ الف۔ دال۔ ر۔ و۔ لام ہیں۔ پس الف سے اشارہ مقتضیات کمالیہ کی طرف ہے۔ اور وہ پانچ ہیں۔ یعنی ذات اور حیات اور علم اور قدرت اور ارادہ اس واسطے کہ بغیر ذات کے ان چاروں کا وجود نہیں ہو سکتا۔ اور ذات کا کمال بھی ان کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے۔ اور دوسری قسم وہ مہمل ہے کہ جس کے ساتھ حروف متعلق ہیں۔ اور وہ بھی اُن کے ساتھ متعلق ہے وہ نو ہیں۔ پس اُس سے اشارہ انسان کامل کی طرف ہے۔ اس لئے کہ اُس میں خمسہ آلہیہ اور اربعہ خلقیہ دونوں جمع ہیں۔ اور وہ عناصر اربعہ معہ اُس چیز کے کہ جو اُن سے پیدا ہوئی ہے سب

ہیں اور انسان کامل کے حروف بے نقطہ کے تھے۔ اس لئے کہ اُس کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے لیکن حقایق مطلقہ آلہیہ حقایق مقید انسانیہ سے اس وجہ سے متمیز ہوگئے۔ کہ انسان کی نسبت ایک ایجاد کرنے والے کیطرف ہے۔ اور اگر وہی موجد ہوتا تو اُس کا حکم یہ تھا کہ اُس کی نسبت غیر کی طرف ہو۔ اسیواسطے اُس کے حروف حروف کے ساتھ متعلق ہیں اور وہ ان حروف کے ساتھ متعلق ہے۔ اور ہم نے حروف کی حقیقت پر اور اُن کے منشاء کی کیفیت پر الف سے اور الف کے نقطہ سے پیدا ہونے کی کیفیت پر اپنی کتاب الکھف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم میں بحث کی ہے۔ پس جو شخص اس امر کا خواستگار ہو۔ وہ اُس کتاب میں دیکھ لے۔ اور جب واجب الوجود کا حکم یہ ہے کہ وہ بالذات قایم ہے۔ اور اپنے وجود میں غیر کی طرف محتاج نہیں ہے۔ بلکہ کل اُس کے محتاج ہیں تو تمام حروف کتاب کے اس معنی کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور وہ سب مہمل ہیں اور اُن کے ساتھ وہ حروف متعلق ہیں۔ اور وہ کسی حرف کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے۔ جیسے کہ الف اور دال اور رے اور واؤ اور لام۔ الف ہیں۔ پس ہر ایک ان حروف سے تمام حروف کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور وہ کسی حرف کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے ہیں۔ اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ لام الف دو حرف ہیں۔ اس لئے کہ حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم نے تصریح کردی ہے کہ لام الف ایک حرف ہے

پس اب جاننا چاہیئے کہ حروف کلمات نہیں ہیں۔ کیونکہ اعیان ثابتہ کلمہ کُن کے تحت میں داخل نہیں ہیں۔ مگر ایجاد عینی کے وقت اُس میں داخل ہونگے۔ لیکن اُس کے اوج اور تعین علمی میں تکوین کا اسم داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ حق ہے خلق نہیں ہے۔ اسواسطے کہ خلق اُس کو کہتے ہیں کہ کلمہ کُن کے تحت میں داخل ہو۔ اور اعیان ثابتہ علم میں اس وصف کے ساتھ حادث نہیں ہیں۔ لیکن وہ حدوث کے ساتھ حکماً ملحق ہیں اس وجہ سے کہ اُن کی فروات اس بات کی مقتضی ہیں۔ کہ حادث کے وجود کی بالذات قدیم کی طرف نسبت کیجائے۔ جیساکہ اس کتاب میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ پس اعیان موجودہ جن کو حروف کہتے ہیں وہ عالم علمی میں اُس علم کے ساتھ ملحق ہیں کہ جو عالم کے ساتھ لاحق ہے۔ پس وہ دوسرے اعتبار سے قدیم ہیں۔ اور اُس کی تفصیل قدم کے باب میں گذر چکی ہے۔ پس جب تجھکو یہ بات معلوم ہوگئی کہ کتاب وجود مطلق ہے کہ جو حروف اور آیات اور سور کا جامع ہے۔ جیساکہ ہر چیز کی حقیقت اُس کی طرف اشارہ کرتی ہے تو معلوم کرنا چاہیئے کہ لوح اُس چیز سے مراد ہے کہ جو ترتیب حکمی پر وجود میں اس سے تعین کی مقتضی ہو۔ مگر مقتضائے آلہی کہ جو منحصر نہیں ہے اُس کے خلاف ہو۔ کیونکہ لوح میں یہ امر نہیں پایا جاتا

ہے۔ جیسے کہ اہل جنت اور اہل نار کی تفصیل اور اہل تجلیات وغیرہ کی تفصیل کہ یہ امور لوح میں موجود نہیں ہیں۔لیکن وہ کتاب میں موجود ہیں۔اور کتاب ایک کلیہ عام ہے اور لوح جزئی خاص ہے۔اور اس کا بیان انشاءاللہ تعالےٰ عنقریب آئیگا اور اللہ تعالےٰ حق کہتا ہے اور وہ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے ✦

چونتیسواں باب
قرآن کے بیان میں

القران ذات محض احدیتها حق فرض	قرآن ذات محض ہے اُس کی احدیت حق کا فرض ہے ✦
هی منشهدہ فیه وله من حیث هویته عمض	وہ اُس کا اُس میں مشہد ہے اور اُسکو بحیثیت اُس کی ہویت کے ایک دقیق چیز ہے ✦
یتلوما یطلبه منه وهوالمطلوب له الفرض	جس کو کہ وہ چاہتا ہے اُس سے پڑھتا ہے اور وہ اُسکا مطلوب ہے کہ جو اُس کے واسطے فرض ہے ✦
فقراءته هی حلیته بحلاه وذاك فنا محض	پس اُس کی قرأت وہ اُس کا زیور ہے کہ اُس نے اُسکو آراستہ کیا ہے اور یہ فنا محض ہے ✦
لکن من حیث الذات له لاکل هناك ولا بعض	لیکن اُس کے واسطے بحیثیت ذات کے نہ یہاں کل ہے اور نہ بعض ہے ✦
هی لذته فی الذات به من حیث الذوق ولا غمض	وہ ذات میں اُس کی لذت ہے ذوق کی حیثیت سے ہے نہ پوشیدگی کی وجہ سے ✦
والفهم لتلك اللذة قر اٰن هی هوهذا الفرض	اور اس لذت کا سمجھنا قرآن ہے۔اور وہ یہی فرض ہے ✦

پس اب جاننا چاہیئے کہ قرآن اُس ذات سے مراد ہے جس میں تمام صفتیں مضمحل ہیں۔پس وہ مجلی ہے جس کا نام احدیت ہے۔اور جس کو حق تعالےٰ نے اپنے نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم پر نازل کیا تاکہ اُس کا شہود احدیت مخلوقات سے ہو اور اس نازل کرنے کے یہ معنی ہیں کہ حقیقت احدیت متعالیہ جو اُن کی پیدایش میں تھے۔ وہ معہ اپنے کمال کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسد پاک میں ظاہر ہو گئے۔ پس وہ اپنی اوج سے باوجود محال نزول اور عروج کے نازل ہو گئے۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جسم پاک جب تمام حقایق آلہیہ کے ساتھ متحقق ہو گیا۔ اور اسم واحد کی مجلی اُن کے جسد مطہر میں تھی۔ جیسے کہ وہ اپنی ہویت کے ساتھ احدیت کی مجلی ہیں۔ اور بالذات عین ذات ہیں۔ پس اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اوپر قرآن مجلتہ واحدہ نازل کیا گیا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اُس کا تحقق معہ ان سب امور کے ذاتی اور کلی اور جسمانی طور پر ہوا۔ اور قرآن کریم سے اشارہ اسی طرف ہے کیونکہ اُن کو جملتہً عطا ہوا۔ اور یہ کرم تام ہے۔ اسواسطے کہ اُس نے کسی چیز کو جمع نہیں کیا۔ بلکہ اُس پر کل کا فیضان بطور کرم آلہی ذاتی کے ہوا۔ لیکن قرآن حکیم حقایق آلہیہ کو بندہ کی بلندی پر ذات میں ثابت کرنے کی طرف تھوڑا تھوڑا نازل کرتا ہے۔ جیسے کہ حکمت آلہی اُس کی مقتضی ہے اور ذات اُس پر مترتب ہوئی ہے۔ پس سوائے اس کے دوسرا طریقہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ امکان کی حیثیت سے یہ بات جائز نہیں ہے کہ تمام حقایق آلہیہ میں معہ اُن کے جسد پاک کے آغاز ایجاد سے ایک چیز ثابت ہو۔ لیکن جس شخص کی پیدایش الوہیت پر ہو۔ وہ اُس میں ترقی کر سکتا ہے اور اُس سے ایسی چیز ثابت ہو سکتی ہے۔ کہ جس کے واسطے اُن میں سے کوئی چیز ترتیب آلہی کے طور پر تھوڑی تھوڑی منکشف ہو اور اللہ نے اس کی طرف اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا یعنی ہم نے اُس کو تھوڑا تھوڑا نازل کیا ہے۔ اور یہ حکم غیر منقطع اور غیر منقضی ہے۔ بلکہ ہمیشہ عبد اسی طرح ترقی کرتا رہتا ہے۔ اور حق سبحانہ ہمیشہ تجلی میں ہے۔ کیونکہ غیر متناہی چیز کے پورا کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ حق سبحانہ بالذات غیر متناہی ہے ؛

پس اگر تو یہ اعتراض کرے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول سے کیا فائدہ ہے کہ جو آپ فرماتے ہیں کہ میرے اوپر قرآن جملتہً واحدۃً نازل کیا گیا۔ تو اس کا ہم یہ جواب دینگے کہ یہ دو وجہوں سے ہے جس میں پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ امر حکم کی حیثیت سے ہے کیونکہ عبد کامل پر جب حق تعالے بالذات متجلی ہوتا ہے۔ تو اُس پر یہ حکم کیا جاتا ہے کہ ذات غیر متناہی کا اُس کو شہود ہو گیا۔ اور اُس میں وہ ذات اپنے محل سے جسکو مکانت کہتے ہیں۔ بغیر جدا ہوئے نازل ہو گئی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ امر اس حیثیت سے ہے کہ بشریت کے بقایات کو اُس نے پورا

کر دیا۔ اور تمام رسوم خلقیہ مضمحل ہو گئیں۔ کیونکہ حقایق آلہیہ کا معہ اُن کے آثار کے ہر عضو میں اعضاء جسد سے ظہور ہو گیا۔ پس یہ جملہ اُس کے اس قول سے متعلق ہے۔ یعنی علیٰ ہذا بوجہ الثانی اور اس کے یہ معنی ہیں کہ خلقیت کے تمام نقصانات حقایق آلہیہ کے ثابت ہونے سے جاتے رہے اور حدیث میں وارد ہے کہ قرآن دفعۃً واحدۃً پہلے آسمان دنیا کی طرف نازل کیا گیا۔ پھر حق سبحانہ نے آیات مقطعات پر نازل کیا۔ پس حدیث کے یہی معنی ہیں۔ اور قرآن کے دفعۃً واحدۃً آسمان دنیا کی طرف نازل کرنے سے تحقق ذاتی کی طرف اشارہ ہے۔ اور آیات کا مقطعات نازل کرنا اس سے اشارہ اسماء و صفات کے آثار ظاہر کرنے کیطرف ہے۔ معہ اس بات کے کہ عبد ذات میں تحقق کے ساتھ تھوڑی تھوڑی ترقی کرتا ہے۔ اور یہ جو اللہ تعالےٰ کا قول ہے۔ ولقد اٰتیناک سبعاً من المثانی والقراٰن العظیم۔ پس قرآن سے یہاں جملہ ذاتیہ مراد ہے نہ نزول کے اعتبار سے اور نہ مکانت کے اعتبار سے بلکہ مطلق احدیت ذاتیہ مراد ہے۔ جس کو مطلق ہویت کہتے ہیں اور وہ تمام مراتب اور صفات اور شؤن اور اعتبارات کے جمع کرنے والی ہے اور جس کو ذات ساذج معہ جملہ کمالات کہتے ہیں۔ اور اسی واسطے لفظ عظیم کے ساتھ متصل ہے اور سبع المثانی اُس چیز سے مراد ہے جو اُس پر وجود جسدی میں ثابت ہونے سے سات صفتوں کے ساتھ ظاہر ہوئے اور دوسرا قول اللہ تعالےٰ کا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ اس سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ بندہ پر جب رحمٰن متجلی ہوتا ہے تو اپنی ذات میں رحمانیت کی لذت پاتا ہے اور یہ لذت ذات کی معرفت کو حاصل کر لیتی ہے۔ پس صفات کے حقایق اُس میں متحقق ہو جاتے ہیں۔ تو قرآن کو سوائے رحمٰن کے دوسرا تعلیم نہیں کرتا۔ ورنہ وہ ذات کیطرف بغیر تجلی رحمٰن کے نہیں پہنچ سکتا۔ اور رحمٰن تمام اسماء و صفات سے مراد ہے۔ کیونکہ حق تعالےٰ بغیر اپنے اسماء اور صفات کے معلوم نہیں ہو سکتا اس بات کو خوب سمجھ لے۔ کیونکہ یہ ایسی چیز ہے کہ اس کو سوائے کاملین افراد کے جن کی نظر اللہ تعالےٰ پر ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اُن کی طرف دیکھتا ہے۔ دوسرا نہیں سمجھ سکتا ہے اور اللہ حق کہتا ہے۔ اور وہی سیدھے راستہ کیطرف ہدایت کرتا ہے ؂

پینتیسواں باب
فرقان کے بیان میں

صفات اللہ فرقان۔ وذات اللہ قرآن
وفرق الجمع تحقیق۔ وجمع الفرق وجدان
وتفرقۃ الصفات علی اختلاف النعت جمعان
وحکم الذات فی احدیۃ التوحید فرقان
لان الوصف لا ینفک ولذاتہ شان

اللہ کی صفات فرقان ہے اور اُس کی ذات قرآن ہے اور جمع کا فرق تحقیق ہے اور فرق کی جمع وجدان ہے اور صفات کا متفرق ہونا نعت کے مختلف ہونے پر دو جمع ہیں اور ذات کا حکم توحید کی احدیت میں فرقان ہے۔ کیونکہ وصف اُس سے جُدا نہیں ہوتا ہے اور وہ اُس کی ذات کے لئے ایک شان ہے۔

پس اب جاننا چاہئے کہ فرقان اسماء وصفات کی حقیقت سے باعتبار اُن کی اقسام کے اور اختلاف کے مراد ہے۔ پس اس اعتبار سے کہ اسماؤ صفات اپنے غیر سے متمیز ہوتے ہیں۔ پس ذات حق میں بحیثیت اُس کے اسماء حسنٰے اور صفات کے فرق ظاہر ہوگیا۔ پس اُس کا نام رحیم شدید کے اسم کا غیر ہے۔ اور اُس کا اسم منعم منتقم کا غیر ہے۔ اور رضا کی صفت غضب کی غیر ہے۔ اور حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں اُس کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ اس لئے کہ سابق مسبوق سے افضل ہوا کرتا ہے۔ اور ایسا ہی اسماء مرتبہ کا حال ہے۔ پس رحمانیت کا مرتبہ ربیت کے مرتبہ سے اعلٰے ہے۔ اور الوہیت کا مرتبہ تمام مراتب سے افضل ہے پس سب اسماء آپس میں ایک دوسرے سے متمیز ہوگئے۔ اور اُن میں فرق بھی حاصل ہوگیا۔ پس اعلٰے اُس شخص سے کہ جس کے واسطے اُس پر حکم ہے افضل ہوگیا۔ پس اُس کا اسم اللہ رحمٰن سے افضل ہے اور رحمٰن رَبّ سے افضل ہے۔ اور رَبّ ملک سے افضل ہے۔ اور اسی طرح سے باقی اسماؤ صفات ہیں۔ پس افضلیت اُن کے اعیان میں ثابت ہے۔ مگر اس اعتبار سے نہیں ہے کہ کسی چیز میں نقصان ہو اور نہ مفضولیت ہے۔ بلکہ جب اسماء وصفات کے اعیان اُس کی افضلیت میں مقتضی ہیں اور اسی واسطے بعض نے بعض پر حکم کیا ہے تو کہا گیا ہے کہ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عذاب سے تیری بخشش کے ساتھ اور میں پناہ مانگتا ہوں تیرے غصہ سے تیری رضامندی کے ساتھ۔ اور میں پناہ

مانگتا ہوں تجھ سے تیرے ساتھ۔ میں تیری تعریفیں شمار نہیں کرسکتا ۔ پس یہ فرق ان نفس ذات میں ہے
پس معافات نے عذاب سے پناہ مانگی۔ اور معافات باب مفاعلت سے ہے جس کے معنی آپسمیں
ایک دوسرے کی معافی کرتا ہے اور عفو کا فعل عذاب کے فعل سے افضل ہے ۔ اسی واسطے اُس نے اُس سے پناہ
چاہی اور رضا نے غصہ سے پناہ چاہی۔ پس ہم کہتے ہیں کہ رضا کی صفت غضب کی صفت سے افضل
ہے اور اُس نے بالذات اپنی ذات سے پناہ چاہی ہے۔ پس جیسے کہ افعال میں فرق ہے اسیطرح
سے صفات میں بھی فرق ہے اور اسی طرح ذات کی واحدیت کے نفس میں وہ ذات کہ جس میں کچھ
فرق نہیں ہے۔ مگر ذات کے غرائب شیون سے محال اور واجب دونوں نقیض جمع ہیں۔ پس جو چیز کہ
عقل میں محال ہے اور عبارت و نقل میں آسکتی ہے تو ذات میں جو احکام کہ واجب ہیں وہ تجھ پر
ظاہر ہوجائینگے ۔ اور اسی امر کی طرف امام ابو سعید خراز نے اشارہ کیا ہے۔ اور اُن کا قول یہ ہے
کہ میں نے اللہ کو اُس میں دو ضدیں جمع ہونے کی وجہ سے پہچانا اور تو اس سے یہ گمان نہ کر کہ اس
جمع سے مراد اول اور آخر اور ظاہر اور باطن کا جمع کرنا ہے ۔ بلکہ حق اور خلق اور تفاضل اور عدم تفاضل
اور محال اور واجب اور معدوم اور موجود اور محدود اور غیر متناہی وغیرہ جو جو نقیض اور ضدیں ہیں
اُن کا جمع کرنا مراد ہے۔ پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ معہ اُن تمام امور کے اپنی ہویت اور شان ذاتی
کے مراد ہے ۔ اور اُن کے قول کے یہی معنی ہیں اور اللہ تعالےٰ حق کہتا ہے اور وہی سیدھے
راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے ۔

چھتیسواں باب

توریت کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے توریت کو موسیٰ علیہ السلام پر نو الواح میں نازل کیا اور اُن کو
یہ حکم کیا کہ اُن میں سے سات لوحیں تبلیغ کریں اور دو چھوڑ دیں ۔ اسواسطے کہ عقول جو چیز کہ ان
دونوں لوحوں میں ہے۔ اُس کو نہیں قبول کرتے ہیں۔ پس اگر اُن دونوں کو حضرت موسیٰ ظاہر
کردینگے تو جس چیز کو وہ چاہتے ہیں، نہیں حاصل ہوگی۔ اور اُن پر کوئی شخص نہیں ایمان لائے گا
پس وہ دونوں موسےٰ علیہ السلام ہی کے ساتھ مخصوص تھیں نہ اُن کے زمانہ کے اور آدمیوں

کے ساتھ اور جن الواح کے پہنچانے کا حضرت موسیٰ کو حکم کیا تھا۔ اُن میں اولین اور آخرین کے علوم سوائے علم محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور علم ابراہیم علیہ السلام اور علم عیسیٰ علیہ السلام اور علم ورثہ محمد علیہ السلام کے سب علوم تھے۔ پس توریت میں بالخصوص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا علم نہیں تھا اور نہ اُن کے وارثوں کا تھا اور نہ ابراہیم اور حضرت عیسٰے علیہم السلام کا علم تھا۔ اور وہ سات لوحیں سنگ مرمر کی تھیں اور وہ دونوں لوحیں نور کی تھیں۔ اسی واسطے اُن کے قلوب سخت ہوگئے تھے۔ کیونکہ وہ لوحیں پتھر کی تھیں۔ اور اُن ساتوں لوحوں میں سات قسم کے مقتضیات آلہیہ تھے۔ پس پہلی لوح میں نور تھا۔ اور دوسری لوح میں ہدایت تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ‌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ ۔ اور تیسری لوح میں حکمت تھی۔ اور چوتھی لوح میں قوے اور پانچویں لوح میں حکم تھے۔ اور چھٹی لوح میں عبودیت اور ساتویں لوح میں سعادت کے راستہ کا اور شقاوت کے طریقہ کا بیان تھا۔ اور اس بات کا بیان تھا کہ ان دونوں میں کونسی چیز بہتر ہے۔ پس اِن ساتوں لوحوں کی تبلیغ کا حضرت موسےٰ علیہ السلام کو حکم کیا۔ اور وہ دو لوحیں جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھیں۔ اُن میں سے پہلی لوح لوح ربوبیت تھی اور دوسری لوح لوح قدرت تھی۔ پس اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے کوئی کامل نہیں ہوا۔ کیونکہ ان ساتوں لوحوں کے ظاہر کرنے کا کسی کو حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام کے بعد اُن کی قوم سے کوئی کامل نہیں ہوا۔ اور نہ اُن کا کوئی وارث ہوا۔ برخلاف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ اُنہوں نے کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی۔ جس کی ہم کو تبلیغ نہ کی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ مَا فَرَّطۡنَا فِى الۡكِتٰبِ مِنۡ شَىۡءٍ اور دوسرا قول اللہ تعالےٰ کا ہے:۔ وَكُلَّ شَىۡءٍ فَصَّلۡنٰهُ تَفۡصِيۡلًا ؕ اور اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دین سب دینوں سے بہتر ہے۔ اور سب ادیان کو اپنے دین سے آپ نے منسوخ کر دیا ہے۔ کیونکہ اس دین میں وہ چیزیں سب موجود ہیں۔ جو اور انبیاء علیہم السلام فرداً فرداً لائے تھے۔ بلکہ اس میں اُن کے ادیان سے اور زیادہ ہیں۔ پس تمام دین بوجہ نقص کے اَوروں کے منسوخ ہوگئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بوجہ کمال کے مشہور ہوگیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ ۔ اور یہ آیت سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی پر نازل نہیں ہوئی اور اگر نازل ہوتی تو وہی خاتم النبیین ہوتا۔ اور یہ بات سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دوسرے کے واسطے صحیح نہیں ہے۔ اور اُنہیں پر یہ آیت نازل ہوئی اور وہی خاتم النبیین ہیں کیونکہ کسی

حکمت اور کسی ہدایت اور کسی علم اور کسی بھید کو ایسا نہیں چھوڑا ہے کہ اُس کی تنبیہ نہ کر دی ہو اور اُس کی طرف اشارہ نہ کر دیا ہو۔ جہاں تک کہ وہ بیان کے لایق ہے خواہ تصریح کے طور پر یا تلویح کے طور پر یا اشارہ کے طور پر یا کنایہ کے طور پر یا استعارہ کے طور پر یا محکم ہونے کے طور پر یا مفسر ہونے کے طور پر یا ماؤل ہونے کے طور پر یا متشابہ ہونے کے طور پر یا کسی دوسرے طریقہ پر جو بیان کا طریقہ ہے۔ پس غیر کا اُس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ اور امر مستقل ہے۔ اور نبوت نہیں پر ختم ہے۔ کیونکہ کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی ہے جس کے وہ محتاج ہوں۔ پس کوئی ایسا شخص کامل نہیں ہے کہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسی چیز بیان کرے۔ جس کو آپ نے نہ بیان کیا ہو تاکہ اُس کامل کا اتباع کیا جائے۔ پس تشریع نبوت کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو گیا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ٹھیرے۔ چونکہ سب کمالات کے آپ ہی جامع تھے۔ پس اگر موسٰی علیہ السلام کو اُن دونوں لوحوں کے پہنچانے کا حکم کیا جاتا۔ تو عیسٰی علیہ السلام اُن کے بعد نہ بھیجے جاتے۔ کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے ان دونوں لوحوں کے بھید کو اپنی قوم پر ظاہر کیا۔ اسی واسطے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا پہلا قدم قدرت اور ربوبیت کے ساتھ ظاہر ہوا اور وہ یہ کہ گہوارہ میں اُنھوں نے باتیں کیں۔ اور مادرزاد اندھوں اور ابرص کو اچھا کیا۔ اور مُردوں کو زندہ کیا۔ اور حضرت موسٰی علیہ السلام کے دین کو منسوخ کیا۔ اس لئے کہ جو عیسٰے علیہ السلام لائے تھے وہ حضرت موسٰی علیہ السلام نہیں لائے تھے۔ لیکن اُنھوں نے جب اس کے احکام کو ظاہر کیا تو اُن کی قوم اُن کے بعد گمراہ ہو گئی۔ پس اُنھوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی عبادت کی اور کہا کہ وہ تین معبودوں میں کا ایک معبود ہے۔ اور وہ تین معبود یہ ہیں۔ باپ اور ماں اور بیٹا اور اُنھوں نے ان تینوں کا نام اقانیم ثلاثہ رکھا۔ اور اُن کی قوم متفرق ہو گئی۔ اور بعض نے کہا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں اور ملائکہ اُن کی قوم میں سے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ وہ خدا ہیں۔ مگر آدمی کی صورت میں اُتر آتے ہیں۔ اور پھر اپنے علو کی طرف رجوع ہو گئے ہیں۔ اور ان لوگوں کا نام یعاقبہ حضرت عیسٰے کی قوم میں ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ ان تینوں کا نام ہے۔ ایک باپ جس کو روح القدس کہتے ہیں۔ دوسری ماں جس کو مریم کہتے ہیں۔ تیسری بیٹا۔ جس کو عیسٰے علیہ السلام کہتے ہیں۔ پس حضرت عیسٰے کی قوم گمراہ ہو گئی۔ کیونکہ جن امور کا کہ اُنھوں نے اعتقاد کیا تھا۔ اُن کو عیسٰے علیہ السلام نہیں لائے تھے اس واسطے کہ اُن کا مفہوم اُس کے ظاہر امر کے واسطے جس کی طرف کہ وہ رجوع تھے۔ ادا کرنا مقصود تھا۔ اور اسی واسطے جب اللہ نے عیسٰے علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا تو نے آدمیوں سے یہ کہدیا ہے کہ

میں اور میری ماں سوا سے خدا کے یہ دونوں معبود ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ اسے اللہ تو اس سے منزہ اور پاک ہے۔ اور میں تیرے تنزیہ اور تسلیم کرتا ہوں۔ پس اس تشبیہ میں تنزیہ کو مقدم کیا۔ اور کہا کہ میرے واسطے یہ زیبا نہیں ہے۔ یعنی میں تیرے اور اپنے درمیان غیریت کی کیسے نسبت کروں کہ میں ان سے کہوں کہ سوائے خدا کے میری عبادت کرو۔ حالانکہ تو میری عین حقیقت اور عین ذات ہے۔ اور میں تیری عین حقیقت اور ذات ہوں۔ پس تیرے اور میرے درمیان کوئی مغائرت نہیں ہے۔ پس عیسٰے علیہ السلام نے اُس چیز سے جس کا اُن کی قوم نے اعتقاد کیا تھا اپنے نفس کی تنزیہ کی۔ کیونکہ اُن کی قوم نے بغیر تنزیہ کے مطلق تشبیہ کا اعتقاد کیا تھا۔ اور یہ امر خدا کے حق میں صحیح نہیں تھا۔ پھر کہا کہ اگر تو نے اُن سے کہا ہے یعنی حقیقت عبدیت کی نسبت یہ ہے کہ وہ اللہ ہے۔ پس اسے اللہ تجھکو معلوم ہے کہ میں نے نہیں کہا ہے۔ مگر اس طور پر کہ تنزیہ اور تشبیہ کو جمع کر دیا ہے اور واحد کا ظہور کثرت میں ہوا ہے۔ لیکن وہ اپنے مفہوم کی وجہ سے گمراہ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اُن کا مفہوم میری مراد نہیں ہے۔ یعنی جس چیز کا کہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہ میری مراد کے خلاف ہے۔ یعنی جو چیز کہ میں نے اُن کو پہنچائی ہے حقیقت آلہیہ کے ظہور سے یا وہ میری مراد کے خلاف ہے یا موافق ہے۔ بہرحال جس امر کے کہ وہ معتقد ہیں وہ امر میرا مقصود نہیں ہے۔ اور میں وہ چیز کہ جو تیرے نفس میں ہے۔ اُس کو نہیں جانتا ہوں۔ یعنی میں نے اس امر کی اُن کی طرف تبلیغ کی ہے۔ اور میں یہ نہیں جانتا کہ تیرے نفس میں کیا ہے آیا تو ہدایت سے اُن کو گمراہ کریگا یا نہیں۔ پس اگر میں اس کو جانتا تو اُن کو ایسی چیز کی تبلیغ نہ کرتا جس سے وہ گمراہ ہوتے چونکہ تو علام الغیوب ہے اور میں غیوب کو نہیں جانتا ہوں پس میرے نفس میں جو کچھ تھا اور جس چیز کا تو نے مجھکو حکم کیا تھا۔ اور میں نے اُن سے کہا اُس کی تجھ سے معذرت چاہتا ہوں۔ پس میں نے حکم کو پہنچا یا۔ اور اُن کی خیرخواہی کی تا کہ تیرے رستے کو وہ حاصل کر لیں۔ اور اُن کو حقیقت آلہیہ ظاہر ہو جائے اور اپنے نفوس کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے اور میں ہمیشہ اُن سے یہی کہتا تھا کہ خدا کی عبادت کرو کہ وہ میرا اور تمہارا دونوں کا رب ہے اور حقیقت آلہیہ کے ساتھ میں اپنے ہی نفس کو مخصوص نہیں کرتا ہوں۔ بلکہ ان سب میں مطلقاً چاہتا ہوں۔ پس میں نے اُن کو جتا دیا کہ جیسے تو میرا رب ہے ایسے ہی اُن کا بھی رب ہے یعنی جیسے تو میری حقیقت ہی ایسی ہے اُن کی بھی حقیقت ہے۔ اور وہ علم جس کو حضرت عیسٰے علیہ السلام لائے تھے۔ توریت سے زیادہ تھا۔ سو وہ قدرت اور ربوبیت کا بھید تھا جسکو

ظاہر کر دیا اور اسی واسطے اُن کی قوم کافر ہو گئی۔ اس واسطے کہ ربوبیت کے بھید کو ظاہر کرنا کفر ہے
پس اگر عیسےٰ علیہ السلام اس علم کو چھپاتے۔ اور اپنی قوم کی طرف قشور عبارات اور سطور اشارات
میں اُس کی تبلیغ کرتے۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تو بیشک اُن کی قوم اُن کے
بعد گمراہ نہ ہوتی۔ اور جبکہ وہ اپنے دین کے کمال میں اس کے بعد الوہیت اور ذات کے علم
کی طرف محتاج تھے۔ اور یہ الوہیت اور ذات ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم قرآن اور فرقان
میں لائے تھے۔ جیسا کہ حدیث میں اُن دونوں کی نسبت ذات وصفات کی حیثیت سے
وارد ہوا ہے۔ اور اللہ نے اُس کو ایک آیت میں جمع کر دیا ہے۔ اور وہ یہ کہ لیس کمثلہ شیئی
اور وہ سمیع وبصیر ہے۔ پس اُس کی مثل اُس چیز سے کہ جو ذات کے متعلق ہے کوئی چیز نہیں
ہے۔ اور وہ سمیع اور بصیر اُس قسم سے ہے کہ جو صفات کے ساتھ متعلق ہے۔ اور اگر موسیٰ علیہ السلام
اُس چیز کی تبلیغ کرتے جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی طرف کی تھی تو بیشک اُن کی قوم اُن
کو قتل فرعون میں تہمت لگاتی۔ پس اُس نے کہا تھا۔ انا ربکم الاعلےٰ۔ اور ربوبیت کے بھید
کا ظاہر کرنا سوائے فرعون کے دعوے کے موافق اور کسی طرح پر نہ تھا۔ لیکن جب یہ امر فرعون کے
واسطے تحقیق کے طور پر نہیں تھا۔ تو حضرت موسیٰؑ اُس سے لڑے اور اُس پر فتح پائی۔ پس اگر موسےٰ
علیہ السلام ربوبیت کا علم توریت میں ظاہر کرتے تو بیشک اُن کی قوم کافر ہو جاتی۔ اور فرعون کی
لڑائی میں اُن کو تہمت لگاتے۔ پس اللہ تعالےٰ نے اس کے چھپانے کا حکم کیا جیسا کہ ہمارے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن چیزوں کے چھپانے کا حکم کیا تھا۔ کہ جن کا دوسرا شخص متحمل نہیں ہو سکتا
تھا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ مجھکو شب اسریٰ میں تین علوم دیئے گئے۔ ایک علم کے چھپانے
کا حکم کیا گیا۔ اور دوسرے علم میں مجھکو اختیار دیا گیا کہ خواہ میں اُسکو چھپاؤں یا ظاہر کردں۔ اور تیسرے
علم کے پہنچانے کا حکم دیا گیا۔ پس جس علم کی تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ علم شرایع ہے۔ اور جس علم میں
اختیار دیا گیا تھا۔ وہ علم حقایق ہے۔ اور جس علم کے چھپانے کا عہد لیا گیا تھا۔ وہ علم اسرار آلہیہ
ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ان سب علوم کو قرآن میں بتا دیا ہے۔ پس جس کی تبلیغ کا حکم ہے وہ ظاہر
ہے۔ اور جس علم کی تبلیغ میں اختیار دیا ہے۔ وہ باطن ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ سنریھم
اٰیتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اور دوسرا قول ہے۔ وما خلقنا
السمٰوات والارض وما بینھما الا بالحق اور تیسرا قول ہے۔ وسخر لکم ما فی السمٰوات وما
فی الارض جمیعا اور چوتھا قول ہے ونفخت فیہ من روحی۔ پس یہ سب ایک وجہ سے

حقایق پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ایک اعتبار سے شرایع پر دلالت کرتے ہیں۔ پس وہ متحیز ہونے کے طور پر ہے۔ پس جس شخص کو سمجھ آتی ہے۔ وہ اس امر کو پہنچتا ہے۔ اور جس کی فہم فہم آلہی نہیں ہے اور وہ اُس قسم سے ہے کہ حقایق کا انکار کرتا ہے تو وہ اس امر کو نہیں پہنچتا ہے تاکہ وہ اُس کی ضلالت اور شقاوت کی طرف پہنچانیوالا نہ ہو۔ اور جس علم کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا گیا ہے۔ وہ قرآن مجید میں بطریق تاویل کے رکھا گیا ہے۔ چونکہ وہ نہایت باریک ہے۔ اس وجہ سے وہی شخص جان سکتا ہے۔ کہ جو پہلے بالذات اس علم پر مشرف ہو گیا ہو۔ اور کشف آلہی کے طریقہ سے اُس کو حاصل کیا ہو پھر اس کے بعد قرآن کو سنا۔ پس وہ اُس جگہ کو جانتا ہے۔ جس میں اللہ نے اُس علم کو رکھا تھا۔ اور جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا تھا۔ اور اُس کے چھپانے کا عہد لیا تھا۔ اور اللہ تعالےٰ اسکی طرف اپنے اس قول سے اشارہ کرتا ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ موافق اُس شخص کی قرأت جو بیان وقف کرتا ہے۔ پس جو شخص کہ بالذات اُس کی تاویل پر مطلع ہے۔ اُسی کا نام اللہ ہے۔ پس اس کو خوب سمجھ لے کہ بیان کے گھوڑے نے تبیان کے میدان میں یہانتک جولانی کی کہ وہ ابدی ہے اور اُس کا اظہار ہمیشہ دل میں نہیں گذر سکتا ہے۔ پس اب ہم اُسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں کہ جو توریت کا ذکر کر رہے تھے ؂

پس اب جاننا چاہئے کہ توریت اسماء صفاتیہ کی تجلی سے مراد ہے۔ اور یہ مظاہر حقیہ میں اللہ سبحانہ کے ظاہر ہونے کا نام ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے اسماء کو اپنی صفات پر دلایل کے طور پر قایم کیا ہے۔ اس کے سوا دوسرا طریقہ نہیں ہے۔ کیونکہ خلق سذاجت پر پیدا ہوئی ہے۔ پس وہ تمام معانی آلہیہ سے خالی ہے۔ لیکن وہ سفید کپڑے کی طرح ہے کہ جو چیز اُس کے سامنے ہوتی ہے اُس پر منقوش ہو جاتی ہے۔ پس خدا کا نام انہیں اسماء میں سے رکھا گیا ہے تاکہ وہ خلق کیواسطے اُس کی صفات پر دلائل ہوں۔ پس خلق کو حق کی صفات سے اُنہیں اسماء کے ذریعہ سے پہچان لیگا پھر اہل حق اُس کی طرف ہدایت پائینگے۔ اور وہ ان اسماء اور صفات کیواسطے آئینہ کی طرح ہو جائینگے۔ پس اُن میں اسماء و صفات ظاہر ہو گئے تو اُنہوں نے اپنے نفوس کا ایسی چیز کے ساتھ مشاہدہ کیا کہ جو اُن میں اسماء ذاتیہ اور صفات آلہیہ منقوش ہو گئے تھے۔ پس جب اُنہوں نے اللہ کا ذکر کیا تو وہ بھی اس اسم کے ساتھ مذکور ہوئے۔ پس توریت کے یہی معنی ہیں۔ اور لغت میں توریت کے یہ معنی ہیں کہ کسی معنی کا ابعد مفہومین پر قیاس کرنا پس عام لوگوں کے نزدیک حق کی تصریح خیال اعتقادی ہے۔ اور اُن کو سوائے اس امر کے اَور کچھ نہیں ہے۔ اور عارفین کے نزدیک اُن کی ذوات

کی حقیقت حق ہے۔ وہی اُن سے مراد ہے۔ اور توریت میں یہ زبان اشارہ کی زبان ہے لیکن جب
چیز کو کہ وہ سات لوحیں جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھیں متضمن تھیں۔ وہ یہ ہے یعنی پہلی لوح لوح
نور ہے ؞

پس جاننا چاہیئے کہ لوح میں یہ شرط ہے کہ علوم میں سے کوئی چیز سوائے اس قسم کے کہ جس کو
لوح کہتے ہیں۔ دوسری نہ ہو۔ بلکہ اُس میں اور اُس کے غیر میں اُس قسم سے ہو کہ جو باقی الواح میں
ہے۔ لیکن جب لوح پر علم کا حکم غالب ہوگیا تو اُس لوح کا یہی نام رکھا جائیگا۔ جیسے کہ قرآن پاک کی
سورتیں ہیں کہ جب اُن پر کوئی امر غالب ہوتا ہے۔ تو اُس کا نام اسی امر کے ساتھ رکھا جاتا ہے حالانکہ
اُس میں اس قسم کا اور دوسری قسم کا مضمون ہوتا ہے۔ پس لوح نور میں حق سبحانہ کا وصف واحدیت
اور افراط کے ساتھ بطور تنزیہہ مطلق کے ہے۔ اور اُس چیز کا حکم بھی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو خلق سے
متمیز کردے اور اُس میں ربوبیت حق اور اُس کی قدرت کا ذکر بھی معہ جمیع اسماء حسنےٰ اور صفات علیا
کے ہے۔ پس یہ کل امور حق سبحانہ کے واسطے بطریق علو اور تنزیہہ کے کہ جس کا وہ لوح نور میں مستحق ہی
ہیں۔ اور دوسری لوح لوح ہدیٰ ہے۔ اُس میں اخبارات آلہیہ بالذات ہیں۔ پس یہ علم ذوقیہ ہے
اور یہ مومنین کے دلوں میں نور الہامی کی صورت ہے۔ کیونکہ ہدایت بالذات ایک بھید وجودی
اور الہامی ہے کہ جو اللہ کے بندوں پر ہجوم کرتا ہے اور طاری ہوتا ہے۔ اور یہ ایک جذبۂ آلہی کا نور
ہے کہ عارف اُس میں مناظر علیا کی طرف خدا کے راستہ سے ترقی کرتا ہے۔ اور اس سے مراد نور آلہی
کے رجوع ہونے کی کیفیت ہے۔ جو انسان کی صورت میں اپنے محل اور مکانت پر نازل ہوتے ہیں پس
ہدایت اسکو کہتے ہیں کہ اس نور والا طریقہ احدیت سے مکانت بلند کیطرف اس حیثیت سے کہ اُس کا کوئی اعتبار نہ ہو پہنچ
جائے اور اس لوح میں تمام مذہبوں کا احوال اور اُس سے پہلے اور اُسکے بعد جو چیزیں ہیں اُنکے اخبار اور ملکوت یعنی عالم
ارواح کا علم اور عالم جبروت کا علم کہ جو عالم ارواح پر حاکم ہے منکشف ہوجاتا ہے اور یہی حضرت قدس ہے۔ اور اسی لوح سے علم برزخ
ہے اور قیامت اور ساعت اور میزان اور حساب اور جنت اور دوزخ کا ذکر ہے اور اسی لوح سے
تمام ملائکہ کے اخبار ہیں۔ اور اسی لوح میں وہ اسرار کہ جو اشکال میں رکھے ہوئے ہیں یہانتک کہ
کہ قوم بنی اسرائیل نے ان اسرار کی معرفت سے کیا جو کچھ کہ کیا۔ اور اُن سے کرامات جو ظاہر ہونیوالی
تھیں ظاہر ہوئیں ؞

اور تیسری لوح لوح حکمت ہے کہ اُس میں سلوک علمی کی کیفیت کے پہچاننے کا ذکر ہے کہ جو بطور
تجلی اور ذوق کے ہے۔ اور مظاہر قدسیہ آلہیہ میں دونوں جوتوں کا اُتارنا اور طور پر چڑھنا اور

درخت سے باتیں کرنا اور اندھیری رات میں آگ کا دیکھنا یہ سب اسرارات آلٰہیہ ہیں - پس یہ لوح روحانیات کے نازل ہونے کے جاننے کے بطور تسخیر کے اصل ہے - اور اس لوح میں ایسا علم ہے جو ان سب اقسام حکمت آلٰہیہ کو شامل ہے - اور اس لوح میں آسمان اور ہیئت اور حساب اور درختوں اور پتھروں وغیرہ کے خواص کے علم کی اصل ہے - اور جس شخص نے کہ بنی اسرائیل سے اس لوح کے علم کو معلوم کیا وہ شخص راہب کہلایا - اور اُن کی زبان میں راہب اُس کو کہتے ہیں کہ جو دنیا کو ترک کردے - اور اپنے مولیٰ کیطرف راغب ہو ۔

اور چوتھی لوح لوح قویٰ ہے - پس اس لوح میں تنزیلات حکمیہ کا علم ہے - اور یہ علم ایسے مرتبے کا ہے کہ جس شخص کو بنی اسرائیل سے حاصل ہوا - وہ شخص بہت بڑا عالم ہوا - اور موسیٰ علیہ السلام کے وارثوں کا سا مرتبہ پایا - اور اس لوح میں اکثر رموز اور مثال اور اشارات اس قسم کے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے توریت میں ذکر کیا تھا - تاکہ حکمت آلٰہیہ آدمی کی قوتوں میں قایم ہو - اور اللہ تعالےٰ نے اپنے اُس قول میں جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرف خطاب ہے خبر دی ہے - یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ وَّ اٰتَیْنَاہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ط پس قوت کے ساتھ پکڑنے کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص حکمت جانتا ہو - اور نور آلٰہی کی طرف ہدایت پاچکا ہو - وہ ایسا کر سکتا ہے - پھر یہ امر اُس کی قوتوں میں بمقتضائے حکمت آلٰہیہ کے سرایت کر گیا ہو - اور یہ ایک ذوقی امر ہے اس کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس کو یہ بات حاصل ہوگئی ہو - پس یہ امر خاص لوگوں کے واسطے ہے عوام کیواسطے نہیں ہے - اور اس لوح میں علم سیمیا اور کیفیت سحر عالی کی ہے - اور سحر عالی اُس کو کہتے ہیں کہ جو کرامات کے مشابہ ہوتا ہے اور میں نے جو اس کو سحر عالی کہا تو اسواسطے کہا کہ یہ سحر بغیر دوا اور نسخے اور بغیر عمل اور بغیر کسی لفظ کے بولنے کے ہوتا ہے - صرف سحر کی قوتوں سے انسان میں ساحر کی خواہش کے موافق کل امور جاتے ہیں - پس تمام صورتیں کہ جو سوائے خیال کے محسوس اور مشہود نہیں ہوسکتی ہیں وہ ظاہر ہوجاتی ہیں اور کبھی دیکھنے والے کی آنکھ اپنی ذات کے خیال کی طرف اٹھتی ہے - پس وہ جیسے چاہتا ہے صورت بنا لیتا ہے - پس وہ اُس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں - لیکن وہ خیال میں ہوتی ہے - اور گمان یہ کرتی ہیں کہ عالم حس میں ہے - تو اسی سے توحید کے راستہ پر پڑ جائیگا - پس اگر تو چاہے تو میں کسی صورت کا وجود میں تصور کروں تو تو اُس کا تصور کریگا - اور اگر تو کسی فعل کا ارادہ کریگا - تو اُس کو کرلیگا - لیکن اگر تو یہ جانتا ہے کہ وہ ہلاک کر دینے والا ہے - تو اُس کو تو چھوڑ دیگا - پس اللہ تعالےٰ اُس پر بقدر اُس چیز کے کہ جو کاف و نون میں کر چکا ہے فتح دیگا ۔

اور پانچویں لوح لوح حکم ہے۔ اس لوح میں اوامر اور نواہی کا علم ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر فرض کیا تھا۔ اور اُن پر جس چیز کو چاہا حرام کیا تھا۔ اور اس لوح میں تشریع موسوی ہیں کہ جن پر یہود و بنا کی گئی ؛

اور چھٹی لوح لوح عبودیت ہے۔ اس لوح میں اُن احکام کی معرفت کا بیان ہے کہ جو خلق کو لازم ہیں جیسے ذلت اور محتاج ہونا اور ڈرنا اور عاجزی کرنا یہاں تک کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ جب تم میں سے کوئی بُرائی کریگا تو اُس کا بدلہ بُرائی ہے۔ پس فرعون نے ربوبیت کا دعوےٰ کیا اس لئے کہ عبد کو کوئی حق نہیں ہے۔ اور اس لوح میں توحید اور تسلیم اور توکل اور تفریض اور رضا اور خوف اور رجا اور رغبت اور زہد اور توجہ الی اللہ اور ترک ماسوا وغیرہ کے اسرار کا علم ہے؛

اور ساتویں لوح وہ ہے کہ جس میں خدا کی طرف پہنچنے کا طریقہ مذکور ہے۔ پھر سعادت اور شقاوت کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اور اس لوح میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان دونوں میں کونسی چیز بہتر ہے اور وہ سعادت کے طریق میں جائز ہے۔ اور اس طرح میں موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے وہ بدعت کی جو اُن کے دین میں رغبت اور رہبانیت وغیرہ تھیں۔ اور یہ امور اُنہوں نے اپنے افکار اور عقول سے پیدا کر لئے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے کلام سے یہ باتیں ثابت نہ تھیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے یہ باتیں پیدا کی تھیں۔ پس اُنہوں نے اُس کی کماحقہ رعایت نہ کی۔ اگر وہ لوگ اس امر کو بطریق اخبار الٓہیہ اور کشف الٓہی کے نکالتے۔ تو اللہ تعالیٰ بیشک اُن کو اس پر قادر کر دیتا۔ اور یہ بات کیونکر ہو سکتی تھی حالانکہ اگر اُن کو یہ بات ممکن ہوتی کہ اُس کی کماحقہ رعایت کرتے۔ تو حق سبحانٗہ وتعالیٰ بیشک اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر اس کا حکم کرتا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اس امر سے بہ سبب اُس کے نہ جاننے کے روگردانی نہ کی۔ اور اُن کے ساتھ رفیق رہے۔ اور جب اُنہوں نے بدعت کی۔ اور کماحقہ رعایت نہ کی تو اُس پر وہ عذاب دی گئی۔ اور اس لوح میں تمام علوم جو ادیان اور ابدان کے متعلق ہیں۔ کل موجود تھے۔ اور ہم نے جو جو مضامین کہ توریت میں تھے۔ ان اوراق میں موافق کشف الٓہی کے جمع کر دی ہیں۔ اور ہمارا مقصود اس کتاب کو مختصر کرتا ہے اگر ہم اُس کو تفصیل سے بیان کریں تو ہماری کتاب بہت طویل ہو جائیگی اور یہ ایک بے فائدہ امر ہے مجملاً توریت کے مضامین اس میں سب موجود ہیں۔ اس کو خوب سمجھ لے اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے ؛

سینتیسواں باب

زبُور کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ زبور سُریانی لفظ ہے۔ اور اس کے معنی کتاب کے ہیں۔ اور اب اس کا استعمال کتاب کے معنی میں کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَکُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْہُ فِی الزُّبُرِ یعنی کتب میں ہے۔ اور زبور کو حضرت داؤد علیہ السلام پر آیات مفصلات کے طور پر نازل کیا۔ لیکن اُس نے اُن کی قوم کو بعد اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو پورا نازل کر دیا۔ جملۃ واحدۃ عطا کیا تھا اور داؤد علیہ السلام تمام آدمیوں سے زیادہ محاورہ جاننے والے تھے۔ اور خصائل میں سب سے بہتر تھے۔ اور جب زبور پڑھتے تھے تو تمام وحوش وطیور اُن کے گرداگرد جمع ہو جاتے تھے اور وہ نحیف البدن اور قصیر القامت آدمی تھے۔ اور بڑی طاقت والے تھے۔ اُن کے زمانہ میں جو علوم رائج تھے اُن کو خوب جانتے تھے۔

پس اب جاننا چاہئے کہ جو کتاب کسی نبی پر نازل کی گئی۔ اُس میں وہی علوم ہوتے تھے جن کو یہ نبی حکمت آلہی کے طور پر جانتے تھے تاکہ وہ نبی اُس سے جاہل نہ رہیں۔ پس سب کتابیں ایک دوسری کے ساتھ افضلیت میں خدا کے نزدیک ایسے ہی متمیز ہیں۔ جیسے کہ رسول اپنے اپنے مرتبہ میں ایک دوسرے کے ساتھ متمیز تھے۔ اسی واسطے قرآن بمقابلہ اور کتب آسمانی کے افضل ہے کیونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم افضل المرسلین ہیں۔ پس اگر تو یہ اعتراض کرے کہ کلام اللہ میں ایک آیت کو دوسری آیت پر فضلیت نہیں ہے۔ تو ہم یہ جواب دینگے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ سورہ فاتحہ تمام قرآن کی آیات سے افضل ہے۔ پس جب قرآن میں بعض آیات کی فضلیت بعض پر صحیح ہو گئی تو باقی کتابوں میں مجموعی حیثیت سے یہ امر منع نہیں ہے۔

پس اب جاننا چاہئے کہ زبور میں اکثر مواعظ ہیں۔ اور باقی خدا کی حمد وثنا ہے۔ اور اُس میں شرایع اور احکام کی چند مخصوص آیات میں لیکن یہ مواعظ اور یہ حمد وثنا تمام علوم آلہیہ حقیقۃ اور وجود مطلق کے علوم اور حق تعالےٰ کی تجلی کا کہ جو خلق میں ہے۔ علم اور تسخیر وتدبیر کا علم اور تمام مخلوقات کے حقایق کے مقتضیات کا علم اور قوابل اور استعدادات کا علم اور طبیعات اور ریاضیات

اور نطق اور خلافت اور حکمت اور فراست وغیرہ کے علوم کو احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ یہ کل امور بطور تابع ہونے کے ہیں۔ اور بعض اُس میں سے بطور تصریح کے بیان کئے گئے ہیں۔ مگر اُن کی تصریح اس قسم کی ہے کہ اُس کا اظہار مضر نہیں ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے کسی بھید کو منکشف کرتی ہے اور داؤد علیہ السلام بڑے عابد تھے۔ اور طیور کی زبان کشف آلہی کے ذریعہ جانتے تھے۔ اور قوت آلہی کی وجہ سے اُن سے باتیں کرتے تھے۔ پس اُن کے کانوں میں جس لفظ کے ساتھ چاہتے تھے جس معنی کو پہنچا دیتے تھے۔ نہ جیسا کہ بعضے بے معرفت والے اُن کے حال کو خلاف واقع گمان کرتے ہیں۔ چنانچہ بعضوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ بالذات جانور کی زبان میں باتیں کرتے تھے۔ اس خیال سے کہ وہ اصطلاحی الفاظ تھے۔ بلکہ وہ طیور کی باتیں معہ اُن کی آوازوں کے اختلاف کے سمجھتے تھے۔ اور اُن معانی کو جن پر یہ آوازیں دلالت کرتی ہیں۔ کشف آلہی سے جانتے تھے اور یہ قول اُن کے لڑکے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے کہ ہم کو طیور کی بولی سکھلائی گئی۔ اور ہمیشہ وہ اسی حالت کے ساتھ رہے یہانتک کہ بعضوں نے گمان کیا کہ طیور کیواسطے کوئی خاص زبان وضع کی گئی ہے۔ جس سے وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے ہیں۔ اور داؤد علیہ السلام چونکہ اس وضع کو پہچانتے ہیں۔ اس وجہ سے اُن کی باتوں کو سمجھ لیتے ہیں۔ بلکہ اُن کی آوازیں اس قسم کی ہیں کہ بغیر وضع کے بھی اُن کی سمجھ میں آجاتی تھی۔ لیکن جب اُن کو کوئی حالت پیش آتی تھی۔ تو اُن سے ایک ایسی آواز ظاہر ہوتی تھی کہ طیور بھی بطور الہام آلہی کے اُس کو سمجھ لیتے تھے۔ کیونکہ اُن میں ایک لطف روحانی تھا۔ پس جب اُن کو کوئی دوسری حالت پیش آتی تھی تو اُن سے بعینہ مثل اس آواز کے یا اُس کے سوا دوسری آواز ظاہر ہوتی تھی۔ پس اُس کو وہ طائر سمجھ لیتا تھا کہ جو دوسرے طیور بطور الہام آلہی کے سمجھتے تھے۔ پس تمام حیوانات سے جب کوئی آواز نکلتی تھی۔ تو داؤد علیہ السلام اُسکو کشف آلہی سے سمجھ لیتے تھے۔ اور داؤد علیہ السلام جب کسی جانور سے باتیں کرنا چاہتے تھے تو زبان سریانی میں اُس سے باتیں کرتے تھے۔ اور کبھی حیوانات کی آواز میں باتیں کرتے تھے۔ پس وہ حیوان قوت آلہی سے کہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام میں رکھی تھی سمجھ لیتا تھا۔ اور یہ وہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام میں رکھا تھا۔ اور یہ امر تمام خلفاء میں عام تھا۔ یعنی خلافت کبریٰ میں ہر شخص کے واسطے یہ بات عنایت کی گئی تھی اور داؤد اور سلیمان علیہما السلام اس امر کے ظاہر ہونے کے ساتھ مخصوص تھے۔ ورنہ تمام افراد اور اقطاب کو پادشاہی وجودی میں تصرف ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک اُن امور

کو جو راتوں اور دنوں میں گذرتے ہیں جانتا ہے۔ چہ جائے کہ طیور کی زبانیں۔ اور حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک کالی چیونٹی ایک جنگل میں سخت پتھر پر اندھیری رات میں چلے۔ اور اُس کی آواز کوئی نہ سنے تو بیشک میں کہونگا کہ وہ اپنے سوراخ میں میرے ساتھ جارہی ہے اور اُن کے سوا دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ میں اُس کو نہیں جانتا ہوں۔ کیونکہ وہ بغیر میری قوت کے نہیں جاسکتی ہے۔ میں اُس کا محرک ہوں۔ پس میں کیونکر کہہ سکتا ہوں کہ میں اُس سے مطلع نہیں ہوں حالانکہ میں اُس کا محرک ہوں۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ ایک جنی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ورغلانا چاہا۔ تو آپ نے مسجد کے ستون سے اُس کو باندھنے کا ارادہ کیا۔ پھر آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا پڑھی۔ اور اُس کو چھوڑ دیا۔ پس اس سے معلوم ہوگیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو یہ کہا تھا کہ رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي۔ اس سے یہ مراد تھی کہ اس خلافت کا ظہور ہو جائے۔ اور وہ ایسا ہو کہ کسی کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد یہ کمال نہ حاصل ہو لیکن بعض چیزوں میں اور انبیاء علیہم السلام پر بعض کمالات ظاہر اور اولیاء نے اُن کا اتباع کیا۔

اب جاننا چاہیئے کہ زبور اشارہ میں مراد افعال کے صفات کی تجلیات سے ہے اور توریت تمام اسماء صفاتی کی تجلیات سے مراد ہے۔ اور انجیل اسماء ذات کی تجلیات سے مراد ہے۔ اور فرقان تمام صفات اور اسماء ذاتیہ ہو یا صفاتیہ ہوں۔ اُن کی تجلیات سے مراد ہے۔ اور قرآن ذات محض سے مراد ہے۔ اور قرآن کی نسبت پہلے بھی ہم کچھ لکھ چکے ہیں۔ اور فرقان اور توریت کا بیان بھی ہو چکا ہے۔ اور زبور سے جو افعال کی صفات کی تجلیات مراد ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ تفاریع فعلیہ اقتداریہ آلہیہ کی تفصیل ہیں۔ اسی وجہ سے داؤد علیہ السلام عالم میں خلیفہ تھے۔ پس جو چیز کہ اُن کی طرف وحی کی گئی تھی اُس کے احکام زبور میں ظاہر ہو گئے۔ پس داؤد علیہ السلام مضبوط پہاڑوں کو جگہ سے اکھیڑ دیتے تھے۔ اور لوہے کو نرم کر دیتے تھے۔ اور تمام مخلوقات پر حکم کرتے تھے۔ پھر سلیمان علیہ السلام اُن کے ملک کے وارث ہوئے۔ اور داؤد علیہ السلام حق مطلق کے وارث تھے۔ پس داؤد علیہ السلام افضل تھے اس لئے کہ اُن کو خلافت ابتداء میں خدا نے دی تھی۔ اور اُن کو یہ خطاب دیا تھا۔ يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ۔ اور سلیمان علیہ السلام کو یہ بات نہیں عطا کی تھی۔ مگر جب اُنہوں نے ایک قسم کا حصر چاہا اور داؤد نے جانا کہ کسی کے واسطے یہ ممکن نہیں ہے کہ خلافت اُس کے واسطے ظاہر یا باطن میں مخصوص ہو۔ پس اللہ نے اُن کو ظاہر طور پر عطا کی تھی۔ دیکھو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اور سلیمان کی طرف سے خبر دیتا

ہے کہ انہوں نے کہا تھا رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ تو اُس کے جواب میں خدا فرماتا ہے۔
فسخرنا له الريح تجری بامره۔ پھر اُن چیزوں کو شمار کیا۔ جو سلیمان علیہ السلام کو اقتدارات آلہیہ
عطا ہوئے تھے۔ اور خدا نے یوں نہ کہا کہ فاتیناه ما طلب۔ کیونکہ یہ منع ہے کہ اُس کا اقتصار خلق میں
سے کسی پر کیا جائے۔ اس واسطے کہ وہ خدا کی طرف سے خصوصیت ہے۔ پس جب حق سبحانہ کسی
مظہر میں بالذات ظاہر ہوتا ہے۔ تو یہ مظہر اُس کی زمین میں خلیفۃ اللہ قرار پاتا ہے۔ اور اللہ تعالے
نے اپنے اس قول میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ اس ذکر کے بعد کہ
اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ۔ یعنی صالحین وراثت آلہی کے قابل ہیں اور ارض سے یہاں
حقایق وجودیہ مراد ہیں۔ جو خدا کے مجالی میں منحصر ہیں اور معانی خلقیہ میں اُن کا انحصار ہے اور اُس کی
طرف اللہ اپنے اس قول میں اشارہ کرتا ہے۔ ان ارضی واسعته فایای فَاعْبُدُونِ ط پس اگر
تو یہ اعتراض کرے کہ سلیمان علیہ السلام کی دعا اس اعتبار سے مقبول ہوگئی کہ مملکت کبریٰ اُن کے
بعد کسی کے واسطے سزاوار نہ ہوئی۔ اور وہ سلیمان علیہ السلام کی حقیقت تھی تو اُن کی دعا صحیح ہوگئی۔
اور سچی ہوگئی۔ اور اگر تو یہ اعتراض کرے کہ اُن کی دعا مقبول نہیں ہوئی۔ اس اعتبار سے کہ خلافت
انہیں کے ساتھ منحصر نہیں رہی۔ اور اُن کے بعد جو اقطاب اور افراد ہوئے۔ اُن کو بھی یہ بات میسر
ہوئی تو بھی سچا ہے۔ پس جیسے تو چاہے اعتبار کر۔ جب داؤد علیہ السلام کو اپنی خلافت کا منحصر نہ ہونا معلوم
ہوگیا تو انہوں نے اس طلب کو چھوڑ دیا اور ادب آلہی کو تلاش کیا۔ اس سے وہ یہ چاہتے تھے کہ
خدا کے مظاہر میں متفرد ہو جائیں۔ اور تنہا اس کے حقدار رہوں۔ اور یہ امر اگرچہ ممتنع تھا۔ لیکن اُس کی
تلاش وسعت اور امکان وجودی کی وجہ سے جائز تھے۔ لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ اُن کے واسطے
یہ امر صحیح تھا یا نہیں اور اس مقام میں حق سبحانہ نے اپنے اولیاء کی طرف سے خبر دی ہے۔ وَمَا
قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَسُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ط پس اس اعتبار سے ممتنع
ہوگیا۔ اسی واسطے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ادراک کے دریافت کرنے سے
عاجز ہونا اسی کا نام ادراک ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تیری تعریف کو
اس طرح سے شمار نہیں کر سکتا۔ جیسے کہ تو نے بالذات اپنی تعریف کی ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اُس چیز کی تلاش میں جس کا حاصل ہونا ممکن نہیں ہے ادب قبول کیا ہے اور اپنے
رب کے کمال کی وجہ سے عاجزی کا اقرار کیا ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رب
کے سلیمان سے زیادہ پہچاننے والے تھے۔ کیونکہ سلیمان علیہ السلام نے انتہا درجہ کی تعریف

کی۔پس اُس سے اُس کا حاصل ہونا چاہا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بے انتہا۔تعریف کی۔پس ایسی چیز کے ادراک سے کہ جو ادراک میں نہیں آسکتی۔ادب قبول کیا۔یعنی اس کے حاصل ہونے سے دعاء کو چھوڑ دیا اس لیئے کہ اُن کو یہ بات معلوم تھی۔کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو کسی کے واسطے حاصل نہیں کیا ہے۔اور اُس میں ایک خصوصیت ذاتیہ ہے۔کہ اُس سے اللہ تعالےٰ نے تمام خلق سے اُس کو اثر قبول کرنیوالا بنایا ہے۔پس دیکھ کہ درمیان اُس شخص کے کہ جس کو اپنے رب کی معرفت کے واسطے ایک حد ہے۔جس پر کہ وہ پہنچتا ہے۔اور درمیان اُس شخص کے کہ جس کو اپنے رب کی معرفت کے واسطے کوئی حد اور انتہاء نہیں ہے۔کتنا فرق ہے اور اس مقام میں اولیاء محققین نے کہا ہے کہ جو اُن لوگوں نے کہا ہے۔چنانچہ ہمارے شیخ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم معاشر الانبیاء کا لقب دیئے گئے ہو۔اور ہم وہ لقب دیئے گئے ہیں کہ جو تم کو نہیں دیا گیا ہے۔اسی طرح امام محی الدین ابن العربی فتوحات ملکیہ میں اُنہیں کی اسناد سے روایت کرتے ہیں۔اور شیخ ولی ابوالغیث بن جمیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔کہ ہم نے ایسے دریا میں غوطہ مارا ہے کہ جس کے کنارے پر انبیاء کھڑے ہوتے ہیں۔اور اس کلام کی اگرچہ ایک اعتبار سے تاویل ہو سکتی ہے لیکن ہمارا مذہب یہ ہے۔کہ نبی مطلق ولی مطلق سے افضل ہے۔اور عنقریب نبوت اور ولایت کے بیان میں اس کتاب میں انشاءاللہ تعالےٰ ایک بحث ہم لکھیں گے۔اور اللہ صواب کی طرف ہدایت کرتا ہے ؛

اٹھتیسواں باب

انجیل کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے انجیل کو عیسےٰ علیہ السلام پر سریانی زبان میں نازل کیا اور سترہ زبانوں میں اُس کی قرأت کی گئی۔اور انجیل کا آغاز اسم اب اور ام اور ابن کے ساتھ ہے جیسے کہ قرآن کی ابتداء بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ ہے۔پس اُن کی قوم نے اس کلام کے ظاہری معنی لیئے۔اور اُنھوں نے یہ گمان کیا۔کہ اب اور ام اور ابن روح اور مریم اور عیسےٰ سے مراد ہے۔پس اسوقت اُنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔اور یہ نہ جانا کہ اب سے اسم

اللہ مراد ہے ۔ اور ام سے کنہ ذات کہ جسکو ماہیت الحقایق کہتے ہیں وہ مراد ہے ۔ اور ابن سے
کتاب یعنی وجود مطلق مراد ہے ۔ کیونکہ وہ ماہیت کنہ کی فرع اور نتیجہ ہے ۔ اسی واسطے اللہ تعالے
فرماتا ہے ۔ وعندہ ام الکتاب ۔ اس سے اشارہ اُس چیز کی طرف ہے ۔ کہ جو مذکور ہو ۔
اور اُس کا بیان اپنی جگہ پر گذر چکا ۔ اور اُسی کی طرف عیسٰے علیہ السلام اپنے اس قول سے اشارہ
کرتے ہیں ۔ کہ اے اللہ میں نے اُن سے سوائے اُس کے جس کا کہ تو نے حکم کیا ہے ۔ اور جس
کی تبلیغ کے واسطے مجھکو مامور کیا ہے ۔ دوسری بات نہیں کہی ہے ۔ اور وہ یہی کلام ہے ۔ پھر
اُنہوں نے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو کہ وہ میرا اور تمہارا دونوں کا رب ہے ۔ یہاں تک کہ اُس سے
یہ بات معلوم ہو گئی ۔ کہ عیسٰے علیہ السلام نے ظاہر انجیل پر ہی ۔ قصر نہ کیا ۔ بلکہ بیان میں اور وضاحت
میں اور زیادتی کی ۔ اور فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو کہ میرا اور تمہارا وہ دونوں کا رب ہے تاکہ اُن کا
یہ وہم دفع ہو جائے ۔ کہ عیسٰے علیہ السلام اور اُن کی ماں اور روح رب ہیں ۔ اور یہ اسواسطے کہا
تھا کہ عیسٰے علیہ السلام خدا کے نزدیک بری ہو جائیں ۔ کیونکہ اُنہوں نے اپنی قوم سے اس امر کو
ظاہر کر دیا تھا ۔ پس اُن کی قوم نے عیسٰے علیہ السلام کے کہنے کو نہ مانا ۔ بلکہ اللہ کے کلام سے جو وہ خود
سمجھے تھے اُس پر عمل کیا ۔ پس عیسٰے علیہ السلام نے جو جواب میں کہا کہ اے اللہ میں نے تیرے
حکم کے خلاف کوئی بات اُن سے نہیں کہی ہے ۔ اُن کا یہ کہنا معذرت کے طور پر تھا ۔ یعنی اُن کی
قوم کہتی تھی کہ اے عیسٰے تم ہماری طرف یہ کلام لیکر بھیجے گئے ہو ۔ جس کا آغاز اب اور ام اور ابن
کے ساتھ ہے ۔ پس اے اللہ جب میں نے اُن کو تیرا کلام پہنچایا تو اُنہوں نے اُس پر عمل کیا جو کچھ
تیرے کلام سے وہ سمجھے ۔ پس تو اُن کو اس امر پر ملامت نہ کر اس لئے کہ وہ اُس میں موافق اُس
چیز کے ہیں ۔ اُنہوں نے تیرے کلام سے جانا اور سمجھا ہے ۔ پس اُن کا شرک عین توحید ہے ۔
کیونکہ اُنہوں نے وہی کیا ۔ جو اخبار الٰہی سے اپنے نفوس میں جانا ۔ پس اُن کی مثال ایسی ہے جیسے
ایک مجتہد نے اجتہاد کیا اور خطا کی ۔ پس اُس کے واسطے اجتہاد کا بدلا ملے گا ۔ پس عیسٰے علیہ السلام
نے اپنی قوم کی طرف سے خدا کو یہ جواب دیکر معذرت کی تھی ۔ کہ جب خدا نے یہ سوال کیا تھا کہ اے
عیسٰے کیا تو نے رومیوں سے یہ کہدیا ہے کہ سوائے خدا کے مجھکو اور میری ماں کو دونوں کو معبود
بناؤ ۔ اور اسی واسطے یہانتک عیسٰے علیہ السلام نے کہا کہ اے اللہ اگر تو اُن کی مغفرت کرے ۔
پس تو عزیز اور حکیم ہے ۔ اور یہ نہ کہا کہ اگر تو اُن کو عذاب دے ۔ تب تو شدید العقاب ہے اور نہ یہ
کہا کہ جو چاہے سو کر ۔ بلکہ مغفرت کا ذکر کیا ۔ اسواسطے کہ خدا سے وہ مغفرت کو چاہتے تھے ۔ کیونکہ وہ

حق سے خارج نہ تھے۔کیونکہ انبیاء علیہم السلام خدا تعالےٰ سے ایسی حالت میں کسی کی مغفرت نہیں چاہتے ہیں کہ جب وہ یہ جانتے ہیں۔کہ یہ شخص مستحق عذاب ہے۔چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ اور اسی طرح سے تمام انبیاء علیہم السلام نے کیا۔پس عیسےٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو مغفرت چاہنا اس وجہ سے تھا کہ وہ اس کے مستحق تھی۔کیونکہ وہ لوگ اپنے نفوس میں حق پر تھے۔اگرچہ وہ حقیقت امر میں باطل پر تھے۔پس اپنے اعتقاد میں اُن کا حق پر ہونا اس بات کا مقتضی تھا کہ اُن کا حال اُن کے اعتقاد کے موافق ہووے۔اگرچہ وہ اپنے باطل پر ہونے کی وجہ سے عذاب دیئے جائیں۔اور اسی واسطے عیسےٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر تو اُن کو عذاب دے تو تو عزیز اور حکیم ہے۔اور بہت اچھا کہا جو اُس کے بعد تھا کہ وہ تیرے بندے ہیں۔یعنی وہ تیری ہی عبادت کرتے تھے اور تیرے دشمن نہیں ہیں۔اور نہ اُن لوگوں سے ہیں جن کا کوئی مولےٰ نہیں ہے۔کیونکہ کافروں کا کوئی مولےٰ نہیں ہے۔اس لئے کہ وہ حقیقت میں حق پر پہنچنے والے تھے۔اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ عیسےٰ اور اُن کی ماں اور رُوح القدس کی حقیقت ہے۔بلکہ وہ ہر چیز کی حقیقت ہے۔اور عیسےٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے کہ وہ تیرے بندے ہیں۔اس کے یہی معنی ہیں۔پس عیسےٰ علیہ السلام نے اس بات کی شہادت دی کہ وہ اللہ کے بندے ہیں۔اور اسی واسطے اللہ تعالےٰ اس کلام کے بعد فرماتا ہے هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اس سے اشارہ عیسےٰ علیہ السلام کی طرف ہے۔کہ اُن کی خواہش کے موافق اُن کی حاجت کو پورا کرو۔یعنی جب وہ لوگ اپنے نفوس میں سچے ہیں۔اور میرے کلام کی تاویل موافق اپنے اعتقاد کے کی ہے۔اگرچہ وہ حقیقت امر کے خلاف ہے۔لیکن اپنے ربّ کے نزدیک وہ نفع پانیوالے ہیں۔نہ غیر کے نزدیک کیونکہ اُن پر ہمارے نزدیک ظاہر امر کے اعتبار سے گمراہی کا حکم ہے۔اور اسی واسطے وہ عذاب دیئے گئے اور جبکہ اُن کا انجام کار خدا کے ساتھ اُن کے اعتقاد کے موافق تھا۔پس اُن کی سچائی نے اس اعتقاد میں خدا کے نزدیک اُن کو نفع پہنچایا۔یہانتک کہ اُن کا حکم رحمت آلٰہی کی طرف رجوع ہوا پس اللہ تعالیٰ نے اُن پر موافق اُس اعتقاد کے جو عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ رکھتے تھے تجلی کی پس اُن کو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اُن کا اعتقاد اس اعتبار سے صحیح تھا۔پس اُن پر اُن کے اعتقاد کی حیثیت سے تجلی ہوا اس لئے کہ خدا تعالےٰ اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہے۔پس انجیل اسماء ذات کی تجلیات سے مراد ہے۔یعنی ذات کی تجلیات اُس کے اسماء میں ہے اور منجملہ تجلیات

مذکورہ کے ایک واحدیت کی تجلی ہے۔ کہ جو عیسےٰ علیہ السلام کی قوم پر عیسےٰ اور مریم اور روح القدس میں ظاہر ہوئی۔ پس اُنہوں نے ہر مظہر میں حق سبحانہ کا مشاہدہ کیا۔ اور وہ لوگ اگرچہ اس تجلی کے اعتبار سے حق کو پہنچنے والے تھے۔ لیکن تب بھی اُنہوں نے خطا کی اور گمراہ ہوگئے لیکن اُن کا خطا کرنا یہ تھا کہ اُنہوں نے اُس میں عیسےٰ اور مریم اور روح القدس کا حصر کیا اور اُن کا گمراہ ہونا یہ تھا۔ کہ اُنہوں نے جسم مطلق اور تشبیہ مقید کو اس واحدیت میں ثابت کیا۔ اور اُس کا حکم اُن کے کہنے کے موافق مقید کرنے کے طور پر نہیں ہے۔ پس یہ محل اُن کی خطا اور ضلالت کا ہے۔ اور انجیل میں سوائے اُس چیز کے کہ جس سے ناموس نہ ہوتے۔ وجود ناسوتی میں قایم ہو دوسری چیز نہیں ہے۔ اور وہ خلق میں خدا کے ظاہر ہونیکا مقتضا ہے لیکن جب نصاریٰ اس طرف گئے ہیں جس طرف کہ اُنہوں نے جسم وغیرہ کو ثابت کیا ہے تو یہ امر اُس چیز کے جو انجیل میں ہے مخالف ہوا۔ تو اب حقیقت میں کسی نے انجیل پر سوائے محمدیوں کے عمل نہیں کیا کیونکہ تمام انجیل قرآن کی ایک آیت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي اور اُس کی روح اُس کی غیر نہیں ہے۔ پس حق اللہ سبحانہ کے آدم علیہ السلام میں ظاہر ہونے کے ساتھ اخبار ہے۔ پھر خدا نے اُس کی تائید اس آیت سے کی۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۔ یعنی تمام عالم میں جس کو آفاق کہتے ہیں۔ اور اُن کے نفوس میں حق ہے۔ پھر اُسکو بیان کیا۔ اور آپ نے اس قول میں کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل کیا تھا۔ اس کی تصریح کی۔ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ط اور اُس کے دوسرے قول میں ہے۔ وَمَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۔ پس قوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر واقعی کیطرف ہدایت پائی۔ اور اسیواسطے حضرت آدم علیہ السلام میں وجود حق کو منحصر نہ کیا کیونکہ آیت نے سوائے آدم علیہ السلام کے دوسرے کی تخصیص نہیں کی۔ لیکن انہوں نے ادب قبول کیا۔ اور یہ معلوم کیا کہ آدم سے نوع انسان کی ہر فرد مراد ہے۔ اور حق سبحانہ کا تمام وجود کے اجزا میں خدا کے حکم کی فرمانبرداری کے طور پر مشاہدہ کیا اور وہ اللہ تعالےٰ کا قول یہ ہے۔ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ط۔ اور اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمان ہیں۔ پس اگر ایسی آیت انجیل میں نازل ہوتی تو عیسےٰ ع کی قوم بلاشک ہدایت پاتی۔ حالانکہ ایسا نہ ہوا۔ کیونکہ جو کتاب خدا نے نازل کی ہے۔ اُس میں یہ بات ضرور ہے کہ بہت آدمی اُس سے گمراہ ہوتے ہیں۔ اور بہت آدمی ہدایت پاتے ہیں جیسا کہ خود اللہ سبحانہ قرآن میں خبر دیتا ہے کہ دیکھو علماے رسوم ان دونوں آیتوں کی

تاویل میں کیسے گمراہ ہوئے ہیں۔ پس وہ لوگ اُن دونوں آیتوں میں اس طرف گئے ہیں۔ جس طرف کہ دوسرے لوگ گئے ہیں۔ اگرچہ وہ لوگ جس طرف گئے ہیں اُس کی کوئی وجہ حق بھی ہے۔ لیکن اُن کے نزدیک یہ بات مضبوط ہے کہ اُس کے کچھ اصول ہیں۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے اور اُس کی معرفت سے بعید ہو گئے ہیں۔ اور اہل حقایق اُن دونوں آیتوں کے معنی کو پہنچنے سے خدا کی معرفت کی طرف ہدایت پا گئے ہیں۔ پس ہدایت کے واسطے یہ لوگ مخصوص ہوئے۔ اور یہ لوگ گمراہ ہوئے۔ جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا ط اور عرب والے اپنے محاورہ میں بولا کرتے ہیں۔ فسقت البیضۃ جب انڈا بگڑ جاتا ہے اور بچہ نکلنے کے قابل نہیں رہتا تب یہ جملہ بولتے ہیں فسقت البیضۃ یعنی خراب ہو گیا انڈا پس یہاں وہ قوم مراد ہے کہ جسکی قوابل اور استعداد ان خدا کی تجلی قبول کرنیسے فاسد ہوگئے۔ اسلئے کہ انہوں نے اپنے نزدیک یہ تصور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خلق میں ظاہر نہیں ہوتا۔ بلکہ اُن کو بالذات ظاہر نہیں ہوتا۔ پھر جب اُنہوں نے ایسی چیز کو جو اِن قواعد کی تائید کرے اور جن قواعد میں کہ ذات آلہیہ کی تنزیہ ہے۔ اُن کی تائید کرے۔ اُس کو پایا اور امور عینیہ کو چھوڑا۔ تب اُنہوں نے اوصاف حکمیہ کو حاصل کیا۔ اور یہ نہ جانا کہ یہ اوصاف حکمیہ بالذات اس امر عینی اور وجود خلقی حقی کے واسطے اپنے کمال پر ہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ بالذات اس کی قرآن مجید میں چند جگہ خبر دیتا ہے۔ فرماتا ہے۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ط اور دوسرا قول ہے۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ط اور تیسرا قول ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ط اور چوتھا قول ہے۔ وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کا کان ہے۔ اور اُس کی آنکھ ہے۔ اور اُس کا ہاتھ ہے اور اُس کی زبان ہے۔ اور سوائے اس کے بہت باتیں اس قسم کی ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں ہے اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے ؎

انتالیسواں باب

اس بات کے بیان میں کہ حق سبحانہ آخر کی تہائی رات میں آسمان دنیا پر ہر رات کو نزول فرماتا ہے۔ اور اس حدیث کا بیان کہ اللہ ثلث اخیر میں نزول کرتا ہے پس کہتا ہے ہل ہل

یہ حدیث اس بات پر اشارۃً دلالت کرتی ہے کہ حق سبحانہ ہر ہر ذرہ میں تمام موجودات کے ذرات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور رات سے مراد خلق کی تاریکی ہے۔ اور آسمان دنیا سے مراد خلق کا وجود ظاہری ہے۔ اور ثلث اخیر سے اُس کی حقیقت مراد ہے۔ اس لئے کہ وجود کی ہر چیز تین قسم پر منقسم ہے۔ ایک قسم ظاہر ہے۔ جس کو ملک کہتے ہیں۔ اور دوسری قسم باطن ہے۔ جسکو ملکوت کہتے ہیں اور تیسری قسم ملکی اور ملکوتی دونوں سے منزّہ ہے۔ پس وہ ایک قسم جبروتی الٰہی ہے۔ جس کو زبان اشارہ سے اس حدیث میں ثلث اخیر کہتے ہیں۔ اور یہ منقسم نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایک چیز میں جب غیر منقسم ہوں اعتبار کیا جائے۔ تو یہ بات ضروری ہے۔ کہ اُس سے ایک ظاہر سمجھا جائے۔ اور وہ اُس کی صورت ہے۔ اور ایک باطن سمجھا جائے۔ اور وہ اُس کی ذات ہے اور اُس کے واسطے ایک حقیقت بھی ہونا چاہئے کہ جس کے ساتھ وہ قائم ہو۔ پس ثلث اخیر سے اشارہ ظاہر ہو گیا۔ پس حق سبحانہ نازل ہوتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ تشبیہ خلقی کی ذات میں مع اپنی تنزیہ کے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس حدیث کے دوسرے اعتبار سے اور دوسرے اشارہ سے ایک اور معنی ہیں کہ جو پہلے اشارہ سے اعلےٰ ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ ثلث اخیر سے صفت الٰہی مراد ہے جو بندہ پر متجلی ہوئے۔ پس ذات کے ظاہر ہونے کی حقیقت اس صفت کے اخیر میں ہوتی ہے نہ شروع میں اور نہ اوسط میں۔ اور یہ امر ذوقی ہے بغیر کشف کے نہیں معلوم ہوتا۔ یعنی ذات کا صفت کے ظہور کے آخر میں ظاہر ہونا۔ اور اُس کی صفات کی کچھ انتہا نہیں ہے۔ اور یہ انتہا ذات کا حکم ہے۔ پس ذات ثلث اخیر میں صفات کی رات سے ظاہر ہو گئی۔ اور یہ جو اُن کا قول ہے کہ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے۔ یعنی اُس کی صفات کی طرف جس کی تعریف اُس کی خلق نے اسماء میں کی ہے۔ اور وہی مخلوقات دنیا ہیں۔ کیونکہ اُنہیں کے واسطے صفات علیا ہیں۔ اور اُنہیں کے واسطے عبودیت ہے۔ پس دنیا دنائت سے مشتق ہے۔ اور اُس کے اسماء سماء دنیا ہیں۔ کہ جس کیساتھ

اُن کی عبودیت قایم ہے۔ پس ان اعتبارات سے یہ بات حاصل ہوئی کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں پر
اُن صفات میں کہ جن کی اُنھوں نے اُن کے متناہی ہونیکے وقت تعریف کی ہے ظاہر ہوتا ہے
یعنی وہ لوگ اس صفت کے پورے طور پر ظاہر ہونے سے پہلے ان صفات کے ساتھ ہیں نہ اُس
کے ساتھ۔ پس جب تو ظہور کے متناہی ہونے میں اُس کو لیگا تو وہ اُس کی ذات کے ساتھ ہیں نہ
صفات کے ساتھ ہیں۔ پس اس کو خوب سمجھ لے۔ اور اس حدیث سے دوسرا اشارہ بھی بطور ایک
بھید کے ہے۔ لیکن وہ کاملین کے حق میں ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تجھکو یہ بات معلوم ہوگئی کہ
رات سے مراد ذات آلہی ہے۔ اور ثلث اخیر سے کمال معرفت جو ذات کے واسطے جائز ہے وہ مراد
ہے۔ کیونکہ خدا کی دو معرفتیں ہیں ایک وہ کہ جس سے اُس کے کمال کا ادراک جائز ہو۔ اور دوسری
معرفت وہ کہ اُس کے کمال کا ادراک نہ جائز ہو۔ اور یہ جو میرا قول ہے کہ معرفت کا کمال جائز ہو۔
ثلث اخیر سے وہی مراد ہے۔ اس لئے کہ ولی کو تین معرفتیں خدا کے واسطے حاصل ہوتی ہیں۔ اُس میں
پہلی معرفت یہ ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا۔ اُس نے اپنے رب کو پہچانا۔ اور اُس کا بیان پہلے ہوچکا
اور دوسری معرفت الوہیت کا پہچاننا ہے اور وہ یہ ہے کہ تو ذات کے جمال کو صفات سے پہچانے
اور یہ معرفت بعد معرفت رب کے ہے۔ جو نفس کی معرفت کے ساتھ مقید ہے۔ اور تیسری معرفت ذوق
آلہی کی ہے۔ کہ جو بندہ کے وجود میں سرایت کرتی ہے۔ پس اُس کے حق میں غیب سے شہادت کی
طرف نازل ہوتی ہے۔ یعنی اُس کے جسم میں ربوبیت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ پس اُس کا ہاتھ قدرت
والا ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی زبان تلوین والی ہو جاتی ہے۔ اور اُس کا پاؤں چلنے لگتا ہے اور اُسکی
آنکھ سے کوئی چیز محجوب نہیں رہتی ہے۔ اور اُس کا کان ہر وجود میں کلام کرنے والے کی طرف لگا
رہتا ہے۔ اور اسی معنی کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے
کہ اللہ فرماتا ہے۔ یہانتک کہ میں اُس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اُس کی آنکھ
ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے جو حدیث کے آخر تک یہی مضمون ہے۔ پس حق سبحانہ اُس کا
ظاہر ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہ باطن ہے۔ پس اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ خدا کے نازل ہونے سے
مراد اُس کے آثار اور اُس کے صفات کا ظاہر ہونا ہے۔ جو ربوبیت کے مقتضیات سے ہیں۔ اور
آسمان دنیا سے ولی کا جسم ظاہری مراد ہے۔ اور ثلث اخیر سے معرفت ذوقیہ آلہیہ جو بندہ کی وجود میں سرایت
کرنیوالی ہے اور اُس کا حق پر پہنچنا صحیح ہے۔ اور اُس کا سحق تمام ہو جانا ہی مراد ہے۔ پس اُس کا حق ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اُس کے
قول سے کہ جو اُس نے یہ کہا ہے کہ ہر رات میں اس سے یہ مراد ہے کہ ہر ولی اللہ میں ظہور ذاتی ہوتا ہے اس کو سمجھ

لے - اور عبارت کو حدیث میں جس چیز کی طرف کہ ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اُس کے مفہوم ظاہری سے خارج نہ کر۔ بلکہ جس چیز کی ہم نے تجھکو خبر دی ہے اُس کی تحقیق کر اور حدیث کے ظاہر معنی کو بھی نہ چھوڑ اس لیئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام غیر متناہی اسرار کو حاوی ہے اور اُن کے کلام کے واسطے ایک ظاہر ہے۔ اور ایک باطن ہے اور ہر باطن کے واسطے ایک ظاہر ہے اور ہر ظاہر کے واسطے ایک باطن ہے۔ اسی طرح سات بطون تک ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرآن کے سات بطون ہیں اور آنحضرت ؐ کا کلام خدا کے کلام کی ایک شاخ ہے اس لئے کہ آپ کی یہ شان ہے کہ لَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ مشرف ہیں اور معظم ہیں اور ممجد ہیں اور مکرم ہیں ؏

چالیسواں باب

فاتحۃ الکتاب کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ فاتحۃ الکتاب سبع المثانی ہے اور وہ سات صفات نفسیہ ہیں۔ یعنی حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت اور سمع اور بصر اور کلام اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ نے فاتحہ کو اپنے اور بندہ کے درمیان میں تقسیم کیا ہے۔ اس سے اشارہ اس طرف ہے کہ کہ وجود خلق اور حق کی طرف منقسم ہے۔ پس انسان کہ جس کو خلق کہتے ہیں۔ باعتبار اپنے ظاہر کے ہے۔ اور باعتبار باطن کے حق ہے۔ پس وجود کی دو قسمیں ہیں۔ ایک باطن اور ایک ظاہر پس دیکھو صفات نفسیہ بالذات محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صفات ہیں۔ جیسے کہ حق سبحانہ کے لئے بولا جاتا ہے کہ وہ حی ہے اور عالم ہے۔ ایسے ہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ حی ہیں اور عالم ہیں اور باقی صفات بھی اسی طرح سے ہیں۔ پس حق اور عبد کے درمیان میں فاتحہ منقسم ہے ؏

پس فاتحہ بالذات اس ہیکل انسانی کی طرف اشارہ ہے۔ جس سے کہ اللہ تعالے نے وجود کے قفلوں کو کھولدیا ہے۔ اور اُس کا عبد اور رَبّ کے درمیان میں تقسیم ہونے سے اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ انسان اگرچہ مخلوق ہے۔ لیکن اُس کی حقیقت حق ہے۔ جیسے کہ وہ تمام اوصاف عبودیت کے واسطے حاوی ہے ایسے ہی تمام اوصاف ربوبیت کے واسطے حاوی ہے -

کیونکہ اُس کی حقیقت اللہ ہے۔ اور اُس سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اور یہاں سوائے اُن کے کوئی نہیں ہے۔ دونوں مرتبوں میں وہی معتبر ہیں اور دونوں مملکتوں میں وہی موجود ہیں پس وہی حق ہیں اور وہی خلق ہیں۔ دیکھو سورہ فاتحہ کی طرف کہ اللہ تعالےٰ نے اُس کی تقسیم اپنی ثنا اور بندہ کی دعا کے درمیان میں کیسے کی ہے۔ پس بندہ درمیان کمالات آلہیہ حکمیہ غیبیہ اور وجودیہ اور درمیان نقایص خلقیہ غیبیہ اور شہودیہ کے کیسے منقسم ہے۔ پس وہی فاتحۃ الکتاب ہے اور وہی سبع المثانی ہے۔ اور اس سورت میں ایسے اسرار ہیں کہ یہ اوراق اُن کے لکھنے کی گنجایش نہیں رکھتے۔ بلکہ اُس قسم سے ہیں کہ ہم اُن کے ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور ہم کو یہ بات ضرور ہے کہ ظاہر اس سورت پر بطریق تعبیر کے ہم کچھ کلام لکھیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے برکت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط پس ہم نے بسم اللہ کے واسطے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ جو شخص بسم اللہ کی شرح کا شایق وہ اُس کو دیکھے۔ اور اس کتاب میں بھی ہم بطور اشارہ کے تھوڑا سا اُس کا بیان لکھتے ہیں ٭

چنانچہ مجملاً علماء عربیہ یوں فرماتے ہیں۔ کہ بسم اللہ میں ب استعانت کے واسطے ہے یعنی اس کے یہ معنی ہیں کہ میں خدا کی مدد سے ایسا کرتا ہوں۔ اور یہاں فعل جو ذکر نہیں کیا یہ اس واسطے ہے کہ ہر شے کو عام ہو جائے۔ اور فعل کا مقدر لانا اشارہ کی زبان سے بسم اللہ میں یہ ہے کہ اللہ کو پہچانتا ہے۔ اور اُس کے پہچاننے کا کوئی طریقہ سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ اس اسم کی تجلی کے بعد تجھکو اُس کی معرفت حاصل ہو۔ اس لئے کہ وہ کمالات کے واسطے آئینہ بنایا گیا ہے جس میں تو اپنے مُنہ کو دیکھے۔ پس اپنے مُنہ کے دیکھنے کا کوئی طریقہ سوائے آئینہ کے نہیں ہے۔ پس اس امر کو جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا خوب سمجھ لے۔ کیونکہ تیرا آئینہ دریائے حقیقت کی کشتی ہے۔ پس خدا کے نام کی مدد سے اُس کو جاری کر اور اُس کو قایم رکھ۔ اور غیر کے نام کی مدد سے یہ کشتی جاری اور ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔ پس جب قلب کا ملاح اسم کی کشتی پر توحید کے دریا میں سوار ہوا اور رحمانیت کی ہوا چلی تاکہ نفس رحمٰن کو یمن کی جانب سے پائے۔ یعنی نفس رحیم کے اسم کی رحمت سے ذات کے کنارے تک پہنچ جائے۔ پس اُس کے اسماء اور صفات متنزہ ہو گئے۔ اور فاتحۃ الوجود کھل گیا۔ اور عابد عین معبود ثابت ہو گیا۔ پس اُس نے الحمد للہ کہا اور اللہ کی تعریف موافق اُس کے جس کا وہ مستحق ہے کی۔ اور اللہ نے اپنی ثنا عین ظہور کیوقت

اور عین تجلی کے وقت کی اور الف اور لام دونوں اگر شمول کے واسطے ہیں جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ سب تعریفیں اللہ کے واسطے ہیں۔ تو اُس سے تمام صفات حقیت اور خلقیت کیساتھ تعریف کی گئی ہیں مراد ہیں۔ پس اُس کا اپنے نفس کی تعریف کرنا مراتب الٰہیہ اور مراتب خلقیہ میں ظاہر ہونے کے ساتھ ہے۔ جیساکہ واقع میں اُس پر وجود ہے۔ اور اہل سنت کا مذہب الحمد کے الف لام میں یہی ہے کہ وہ شمول کے واسطے ہے اور اس کا بیان پہلے گذرچکا ہے۔ اور بعض علماے سنت اور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ الحمد میں الف لام عہد کے واسطے ہے۔ اور اُس کے یہ معنی ہیں کہ جو حمد اللہ کو لایق ہے وہ اُس کے واسطے ہے تو اس اعتبار سے حمد میں اشارہ اُس کی تعریف کی تعریف بالذات کیطرف ہے۔ جیساکہ مکانت الٰہیہ اُس کی مستحق ہے۔ پس حمد کا مقام سب مقامات سے اعلےٰ ہے اسیواسطے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا سوا سواے الحمد کہلاتا ہے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ نے جیسے کہ مکانت الٰہیہ مستحق ہے۔ اپنی ذات کی تعریف کی ہے۔ اور وہ مراتب حقیہ اور مراتب خلقیہ ہیں۔ جیساکہ اُس پر وجود ہے ظاہر ہوا ہے۔ اور اسم اللہ حمد کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس واسطے کہ الوہیت تمام معانی اور مراتب وجود کو شامل ہے۔ اور اسم اللہ ہر حقدار کو حقایق وجود سے اُس کا حق عطا کرنیوالا ہے اور یہ معنی اس اسم کے غیر میں نہیں ہیں۔ اور اُس کا بیان باب الوہیت میں گذرچکا ہے۔ پس یہ اسم حمد کے ساتھ مخصوص ہوگیا پھر اسم اللہ کی نعت جس کو ہم نے یہ کہا ہے کہ وہ انسان کی حقیقت ہے اس طرح پر ہے کہ وہ رب العالمین ہے یعنی تمام عالموں کا مالک اور پیدا کرنیوالا ہے۔ اور اُن کا مظہر ہے۔ پس تمام عوالم الٰہیہ اور عوالم عبدیہ میں سواے اُس کے کوئی نہیں ہے اور وہی ظاہر ہے۔ اور وہی باطن ہے۔ اور رحمٰن الرحیم سے وہی مراد ہے۔ اور رحمٰن ورحیم کے آغاز کتاب میں بیان ہوچکے ہیں۔

پس اب جاننا چاہئے کہ رحیم رحمٰن سے زیادہ خاص ہے۔ اور رحمٰن اُس سے عام ہے پس وہ رحمت جو ہر شے کو محیط ہے وہ اُس کے اسم رحمٰن کا فیض ہے۔ اور وہ رحمت جو متقین اور زکوٰۃ دینے والوں کے لئے لکھی ہوئی ہے۔ وہ اُس کے اسم رحیم کا فیض ہے۔ اور اصل اس میں یہ ہے کہ اسم رحمٰن کی رحمت میں ایک قسم کی نقمت ہے۔ جیسے لڑکے کو مار کر ادب سکھانا اُس کے حق میں رحمت ہے۔ اور جیسے بیمار کو بدمزہ دوا پلانا اُس کے حق میں رحمت ہے۔ اگرچہ یہ دونوں دونوں کے حق میں رحمت ہیں۔ لیکن ایک قسم کے عذاب کا شائبہ ضرور ہے۔ اور رحمٰن ہر رحمت کو عام ہے خواہ کیسے ہی وہ رحمت ہو۔ خواہ اُس میں شائبہ زحمت کا ہو یا نہ ہو۔ برخلاف اسم رحیم کے کہ وہ محض اُس رحمت کے ہی ساتھ مخصوص ہے۔ کہ جس میں زحمت کا شائبہ نہ ہو۔ اور اسی واسطے اُس کے

اسم رحیم کا ظاہر ہونا آخرت میں زیادہ سخت ہوگا۔ کیونکہ جنت کی نعمتوں کو زحمت کی کدورت نہیں ملے گی۔ پس وہ محض اسم رحیم کی برکت سے ہے۔ دیکھو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی امت کو آگ سے داغ دینے کو مکروہ سمجھا۔ تو فرمایا کہ میری امت کی شفا تین چیزوں میں ہے۔ ایک قرآن مجید کی آیت میں۔ دوسری شہد کے چاٹنے میں۔ تیسری آگ سے داغ دینے میں مگر میں اپنی امت کو آگ سے داغ ناپسند نہیں کرتا ہوں۔ تو اللہ نے اُن کا نام رحیم کیسے رکھا۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا۔ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ کیونکہ اُن کی رحمت کو کسی قسم کی زحمت نہیں ملی ہے۔ اور وہ رحمۃ للعالمین ہیں۔

پھر حقیقت محمدیہ کا جو عین ذات ہے۔ تمام افراد انسان کی پہلے اس طرح تعریف کی کہ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ یعنی مالک اور حاکم قوت والے کو کہتے ہیں۔ اور یوم کے معنی تجلی الٰہی کے ہیں۔ اور لفظ دین روایت سے مشتق ہے۔ پس یوم الدین کے معنی تجلی ربانی کے ہیں۔ کہ تمام موجودات جس کے واسطے ہے۔ پس اُس میں جس طرح وہ چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اور وہ اُس کا مالک ہے۔ اور مالک یوم الدین کا جو لفظ وارد ہوا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ عالم باطنی کا صاحب ہے۔ جس عالم کو عالم قیامت اور ساعت کہتے ہیں۔ اور یہ محسوسات کی صورت اور موجودات کی روحانیت کا محل ہے۔ پس اسکو خوب سمجھ لے۔ پھر اپنے نفس کو بالذات مخاطب کیا۔ اور کہا اِیَّاكَ نَعْبُدُ۔ یعنی سوائے تیرے کوئی نہیں ہے۔ ایک شاعر اپنے نفس کی طرف مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ کہ تیرا اطحاب دل ہے دل معشوقوں کا ہے کہ خوش ہوتا ہے۔ (طحاب ایک موقع کا نام ہے) اور اس معنی کا نام التفات ہے۔ کیونکہ وہ متکلم ہونے سے مخاطب ہونے کی طرف متصل ہوا اسی کو صنعت التفات کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے کہنے کا یہ موقع ہے کہ تیرا الطحاب قلب ہے۔ پس اُس نے کہا کہ تیرا الطحاب اپنے نفس کو مخاطب کے قائم مقام کیا۔ پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ اپنے نفس کو مخاطب کیا یعنی وہ بالذات مخلوقات کے مظاہر کا عابد ہے۔ اس لئے کہ حقیقت میں وہی اُن کا فاعل ہے اور وہی اُن کا محرک ہے۔ اور وہی اُن کا مسکن ہے۔ پس اُن کی عبادت اُس کے واسطے اُس کی عبادت اپنے نفس کے واسطے ہے۔ اور اس لئے کہ اُس کا اُن کو پیدا کرنا اپنے اوصاف اور اسماء کے حق کو عطا کرتا ہے۔ پس اُسی نے اپنے نفس کی اُن کے ساتھ عبادت کی۔ پس ہم نے

تجھکو اپنے واجتوں میں شہود کے ہونے سے آگاہ کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ط اُس سے مراد خلق اور حق ہے۔ پس اُس نے اپنے نفس کو مخاطب کیا کلام حق کے ساتھ۔ اور وہ خلق کے کان سے سنتا ہے۔ اور اپنے نفس کی طرف خلق کے کلام سے خطاب کرتا ہے اور حق کے کان سے اُس کو سنتا ہے۔ اور جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ وہ بالذات اُن کا عابد ہے۔ تو ہم کو اُس کے شہود پر اطلاع ہو گئے۔ پس اُس نے کہا وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ تا کہ ہم حول اور قوۃ اور قدرت سے بری ہو جائیں۔ اور یہ سب امور حق سبحانہ کی طرف مصروف ہوں۔ اور ہم اس کا اپنے نفوس میں لحاظ کریں۔ اور اُس سے غافل نہ ہوں تاکہ ہم اس امر سے اُس کی واحدیت کی معرفت کی طرف ترقی کریں۔ اور اُس کی تجلیات کو دیکھیں۔ اور اُس سے سعادت حاصل کریں۔ اور ان دونوں کلمات کے واسطے ایسے معانی ہیں۔ جن کی شرح ان اوراق میں نہیں آسکتی ہے۔ پس ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا مقصود اس کتاب کو مختصر کرنا ہے نہ طویل کرنا پھر اُس نے خلق کی زبان سے کہا۔ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ کیونکہ نصف اول بسم اللہ الرحمن الرحیم سے مالک یوم الدین تک ہے۔ اور یہ کل امور حق کی زبان سے اپنے نفس کے واسطے اخبار ہیں۔ اور نصف ثانی خلق کی زبان سے حق کے واسطے مخاطب ہے پس صراط مستقیم طریق مشہد احدی کو کہتے ہیں۔ جس پر اللہ نے اپنے نفس کے واسطے تجلی کی ہے۔ اور اُسی کی طرف اُس کے اس قول سے اشارہ ہے۔ یعنی صراط اللہ یعنی اُس کا طریقہ تجلی کے ظاہر ہونے کی طرف یہی ہے۔ پھر اس مقام والوں کی صفت بیان کی ہے۔ یعنی اُس مشہد احدی والے بعد اس امر کے کہ وہ خدا کے راستہ پر جمع ہو جائیں۔ تفرقہ کی زبان سے کہا۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ۔ یعنی تیرے وجود اور تیرے شہود سے میں نے اُن پر تجلی کی ہے مع قرب الٰہی کی نعمتوں کے اور غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ۔ اور وہ اہل بعد ہیں کہ جن پر اُس نے اپنے اسم منتقم کے ساتھ تجلی کی ہے وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ط اور وہ لوگ وہ ہیں کہ خدا کی ہدایت میں گم ہو گئے۔ اور انہوں نے اُس کو نہ پایا۔ لیکن وہ مغضوب نہیں ہیں۔ بلکہ خدا اُن سے راضی ہے بلکہ اُن کو اپنے قریب رہنے کو جگہ دی ہے۔ اور وہ لوگ سوال کئے جائیں گے۔ اور ان سے خدا کہے گا کہ اے میرے بندو تم نے میری تمنا کی ہے۔ پس وہ لوگ جواب دینگے کہ اے اللہ ہم تیری رضا مندی کی تمنا کرتے تھے۔ تو اللہ اُن سے کہے گا کہ میں تم سے راضی ہوں اور اپنے قریب رہنے کی تم کو جگہ دی ہے۔ پس اب تمہاری کیا تمنا ہے تو وہ سوائے اُس کی رضامندی

سکے اور کچھ تمنا نہ کرینگے ۔ کیونکہ وہ اُس کو نہیں پہچانتے ہیں ۔ اگر وہ اُس کو پہچانتے تو اُس کی تمنا کرتے ۔ پس وہ لوگ انواع و اقسام کی نعمتوں سے جنت کے باغوں میں منعم ہونگے ۔ اور جن پر کہ خدا نے اپنی تجلی نہیں کی ہے ۔ وہ رحمن سے گمراہ ہیں ۔ بلکہ جنان کی لذتوں سے نعمت پانیوالے ہیں ۔ اس کو سمجھ لے اور اللہ کہتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے ؛

اکتالیسواں باب

طور اور کتاب مسطور فی رق منشور و البیت المعمور وسقف المرفوع والبحر المسجور کے بیان میں

پس اب جاننا چاہیئے کہ اللہ ہم کو اور تجھ کو توفیق دے کہ یہ باب اس کتاب کے تمام ابواب میں عمدہ ہے ۔ پس تجھکو چاہیئے کہ مع حضور قلب کے اُس میں غور کر ۔ اور جو امر کہ تجھ سے کہا جاتا ہے اُس میں تامل کر اور ظاہر لفظ پر اکتفا نہ کر بلکہ اُس کے سوا جو کچھ ہم نے تجھکو اشارات اور عبارات بتلائی ہیں اُن کو طلب کر ؛

پس اب جاننا چاہیئے کہ یہ سب معانی مذکورہ جو طور وغیرہ میں ذکر کیئے گئے ہیں ۔ اگرچہ انکا اعتبار اہل شرایع کے قول میں ظواہر پر ہے ۔ لیکن حقیقت امر میں تو ہی مراد ہے ۔ پس تیری ایئت ان سب عبارات کو حاوی ہے ۔ اور ان معانی کا تعدد تیری ایئت کے اعتبارات کے تعدد کے واسطے ہے ۔ پس ان سب معانی کا اعتبار تو اپنی ذات میں کر لے ان اسماء کے ساتھ تو مسمی ہے اور ان صفات کے ساتھ تو ہی موصوف ہے ؛

اب جاننا چاہیئے کہ طور سے تیرا نفس مراد ہے ۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ ۔ یعنی جانب نفس ۔ پس اس سے معلوم ہوگیا کہ یہاں طور اور چیز ہے اور ایمن اور چیز ہے ۔ اور وہ ایک پہاڑ کا نام ہے ۔ جس پر موسیٰ علیہ السلام کو تجلی ہوئی تھی جیسے کہ اہل اللہ کو گڑھوں اور پہاڑوں اور جنگلوں میں تجلی ہوتی ہے ۔ پس جو تجلی کہ یہاں موسیٰ علیہ السلام پر ہوئی تھی ۔ وہ اُن کی ذات کی حیثیت سے تھی ۔ اُس پہاڑ کی حیثیت سے نہ تھی ۔ لیکن وہ پہاڑ محض موسےٰ علیہ السلام کی عبادت کا محل تھا ۔ اور پہاڑ کا ریزہ ریزہ ہوجانا

اس سے یہ مراد ہے کہ اُنھوں نے اپنے نفس کو ذات الٰہی میں فنا کر دیا تھا۔ اور اُن کا بیہوش ہونا اس سے محق اور سحق مراد ہے۔ پس موسےٰ علیہ السلام معدوم ہو گئے۔ اور عبد ایسا ہو گیا۔ گویا کہ اُس کا وجود تھا ہی نہیں۔ اور حق ہمیشہ رہا۔ پس موسےٰ علیہ السلام نے اپنے رَبّ کو نہ دیکھا۔ لیکن اللہ نے اللہ کو دیکھا۔ اور یہاں کوئی چیز سوائے اس کے کہ لفظ موسےٰ کے ساتھ تعبیر کیجاتے نہیں ہے۔ اور اسی معنی کی طرف حق سبحانہ وتعالےٰ اپنے اس قول میں اشارہ کرتا ہے۔ لَنْ تَرَانِیْ یعنی اے موسےٰ تو جب موجود تھا تو میں تجھ سے مفقود تھا۔ اور جب تو نے مجھ کو پا لیا تو تُو مفقود ہو گیا۔ اور حادث کو یہ ممکن نہیں ہے کہ قدیم کے ظاہر ہونے کے وقت ثابت نہیں رہ سکتا۔ اور اسی معنی کی طرف حضرت جنیدؒ نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ جب حادث قدیم کے ساتھ ملتا ہے تو اُس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ اور حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ اگر مَیں غائب ہو جاتا ہوں تو اُس کو پا لیتا ہوں۔ اور اگر میں ظاہر ہو جاتا ہوں تو وہ مجھ سے غائب ہو جاتا ہے۔ اور اسی امر کی طرف موسےٰ علیہ السلام نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ اے موسےٰ اپنے نفس کو جدا کر۔ اور میری طرف آؤ جب موسےٰ علیہ السلام نے اپنی مناجات میں یہ کہا تھا کہ اے اللہ مَیں تیری طرف کس طرح سے پہنچوں۔ تو اُس کے جواب میں یہ کہا گیا تھا کہ اپنے نفس سے مفارقت کر کر میری طرف کو آؤ۔ پس یہ بات جب تجھ کو معلوم ہو گئی کہ طور تیرے نفس کا باطن ہے۔ جس کو حقیقت الٰہیہ کے ساتھ انسان میں تعبیر کرتے ہیں۔ کیونکہ اُس کی خلقت مجازے ہے۔ دیکھو حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف جس میں آپ نے فرمایا ہے۔ کہ میں رحمٰن کی ذات کو یمن کی جانب سے دیکھتا ہوں اور پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ طور ایمن نفس کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ طور جو ایمن کا غیر ہے۔ وہ ایک پہاڑ ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ایمن کے ہی ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ اور اس بات پر آگاہ کر دیا ہے۔ کہ رحمٰن کی ذات اپنے نفس میں پائی جاتی ہے۔ اور رحمٰن کی ذات اُس کا اسماء اور صفات میں ظاہر ہونا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ یعنی جب ظاہر ہو جائے ۔

پس اب جاننا چاہیئے کہ کتاب مسطور مع اپنی تفاریع اور اقسام اور اعتبارات عقیہ اور خلقیہ کے وجود مطلق ہے۔ اور وہ مسطور ہے۔ یعنی موجود اور مشہود ہے

ملکوت میں اور ملکوت سے مراد لوح محفوظ ہے۔ اور اُس کی مثال ملک میں مقابہ انسانیہ میں ہے۔ جس کی رق منشور کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے۔ پس روح انسانی کی قابلیت کی تشبیح رق کے ساتھ یہ ہے کہ تمام اشیاء کا وجود اُس میں انطباع اصلی اور فطری کے ساتھ ہے۔ اور تمام موجودات کا وجود اُس میں اس حیثیت سے ہے۔ کہ کوئی چیز اُس میں مفقود نہیں ہے۔ اور اُس کی لفظ منشور کے ساتھ تعبیر کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ کتاب جب منشور ہوتی ہے تو اُس میں کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہتی کہ جو نہ پہچان لی گئی ہو۔ اور رق منشور لوح محفوظ ہے۔ اور اُسکی مثال روح انسان ہے۔ اس اعتبار سے کہ وہ اُس کو قبول کرتی ہے۔ اور اُس میں تمام موجودات منطبع ہو جاتی ہیں اور یہ لوح کی ذات ہے۔ اور اُن دونوں میں کچھ تغائر نہیں ہے۔ لیکن بیت معمور وہ جگہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نفس کے واسطے اُسکو خاص کیا ہے۔ پس اُس کو زمین سے آسمان کی طرف اٹھا لیا ہے۔ اور ملائکہ سے اُسکو آباد کیا ہے۔ اور اُس کی مثال انسان کا قلب ہے کہ وہ حق سبحانہٗ کا محل ہے۔ اور وہ آباد کرنے والے سے خالی نہیں رہتا ہے۔ یا روح الٰہی قدسی اُس میں رہتی ہے یا ملکی یا شیطانی یا نفسانی۔ اور وہ روح حیوانی ہے۔ پس ہمیشہ وہ رہنے والوں سے آباد رہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ۔ یعنی جو شخص اُس میں رہتا ہے۔ پس عمارت رہنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اور سقف مرفوع مکانت علیا آلہیہ کو کہتے ہیں جو اس قلب میں موجود ہے۔ کیونکہ جب قلب کو بیت معمور کے ساتھ تشبیہ دی گئی تو حقیقت آلہی کو اُس کی سقف مرفوع قرار دیا۔ اور چھت بیت کا یعنی گھر کا ایک جزو ہوا کرتی ہے۔ پس بیت معمور کی چھت الوہیت ہے اور بیت قلب ہے۔ اور جیسے کہ چھت بیت کا ایک جزو ہے۔ ایسے ہی قلب جس کو اللہ نے وسیع کیا ہے۔ اُس کا ایک رُتبہ یعنی خلاصہ اور جُزو ہے۔ اس واسطے کہ واسع کل ہے اور موسوع جزو ہے۔ اور یہ توسع کی زبان سے ہے۔ کہ جس پر اس امر کی حقیقت ہے۔ لیکن حق کا حکم اور اُس کا وصف یہ ہے کہ وہ سب چیزوں میں سما جائے۔ اور اُس میں کسی چیز کی گنجائش نہ ہو۔ اور اُس میں کل اور جزو کہنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنی ذات مقدس کے اعتبار سے ان سب امور سے منزّہ ہے۔ پس اب اُس چیز کو معلوم کر

کہ جو بحیثیت وجود عینی کے خدا کے واسطے ہے۔ اور اُس چیز کو معلوم کر کہ جس کے واسطے بحیثیت وجود حکمی کے خدا ہے۔ اور اُس شخص کو کہ جو وہ ہے۔ پہچان اور اس شخص کو کہ جو تو ہے۔ اور جس کی وجہ سے وہ تو ہے۔ اور جس کی وجہ سے تو اُس کا غیر ہے۔ اور جس کی وجہ سے وہ تیرے نقایص سے منزہ ہے ان سب امور کو پہچان ٭

پس اب جاننا چاہیئے کہ جو نسبت تیرے اور اُس کے درمیان ہے۔ وہ کہاں سے صحیح ہوئی۔ کہ جو تجھکو حاصل ہوگئی اور کہاں سے تیرے اور اُس کے درمیان سے منقطع ہوگئی۔ جو تو مفقود ہوگیا اور اس بات میں غور کر کہ یہ عبارات جن میں اسرار آلٰہی کے مضمون تصریحاً اور اشارتاً بھرے ہوتے ہیں۔ لیکن بحر مسجور وہ علم مصئون اور سر مکنون ہے۔ کہ جو کاف و نون کے درمیان میں ہے۔ پس یہ اشارہ کی زبان سے اُس کی تعبیر بیان کی گئی۔ لیکن ظاہر میں یوں کہا جاتا ہے۔ کہ وہ عرش کے نیچے ایک دریا ہے جس میں جبرئیل علیہ السلام ہر روز داخل ہوتے ہیں۔ اور جب اُس سے نکلتے ہیں تو اپنے بازو کو جھاڑتے ہیں۔ پس اُس سے ستر ہزار قطرے ٹپکتے ہیں۔ پس اللہ تعالےٰ ہر قطرہ سے اُس کے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ جو علم آلٰہی کا حاصل ہوتا ہے۔ پس یہ ملائکہ ہر روز بیت معمور میں ایک دروازہ سے داخل ہوتے ہیں۔ اور دوسرے دروازہ سے نکلتے ہیں۔ اور پھر اُس میں قیامت تک وہ نہیں لوٹیں گے۔ پس اس امر کو جس کی طرف ہم نے تصریحاً اشارہ کیا ہے۔ خوب سمجھ لے۔ اور جس امر کی طرف کہ ہم نے تجھکو تلویح کے طور پر رمز کیا ہے۔ اُس کو معلوم کر لے اور دیکھ کہ یہ دریا تیرے واسطے کیوں جاری کیا گیا ہے اور یہ نہر کیوں روکی گئی۔ آیا وہ اس وجہ سے ہے کہ تیری عقل اُس کے ادراک سے قاصر ہے۔ یا غیرت آلٰہیہ نے اُس کو جدا ہونے سے روک لیا ہے۔ پس رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میں اُس کے چھپانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ مجھکو شب اسریٰ میں تین علم دیئے گئے۔ پس ہر ہر علم کی تفصیل بیان کی۔ اور ایک علم کی نسبت فرمایا کہ اُس کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا گیا ہے۔ پس یہ سب امور جن کو ہم نے اس مسطور میں ظاہر کر دیا ہے۔ وہ اس بحر مسجور کے جھاگ ہیں۔ نہ وہ موتی ہیں ہیں۔ جو دریاؤں میں سے نکلتے ہیں۔ ہم نے اُس میں سے کسی چیز کو نہیں چھپایا ہے بعضی چیزوں کو عبارت میں رمز کے طور پر لکھا ہے اور بعضی چیزوں کو اشارہ میں چھپانا سکے

کے طور پر لکھا ہے - اور بعض چیزوں کو تصریح کے طور پر غیر کی طرف نسبت کر کے ضرب المثل بیان کیا ہے اور اُس سے وہی مراد ہے - کیونکہ وہ اُس کی خبر کو حاوی ہے - اور یہ ایسی کتاب ہے کہ زمانہ میں اس کی مثل کسی نے آجتک نہیں لکھی ہے - اور کسی وقت میں اس کی شکل پر متشکل ہونے کے واسطے کسی نے جوانمردی نہ کی - پس اس کو خوب سمجھ لے اور اس میں غور کر - پس سعید ابن السعید وہ شخص ہے جس نے اس کو پڑھایا - اس کو حاصل کیا اور اللہ تعالے الحق کہتا ہے - اور وہی سیدھے راستہ کیطرف ہدایت کرتا ہے ؀

پہلا حصہ تمام شد



فہرست کتب

نجوم الفرقان — جس میں قرآن شریف کے کل الفاظ اپنے ماخذوں کے تحت میں بقید حوالہ درج ہیں تاکہ اگر کسی آیت کو تلاش کرنا چاہیں اور اُس کا ایک ہی لفظ یاد ہو تو آسانی قرآن شریف میں سے مل سکے - یا اگر کسی مضمون کے متعلق کل آیات جمع کرنی ہوں تو چند منٹوں میں جمع ہو جاویں جیبی تقطیع قریباً سات سو صفحہ - کپڑے کی جلد - سنہری نام - قیمت - - للعہ

نجوم الفرقان کبیر — یہ ایک ایسی کتاب ہے جو آجتک کبھی شائع نہیں ہوئی اور نہ اس سے بہتر ہونی ممکن ہے - کیونکہ اس میں نہ صرف نجوم الفرقان صغیر کی طرح قرآن شریف کے ہر ایک لفظ کا بقید سورہ نمبر و آیت حوالہ دیا گیا ہے بلکہ اُس کے ہمراہ ہر ایک سورۃ کے نام اور رکوع کا حوالہ بھی دیدیا گیا ہے تاکہ قرآن شریف کے ہر ایک نسخہ کے ہمراہ اس کا استعمال کرنا آسان ہو مگر سب سے بڑھکر اس میں یہ سہولت ہے کہ ہر ایک آیت جس میں وہ لفظ آیا ہے اُس آیت کا اتنا ٹکڑہ بھی دیدیا گیا ہے تاکہ آیت مطلوبہ کے دریافت کرنے میں کسی قسم کی دقت نہ ہو - اور بغرض تکمیل استفادہ اسکے ہمراہ لغات القرآن بھی لگائی گئی ہے - مجلد قیمت دس روپیہ - (زیر طبع) - دعـہ

تفسیر اتقان — تفسیر اتقان کا اردو ترجمہ - خاتمہ المحدثین جناب مولانا جلال الدین سیوطی رحنے علوم قرآن کے متعلق ایک نہایت جامع اور مبسوط کتاب لکھی ہے جس کا نام اتقان فی علوم القرآن ہے - اس کتاب میں قرآن مجید کے جملہ علوم اور ہر علم کے انواع و اقسام مثلاً عام خاص مجمل مبین محکم متشابہ ظاہر نص وغیرہ قرآن مجید کے نزول کی کیفیت - اسباب نزول کونسی آیت کس وقت اور کس جگہ نازل ہوئی کونسی صورت سب سے پہلے نازل ہوئی اور کونسی سب سے بعد - قرآن مجید کس طرح جمع کیا گیا - اس میں کیا کیا اعجاز ہیں - قرآن مجید سے مسائل نکالنے کے کیا طریق ہیں - غرض قرآن مجید کے متعلق جملہ امور کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے - یہ کتاب دو حصوں پر منقسم ہے - قیمت ہر ایک حصہ للعہ ہر دو حصہ کے خریدار کو سے میں ملیگی ؂

شرح فصوص الحکم عربی از مولانا عبدالرحمن جامی — اہل تصوف کے نزدیک جو رتبہ امام اکبر حضرت محی الدین ابن عربی کی فصوص الحکم کو حاصل ہے مشکل سے کسی کتاب کو حاصل ہوا ہوگا - یہ کتاب حقائق و معارف سے معمور ہے اور اگر اسے علوم خفیہ کا خلاصہ کہیں تو بجا ہے اسی لئے اس کتاب پر بیشمار شرحیں عربی و فارسی میں لکھی گئی ہیں اور ہر ایک عالم نے اس پر طبع آزمائی کی ہے - بڑی تقطیع کے عمدہ ولایتی کاغذ پر چھپی ہے - مجلد معہ سنہری نام قیمت - - - للعہ

رُوحِ لیلیٰ } یہ کتاب بھی ماری کوریلی کی تصنیف ہے اور اس میں ایک دوسرے روحانی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک شخص ایک مردہ لڑکی کے رُوح کو اُس کی وفات کے وقت ایسا محبوس کر لیتا ہے کہ وہ جسم کے ساتھ وابستہ رہتی ہے۔ اور وقتاً فوقتاً اُس کو زندہ کرکے اُس کے ذریعہ سے بہت سے کام نکالتا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی عجیب قصہ ہے مگر ہمارے مشرقی قصہ کہانیوں کی طرح اس میں صرف عجائبات کا ذکر کرکے لوگوں کو تعجب میں ڈالنا اس کا منشاء نہیں ہے بلکہ روحانیات کے متعلق اعلےٰ درجہ کے مسائل کو حل کرنا۔ جو صاحب اس قصہ کو مطالعہ کرینگے وہ اس میں علاوہ تفریح کے بہت سے علمی واقعات کا بیان پائیں گے جن سے اُنکو غور و فکر کے لیے بہت سے قیمتی سبق حاصل ہونگے۔ جیبی تقطیع پر چھپا ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ اعلےٰ درجہ کا۔ قیمت - - - - - (۱عار)

سمندر کی سیر } یہ ناول بھی فرانس کے مشہور ناولسٹ جولس ورن کی تصنیف سے ہے جیسا پاتال کی سیر میں مصنف نے علم الارض کے عجائبات کو بیان کیا ہے ویسے ہی اس میں سمندر کے تہ کی عجائبات کو ایسے دلچسپ طور سے بیان کیا ہے کہ گویا چشم دید واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ سمندر کے عجائب و غرائب کے سامنے عقل حیران ہوتی ہے اور پرستان کی سیر کا مزہ آجاتا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ ساری باتیں درست اور سائنس کے مسلم واقعات کے عین مطابق ہیں۔ جو لوگ تفریح طبع کے لئے ناول پڑھتے ہیں اُنکے لئے اس قسم کے ناول خاص طور پر مفید ہیں کیونکہ اُن کے مطالعہ سے نہ صرف دل بہلتا ہے بلکہ بلاتکلیف سائنس کے معلومات کا ذخیرہ بہم پہنچتا رہتا ہے۔ اور اس طور سے بیک کرشمہ دو کار کا مصداق ہو جاتا ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اِس قسم کے ناولوں کے مطالعہ سے لوگوں کا بگڑا ہوا مذاق درست ہوگا اور رفتہ رفتہ لوگوں میں سائنس اور دیگر علوم کے مطالعہ کا شوق بڑھے گا۔ جیبی تقطیع پر لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت ہر دو حصہ - - - - (۳ عہ)

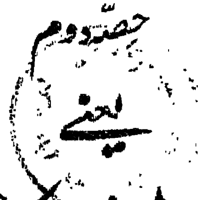
پاتال کی سیر } فرانس کے ایک مشہور و معروف ناولسٹ اور سائنس دان جولس ورن کی تصنیف ہے۔ اِس مصنف کی کتابوں نے شہرۂ عام حاصل کیا ہے۔ کیونکہ ان میں علاوہ ناول کی دلچسپی کے سائنس کے بڑے بڑے مسائل کو ایسی سادگی اور سلاست سے بیان کیا ہے کہ ایک بچّہ بھی اس سے پورا لطف حاصل کرسکتا ہے۔ کہیں چاند کی سیر کرائی ہے کہیں تحت الثریٰ کی۔ کہیں سمندر کی۔ مگر ساتھ ہی لطف یہ ہے کہ عجائب و غرائب اس طور سے بیان کئے ہیں کہ اگرچہ پرستان کا سماں بندھ جاتا ہے مگر سائنس کے اُصول میں ذرا فرق نہیں آتا۔ خاصکر اس ناول کو پڑھکر جس میں

(مفصل فہرست کتب طلب کرنے پر مفت بھیجی جاتی ہے)

خزینہ تصوّف

انسان کامل

حصّہ دوم



یعنے

الانسان الکامل

مصنّفہ للعارف الربانی والمعدن الصمدانی سید عبدالکریم ابن ابراہیم الجیلانی کا ترجمہ مع مختصر تذکرہ مصنّف

جسمیں

اُصول و فروع واحدیت واحدیت عما ـ قلب ـ رُوح ـ کرُسی ـ کتب آسمانی ـ فرشتگان وغیرہ کے معانی و اسرار کا نہایت شرح و بسط سے بیان کیا ہے

مترجمہ

حضرت مولوی ظہیر احمد صاحب ظہیری السہوانی

سنہ ۱۹۰۸ء

مطبوعہ فیض بخش سٹیم پریس فیروزپور شہر

باراوّل - - تعداد جلد ۱۰۰۰ قیمت فی حصہ ہر دو حصہ یکجا بلا جلد ـ مجلد

ء بڑے بڑے مسئلوں
ملارالدین اور
نا تھا تو ہم اس مصنف

دلچسپ علمی و اخلاقی اور صوفیانہ ناول

جو فیض بخش سٹیم پریس فیروزپور شہر سے مل سکتے ہیں

اعلیٰ درجہ کی چھپی ہے

دو جہان کی سیر } آجکل کے ناول نویسوں میں جس قدر شہرت یورپ میں ماری کوریلی کو حاصل ہے وہ مشکل سے کسی اور کو ہوئی ہوگی۔ اس عورت نے وہ کام کیا جو مردوں سے نہیں ہو سکا۔ اِس کے ناول کی لاکھا جلدیں ہفتوں میں اُڑ جاتی ہیں اور لُطف یہ ہے کہ جب لکھتی ہے سوسائٹی کے خلاف۔ اُنکی دستور و عادات پر ایسی سخت نکتہ چینی کرتی اور اُن کے اخلاق پر ایسے سخت حملے کرتی ہے کہ جو پڑھتے ہیں کُڑھتے ہیں۔ مگر با ایں ہمہ اُس کی تحریر میں ایسا جادو ہے کہ اُس کے پڑھے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس کا ناول آلام شیطان نے دنیا بھر میں ایسی شہرت پائی کہ مشکل سے کسی اور ناول کو نصیب ہوئی ہوگی۔ دو جہان کی سیر میں عالی دماغ مصنف نے ایک بالکل نئے خیال کو دُنیا میں فروغ دینے کی کوشش کی ہے۔ اور دنیا اور مذہب اور فلسفے کی حقیقت کو ایک نئے اُصول پر کھولنا چاہا ہے۔ یہ ناول کا ناول ہے۔ اور فلسفے کا فلسفہ۔ مگر باوجود اس کے اس میں خشکی کا نام و نشان بھی نہیں۔ بلکہ نہایت ہی دلچسپ ہے۔ اور جس قدر پڑھتے جائیں اُسی قدر شوق بڑھتا جاتا ہے۔ اور دل و دماغ پر جادو کا کام کر جاتا ہے۔ یہ ناول ایسا نہیں کہ ایکدفعہ پڑھکر پھینک دیا جائے۔ بلکہ ایک دفعہ پڑھکر بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ جیبی تقطیع پر لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت دو روپیہ - - - عہ

زینونی } لارڈ لٹن انگلستان کے مشہور و معروف شاعر و ناولسٹ کی تصنیف ہے جو اعلےٰ درجہ کا صوفی مزاج فلاسفر تھا۔ اس نے اپنے ناولوں میں اعلےٰ درجہ کے فلسفی مسائل کا بیان اور اخلاقی اور تمدنی برائیوں کا علاج کرنے کی کوشش کی ہے اور ہر ایک ناول حسن و عشق کے داستان نہیں بلکہ ایک خاص مقصد و مُدعا کو مدنظر رکھکر لکھی گئی ہے۔ اس ناول کا نہ صرف تاریخ کی ایک بڑے اہم واقعہ یعنی ملک فرانس کے ملکی انقلاب سے جو اس صدی کے شروع میں واقعہ ہوا خاص تعلق ہے بلکہ اُس میں انسان کے اعلےٰ دماغی نشو و نما اور بالائے قدرت طاقتوں کا ذکر کر کے بہت سے صوفیانہ مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس ناول کا ہیرو ایک ایسا شخص ہے جس کا اُستاد ایک قدیم الایّام شخص ہے جو قدرت کے بھیدوں سے واقف اور غیب کے اسرار سے آگاہ ہے اور وہ خود بھی اِن طاقتوں پر حاوی ہے۔ مگر با ایں ہمہ یہ ناول دیوں پریوں کا قصہ نہیں بلکہ ایک واقعی علمی اور فلسفی اخلاقی اور روحانی ناول ہے۔ جیبی تقطیع قریباً چھ سو صفحوں پر نہایت عمدہ اعلےٰ کاغذ پر چھپا ہے۔ قیمت - - - - - - - اعہ

(مفصل فہرست کتب طلب کرکے ہر رسالہ کی بابت ملاحظہ فرمائیے)

انسان کامل حصہ دوم

بیالیسواں باب

رفرف اعلیٰ کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ رفرف اعلےٰ مکانت الٰہیہ سے مراد ہے کہ جو موجودات اور امور ذاتیہ کہ جن کی
الوہیت بالذات مقتضی ہیں پھر وہ ایک نوع پر نہیں ہے بلکہ اُس کی بہت قسمیں ہیں اور ہر قسم کو
رفرف اعلےٰ کہتے ہیں اور ہر رفرف مکانت الٰہیہ سے مراد ہے اگرچہ اُن کے مقتضاء مختلف ہیں
لیکن وہ بحیثیت اپنی شان ذاتی کے عین مکانت ہے۔ اور بعض کو بعض پر تفضیل نہیں ہے کیونکہ
تفضیل سوائے مقتضیات صفات اور اسماء کے دوسری چیز میں واقع نہیں ہوتی ہے اور یہ امور
حق کے ذاتیات ہیں پس اُن دونوں میں تفاضل نہیں ہے جیسے کہ کبریا اور عزت ان دونوں
میں بھی تفاضل نہیں ہے کیونکہ رفرف ان دونوں سے مراد ہے پس یہ کہنا صحیح نہیں ہے
کہ عزت کبریا سے افضل ہے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ کبریا عزت سے افضل ہے اور اسی طرح
عظمت ذاتیہ ہے پس اس قسم کے امور سے مقتضاء ذات بالذات مکانت علیاء الٰہیہ کے
واسطے مراد ہے۔ اور میرا جو یہ قول ہے کہ مکانت الٰہیہ کے واسطے یہ اقتضاء ذاتی کی قید ہے
کیونکہ ذات کیواسطے بالذات دو اقتضاء ہیں۔ ایک اقتضاء مطلق اور ایک اقتضاء مقید۔ پس اقتضاء
مطلق اُس کو کہتے ہیں کہ جسکا وہ بالذات بغیر اعتبار الوہیت اور رحمانیت اور ربوبیت کے مستحق
ہو۔ بلکہ یہ اقتضاآت مطلق اس بات سے خالی ہیں کہ اُنکو ذات کسی نوع کیواسطے انواع کی لاّت
سے چاہئے۔ اُسکی مثال ایسی ہے جیسے وجود اور نزاحیت اور صرافت اور احدیت وغیرہ اس
قسم سے کہ جس کی ذات اپنے نفس کے واسطے مقتضی ہے۔ اور اقتضاء مقید اُس کو کہتے ہیں
جس کو ذات اپنے نفس کے واسطے چاہے۔ لیکن انواع کو لات سے کسی نوع کے ساتھ ہو
جیسے الٰہیت اور رحمانیت اور ربوبیت اور عزت اور کبریا اور عظمت مکانت الٰہیہ کیواسطے
ہیں۔ اور جیسے علم اور سریان وجودی اور مکانت رحمانیہ کے واسطے احاطہ کرنا اور سوائے
اسکے اُس قسم کی چیزیں کہ جن کا وہ بالذات اعتبار الٰہی یا رحمانی یا ربانی وغیرہ کے واسطے اپنے
صفات اور اسماء سے مستحق ہے۔ پس اس کو خوب سمجھ لے ٭

پس اب جاننا چاہیئے کہ جو اقتضاآت کہ مقید ہیں وہ بھی مطلق ہونے کی طرف راجع ہیں۔ کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان سب امور کو اپنی ذات کے واسطے چاہا ہے۔ پس الوہیت اُس کی ذات کا مقتضاء ہے اور رحمانیت بھی اُس کی ذات کا مقتضاء ہے۔ اور ان دونوں کے سوا جتنے مراتب ہیں سب اُس کے مقتضیات سے ہیں۔ اور جس رتبہ کی کہ اُس کی ذات مقتضی ہے وہ اُسکی ذات کا بغیر مقید کرنے کے مقتضاء ہے۔ کیونکہ یہ مرتبہ مقتضیات ذات سے ہے۔ پس جس چیز کی کہ ذات مقتضی ہوتی ہے وہ ذات کے مقتضیات سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ ان چیزوں کا مستحق ہے نہ اپنے کمال کی وجہ سے اور نہ اپنے نقص کی وجہ سے۔ بلکہ بالذات اور اس کے کمالات اُس کے ذاتی امور ہیں۔ پس کل مقتضیات مقتضیات ذاتیہ مطلقہ ہیں۔ لیکن جب یہاں ایسے امور تھے کہ جن کو ذات مطلقاً چاہتی تھی۔ اور یہاں ایسے امور تھے کہ جو ذات کو چاہتے تھے۔ اور اُن میں اُسکا اعتبار کیسے مرتبہ یا مکانت کے واسطے صحیح تھا تو ہم نے یہ کہا کہ مقتضیات ذاتیہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مطلق اور ایک مقید۔ پس اسکو خوب سمجھ لے +

تینتالیسواں باب

تخت وتاج کے بیان میں

ان السریر لرتبه السلطان	تخت بادشاہ کے مرتبہ کے واسطے زیبا ہے وہ
هو عرشه بمکانة الرحمن	مکانت رحمٰن میں اُس کا عرش ہے +
فجلوسه فوق السریر ظهوره	پس اُس کا بیٹھنا تخت پر یہ ہے کہ وہ اپنی مجد اور
فی مجده وعلوه السلطانے	علو بادشاہی میں ظاہر ہوا +
فهو المعبر عنه بالعرش المجید	پس اُسی کا نام عرش مجید ہے اور اُسی کو عظیم کہتے
وبالعظیم بمحکم القرآن	ہیں اور اُسی کو محکم القرآن کہتے ہیں +
والعرش مطلقة بمخلوقاته	اور عرش اپنی مخلوقات کے ساتھ مطلق ہے اور
والاستواء تمکن ربانے	اُسپر چڑھنا قدرت ربانی ہے +

پس اب جاننا چاہیئے ہم کو اور تجھ کو اللہ توفیق دے کہ وہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جس

ات ۴۷

یہ مذکور ہے۔ کہ میں نے اپنے رب کو جوان مرد کی صورت میں ایک ایسے تخت پر
تھا اور اُس کے پیر میں یہ یہ چیزیں تھیں اس حدیث میں ہم کو یہ کشف عطا کیا کہ وہ ظاہر اور باطن
میں واقع ہے۔ پس اُسکا ظاہر تو یہ ہے کہ حق سبحانہ نے صورت مذکورہ معینہ محدودہ میں اپنے
تخت معین پر نعلین مذکورین کے ساتھ کہ جو سونے کی نہیں۔ اور تاج مخصوص کے ساتھ تجلی کی۔
اس لئے کہ حق سبحانہ جس چیز کے ساتھ چاہے اور جس طرح چاہے تجلی کرے۔ پس وہ ہر منقول
اور معقول اور ہر مفہوم اور ہر موہوم اور ہر مسموع اور مشہود میں متجلی ہوتا ہے۔ پس وہ صورت
محسوس میں متجلی ہوتا ہے اور وہ عین اور باطن اُس صورت کا ہے۔ اور کبھی جس طرح چاہتا ہے
متجلی ہوتا ہے پس وہ جس چیز میں متجلی ہوتا ہے وہ اُس کی عین اور ظاہر ہے۔ اور کبھی صورت
خیالیہ میں متجلی ہوتا ہے اور وہ اُس کی عین اور ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس کا ظہور خیالیہ میں محض
اس طور پر ہوتا ہے کہ وہ اُس صورت کا نفس اور عین مشہود ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کیواسطے
اس کے سوا غیر متناہی صورتیں ہیں۔ اور اس خیالی تجلی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ وہ معتقد
کی صورت کے موافق ہو۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ محسوسات کی صورت کے موافق ہو۔
پس اس کو سمجھ لے۔ لیکن مطلق تجلی ظاہر ہے اُس کا منشاء اور عالم مثالی اُس کے رہنے کی جگہ ہے
اور وہ یہ ہے کہ جب شدت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو اُس کا مشاہدہ اس چرنلی کی آنکھ یعنی چشم
ظاہری سے محسوس طور پر کیا جاتا ہے لیکن وہ حقیقت میں بصیرت کی آنکھ ہے کہ جو اُسکو دیکھتی
ہے۔ مگر جب وہ بالکل آنکھ ہو گیا تو اس مشہد میں اُس کی بصر اُسکی بصیرت کا محل ہو گئی۔ اور
دوسری قسم معنوی یعنی جس چیز نے کہ حدیث میں ہم کو کشف عطا کیا وہ یہ ہے کہ معنی میں وہ واقع ہے
پس جو چیزیں کہ حدیث میں مذکور ہیں اُن سے معنی الٰہی مراد ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ذکر رفرف میں بیان
کیا ہے کہ وہ مکانت الٰہیہ ہے۔ اور تخت کو کہا کہ وہ مرتبہ رحمانیہ ہے کہ جو مکانت الٰہیہ میں ہے
اور تاج غیر متناہی ہونے سے مکانت اور رہنے کی جگہ میں مراد ہے۔ اور اس چیز میں جس کو
وہ بالذات چاہتا ہے۔ کیونکہ اُس کے تمام صفات غیر متناہی ہیں۔ لیکن اُن کا شہود اور حصر غیر
متناہی ہونے میں متناہی ہے اور اُسی کا نام صواب شاب یعنی جوان صورت ہے۔ کیونکہ
صورت کو متناہی ہونا لازم ہے اور وہ غیر متناہی ہے۔ پس تاج کا ذکر کہ جو سر پر ہے اس سے
اشارہ ذات کی ماہیت کی طرف ہے کہ جو غیر متناہی ہے۔ پس حق سبحانہ تعالیٰ جب متجلی ہوتا ہے تو جس
چیز کے ساتھ متجلی ہوتا ہے اُسی کے ساتھ اُس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور ہر شہود متناہی ہوا کرتا

ہے۔لیکن اسکی تجلی میں متناہی غیر متناہی ظاہر ہوتا ہے۔پس وہ بحیثیت اپنے [illegible]
کے غیر متناہی ہے۔اور بحیثیت اپنی واحدیت کے ایک چیز ہے اور واحد میں کثرت نہیں ہوتی
ہے۔پس اُس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ غیر متناہی ہے۔کیونکہ غیر متناہی ہونا کثرت کی شرط [illegible]
اور وہ کثرت سے منزّہ ہے اور وہ بحیثیت اپنی ذات متوجہ کی حد اور حصر اور [illegible]
متناہی ہے۔پس دو ضدیں عین وحدت میں کہ جسمیں تثنیہ نہیں ہے جمع ہوگئیں۔پس تو [illegible]
عجیب اور عجائب کی طرف دیکھ اور اس خبر مستطاب میں غور کر شاید کہ تو ہوا [illegible] طرف [illegible]
پاوے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے اور اُسی کی طرف بازگشت ہے ❖

چوالیسواں باب
قدمین اور نعلین کے بیان میں

پس اب جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تجھ کو ہدایت کرے اور وہ حکمت عطا کرے کہ جو ہم کو عطا کی ہے۔کہ قدمین سے دو حکم ذاتی کہ آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں مراد ہیں اور وہ دونوں ذات سے ہیں۔بلکہ وہ دونوں عین ذات ہیں۔اور یہ وہ دو حکم ہیں جن پر ذات مرتب ہوئی ہے جیسے حدوث اور قدم اور حقیقت اور خلقیت اور وجود اور عدم اور متناہی ہونا اور غیر متناہی ہونا اور تشبیہ اور تنزیہ وغیرہ۔پس وہ چیزیں کہ جو ذات کے واسطے بحیثیت اس کے عین ہونے کے اور بحیثیت اُسکے حکم کے جس کے واسطے وہ ہی ہیں۔اسی واسطے اس امر کا نام قدمین رکھا گیا۔کیونکہ قدمین منجملہ صورت کے ہے۔اور لیکن نعلین دو وصف متضاد کا نام ہے جیسے کہ رحمت اور نقمت اور غضب اور رضا وغیرہ۔پس قدمین اور نعلین میں یہ فرق ہے کہ قدمین متضادات مخصوصہ بالذات سے مراد ہے۔اور نعلین اُن متضادات سے کہ جو مخلوقات کی طرف پہنچنے والے ہیں مراد ہے۔یعنی وہ اثر کو مخلوقات میں چاہتے ہیں پس وہ نعلین قدمین کے تحت میں ہیں۔کیونکہ صفاتِ عقلیہ صفات ذاتیہ کے تحت میں ہیں اور نعلین کے سونے کی ہونا وہ یہ ہے۔کہ بالذات وہ اثر کو طلب کرتے ہیں یعنی وہ موجودات میں حکم کی سرایت کرنے والے ہیں۔پس اُن کا حکم ہر موجود اور ہر جسم میں ہے۔خواہ وہ موجودات

کیسے قسم کے ہوں اور جب تجھ کو نعلین کے معنی معلوم ہو گئے اور قدمین سے مراد بھی معلوم ہوئی تو حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کا بھید تجھ کو ظاہر ہو گیا اور وہ حدیث یہ ہے کہ جبار اپنا قدم آگ میں رکھے گا پس کہے گا کہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اور وہ آگ اسوقت فنا ہو جائے گی اور بجائے اُس کے ایک جرجیر کا درخت جم اُٹھے گا اور ہم اُسکی طرف آخر کتاب میں اُس باب میں کہ جسمیں ہم جہنم کا ذکر کریں گے۔ حتیٰ الامکان تصریح یا کنایہ کے ساتھ اُس کو لکھیں گے۔ پس اس معنی کو سمجھ لے +

پس اب جاننا چاہئیے کہ رب کے واسطے ہر موجود میں ایک کامل وجہ ہے اور یہ وجہ اس موجود کی روح کی صورت پر ہے۔ اور اس موجود کی ایک صورت محسوسہ اور جسد محسوس پر ہے اور یہ امر رب کے واسطے ذاتی ہے اُسی نے اپنی ذات کے لئے قبول کیا ہے اُس سے کسی اعتبار سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ کوئی چیز اُس کے واسطے کسی اعتبار سے ثابت نہیں ہوئی ہے۔ کیونکہ جو چیز حق کی طرف کسی اعتبار سے منسوب ہے تو یہ نسبت اُس سے اس اعتبار کے خلاف کی وجہ سے علیحدہ ہو سکتی ہے۔ اور جو چیز اُس کی طرف بغیر کسی اعتبار کے منسوب ہے تو اُس کی نسبت اُس چیز سے کسی اعتبار سے علیحدہ نہیں ہو سکتی ہے۔ پس اسکو سمجھ لے۔ اور اگر یہ امر ایسا ہی ہے تو صورت رب کے لئے امر ذاتی ہے اور اس قول میں اشارہ اُسی کی طرف ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کو رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا۔ اور دوسرا قول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا اور یہ دونوں حدیثیں اگرچہ ایسے معانی کے مقتضی ہیں۔ کہ جن میں ہم نے اپنی کتاب الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم میں گفتگو کی ہے۔ لیکن کشف نے ہم کو یہ بات عطا کی ہے۔ کہ اُن دونوں حدیثوں سے الفاظ ظاہری مراد ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں لیکن اس شرط پر کہ اللہ تعالےٰ کو جسم ثابت کرنے سے اور تمثیل سے منزہ کیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ حق کہتا ہے۔ اور وہی سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے +

پینتالیسواں باب
عرش کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ عرش تحقیق کے موافق عظمت اور مکانت تجلی اور خصوصیت ذات کا مظہر ہے اور اُس کا نام جسم الحضرت ہے اور وہ اُس کا مکان ہے۔ لیکن وہ مکان جہات ستہ یعنی چھ طرفوں سے منزہ ہے اور وہ منظر اعلے اور محل تر و تازہ ہے اور تمام اقسام موجودات کو شامل ہے۔ پس وہ وجود مطلق نہیں وجود انسانی کے واسطے جسم کی طرح ہے۔ اس اعتبار سے کہ عالم جسمانی عالم روحانی اور عالم خیالی اور عالم عقلی وغیرہ کو شامل ہے۔ پس اسی واسطے بعض صوفیائے کرام نے اُس سے یوں تعبیر کی ہے کہ وہ جسم کلی ہے مگر اُس میں ایک اعتراض ہے۔ کیونکہ جسم کلی اگرچہ عالم ارواح کو شامل ہے لیکن روح اُس سے اوپر ہے اور نفس کلی اُس سے اوپر ہے۔ اور ہم وجود میں کوئی چیز ایسی نہیں جانتے جو عرش کے اوپر ہو۔ مگر رحمٰن عرش کے اوپر ہے اور انہوں نے نفس کلی سے یوں تعبیر کی ہے۔ کہ وہ روح ہے پس یہ اس بات کا حکم ہے کہ روح عرش کے اوپر ہے۔ حالانکہ یہ امر اجماع کے خلاف ہے علاوہ اس بات کے ایک یہ بات ہے کہ جس شخص نے تمہارے اصحاب صوفیائے کرام سے یہ کہا ہے کہ عرش جسم کلی ہے تو یہ امر تمہارے خلاف نہیں ہے کہ وہ روح کے اوپر ہے اور اُس کی تعبیر نفس کلی کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور بے شک نفس کا مرتبہ جسم کے مرتبہ سے اعلےٰ ہے اور جس چیز کو کہ ہم کو عرش میں مطلقاً کشف الٰہی نے عطا کیا ہے جب ہم اُس کو عبارت میں بیان کریں گے تو یوں کہیں گے۔ کہ وہ ایک آسمان ہے کہ جو تمام افلاک معنویہ اور صوریہ کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور اس آسمان کا سطح مکانت رحمانیہ ہے۔ اور اس آسمان کی نفس ہویت مطلق وجود ہے خواہ وہ عینی ہو یا حکمی ہو۔ اور اس آسمان کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ پس اُس کا باطن عالم قدس ہے اور وہ حق سبحانہ و تعالےٰ کے اسماء و صفات کا عالم ہے اور عالم قدس اور اُس کا مجلا اُس کا نام ہے اور اس کو کثیب کہتے ہیں (کثیب بمعنی تودۂ ریگ کہ بلند باشد) کہ جسکی طرف اہل جنت جسدن کہ حق کے مشاہدہ کے لئے جائیں گے تو اُسیر

کھڑے ہوں گے اور اُس کا ظاہر عالم اُنس ہے کہ وہ تشبیہ تجسیم اور تصویر کا محل ہے۔ اور اسی واسطے جنت کی چھت ٹھہرا ہے۔ پس ہر تشبیہ اور تجسیم اور تصویر ہر جسم یا روح یا لفظ یا معنی یا حکم یا عین سے اس آسمان کا ظاہر ہے۔ پس جب تجھ سے مطلقاً عرش کہا جائے تو جان لے کہ اُس سے یہی فلک مذکور مراد ہے۔ اور جب وہ صفات کے ساتھ مقید ہو تو جان لے کہ اس آسمان کا یہ وجہ مراد ہے۔ جیسے کہ اُس کا قول ہے العرش المجید پس اُس سے عالم قدس مراد ہے۔ کہ جو رحمانیت کا مرتبہ ہے اور رحمانیت مجد کا منشاء ہے۔ اور اسی طرح عرش عظیم سے حقایق ذاتیہ اور مقتضیات نفسانیہ مراد ہیں۔ کہ جن کی مکانت اور عظمت بھی عالم قدس ہے۔ اور عالم قدس معانی الٰہیہ کہ جو احکام خلقیہ اور نقائص کونیہ سے مقدس ہیں وہ مراد ہیں ✤

پس اب جاننا چاہیئے کہ جسم ہیکل انسانی میں اُن سب چیزوں کا جو وجود انسان میں ہیں جمع کرنے والا ہے۔ جیسے روح اور عقل اور قلب وغیرہ۔ پس وہ انسان میں عرش کی نظیر عالم میں ہے۔ پس عرش عالم کی اور اُس کے جسم کی ہیکل ہے کہ جو تمام متفرقات کی جامع ہے۔ اور ایسے اعتبار سے تمہارے اصحاب صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے۔ کہ وہ جسم کلی ہے اور ہم میں اور اُس میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ دونوں عبارتوں میں معنی واحد ہیں۔ باقی اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے ✤

چھیالیسواں باب
کرسی کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ کرسی تمام صفات فعلیہ کی تجلی سے مراد ہے پس وہ اقتدار الٰہی کی مظہر ہے اور امر و نہی جاری ہونے کی محل ہے اور رقایق حقیہ کا پہلے مرتبہ حقایق خلقیہ کے ظاہر کرنے میں کرسی میں متوجہ ہوتا ہے اور حق سبحانہ کے دونوں قدم اُس کے قریب ہیں۔ اور یہ اس واسطے کہ وہ پیدا کرنے اور معدوم کرنے کا محل ہے۔ اور تفصیل اور پوشیدگی کا منشاء ہے اور نفع اور نقصان کا وہ مرکز ہے۔ اور متفرق ہونا اور جمع ہونا اس میں صفات متضادہ کے آثار کا بالتفصیل ظاہر ہونا ہے اور اُس سے وجود میں امر الٰہی ظاہر ہوتا ہے۔ پس وہ قضاء

کے جدا کرنے کا محل ہے۔ اور قلم تقدیر کا محل ہے اور لوح محفوظ جمع کرنے کا اور لکھنے کا محل ہے۔ اور ان دونوں کا بیان اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالےٰ آئیگا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ✣

پس اب جاننا چاہئے کہ اس وسعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وسعت حکمی اور ایک وسعت وجودی عینی۔ پس وسعت حکمی وہ ہے کیونکہ تمام آسمان اور زمین اُس کی صفات فعلیہ کا اثر ہیں۔ اور کرسی تمام صفات فعلیہ کے مظہر کا محل ہے۔ پس وسعت معنوی کرسی کی ہر صورت میں حاصل ہو گئی۔ کیونکہ اُسکی ہر صورت صفات فعلیہ سے ایک صفت ہے اور وسعت وجودی عینی بھی وہی ہے۔ کیونکہ وجود بالکل یعنی وجود کہ جو خلق کے ساتھ مقید ہے تمام آسمانوں اور زمینوں وغیرہ کو احاطہ کرنے والا ہے اور اسی کو کرسی کہتے ہیں یعنی وجود مقید کا نام کرسی ہے کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ وہ امر و نہی کے جاری ہونے کا محل ہے اور صفات فعلیہ کا بھی محل ہے۔ اور اقتدارات الٰہیہ کا مظہر ہے۔ اور ان سب امور سے وجود مطلق مراد ہے۔ کیونکہ اس میں امر جاری ہے اور وہی مجلا اور مظہر ہے۔ پس وہ وہ کرسی ہے کہ حق سبحانہ جس کے قریب ہؤا ہے اور اُس کے قدمین اُس کے نزدیک ہوئے ہیں۔ اور اُس میں ایجاد کیا ہے اور معدوم کیا ہے۔ اور اُس میں ہلاک کیا اور اُس میں سلامت رہا۔ اور عطا کیا اور باز رکھا اور بلند کیا۔ اور پست کیا اور عزت دی اور ذلت دی وہ اللہ پاک ہے۔ اور عزیز ہے اور جلیل ہے ✣

سینتالیسواں باب
قلم اعلےٰ کے بیان میں

اب جاننا چاہئے کہ قلم اعلےٰ مظاہر خلقیہ میں متمیز ہونے کے طور پر پہلے تعینات حق سے مراد ہے۔ اور یہ جو میرا قول ہے کہ متمیز ہونے کے طور پر یہ اس واسطے کہا ہے کہ خلق کے لئے ایک ابہامی تعین پہلے علم الٰہی میں ہے اور اُس کا بیان پہلے گذر چکا۔ پھر اُس کے واسطے ایک وجود مجمل اور حکمی عرش میں ہے۔ کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عرش اُس کی

ایک صورت ہے جس کو موجودات خلقیہ کہتے ہیں۔ پھر اُس کا کرسی میں ایک ظہور تفصیلی ہے جیسا کہ ہم نے پہلے باب میں ذکر کیا ہے۔ پھر اُس کا ظہور متمیز ہونے کے طور پر قلم اعلےٰ میں ہے۔ کیونکہ اُس کا ظہور ان مجالی اول میں بالکل غائب ہونے کے طور پر ہے۔ اور قلم میں اُس کا وجود وجود عینی ہے۔ کہ جو حق سبحانہ سے متمیز ہے۔ اور قلم اعلےٰ ایک نمونہ ہے کہ جس چیز کو وہ چاہتا ہے لوح محفوظ میں منقوش ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ عقل ایک نمونہ ہے کہ جس چیز کو وہ چاہتی ہے نفس میں منقوش ہو جاتی ہے۔ پس عقل قلم کی مکانت ہے اور نفس روح کی مکانت ہے۔ اور قضایاء فکریہ کہ جو نفس میں قانون عقلی کے ساتھ پائے جاتے ہیں وہ بمنزلہ صور وجودیہ کے ہیں۔ کہ جو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو چیز پیدا کی وہ عقل ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو چیز پیدا کی وہ قلم ہے۔ اور قلم عقل اول کو کہتے ہیں۔ اور وہ دونوں چیزیں روح محمدی کی دو صورتیں ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اے جابر سب سے پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی وہ تیرے نبی کی روح ہے۔ پس قلم اعلےٰ اور عقل اول اور روح محمدی ان تینوں سے جوہر فرد مراد ہے۔ اور خلق کی طرف اُس کی نسبت کرنے سے اُس کا نام قلم اعلےٰ ہے۔ اور مطلق خلق کی طرف اُسکی نسبت کرنے سے اُس کا نام عقل اول ہے۔ اور انسان کامل کی طرف اضافت کرنے سے اُس کا نام روح محمدی ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور عنقریب روح اور عقل اول کی تفصیل اس کتاب میں اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالےٰ آئے گی ؂

اڑتالیسواں باب

لوح محفوظ کے بیان میں

نفس حوت بالذات علم العالم هی لوحنا المحفوظ یا ابن الادم صور الوجود جمیعها منقوشة فی قابلیتها بغیر تکاتم

ایک نفس ہے کہ اُسی نے علم عالم سے ذات کا احاطہ کیا ہے اور اے آدمی کے بیٹے وہ تمہاری لوح محفوظ ہے اُس کی قابلیت میں سب وجود کی صورتیں بغیر پوشیدگی کے منقوش ہیں ؂

فاذا زکت بالھھا وصفت بہ	پس جب اُسکے وصف میں آہستگی کے ساتھ تو قدم
من ظلمۃ الرین الغیوم القاتم	رکھتا ہے تو سیاہ بادل کی زنگ کی تاریکی سے ؛
ظھرت لھا الاشیاء فیما عندھا	تجھ کو تمام چیزیں اسمیں ظاہر ہوجائیں گی اور تمام مخفیات
وبدات لھا مستخفیات العالم	اُس کے نزدیک معلوم ہوجائیں گے ؛

پس اب جاننا چاہئے کہ اللہ تجھ کو ہدایت کرے کہ لوح محفوظ نور الٰہی حقی سے مراد ہے کہ جو شہد خلقی میں متجلی ہوتا ہے اور اُس میں تمام موجودات اصلی طور پر منطبع ہوجاتے ہیں۔ پس وہ ہیولا کی اصل ہے۔ کیونکہ ہیولا ایسی صورت کو نہیں چاہتا ہے کہ جو لوح محفوظ میں منطبع نہ ہو۔ پس جب ہیولا نے کسی ایسی صورت کو چاہا۔ جو عالم میں اُس کے اقتضاء کے موافق فی الفور یا مہلت کے ساتھ نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ قلم اعلےٰ لوح محفوظ میں اُس کے پیدا کرنے کے واسطے چلا ہے اور ہیولا نے اُس کو چاہا ہے۔ پس اُسکا پیدا کرنا اُسکی خواہش کے موافق ضروری ہے۔ اسی واسطے حکماء الٰہیوں نے کہا ہے کہ جب ہیولا کسی صورت کو چاہے۔ تو صورتوں کے بخشنے والے پر یہ حق ہے کہ عالم میں اس صورت کو ظاہر کردے۔ اور یہ جو اُن کا قول ہے۔ کہ صورتوں کے بخشنے والے پر حق ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اسمیں گنجایش بہت ہے۔ اور قائم مقام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کے ہے۔ اور وہ قول یہ ہے کہ اللہ پر یہ حق ہے کہ دنیا میں کسی چیز کو نہ بلند کرے جس کو پست نہ کیا ہو اسکا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ خدا پر کوئی چیز واجب ہے اللہ تعالےٰ اس سے منزہ اور اعلےٰ اور اکبر ہے۔ اور عنقریب ہیولا کا بیان اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالےٰ آئیگا ؛

پھر جاننا چاہئے کہ نور الٰہی جس میں موجودات منطبع ہیں اور جس کو نفس کلی کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں پھر اُس کو ادراک کہتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ قلم اعلےٰ نے اس نور میں جس کی تعبیر لوح محفوظ کے ساتھ کرتے ہیں کہا ہے وہ اس نور کے اعتبار سے ہوتا ہے اور اس وجہ کا نام تمہارے نزدیک عقل کلی ہے۔ جیسے کہ نور میں انطباع ہوتا ہے اور اس کی تعبیر لفظ قضاء کے ساتھ کی جاتی ہے اور وہ تفصیل اصلی ہے جس کو کہ وصف الٰہی چاہتا ہے۔ اور ہم نے اُس کے مجلا کی تعبیر کرسی کے ساتھ کی ہے۔ پھر لوح محفوظ میں تقدیر اُس حکم کا نام ہے کہ جو خلق کو ایک صورت معینہ پر خاص حالت میں اور خاص وقت پر ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کا نام اپنے مجلا کے اعتبار سے قلم اعلےٰ ہے۔ اور تمہاری اصطلاح میں اس کو عقل اول کہتے ہیں

اور عنقریب اس کا ذکر اپنے موقع پر آئیگا۔ پس اُسکی مثال یوں سمجھنا چاہئے کہ جیسے حق سبحانہ نے زید کے پیدا کرنے کا ایک ہیئت خاص پر خاص زمانہ میں حکم کیا۔ پس جس امر کو یہ تقدیر کہ لوح محفوظ میں چاہتی ہے اُسی کا نام خلق کا ایک صورت معینہ پر حالت مخصوص میں ظاہر کرتا ہے۔ اور یہ اپنے مجلا کے اعتبار سے قلم اعلےٰ کہلاتا ہے۔ اور تمہاری اصطلاح میں اُس کو عقل اول کہتے ہیں۔ اور وہ محل کہ جسمیں اس اقتضاء کا بیان پایا جاتا ہے اُس کو لوح محفوظ کہتے ہیں اور اُسی کا نام نفس کلی ہے پھر وہ امر کو جو اس حکم کے پیدا کرنے کا وجود میں مقتضی ہے۔ وہ صفات الٰہیہ کا مقتضی ہے اور اسی کا نام قضاء ہے اور اس کا مجلا کرسی ہے۔ پس تو پہچان لے کہ قلم سے کیا مراد ہے۔ اور لوح سے کیا مراد ہے۔ اور قضاء سے کیا مراد ہے۔ اور قدر سے کیا مراد ہے +

پھر جاننا چاہئے کہ لوح محفوظ کا علم اللہ تعالےٰ کے علم سے ایک جزء ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت کاملہ کے قانون کے موافق جاری کیا ہے۔ اور جس طرح سے کہ موجودات خلقیہ کے حقایق اُس کو چاہتے تھے اُسی کے موافق قائم کیا ہے اور خدا کے واسطے اس علم کے سوا اور بھی علم ہے کہ جس کو موافق حقایق حقیہ کی خواہش کے اس طرح پر کہ وجود میں قدرت جس طرح پیدا کرنا چاہتی تھی ظاہر کیا ہے اور وہ لوح محفوظ میں ثابت نہیں ہے۔ بلکہ کبھی اُس میں عالم عینی میں ظاہر ہونے کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی اس میں عالم عینی میں ظاہر ہونے کے وقت بھی ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ اور جو چیز کہ لوح محفوظ میں ہے وہ قیامت تک وجود جنتی کے اغاز کا علم ہے۔ اور جو کچھ اُس میں اہل جنت اور اہل نار کا علم ہے وہ تھوڑا سا تفصیل کے طور پر ہے۔ کیونکہ یہ قدرت کے پیدا کرنے کی وجہ سے ہے اور قدرت کا حال پوشیدہ ہے معین نہیں ہے۔ ہاں اُس میں اس کا علم مطلقاً اجمال کے طور پر پایا جاتا ہے۔ جیسے کہ مطلق نعمتوں کا علم یہ اُس شخص کے واسطے ہے کہ جس کو قلم نے سعید ابدی لکھدیا ہے۔ پھر اگر ان نعمتوں کی تفصیل بیان کی جائے تو اس جنس کی بھی تفصیل ہو جائے گی۔ اور وہ بھی ایک حیلہ ہے جیسے تو یہ کہے کہ وہ جنت الماوٰی کے رہنے والوں سے ہے۔ یا جنت الخلد کے رہنے والوں سے ہے۔ یا اہل جنت النعیم ہے۔ یا اہل جنت الفردوس ہے غرض یہ ہے کہ مجمل طور پر کہا جائے گا۔ سوائے اس کے اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اور ایسے ہی اہل دوزخ کا حال ہے۔

پھر جاننا چاہئے کہ جس چیز کا لوح میں حکم کیا گیا ہے اور وہ اُس میں مقدر ہے اُس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ایسا مقدر ہوتا ہے کہ جسکا بدلنا غیر ممکن ہے۔ اور ایک ایسا مقدر ہے کہ جس میں تبدیل

اور تغیر ممکن ہے۔ پس وہ مقدر کہ جس میں تغیر اور تبدیل غیر ممکن ہے وہ وہ امور ہیں جن کو عالم میں صفات الٰہیہ چاہتے ہیں۔ پس اُن کے وجود کا معدوم ہونا محال اور غیر ممکن ہے۔ اور جن امور میں کہ تغیر اور تبدیل واقع ہو سکتی ہے وہ اس قسم کے امور ہیں کہ جن کو تمام عالم کے قوابل حکمت لاوی کے قاعدہ کے موافق چاہتے ہیں۔ پس حق سبحانہ و تعالےٰ اُن کو اس ترتیب کے موافق جاری کرتا ہے۔ پس جس چیز کا کہ لوح محفوظ میں حکم کیا گیا ہے وہ واقع ہو جاتی ہے۔ اور کبھی وہ خداوند کے پیدا کرنے کے حکم کے طور پر جاری ہوتی ہے پس وہ واقع نہیں ہوتی ہے۔ اور بے شک جس چیز کو کہ عالم کے قوابل چاہتے ہیں وہ صفات الٰہیہ کے مقتضا کی خلاف ہے۔ لیکن اُن دونوں میں فرق ہے یعنی اُس چیز میں کہ جس کو عالم کے قوابل چاہتے ہیں۔ اور اُس چیز میں کہ جس کو مطلقاً صفات چاہتے ہیں فرق ہے۔ اور یہ اسواسطے ہے کہ عالم کے قوابل اگرچہ کسی چیز کو چاہتے ہیں۔ لیکن عاجزی اُن کی دلیل ہے۔ کیونکہ اُن کا حال غیر کی طرف محتاج ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کبھی واقع ہوتے ہیں اور کبھی نہیں واقع ہوتے برخلاف اُن امور کے کہ جن کو صفات الٰہیہ چاہتے ہیں۔ پس وہ ضرور واقع ہیں۔ کیونکہ اقتضاء الٰہی اُن کو چاہتا ہے۔ اور یہاں ایک دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ عالم کے قوابل ممکن ہیں اور ممکن ایک شئی کو اور اُسکی ضد کو دونوں کو قبول کرتا ہے۔ پس جب قابلیت نے کسی چیز کو چاہا اور قدرت نے اُس کو جاری نہ کیا لیکن اُسکی نقیض کو وقوع میں لایا۔ تو یہ نقیض بھی اُس قابلیت کا مقتضاء ٹھہریگا۔ کہ جو ممکن میں موجود ہے۔ پس ہم یہ کہیں گے کہ جس چیز کو عالم کے قوابل حکمت کے قانون کے موافق چاہتے تھے وہ واقع ہوگئے۔ پس جب قابلیت کی خواہش کے موافق بعینہ واقع ہوگئے تو ہم کہیں گے کہ وہ قانون حکمی کے موافق واقع ہوگئے اور یہ امر ذوقی ہے اور عقل اُس کا ادراک بحیثیت اپنی نظر فکری کے نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ ایک کشف الٰہی ہے پس اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اُس کو عطا کرتا ہے۔ پس قضا محکم اُس کو کہتے ہیں جسمیں تغیر و تبدیل نہ ہو سکے۔ اور قضاء مبرم اُسکو کہتے ہیں کہ جسمیں تغیر و تبدیل ہو سکے۔ اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قضاء مبرم سے خدا سے پناہ مانگی ہے۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اُس میں تغیر اور تبدیل ممکن ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتب برخلاف قضاء محکم کے کہ جسکی طرف خدا تعالےٰ یوں ارشاد کرتا ہے وکان امر اللہ قدرا مقدورا۔ اور مکاشف پر قضاء مبرم کے پہنچاننے سے زیادہ اس علم میں کوئی سخت چیز نہیں ہے۔ پس جس چیز کو کہ وہ

محکم جانتا ہے اُس میں ادب اختیار کرے۔ اور جس چیز کو کہ وہ مبرم جانتا ہے اُسمیں شفاعت کا خواستگار ہووے۔ اور حق سبحانہ جو قضاء مبرم سے اس کو خبر دیتا ہے اُس کا یہ مطلب ہے کہ وہ شفاعت کے واسطے اُس کو حکم کرتا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ ⁘

پھر جاننا چاہیئے کہ نور الٰہی کہ جس کو لوح محفوظ کہتے ہیں وہ خدا کی ذات کا نور ہے اور اُس کی ذات کا نور اُس کی عین ذات ہے۔ اس وجہ سے کہ انقسام اور اجزاء ہونا اسمیں محال ہے پس وہ حق مطلق ہے جس کی تعبیر نفس کلیہ کے ساتھ کی جاتی ہے۔ اور وہ خلق مطلق ہے۔ اور اسی امر کو صرف اس قول سے اشارہ ہے بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ یعنی قرآن سے نفس ذات کہ جو بلند اور صاحب مجد اور صاحب عزت لوح محفوظ میں ہے وہ مراد ہے اور وہ نفس کلیہ میں ہے یعنی انسان کامل کی ذات میں بغیر حلول کے اللہ تعالےٰ حلول اور اتحاد سے متعالی اور منزہ ہے۔ اور اللہ حق کہتا ہے۔ اور وہی سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے ⁘

اُنچاسواں باب
سدرۃ المنتہی کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ سدرۃ المنتہی نہایت مکانت کا نام ہے کہ جس سے مخلوق اپنے سیر میں خدائےتعالےٰ کی طرف پہنچتی ہے اور اُس کے بعد سوائے اُس مکانت کے کہ جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہے دوسری چیز نہیں ہے اور مخلوق کا یہاں قدم نہیں ہے اور سدرۃ المنتہی سے اوپر کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ مخلوق یہاں پس جاتی ہے اور مٹ جاتی ہے اور نیست ونابود ہو جاتی ہے اور اُس کا عدم محض کے ساتھ کوئی وجود نہیں رہتا ہے اور جبریل علیہ السلام کے قول میں اسی کی طرف اشارہ ہے جو اُنہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ اگر میں ایک بالشت بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں۔ اگرچہ حرف امتناع ہے لیکن آگے بڑھنا منع ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ میں نے یہاں ایک بیر کا درخت پایا کہ اس

کے پتے ہاتھی کے کان کے برابر تھے۔ پس اسپر مطلقاً ایمان لانا چاہئے چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بالذات اس کی خبر دی ہے پس اس حدیث میں تاویل بھی ہو سکتی ہے اور وہ وہ چیز ہے کہ ہم نے اس کو اپنے عروج کی حالت میں پایا ہے۔ اور یہ حدیث اپنے ظاہر معنی کو بھی محتمل ہے۔ پس اُسوقت یہ معنی ہوں گے کہ اُنھوں نے اپنے مجالی مثالیہ اور منازل اور مناظر آلہیہ میں ایک بیر کا درخت کہ جو اُن کے خیال میں محسوس ہوتا تھا اور اُن کے کمال کی آنکھ سے دکھائی دیتا تھا پایا۔ کہ اُن کو کشف واقعی ظاہر و باطن میں جمع ہو جائے۔ اسی طرح سے جن جن چیزوں کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے معراج میں پاکر اور دیکھکر خبر دی ہے ہم اُسپر مطلقاً ایمان لاتے ہیں۔ اگرچہ ہم نے اُس کو کشف آلہی کے اعتبار سے مقید پایا ہے۔ کیونکہ تمہارے معراج اُن کے سے معراج نہیں ہے۔ پس ہم اُن کی حدیث سے اس چیز کے معنی کو لیتے ہیں کہ جو ہم کو کشف نے عطا کیا ہے۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے۔ اس کے سوا اور اس قسم کی چیزیں ہیں جن کو تمہارا علم نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اور اس حدیث میں جو چیز کہ کشف آلہی نے ہم کو عطا کی ہے وہ یہ ہے کہ بیر کے درخت سے ایمان مراد ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص کا پیٹ ایک بیر سے بھر گیا اللہ تعالے نے اس کا قلب ایمان سے بھر دیا۔ اور یہ جو کہا کہ اس کے پتے ہاتھی کے کان کے برابر ہیں تو یہ ضرب المثل ہے اُس ایمان کی بڑی اور قوی ہونے کی۔ اور اس کا ہر پتا جنت کے ہر گھر میں پھیلا ہوا ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اس گھر کے مالک کا وہ ایمان ہے +

پس اب جاننا چاہئے کہ ہم نے سدرۃ المنتہی کو ایک ایسا مقام پایا ہے کہ جس میں آٹھ حضرات ہیں۔ اور ہر حضرت میں مناظر علیا سے ایک اس قسم کی چیزیں ہیں کہ جن کا حصر غیر ممکن ہے۔ یہ مناظر ان حضرات والوں کے ذوق کے موافق علیحدہ علیحدہ ہیں لیکن مقام اُس کو کہتے ہیں کہ حق سبحانہ اپنے مظاہر میں ظاہر ہو اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ حقایق حقیہ اور معنی خلقیہ میں جو اس کے واسطے ہیں تجلی کرے +

پس پہلے حضرت یہ ہے کہ حق سبحانہ اُس میں اپنے اسم باطن کے ساتھ بحیثیت ظاہر عبد کے متجلی ہو +

دوسرا حضرت یہ ہے کہ حق سبحانہ اس میں اپنے اسم باطن کے ساتھ بحیثیت ظاہر عبد کے متجلی ہو +

تیسرا حضرت یہ ہے کہ حق سبحانہ اس میں اپنے اسم اللہ کے ساتھ بحیثیت روح عبد کے متجلی ہو +

چوتھا حضرت یہ ہے کہ حق سبحانہ اُس میں صفت رب کے ساتھ بحیثیت نفس عبد کے متجلی ہو +

پانچواں حضرت یہ ہے کہ مرتبہ متجلی ہو اور اُس کے یہ معنی ہیں۔ کہ رحمٰن عبد کی عقل میں ظاہر ہو +

چھٹا حضرت یہ ہے کہ حق سبحانہ اُس میں بحیثیت وہم عبد کے متجلی ہو +

ساتواں حضرت یہ ہے کہ ہویت کی معرفت حاصل ہو اور حق سبحانہ اُس سے بحیثیت بندہ کے اسم کی انیت کے متجلی ہو +

آٹھواں حضرت ذات کا پہچاننا مطلق عبد سے ہے کہ حق سبحانہ اس مقام میں معہ اپنے کمال کے ہیکل انسانی کے ظاہر و باطن میں متجلی ہو اس طرح سے کہ باطن باطن میں ظاہر ہو اور ظاہر ظاہر میں اور ہویت ہویت میں اور انیت انیت میں۔ اور یہ حضرت سب حضرات سے اعلےٰ ہے اور اُس کے بعد حرف احدیت ہے اور خلق کی اُس میں کوئی طاقت نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ محض حق ہے اور وہ ذات واجب الوجود کے خواص میں سے ہے۔ پس جب کامل کو اس سے کوئی چیز حاصل ہو گئی تو ہم کہیں گے کہ وہ اُس کے واسطے تجلی الٰہی ہے اور خلق کی اُس میں کوئی مجال نہیں ہے۔ پس یہ امر خلق کی طرف منسوب نہ ہوگا بلکہ وہ حق کے واسطے ہے۔ اور اسی وجہ سے اہل اللہ نے احدیت کی تجلی کو خلق کے واسطے منع کیا ہے اور احدیت کا بیان پہلے گذر چکا اور خدا ہی صواب کی توفیق دینے والا ہے +

پچاسواں باب

روحُ القدس کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ روح القدس روح الارواح ہے اور وہ احاطہ کن کے تحت میں داخل ہونے سے منزہ ہے پس اس کو مخلوق کہنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ وجود حق سے ایک خاص وجہ ہے اور اسی وجہ سے وجود قایم ہے پس وہ روح ہے لیکن اور ارواح کی طرح

نہیں ہے کیونکہ وہ روح اللہ ہے۔ اور وہ وہ چیز ہے کہ جس سے آدم علیہ السلام میں روح پھونکی گئی تھی۔ اور اللہ تعالے کے اس قول سے اسی طرف اشارہ ہے وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي۔ پس آدم کی روح مخلوق ہے اور اللہ کی روح مخلوق نہیں ہے۔ پس وہ روح القدس ہے یعنی وہ روح نقائص کونیہ سے مقدس ہے اور اسی روح کو وجہ الٰہی کے ساتھ مخلوقات میں تعبیر کرتے ہیں۔ اور آیت میں اُس سے یوں تعبیر کی گئی ہے فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ۔ یعنی یہ روح مقدس جس سے اللہ تعالیٰ نے وجود کونی کو قایم کیا ہے جدھر تم اپنے منہ کو پھیروگے محسوسات میں احساس کرنے سے اور معقولات میں فکر کرنے سے۔ پس یہ روح مقدس اپنے کمال کی وجہ سے متعین ہوگی۔ کیونکہ اُس سے وجہ الٰہی مراد ہے کہ جو وجود کے ساتھ قایم ہے۔ پس یہ وجہ ہر چیز میں اللہ کی روح ہے اور کسی چیز کی روح اُس کی ذات ہؤا کرتی ہے۔ پس وجود اللہ کے نفس سے قایم ہے اور اُس کا نفس اُس کی ذات ہے ⁂

پس اب جاننا چاہئے کہ محسوسات سے ہر چیز کے واسطے ایک روح مخلوق ہے کہ جسکی وجہ سے اُس کی صورت قایم ہے پس اس صورت کیواسطے روح ایسی ہے جیسے لفظ کیواسطے معنی۔ پھر اس روح مخلوق کے واسطے ایک روح الٰہی ہے کہ جس سے یہ روح قایم ہے اور یہ روح الٰہی روح القدس ہے۔ پس جس شخص نے روح القدس کی طرف انسان میں نظر کی تو اُس کو مخلوق دیکھا۔ اسواسطے کہ قدیم کا وجود اس میں نہیں ہے پس قدم صرف خدا تعالے کے ہی واسطے ہے اور اُس کی ذات کو تمام اسماء اور صفات لاحق ہیں۔ کیونکہ اُس کا جدا ہونا محال ہے اور اس کے ماسوا مخلوق اور محدث ہے۔ پس انسان کے واسطے مثلاً ایک جسم ہے اور وہ اُس کی صورت ہے اور ایک روح ہے اور وہ اُس کے معنی ہیں۔ اور ایک بھید ہے اور وہ روح ہے اور ایک وجہ ہے جس کو روح القدس اور سِرّ الٰہی اور وجود سارے کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ پس جب انسان پر وہ امور زیادہ غالب ہیں کہ جن کو اُس کی صورت مقتضی ہے اور وہ لفظ بشریت کے اور شہوانیت کے ساتھ تعبیر کی جاتی ہے۔ پس اُس کی روح رسوب معدنی کو حاصل کرتی ہے کہ جو صورت کی اصل اور اس کے محل کا منشاء ہے یہاں تک کہ عنقریب اس کا عالم اصلی اُس کے مخالف ہو جائے۔ کیونکہ مقتضیات بشریہ اُس میں موجود ہیں۔ پس اب مطلق روحی ہونے سے صورت کے ساتھ متقید ہو جائیگا۔ پس طبعیت اور جمادات کی قید میں پھنس جائیگا۔ اور یہ دنیا میں مثل قیدی کے ہے آخرت میں۔ بلکہ وہ بعینہ قیدی ہے

کہ جس میں روح قرار پکڑی ہوئی ہے۔ لیکن آخرت کی قید محسوس دوزخ کی آگ میں ہے۔
اور وہ دنیا میں اسی معنی کے اعتبار سے قید ہے۔ کیونکہ آخرت ایسی جگہ ہے کہ جس میں معانی محسوس
صورتوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ پس اس کو سمجھ لے۔ اور انسان اُس کے برعکس ہوتا ہے جب اُس پر
امور روحانیہ ہمیشہ فکر صحیح کرنے سے اور کم کھانے سے اور کم سونے سے اور کم بات کرنے
سے اور مقتضیات بشریت کو چھوڑ دینے سے زیادہ غالب ہوتے ہیں۔ پس اُسکی صورت الوف
روحی کو حاصل کرتی ہے۔ پس وہ پانی پر چلنے لگتا ہے اور ہوا میں اُڑنے لگتا ہے اور دیواریں
اُس کو حجاب نہیں ہوتیں۔ اور شہر اُس کو دور نہیں معلوم ہوتے۔ پھر اُس کی روح اپنی جگہ سے
دوسری جگہ جانے پر قادر رہو جاتی ہے اس وجہ سے کہ روکنے والی چیزیں کہ جو اقتضاآت بشریت
ہیں دور ہو جاتی ہیں۔ پس وہ مخلوقات کے اعلےٰ مرتبہ میں ہو جاتا ہے اور یہ عالم ارواح
ہے کہ جو سب قیدوں سے مطلق ہے۔ اور یہ امر اُن اجسام کی ہم نشینی کے سبب سے حاصل
ہوتا ہے جن کی طرف اِس آیت میں ارشاد کیا گیا ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ۔ پھر جس پر امور الٰہیہ غالب
ہوئے۔ اور وہ اُس کے اسماء حسنیٰ اور صفات علیا ہیں مع اُن امور کے کہ جن کو بشریت اور روحیت
چاہتی ہے تو وہ قدسی ہو گیا اس لئے کہ بشریت شہوات کو چاہتی ہے جن سے یہ جسم قایم ہے
اور جن امور کی کہ طبیعت عادی ہے۔ اور روحیت اُن امور کو چاہتی ہے کہ جن سے انسان کی
ننگ و ناموس قایم ہے۔ مثلاً جاہ اور استعلاء اور رفعت کیونکہ وہ بڑے مرتبہ والا ہے۔ پس
جب انسان ان مقتضیات مذکورہ کو روحیت اور بشریت سے چھوڑ دیتا ہے اور وہ اُس بھید
کے واسطے کہ جو اُس کی اصل ہے ہمیشہ شاہد رہتا ہے تو اُس میں خدا کے بھید کے احکام ظاہر
ہو جاتے ہیں۔ پس اُس کی صورت اور اُس کی روح بشریت کی پستی سے نکل کر تنزیہ کے قدس
کی بلندی پر چڑھ جاتی ہے۔ اور حق سبحانہٗ اُس کا کان اور اُس کی آنکھ اور اُس کا ہاتھ اور اُس کی
زبان ہو جاتا ہے۔ پس جب وہ اپنے ہاتھ سے مادر زاد اندھے کو چھوتا ہے تو وہ اچھا ہو جاتا
ہے۔ اور ابرص پر جب وہ ہاتھ پھیرتا ہے تو وہ شفا پاتا ہے اور جب کسی چیز کے پیدا کرنے
کے لئے کوئی حکم کرتا ہے تو وہ خدا کا حکم ہوتا ہے اور وہ روح القدس کے ساتھ مؤید ہوتا ہے
جیسا کہ اللہ تعالےٰ عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے وَاَیَّدْنَاہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ پس اسکو خوب
سمجھ لے اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے +

اکیاونواں باب

اُس فرشتہ کے بیان میں جس کا نام روح ہے

جاننا چاہیئے کہ یہ فرشتہ جسکا نام اصطلاح صوفیہ میں حق مخلوق بہ اور حقیقت محمدیہ ہے اللہ تعالےٰ نے اُس کی طرف ایسی نظر کی ہے جیسے اپنے نفس کی طرف پس اُس کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور عالم کو اُس سے پیدا کیا ہے اور اُس کو تمام عالم میں اپنی نظر کا محل بنایا ہے اور اُس کے ناموں میں سے ایک نام امر اللہ ہے اور وہ تمام موجودات میں اعلےٰ اور اشرف ہے اور مرتبہ اور منزلت کے اعتبار سے عالی ہے اُس سے بڑھکر کوئی فرشتہ نہیں ہے وہ تمام مقربین ملائکہ کا سردار ہے اور تمام مکرمین فرشتوں سے افضل ہے اور تمام موجودات کی چکی کو اُسپر اللہ تعالےٰ نے دائر کیا ہے اور تمام مخلوقات کے آسمان کا اُس کو قطب بنایا ہے۔ اور ہر مخلوق کے ساتھ اُس کی ایک صورت خاص ہے کہ وہ اُس سے لاحق ہوتا ہے۔ اور جس مرتبہ میں کہ خدا تعالےٰ نے اُس کو پیدا کیا ہے اُس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اُس کی آٹھ صورتیں ہیں کہ وہ عرش کے اُٹھانے والی ہیں۔ اور اُس سے ملائکہ کو پیدا کیا ہے وہ سب اُس کے اوپر ہیں اور اُس کے عنصر ہیں پس ملائکہ کی نسبت اُس کی طرف ایسی ہے جیسے قطروں کی نسبت دریا کی طرف ہوتی ہے اور اُن آٹھ کی نسبت کہ جو عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اُن آٹھ کی طرف جن سے وجود انسانی قائم ہے روح انسانی ہے۔ اور وہ عقل اور وہم اور فکر اور خیال مصورہ اور حافظہ اور مدرکہ اور نفس ہے۔ اور اس فرشتہ کیواسطے عالم افقی اور عالم جبروتی اور عالم علمی اور عالم ملکوتی اور عالم ملکی میں ایک ہیئت الٰہیہ ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے اس فرشتہ میں پیدا کیا ہے۔ اور اُس کا ظہور پورے طور پر حقیقت محمدیہ میں ہوا ہے۔ اور اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم افضل البشر ہیں۔ اور خدا تعالےٰ نے اُن کے مبعوث کرنے سے احسان جتایا ہے۔ اور وہ نعمتیں کہ جن کو خدا تعالےٰ نے پیدا کیا ہے وہ سب آپ ہی کے سبب سے موجود ہوئیں پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا وانک لتھدی الی صراط مستقیم

یعنی ہم نے تیری روح کے واسطے ایک صورت کامل اس فرشتہ کی صورتوں سے جو تمہارا حکم سے بنائی ہے۔ کیونکہ یہ فرشتہ جسکا نام امر اللہ ہے اور جس کی طرف اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ امر ربی یعنی اُس کے وجوہ سے ایک وجہ ہے اور اُس میں ایک یہ نکتہ ہے کہ جب روح کا ذکر ان کے سوال میں مطلقا تھا یعنی اُس کا جو یہ قول ہے وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ تو جواب اُسکا مطلق دیا گیا یوں کہا کہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي یعنی امر کے وجوہ میں سے ایک وجہ ہے برخلاف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روح کے کہ ان کی شان میں یوں کہا وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا الآیۃ اور اُس کا ذکر اہتمام شان کے واسطے کیا۔ اور اُس کو اس وجہ کی جلالت کیواسطے نکرہ لایا تاکہ اس امر سے آگاہی حاصل ہو جاوے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بڑی قدر اور منزلت والے ہیں۔ جیسا کہ خود اللہ تعالے فرماتا ہے ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَجْمُوعٌ لَهُ النَّاسُ تو اس تنکیر سے اس یوم کی عظمت ثابت ہو گئی پھر اس نے یوں فرمایا کہ روحا من امرنا اور یوں نہ کہا کہ اوحینا الیک من امرنا کیونکہ وجود سے وہی مقصود ہیں۔ اس لئے کہ انسان کی صورت سے محض روح مقصود ہے پھر اُس کو اضافت کے نون کے ساتھ لایا۔ یعنی یوں کہا کہ من امرنا یہ سب امور اس امر کی تاکیدیں ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم عظیم الشان اور رفیع المکان ہیں۔

پھر جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کو اپنی ذات کا آئینہ بنایا تو اس فرشتہ میں بالذات محض حق سبحانہ تعالیٰ ہی ظاہر ہوگا اور تمام مخلوقات میں اُس کا ظہور صفات کے ساتھ سے ہے پس وہ عالم دنیا اور عالم اخیری کا قطب ہے اور اہل جنت اور اہل دوزخ اور اہل کثیب اور اہل اطراف کا بھی قطب ہے۔ اور حقیقت الٰہیہ نے اللہ سبحانہ کے علم میں یہ چاہا کہ کوئی چیز ایسی نہ پیدا کرے جس میں اس فرشتہ کی صورت نہ ہو اور اس مخلوق کا آسمان اسپر دورہ کرے۔ پس وہ اس کا قطب ہے۔ اور یہ فرشتہ اللہ تعالے کی مخلوقات میں سے سوائے انسان کامل کے دوسرا نظر نہیں آتا ہے۔ پس جب ولی اُس کو پہچان لے گا تو سب چیزوں کو پہچان لے گا۔ پس جب ثابت ہو گیا تو وہ قطب ہو گیا کہ وجود کی چکی اسپر دورہ کرتی ہے اور اس فرشتہ کی طرف وہ نائب ہے اور اس وجود میں قطبیت اس فرشتہ کو اصل ہونے کے طور پر ہے اور دوسرے کو عاریت اور نیابت کے طور پر ہے۔ پس اس کو خوب پہچان لے یہ وہی روح ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا

مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ہ جس دن کہ یہ فرشتہ دولت آلٰہی میں کھڑا ہوگا اور دوسرے ملائکہ اُس کے سامنے اُس کی خدمت کیواسطے صف باندھی کھڑے ہوں گے اور وہ حق سبحانہ تعالےٰ کی عبودیت میں کھڑا ہوگا۔ تو وہ اس حضرت آلٰہیہ میں موافق حکم اللہ تعالےٰ کے متصرف ہوگا۔ اور اُس کا جو یہ قول ہے کہ لایتکلمون یہ فرشتوں کے واسطے ہے۔ پس وہ مطلقاً کلام کرنے کے واسطے حضرت آلٰہیہ میں مجاز ہوگا۔ کیونکہ وہ اُس کا مظہر اکمل اور مجلاء افضل ہے۔ اور تمام فرشتے اگرچہ حضرت آلٰہیہ میں کلام کرنے کی اجازت دیئے گئے ہیں لیکن پھر بھی ہر ایک فرشتہ ایک کلمہ سے زیادہ نہ کہے گا۔ اور اُس کو ایک کلمہ سے زیادہ کہنے کی طاقت ہرگز ہرگز نہ ہوگی پس سب سے پہلے حق سبحانہ کی طرف سے جس کو حکم ملے گا وہ یہ فرشتہ ہے۔ پھر اور فرشتوں کی طرف متوجہ ہوگا پس وہ لشکر ہیں جب کسی حکم کے جاری کرنے کا عالم میں حکم دیا جائیگا تو اُس سے اللہ تعالےٰ ایک فرشتہ پیدا کریگا کہ جو اس حکم کے لایق ہو۔ پس اُس کو روح بھیجے گا تو یہ فرشتہ اُس روح کے حکم کے موافق کام کرے گا اور تمام مقربین فرشتے اُسی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ جیسے اسرافیل اور جبرائیل اور میکائیل اور عزرائیل اور جو اُن سے بڑھ کر ہیں جیسے وہ فرشتہ جس کا نام نون ہے اور وہ ایک فرشتہ ہے کہ جو لوح محفوظ کے نیچے کھڑا ہے۔ اور جیسے وہ فرشتہ جس کا نام قلم ہے اور عنقریب اس کا بیان اس باب کے بعد آئیگا۔ اور وہ فرشتہ جسکا نام مدبر ہے اور وہ ایک فرشتہ ہے کہ جو کرسی کے نیچے کھڑا ہے۔ اور وہ فرشتہ جس کا نام مفصل ہے۔ اور وہ امام مبین کے نیچے کھڑا ہے۔ اور یہ وہ عالی فرشتے ہیں جن کو آدم علیہ السلام کے سجدہ کرنے کے واسطے حکمت آلٰہی سے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اگر اُن کو حضرت آدم کے سجدہ کرنے کا حکم دیا جاتا تو آدم بے شک اُن کی ہر فردیت کو پہچانتے۔ دیکھو اور فرشتوں کی طرف کہ جب اُن کو سجدہ کا حکم کیا گیا تو وہ ہر بنی آدم پر کیسے ظاہر ہو گئے۔ کہیں سونے کی حالت میں اُن کے خیال میں امثال آلٰہیہ کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ پس یہ سب صورتیں اللہ کے ملائکہ کی ہیں۔ پس ہر فرشتہ موکل اُس کے حکم سے نازل ہوتا ہے۔ پس سونے والے کیواسطے ہر صورت میں متصور ہوتا ہے۔ اسی واسطے سونیوالا خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ پتھر مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔ اگر وہ روح متصور پتھر کی صورت نہ ہوتی تو کلام نہ کرتی۔ اسی وجہ سے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سچی خواب اللہ کی وحی ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ فرشتہ اُس کے ساتھ نازل ہوتا ہے۔ اور دوسری حدیث میں وارد ہے کہ سچی خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء سے ایک جز ہے۔ اور جب کہ شیطان

علیہ اللعنت منجملہ اُن فرشتوں کے کہ جن کو سجدہ کا حکم کیا گیا تھا ایک وہ بھی تھا اور اُسی نے سجدہ نہ کیا تو شیاطین کو اور اُس کی ذریت کو حکم کیا گیا۔ کہ سونے والے کی خواب میں اس طرح سے متصور ہوں جیسے کہ اور فرشتے متصور ہوتے ہیں۔ پس جھوٹھی خوابیں اُس سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اس تمام کلام سے یہ نتیجہ ہے کہ تمام عالم آدم کو سجدہ کرنے کے واسطے حکم نہیں کیا گیا تھا۔ اور اسی واسطے اُن کی معرفت کو سوائے الٰہیوں کے دوسرا شخص بنی آدم سے نہیں پہنچ سکتا ہے اور یہ آدمیت کے احکام سے خالص ہونے کے بعد خدا کا عطیہ ہے اور بشریت کے بھی معنی ہیں۔ پس دیکھو اللہ تعالےٰ شیطان کو اپنے قول میں ارشاد فرماتا ہے مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ یعنی تمام عالین پر سجدہ نہیں ہے اور امام محی الدین ابن العربیؒ نے فتوحات مکیہ میں اس معنی کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اُنہوں نے کسی کی یہ تصریح نہیں کی ہے کہ وہ عالین سے ہے پھر اس آیت سے دلیل لائے ہیں ٭

اب جاننا چاہیئے کہ حق سبحانہ وتعالےٰ کے سوال کو استفہام کے معنی میں قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ پس وہ جس حیثیت سے کہ واقع ہوا ہے یا نفی کے معنی میں ہے یا اثبات کے معنی میں یا ایناس کے معنی میں یا ابحاش کے معنی میں ہے۔ پس یہ سوال شیطان کے واسطے اُس کے اس قول میں کہ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ یہ تہدید اور ابحاش ہے (ابحاش بمعنی پناہ مانگنا اور علیحدہ ہونا) اور استکبرت میں الف استفہام کا اثبات کے معنی میں ہے یعنی اے ابلیس تو نے اپنے اس قول میں تکبر کیا کہ انا خیر منہ اور اُس کے اس قول میں کہ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ یعنی لفظ اَمْ بمعنی نفی کے ہے۔ یعنی تو اُن لوگوں سے نہیں ہے جن کو سجدہ کا حکم نہ کیا گیا تھا۔ اور وہ استفہام جو بمعنی ایناس اور بسط کے ہے وہ یہ ہے کہ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰى۔ اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام نے یوں جواب دیا تھا کہ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَآرِبُ اُخْرٰى جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ اُس سے اُن کا یہ ارادہ تھا ورنہ جواب اتنا ہی کافی تھا کہ میرے ہاتھ میں میری لاٹھی ہے۔ پس یہ خدا کے ساتھ اُس کے حضرت میں اہل اللہ کا ادب ہے کہ جس کو اللہ تعالےٰ نے انسان کامل میں تجھ پر ظاہر کیا ہے تاکہ تو اُس کو پڑھے اور اُس کے مطابق عمل کرے اور سعیدوں کے ساتھ لکھا جائے۔ پس اس سے ادب قبول کر پس ہمارے بیان کی کشتی تبیان کے دریا میں یہاں تک چلی کہ کنارے پر پہنچ گئی۔ پس اب ہم حقایق کے دریا کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ اور وہ فرشتہ جسکا نام روح ہے اُس کا ذکر کرتے ہیں ٭

پس اب جاننا چاہئے کہ روح کے اُسکی صورتوں کے عدد کے موافق بہت نام ہیں۔ یعنی قلم اعلےٰ بھی اُس کو کہتے ہیں اور روح محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھی اُس کو کہتے ہیں۔ اور عقل اول اور روح الٰہی بھی اُسی کو کہتے ہیں یعنی جو اصل کا نام تھا وہی فرع کا نام رکھ دیا ہے۔ ورنہ اُس کے واسطے حضرۃ میں ایک ہی اسم ہے اور وہ نام روح ہے۔ اسی واسطے اسی باب میں ہم نے اُس کے اسی نام کے ساتھ تخصیص کی ہے۔ اور اگر ہم اُس چیز کی جس کو یہ فرشتہ عجائب و غرائب سے احاطہ کئے ہوئے ہے شرح بیان کریں تو بہت مجلدات کتب کی ضرورت پڑی۔ اور میں اور وہ دونوں بعض حضرات الٰہیہ میں جمع ہو گئے پس اُس نے مجھ کو پہچانا اور مجھ کو سلام کیا پس میں نے اُس کو سلام کا جواب دیا۔ حالانکہ میں اُس کی ہیبت سے پگھلا جاتا تھا اور اُس کی حسن صورت سے فنا ہوا جاتا تھا۔ پس جب اُس نے مجھ سے کلام کیا اور محبت کا پیالہ مجھے پلایا تو میں نے اُس کی مکانت اور رہنے کی جگہ اور اُس کی حضرت اور اس کی مستند اور اُس کی اصل و فرع اور اُس کی ہیئت و نوع اور صفت و اسم اور اُس کا حلیہ اور رسم ان سب امور کو اُس سے دریافت کیا پس اُس نے جواب دیا کہ تو نے جس امر کا سوال کیا ہے۔ اور جس بھید کو مجھ سے دریافت کیا ہے وہ بھید بڑی شان والا ہے اور بڑے مقام والا ہے اُس کو تصریح کے ساتھ ظاہر کرنا بہتر نہیں ہے اور کنایہ سے اُس کو کوئی سمجھ نہیں سکتا ہے تو میں نے کہا کہ کنایہ اور تلویح کے ساتھ ہی اُس کو بیان کر شاید کہ میں تیری عنایت سے اُس کو سمجھ لوں۔ پس اُس نے جواب دیا کہ میں وہ لڑکا ہوں کہ جس کا باپ اُس کا بیٹا ہے اور میں وہ شراب ہوں کہ جس کو اُس کے مٹکے نے مکرم بنایا ہے۔ اور میں وہ فرع ہوں کہ اصل اُس کا نتیجہ ہے۔ اور میں وہ تیر ہوں کہ جسکی کمان اُسکی پیکان ہے۔ اور میں اُن ماؤں کے ساتھ جمع ہوا ہوں کہ جنہوں نے مجھ کو جنا ہے اور میں نے اُن کے ساتھ منگنی کی ہے تاکہ نکاح کروں۔ پس اُنہوں نے میرے ساتھ نکاح کر لیا۔ پس جب میں نے ظاہر اصول میں سیر کیا۔ تو محصول کی صورت حاصل ہو گئی۔ پس میں اپنے نفس میں تمنا کرتا ہوں۔ اور اپنی مس میں دور کرتا ہوں۔ اور میں نے ہیولا کی امنتوں کو اُٹھایا ہے اور میں نے اُس حضرت کو کہ جو اولی کے ساتھ موصوف ہے مضبوط کیا ہے۔ اور تو نے مجھ کو سب کا باپ پایا ہے۔ اور ہر شیرخوار اور بالغ کی ماں۔ یہ حضرت اور امانت ہے اور لیکن رہنے کی جگہ اور مکانت اس کو تو یوں جان۔ کہ میں جب عین مشہود تھا تو مجھ کو غیب میں ایک حکم موجود تھا۔ پس جب میں نے اس علم مضبوط

کو پہچاننا چاہا اور امرِ مکتوم کی جانب میں اُس کا مشاہدہ کرنا چاہا تو میں نے اللہ تعالےٰ کی اس رسم کے ساتھ ایک سال عبادت کی۔ حالانکہ میں بیداری سے ایک سال رہا۔ پس حق سبحانہ وتعالےٰ نے مجھ کو آگاہ کیا۔ اور اپنے اس اسم کی قسم دلائی اور وہ اُسکی طرف رجوع ہوا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ پس جب قسمت حاضر ہوئی اور جو چیز مجھ کو اُس اسم نے عطا کی تھی وہ جمع ہوئی یعنی اُس کے اسم نے کہ جس کو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں حضرت رسولیت کی زبان سے مجھ کو پاک کیا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اس کلام میں کچھ شک اور شبہ نہیں ہے۔ اور آدم اُس کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہیں اور ظاہر میں خلیفہ قایم کئے گئے ہیں۔ پس تجھ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ حق سبحانہ نے تمام بندوں میں سے تجھی کو مراد اور مقصود بنایا ہے۔ پس میں ہی خطاب اکرم مقام اعظم سے ہوں۔ اور تو وہ قطب ہے کہ جس پر جمال کے آسمان گردش کر رہے ہیں۔ اور تو وہ آفتاب ہے جسکی روشنی سے کمال کا بدر پورا ہوگیا اور تو وہ ہے کہ جس کی وجہ سے نمونہ قایم ہوگیا اور رہم نے اس کے سبب سے زرفوج کو مضبوط کر دیا ہے اور اُس سے مراد ہند اور سلما ہے۔ یا اس طرح سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کو عزت اور اسماء کہیں پس کل اے اوصاف سینہ والے تو ہی تو ہے اور تیرا جمال تجھ کو حیران نہ کرے۔ اور تیرا جلال تجھ کو رعشہ میں نہ ڈالے۔ اور تو کمال کے پورا کرنے کو دور نہ سمجھ۔ تو ایک نقطہ ہے اور وہ ایک دائرہ ہے اور تو پہننے والا ہے اور وہ ایک لباس فاخرہ ہے۔ اب روح کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ اے سید کبیر اور اے عالم خبیر ہم تجھ سے تائید اور عصمت چاہتے ہیں مجھ کو حکمت کے موتیوں کی اور رحمت کے دریا کی خبر دے۔ تو نے اُس کی پیپی میرے سوا کس کو بنایا ہے۔ اور اُس کا پانی سوائے میرے کس میں جاری ہوا ہے۔ اور تیرا طائر غیر کے نام سے کیوں اُڑا ہے۔ اور تو نے اس بھید کو مجھ سے کیوں چھپایا ہے۔ پس اُس سے مجھ کو خوف نہ معلوم ہوا تو اُس نے جواب دیا کہ تو یہ جان کہ حق سبحانہ وتعالےٰ نے یہ ارادہ کیا کہ اُس کے اسماء وصفات متجلی ہوں تا کہ خلق اُس کی ذات کو پہچانے۔ پس اُس نے مظاہر متمیزہ اور بواطن متمیزہ میں جن کو موجودات ذاتیہ کہتے ہیں۔ اور مراتب الٰہیہ میں وہ متجلی ہیں ظاہر کر دیا۔ اور اگر اس امر کو کفاح بولا جائے اور اس بندہ کو سراج بولا جائے تو تمام مراتب مجہول رہیں گے اور تمام اضافات اور نسبتیں مفقود ہو جائیں گی۔ پس انسان جب غیر کو شاہد ہوتا ہے تو اُس کی خبر پوری ہو جاتی ہے۔

اور اُسپر اتباع سہل ہو جاتا ہے اور اس میں بقدر استطاعت کوشش کرتا ہے اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام کو معہ اپنی کتاب مبین اور خطاب متین کے بھیجا ہے کہ اُس کی صفات علیا اور اسماء حسنی کو بیان کریں تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ اُس کی ذات ادراک سے منزہ ہے۔ پس اُس کی ذات کو سوائے اُس کے کوئی نہیں جانتا ہے۔ اسی واسطے ہم کو سید الانبیاء نے حکم کیا ہے اور فرمایا ہے۔ کہ خدا کی عادتیں اختیار کرو تاکہ انسان کی صورت میں جو بھید پوشیدہ رکھے گئے ہیں وہ ظاہر ہو جائیں۔ پس اس سے عزت ربانی کے علو ظاہر ہو جائے اور مرتبہ رحمانیت کے حق کو جان لے اور اُس کی معرفت کے حصر کی حیثیت سے کوئی طریقہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بالذات اس بات کا قابل ہے کہ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ کا یہ حکمت کے موتی ہیں اور رحمت کا دریا ہے۔ اور سوائے تیرے دوسرے کا صدف ہونا اور اُن موتیوں کا سوائے تیرے دوسرے میں پرویا جانا۔ وہ ایک مغز پر پوست ہے تاکہ حکمت اور فصل خطاب کی طرف سوائے اوس شخص کے کہ جو ام الکتاب میں اُس کے قابل ہے۔ دوسرا شخص ترقی نہ کر سکے۔ اور لیکن تیرے طائر کا غیر کے نام سے بلندی پر اُڑنا۔ پس یہ تیری خبر کا پورا کرنا ہے اور لیکن ظاہر امر کو چھپانا یہ اس وجہ سے ہے کہ تو اس دریا میں غوطہ لگانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے کیونکہ عقول اس کے ادراک سے قاصر ہیں اور اس کی قید سے رہائی نہیں ہو سکتی اور یہ سب عبادات کے پوست ہیں اور اشارات کے قیود ہیں۔ پس ہم نے اُن کے چہرہ پر نقاب ڈال دیا ہے تاکہ وہ نااہل کے واسطے حجاب ہو جائے۔ پس اگر تو خطاب کا ادراک کرنیوالا ہے تو اُس کو سمجھ لے۔ پس وہ وجوہ جو زواہر میں ظاہر ہو گئے ہیں۔ وہ وہ کنواریاں ہیں کہ جو بوطن میں پوشیدہ ہیں اور ان وجوہ پر حجاب ہو گئیں ہیں۔ اور یہ امر منکوس کہ جسمیں فکریں متحیر ہیں پوشیدہ ہو گیا ہے۔ اور راوی کہتا ہے کہ میں ہمیشہ وہ چیز جو مجھ کو روح اسی نے پلائی تھی پیتا تھا اور اس سے جیسا کہ تھا ویسا ہی پیاسا رہتا تھا یہاں تک اقتدار کا آفتاب چمکا۔ اور اسم کی فجر ان کی طرح روشن ہوئی۔ اور ناگاہ ایک قمری پیدا ہوئی کہ جو گھونسلے سے بے پروا تھی۔ پس اُس نے حال بیان کیا۔ پھر اُس فرشتہ کے وصف میں کہ جس کا نام روح ہے یہ اشعار پڑھے ✣

خود لہا فی حسنہا طلعت	ایک خوبصورت عورت اپنے حسن میں چمکتی ہوئی ہے
لکل معنی الوصف وہی الذات	اور یہ کل وصف کے معنی ہیں جس کو ذات کہتے ہیں ✣

هي روح اشباح الجمال وانها
نفي ولكن بعدها الاثبات

وہ جمال کے جسموں کی روح ہے اور وہ نفی ہے لیکن اُس کے بعد اثبات ہے ✣

هي صورة الحسن التي لوحتها
وكنيت عنها انها الهندات

وہ اُس حسن کی صورت ہے کہ جس کو تو نے ظاہر کیا ہے اور جس سے یہ کنایہ کیا ہے کہ وہ ہندات ہیں ✣

وهي المعاني الباطنات حقيقة
عن حسنكم لكن لها ظهرات

اور حقیقت میں وہ تمہارے حسن کے معنی باطنیہ ہیں لیکن ظاہر ہو گئے ہیں ✣

كل العوالم تحت مركز قطبها
هي جمعهم وهمو لها اشتات

تمام عوالم اُس کے قطب کے مرکز کے تحت میں ہے اور وہ اُن سب کا مجموعہ ہے اور اُس کے آنسو متفرق ہیں ✣

كنيت بحق انها الحقيقة
خلق الاله وانها الكلمات

تو نے حق کے ساتھ اُس کی حقیقت کا کنایہ کیا ہے اللہ نے اُس کو پیدا کیا ہے اور وہ کلمات ہیں ✣

فقدت قديما ثم احدثها الذي
يمضي ويفعل ما تقتضيه صفات

تو نے قدیم کو مفقود کیا پھر اُس چیز کو پیدا کیا جو گذرتی ہے اور جو کچھ اُس کے صفات چاہتے ہیں وہ کرتا ہے ✣

لكنها لما تعين ذاتها
ظهرت باحكام لها لهجات

لیکن اُسکی ذات جب متعین ہو گئی تو معاً اپنے اُن احکام کے ظاہر ہو گئے جس کی آوازیں مختلف ہیں ✣

فبدت وقد لبست ثياب جمالها
تزهو بحسن دونه الحسنات

پس ہیں نے صبح کی اور اُسکے جمال کے کپڑے پہن لئے کہ وہ اُسکے حسن میں اچھے معلوم ہوتے تھے کیونکہ اور [illegible] ✣

وتقول ان وجودها لا مسبق
بالانعدام ولا لها لحقات

اور تو یہ کہتا ہے کہ اُس کے وجود سے پہلے عدم نہیں ہے اور نہ اُس کے لواحقات ہیں ✣

وانت تشاهد وصفها بكمالها
عينا وحق الذات تحقيقات

اور تو اُسکے وصف کا پورے طور پر آنکھ سے مشاہدہ کرتا ہے اور تحقیقات کی رو سے ذات حق وہی ہے ✣

باون باب

قلب کے بیان میں

اور وہ حضرت اسرافیلؑ کے رہنے کی جگہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے

القلب عرش الله ذو الامكان
هويته المعمور في الانسان

قلب خدا کا عرش ہے جو صاحب امکان ہے اور اسکی ہویت انسان میں بھری ہوئی ہے +

فيه ظهور الحق فيه لنفسه
وعليه حقا مستوي الرحمن

اس میں خدا بالذات ظاہر ہوتا ہے اور اسپر رحمٰن واقع میں مستوی ہوا ہے +

خلق الاله القلب مركز سره
ومحيط دور الكون والاعيان

اللہ تعالیٰ نے قلب کو اپنے بھید کا مرکز پیدا کیا ہے اور تمام اعیان اور مخلوقات کے دور کا احاطہ کرنیوالا ہے +

فهو المعبر عنه في تحقيقهم
بالمنظر الاعلى ومحلى الآن

ان کی تحقیق میں اس کو منظر اعلےٰ اور مجلے آنے کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں +

والطور فيه مع الكتاب وبحره
والرق والسقف الرفيع الشان

اور اس میں طور مع کتاب اور اس کے دریا کے ہے زور رق اور سقف بڑی شان والی ہے +

وهو الذي ضرب الاله بنوره
مثلا به في محكم القرآن

اور وہ چیز ہے کہ خدا نے جس کی محکم قرآن میں اپنے نور سے مثل بیان کی ہے +

بالزيت والمصباح مع مشكاته
وزجاجة المتكوكب اللمعان

چراغ اور روغن زیتون اور طاقچہ اور شیشے چمکدار کے ساتھ +

وهو المقلب والمقلب والذي
يعلو فيدنو رفعة وتداني

اور وہی لوٹنے والا اور لوٹا گیا ہے اور وہ شخص جو اسپر چڑھتا ہے پس وہ اسکی بلندی کو قریب بتاتا ہے اور اپنے ساتھ قریب کرتا ہے

منه الظلام له ومنه نوره
وبه ينير عليه في الاكوان

اسی سے تاریکی ہے اور اسی سے اسکا نور ہے اور اسی سے مخلوقات میں ہر چیز روشن ہے +

واليه جاء رسوله منه له
لينال منه مقامه الرباني

اور اسکی طرف اس کا رسول اسکی طرف سے اس کے لئے آیا تاکہ اس سے مقام ربانی کو حاصل کرے +

ملكا بطاعته وربا بالعلا
وبقبحه فحقيقة الشيطان

اپنی طاعت میں ایک بادشاہ ہے اور علو میں رب ہے
اور اپنی برائی میں شیطان کی حقیقت ہے +

رمز وكل الناس فيه حائر
ما بين ذي ربح وذي خسران

ایک ایسا رمز ہے کہ کل آدمی اسمیں حیران ہیں اور وہ نفع
اور نقصان والے کے درمیان میں ہے +

ما مخزن الاسرار الا درة
هي بحرها مثلا وفي التبيان

اسرار کا مخزن سوائے ایک موتی کے اور کچھ نہیں ہے کہ
وہ اُن کا دریا ہے اور ظہور کی حالت میں ہے +

بيت له باب عظيم ختمه
لكنه للباب مصراعان

ایک گھر ہے کہ اُسکے دروازہ پر بڑی مہر لگی ہوئی ہے لیکن
اُس دروازہ کی دو جانبیں ہیں +

يقصيك مصراع الى اعلى العلا
والى الجحيم فسوف يدني الثاني

ایک جانب تجھ کو اعلے درجہ پر پہنچاتی ہے اور دوسری
جانب دوزخ کی طرف قریب کرتی ہے +

والباب ان فضيت يوما ختمه
وفتحته من غير ما كسران

اور اُس دروازہ کی مہر کو جسدن تونے توڑ دیا اور اُسکو
بغیر کسی کی مدد کے کھول لیا +

يهنيك بلغت المنى بكماله
ونزلت ثم بساحة الرحمن

تب تجھ کو وہ اپنے کمال سے مرتبہ کو پہنچا دیگا اور مقام عطا
کریگا اور تو رحمن کے میدان میں اُتر آئیگا +

لكن اذا كسرته تأتي الحمى
وتقيم فيه مكانة السلطان

لیکن جب تو نے اُس کو توڑ ڈالا اور سبزہ زار میں آیا۔ اور
تو بادشاہی کے مرتبہ پر اُسمیں بیٹھا +

هذا مثال القلب فاعلم سره
ولسوف اظهره على كتمان

تو یہی مثال قلب کی ہے اُس کے بھید کو جان لے
اور عنقریب اُسکی پوشیدگی تجھ پر ظاہر ہو جائے گی +

والبيت سر القلب اما بابه
فاسم الاله ووصفه السبحاني

اور گھر سے مراد قلب کا بھید ہے اور اُس کے دروازہ
سے اسم اللہ مراد ہے اور اُس کا وصف سبحانی ہے +

والختم فهو الذات قدس ذاته
والفض علم الحق بالايمان

اور مہر وہ اُس کی ذات پاک ہے اور اُس کا توڑنا حق
سبحانہ کا جاننا ایمان کے ساتھ ہے +

والفتح فهو شهود عين يقينه
فيما حوى البيت بمقلة وعيان

اور فتح عین یقینہ کے شہود کو کہتے ہیں جس کا تونے گوشۂ
چشم اور آنکھ سے احاطہ کیا ہے +

وبلوغك الاسباب منه تحقق
بجوارح دانت لها الثقلان

اور تیرا پہنچنا اسباب تک یہ ہے کہ تو ہاتھ پیروں سے اُس
کے قریب ہوا ہے کہ جس کے جن وانس قریب ہوتے ہیں +

ثم التهني بالتعالے انه
هو ساحة الرحمن في الانسان

پھر بخشنا علو کے ساتھ یہ ہے کہ وہ رحمن کا میدان انسان
میں ہے +

والكنز فاعلم علم ذلك دركه
بعد الوجود لنكتة الديان

اور خزانہ کو جان لے کہ اُس کے جاننے کا نام وجود کے
بعد نکتۂ دیان کو ادراک کرنا ہے +

حتى اذا لم تحترم مقداره
سقط العزيز وذاك ذل هوان

یہاں تک کہ جب تونے اُس کے مرتبہ کو جانا تو عزیز گر گیا
اور یہ نہایت ذلت کی بات ہے +

من لم يعظم مشعر التحقيق لم
يخلص من التكوين بين كيان

جو شخص کہ تحقیق کی آگاہی حاصل کرنے کے بعد معظم نہ ہوا وہ
موجودات میں ہستی سے نہ چھوٹا +

فوصول سرك للتجني هو ذاته
لكن بلا حسن ولا احسان

پس تیرے بھید کا سبزہ زار میں پہنچنا وہ اُس کی ذات
ہے لیکن بغیر حسن اور احسان کے ہے +

ولقد يرجى الذي هو هذا
من نفحة تأتي بريح البان

اور اُس شخص کیواسطے امید کی جاتی ہے جسمیں درخت
بان کی سی خوشبو آتی ہے +

هذا ومصراعاه واحدة الرضا
وهو الذي يفضي الى رضوان

یہ اور اُس کی دونو جانبین اور رضا ایک ہے اور وہ
شخص رضوان کی طرف پہنچتا ہے +

والاخر الغضب الشديد وسعه
وهو المجال الرحب للطغيان

اور دوسرا سخت غضب اور اُسکی وسعت ہے اور وہ
سرکشی کی کشادگی کے لئے آزمائش کی جگہ ہے +

فعلامة المرضي طاعة ربه
وعلامة المغضوب في العصيان

پس اچھے آدمی کی علامت یہ ہے کہ اپنے رب کی اطاعت
کرے اور بری آدمی کی علامت یہ ہے کہ گناہوں میں مبتلا رہے

وعلامة المهني يفعل ما يشا
وعلامة المكسور في العرفان

اور اُس شخص کی علامت جسکو کچھ عطا کیا گیا ہے یہ ہے کہ جو
چاہے کرے اور ٹوٹی ہوئی کی یہ ہے کہ عرفان کیحالت میں رہے

هذي العروسة زفها لك خاطر
في القلب فوق منصة العيدان

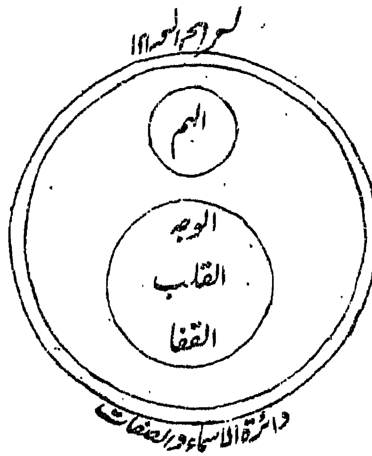
دلہن کو اپنی خاطر کے زفاف کیلئے جلدی بھیج کہ وہ قلب
میں عیدان کے ظہور سے بڑھ کر ہے +

فانظر الی الحسناء فیك بعینها — پس تو حسینوں کیطرف جو تجھ میں ہیں اپنی آنکھ سے
تجلی علیك لدیك كل معان — نظر کر کہ تجھ پر تیرے نزدیک ہر معانی نے تجلی کی ہے

پس اب جاننا چاہئے کہ اللہ تجھ کو توفیق دے کہ اگر تو یہ کہے کہ وہ نور ازلی اور بھید بڑی شان والا ہے جو موجودات کی آنکھوں میں اُترا ہے تا کہ اللہ تعالے اُس کے ذریعے سے انسان کی طرف دیکھے اور اس کو کتاب میں لفظ روح اللہ کے ساتھ جو آدم کی روح میں پھونکی گئی تھی تعبیر کرے جیسا کہ کہا ہے ونفخت فیه من روحی اور اس نور کا نام قلب ہے جس کی ایک چمک تمام مخلوقات اور تمام موجودات کی خلاصہ ہے۔ اور تمام اُس کے اعلے اور ادنےٰ ہیں۔ اسی واسطے اُس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ کسی چیز کے قلب کو اُس کا خلاصہ کہتے ہیں۔ اور ایک چمک یہ ہے کہ وہ لوٹ پوٹ کو جلد قبول کرتا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ وہ ایک نقطہ ہے جس پہ تمام اسماء وصفات کا محیط گردش کرتا ہے پس جب کسی اسم یا صفت کو بشرط مواجہت مقابل ہوا تو اُس میں اس اسم اور صفت کے حکم سے منطبع ہو گیا۔ اور یہ جو میرا قول ہے کہ بشرط مواجہت مقابل ہوُا اس سے مراد مقید کرنا ہے کیونکہ قلب بالذات ہمیشہ ذات کے ساتھ خدا کے تمام اسماء اور صفات کو مقابل رہتا ہے لیکن توجہ میں دوسری چیز اُس کے مقابل ہوتی ہے اور وہ اس طرح سے کہ قلب اس چیز کا بالذات اثر قبول کرنے کے واسطے متوجہ رہتا ہے پس اس میں وہ چیز منطبع ہو جاتی ہے پس اُسپر اس اسم کا حکم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ تمام اسماء اُسپر حکم کرتے ہیں لیکن وہ اس وقت اس اسم کے بادشاہ کے تحت میں پوشیدہ رہتا ہے۔ یا اسماء حاکمہ کے تحت میں رہتا ہے پس یہ وقت اس اسم کا وقت ہوتا ہے پس قلب میں اُس کے مقتضاء کے موافق تصرف کیا جاتا ہے +

پھر جاننا چاہئے کہ قلب کا رخ ہمیشہ فوادمیں نور کی طرف رہتا ہے جس کا نام ہم ہے اور وہ قلب کی نظر کا محل ہے اور اپنی رخ سے اُسکی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پس جب کوئی اسم یا صفت ہم کے مقابل کی جہت سے اُس کے مقابل ہوتی ہے تو قلب اُس کی طرف نظر کرتا ہے پس اُس کے حکم سے اُس میں منطبع ہو جاتی ہے پھر زائل ہو جاتی ہے پس دوسرا اسم آجاتا ہے اور وہ اسم یا اُس کی جنس سے ہوتا ہے یا غیر جنس سے۔ پس اُس کے ساتھ وہی ہوتا ہے کہ جو پہلے اسم کے ساتھ ہوُا ہے اور اسی طرح ہمیشہ رہتا ہے۔ اور جو چیز کہ قلب کے پیچھے سے آتی ہے تو اُس میں منطبع نہیں ہوتی +

پھر جاننا چاہئے کہ قلب کیواسطے کوئی قفا یعنی پیچھا نہیں ہے بلکہ اُس کا کل وجہ ہے۔ لیکن ہم کی جگہ کا نام وجہ رکھا گیا ہے اور فراغ کی جگہ کا نام قفا رکھا گیا ہے۔ اور اس دائرہ میں اُس کی کیفیت موجود ہے۔



پس اب جاننا چاہئے کہ ہم کی قلب میں کوئی مخصوص جہت نہیں ہے بلکہ کبھی اوپر ہوتا ہے اور کبھی نیچے ہوتا ہے اور کبھی سیدھی جانب ہوتا ہے اور کبھی اُلٹی جانب ہوتا ہے صاحب قلب کے قدر کے موافق ہوتا ہے۔ پس بعض آدمیوں کا ہم ہمیشہ اوپر ہوتا ہے جیسے عارفین اور بعض آدمیوں کا ہم نیچے ہوتا ہے جیسے کہ بعض اہل دنیا۔ اور بعض آدمیوں کا ہم سیدھی جانب ہوتا ہے جیسے کہ بعض عابدین۔ اور بعض آدمیوں کا ہم ہمیشہ اُلٹی جانب ہوتا ہے اور وہ نفس کی جگہ ہے پس اُس کا محل اُلٹی پسلی میں ہے اور اکثر باطل لوگوں کا ہم سوائے نفس کے اور کچھ نہیں ہوتا لیکن محققین کا ہم کوئی نہیں ہے۔ پس اُن کے قلوب کے واسطے کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جس کا نام قفا رکھا جائے۔ بلکہ بالکل وہ اسماء وصفات کی کلیت کے مقابل ہوتے ہیں۔ پس اُن کا وقت ایک اسم کے ساتھ بغیر دوسرے اسم کے مخصوص نہیں ہوتا کیونکہ وہ ذاتیون ہیں۔ پس وہ لوگ حق سبحانہ کی ذات کے ساتھ ہیں نہ اسماء اور صفات کے ساتھ۔ اور جن معانی کی وجہ سے کہ قلب کا نام قلب رکھا گیا ہے۔ پس وہ اس اعتبار سے ہے کہ تمام اسماء اور صفات اُس کے لئے قوالب کی طرح سے ہیں تاکہ اُس کا نور اُن میں پڑے۔ پس اس نور پڑنے کی وجہ سے اُس کا نام قلب رکھا گیا ہے اور یہ اس محاورہ سے مشتق ہے کہ قلبت الفضۃ فی القالب قلبًا یعنی میں نے قالب میں چاندی کو لوٹ پوٹ کیا۔ اور یہ مصدر بمعنی اسم مفعول کے ہے یعنی مصدر کو اسم مفعول کی جگہ رکھدیا ہے۔ اور ایک

یہ بھی معنی ہیں کہ وہ محدثات کا لوہا ہوا ہے اُس کا عکس ہے یعنی اُس کا نور قدیم الٰہی ہے۔ اور ایک
یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے محل اصلی الٰہی کی طرف منقلب ہوتا ہے جناں سے کہ ظاہر ہوُا ہے چنانچہ اللہ
فرماتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ یعنی انقلاب حق سبحانہ کی طرف پس وہ ہمت کا
مہد وعدۂ دنیا کی طرف سے پھیرتا ہے۔ اور وہ نزواہر عدوہ اخری کی طرف ہے اور وہ امور کہ
بواطن اور حقایق ہیں۔ اور ایک یہ معنی ہیں کہ وہ خلق تھا پس حق کی طرف منقلب ہوگیا یعنی اُس کا
مشہد خلقی تھا پس حقی ہوگیا ورنہ خلق حق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حق حق ہے اور خلق خلق ہے۔ اور
حقایق میں تبدل واقع نہیں ہوتا لیکن ہر چیز اپنے اصل کیطرف رجوع ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ
فرماتا ہے وَاِلَیْہِ تقلبون اور ایک یہ معنی ہیں کہ قلب امور کو جیسا چاہتا ہے لوٹ پوٹ کر دیتا ہے
پس قلب جب اپنی اُس فطرت کے موافق کہ جسپر اللہ نے اُس کو پیدا کیا ہے رہتا ہے تو اُسکے
واسطے تمام امور اُس کی مرضی کے موافق منقلب ہوجاتے ہیں اور وجود میں جیسا چاہتا ہے تصرف
کرتا ہے اور جس فطرت پر کہ اللہ نے اُس کو پیدا کیا ہے وہ اسماء اور صفات ہیں۔ اور وہ اللہ تعالےٰ
کا قول ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ لیکن جب وہ طبعیت کے ساتھ عادت اور
انتوال شہوات کیطرف نازل ہوا اور یہ بشر کا حکم غالب ہے۔ کیونکہ وہ ایسا ہے جیسے سفید کپڑا کہ
اُس میں پہلے جو چیز واقع ہوتی ہے منطبع ہوجاتی ہے اور پہلے جس چیز کو لڑکا سمجھتا ہے وہ اہل دنیا
کے احوال ظاہری ہیں۔ پس اُس میں اُن کا متفرق ہونا اور اُن کا اصل اور طبعیتوں کیطرف رجوع
ہونا منطبع ہوجاتا ہے پس وہ اُن کی مثل ہوجاتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے ثُمَّ رَدَدْنٰہُ
اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ پس اگر وہ اہل سعادت الٰہیہ سے ہے اور حق سبحانہ سے اس کے بعد اُن امور کو
کہ جو مکانت زلفی اور مراتب علیا کیطرف مقتضی ہیں سمجھا پس وہ پاک ہوگیا اور تمام بشریات کی میل
اُس سے زایل ہوگئی۔ پس وہ ایسا ہے جیسے کسی شخص نے اپنے کپڑے میں جو چیزیں کہ اُس میں
منطبع ہوگئیں تھیں اُن کو دھوڈالا۔ اور طبعیتوں کی قدرت کے موافق اُس کے قلب کا تزکیہ ہوگیا
پس اگر وہ ایسا ہوگیا کہ بشریات اور امور عادیات اُس میں نہ رہے پس وہ کم مدت میں پاک اور
صاف ہوجائیگا۔ پس وہ مثل اُس کپڑے کی ہے جسمیں اچھی طرح سے نقش نہ پایا تھا کہ اُسکو پانی
سے دھوڈالا اور اپنے اصل کیطرف لوٹ آیا۔ اور دوسرا وہ شخص ہے کہ جس میں طبایع اور عادیات
غالب ہیں وہ مثل اُس کپڑے کی ہے کہ جسپر نقوش اچھی طرح بن گئے۔ پس وہ بغیر آگ میں پکائے
ہوئے اور چونہ وغیرہ کے صاف نہیں ہوسکتا اور اُس سے سلوک شدید اور مجاہدات وغیرہ اور

مخالفات مراد ہیں پس یہ بقدر اُس کے راستہ پر چلنے اور ہمیشہ نفس کی مخالفت کرنے کے ہے
اُس کا تزکیہ اور اُسکی صفائی اور اُس کا ضعف بقدر اُس کے ارادوں کے ہے۔ اور یہ وہ لوگ
ہیں کہ جن کو حق سبحانہ نے مستثنیٰ کر دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
یعنی جو اسرار الٰہیہ کہ ہم نے اُن میں رکھے ہیں اور اپنی اُن کتابوں میں جو اپنے رسولوں پر نازل کیں
ہیں اُن اسرار سے اُن کو آگاہ کر دیا ہے۔ اور یہی تمہارے ساتھ اور تمہارے رسولوں کے ساتھ
اُن کے ایمان کی حقیقت ہے کہ وہ لوگ نقطۂ توحید پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور اُسپر ایمان لائے ہیں
اور عمل کیا ہے اور وہ چیزیں جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ حاضر ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں یعنی اعمال
قلبیہ اچھے عقاید کے ساتھ اور ہمیشہ مراقبہ کرنا اور اُس کی مثل اور امور جیسے اعمال قالبیہ جیسے تہذیب
اور سلوک اور عدم مخالفت پس اُس کے قول وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۔
کے یہی معنی ہیں یعنی انہوں نے اُس چیز کو پایا ہے جو اُن کے لئے ہے پس یہ چیز بخششی ہوئی نہیں
ہے تاکہ وہ مخلوق ہو۔ بلکہ انہوں نے اپنے حقایق کے کہ جن پر ہم نے اُن کو پیدا کیا ہے مقتضاء
کے موافق پایا ہے پس جو چیز انہوں نے پائی اُس کو ہم نے اُن کو بطور حقدار ہونے کے دیا۔
اگرچہ کل امور بخشش کے خزانوں سے ہیں لیکن تجلیات ذاتیہ کا نام موہبہ یعنی بخشا ہوا نہیں ہے
بلکہ وہ امور استحقاقیہ الٰہیہ ہیں اور اسی معنی کیطرف تمہارے شیخ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی
اللہ عنہ نے اشارہ کیا ہے ۔

ما زلت ارتع فی میادین الرضا — میں ہمیشہ رضا کے میدانوں میں چرتا تھا یہاں تک کہ میں
حتی بلغت مکانۃً لا توھب — مرتبہ کو پہنچ گیا جو موہبہ نہ تھا یعنی بخشا ہوا نہ تھا ۔

اور قلب کے ایک یہ معنی ہیں کہ وہ وجود کے حقایق کے واسطے ایسا ہے جیسے چہرہ کے لئے آئینہ
پس وہ اُس کا عکس ہے یعنی جب کہ عالم ہر نفس میں تغیر کو جلد قبول کرتا ہے تو اُس کا عکس قلب
میں منطبع ہو جاتا ہے پس وہ ایسے ہی جلد متغیر ہو جاتا ہے اور اس انطباع کا نام عکس اور قلب
اسی واسطے رکھا گیا ہے کہ آئینہ کے سامنے جب کوئی چیز آتی ہے تو اُس میں اُس کا عکس منطبع
ہو جاتا ہے وہ چیز بالذات اُس میں نہیں آتی پس اگر کوئی لکھی ہوئی چیز مثلاً سیدھی جانب سے
اُلٹی جانب کیطرف ہو تو اُس میں اُلٹی جانب سے سیدھی جانب منطبع ہو جائے گی پس اگر آئینہ
کی صورت کے مقابل ہو تو اس صورت کی سیدھی جانب آئینہ کی اُلٹی جانب کے مقابل ہوگی
اور یہ بات کسی وقت مختلف نہیں ہوگی اسی واسطے قلب کا نام قلب رکھا گیا ہے۔ اور میرے

نزدیک عالم قلب کا آئینہ ہے پس اصل اور صورت قلب ہے اور فرع اور آئینہ عالم ہے اور اس تقدیر پر بھی اُس میں قلب کا اسم صحیح ہے کیونکہ ہر صورت اور آئینہ دوسرے کا قلب ہے یعنی اُسکا عکس ہے پس اس کو سمجھ لے اور اس بات کی دلیل کہ قلب اصل ہے اور عالم فرع ہے اللہ تعالےٰ کا قول ہے ما وسعنی ارضی ولا سمائی ووسعنی قلب عبدی المؤمن اور اگر عالم اصل ہوتا تو قلب سے وسعت کیواسطے بہتر ہوتا پس معلوم ہو گیا کہ قلب اصل ہے اور عالم فرع ہے ؛

پھر جاننا چاہئے کہ یہ وسعت تین قسم پر ہے اور وہ تینوں قسمیں قلب میں جاری ہیں۔ پہلی قسم علم کی وسعت ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کی معرفت ہے۔ پس وجود میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو حق سبحانہ کے آثار کو سمجھے اور کما ینبغی جس چیز کا کہ وہ مستحق ہے اُس کو پہچانے مگر قلب ایسی چیز ہے کہ وہ پہچان سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے کیونکہ ہر چیز اُس کے سوا اپنے رب کو بعض وجہ سے پہچانتی ہے اور بعض وجہ سے نہیں پہچانتی ہے اور قلب کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالےٰ کو من کل الوجوہ پہچانے۔ پس یہ وسعت ہے۔ اور دوسری قسم مشاہدہ کی وسعت ہے اور یہ ایک کشف ہے جس کے ذریعہ سے قلب اللہ تعالےٰ کے جمال کی خوبیوں پر مطلع ہو جاتا ہے پس اُسکے اسماء اور صفات کی لذت کو بعد اس کے کہ وہ اسماء و صفات اُس کے سامنے آجائیں چھکتا ہے پس مخلوقات میں سوائے قلب کے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالےٰ کے اسماء وصفات کے مزے کو چکھے۔ پس اُس نے جب اللہ تعالیٰ کے علم کو موجودات کے ساتھ سمجھا اور اس صفت کی کشتی میں سیر کی تو اُس کی لذت کو چکھا۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس صفت کے مرتبہ کو جانا پھر قدرت میں بھی ایسا ہی حال ہے پھر اللہ تعالےٰ کے اسماء و صفات میں بھی ایسا ہی حال ہے۔ کیونکہ وہ اُس کی وسعت رکھتا ہے اور اُس کے مزے کو چکھتا ہے جیسے کہ وہ مثلاً اپنے غیر کی معرفت کو اور اپنے غیر کی قدرت کو بسبب اُن کے اسماؤں میں سیر کرنے کے چکھتا ہے اور یہ دوسری وسعت ہے جو عارفین کو ہوا کرتی ہے ؛

تیسری قسم خلافت کی وسعت ہے اور وہ اسماء و صفات کے ساتھ پایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اُس کی ذات کو اپنی ذات دیکھتا ہے پس حق کی ہویت بعینہ عبد کی ہویت ہو جاتی ہے۔ اور اُس کی انیت بعینہ اُس کی انیت ہو جاتی ہے۔ اور اُس کا اسم اُس کا اسم ہو جاتا ہے اور اُس کی صفت اُس کی صفت ہو جاتی ہے اور اُس کی ذات اُس کی ذات ہو جاتی ہے۔ پس وہ وجود میں ایسا تصرف کرتا ہے جیسا خلیفہ بنانیوالے کے ملک میں۔ اور یہ محققین کی وسعت ہے اور

یہاں اسکی پائے جانے کی کیفیت میں کچھ باریکیاں ہیں اور عارفین میں ہر اسم کا اُس کی طرف سے پائے جانیکا محل کہاں ہے ہم اس امر سے پہلوتہی کرتے ہیں اور اسی قدر اطلاع پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ یہ امر ربوبیت کے بھید کو افشا نہ کردے۔ اور اس وسعت کا نام کبھی وسع الاستیفاء رکھا جاتا ہے۔

پس اب جاننا چاہیئے اللہ تعالیٰ ہم کو اور تجھ کو توفیق دے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ادراک احاطہ اور استیفاء کے طور پر کبھی ممکن نہیں ہے نہ قدیم کے واسطے ہے نہ حادث کے واسطے ہے پس قدیم کے واسطے اس وجہ سے ممکن نہیں ہے کہ اُسکی ذات اُسکی صفتوں میں سے کسی صفت کے تحت میں داخل نہیں ہوسکتی۔ اور صفت اُس کی مثلاً علم ہے پس اُسکا احاطہ نہیں ہوسکتا۔ ورنہ اُس سے یہ لازم آئیگا کہ کل جز میں پایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کل اور جز سب سے منزہ ہے۔ پس علم اُس کو من کل الوجوہ پورا حاصل نہیں کرسکتا۔ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے نفس سے جاہل نہیں ہے لیکن اُس کو جیساکہ معرفت کا حق ہے پہچانتا ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ اُس کی ذات علمیت کی صفت کے احاطہ کے تحت میں داخل ہے۔ اور نہ قدرت کی صفت کے تحت میں داخل ہے اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے اور ایسی ہی مخلوق بھی ہے۔ پس وہ اولیٰ ہے لیکن یہ وسعت کمالی جس کو ہم نے یہ کہا ہے کہ وسعت استیفائی ہے وہ کمال کا موافق اُس چیز کے کہ جسپر مخلوق حق کی جانب سے ہے پورا کرتا ہے نہ اُس چیز کا کمال ہے کہ جسپر حق سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ کیونکہ اُس کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں۔ ووسعنی قلب عبدی المؤمن اور جب اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا کیا تو وہ جگہ جہاں سے اسرافیل علیہ السلام پیدا ہوئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا قلب ہے۔ جیساکہ عنقریب ملائکہ وغیرہم کے پیدا ہونے کا بیان آئیگا۔ اور کل اُسی محل سے ہیں پس اسی واسطے جب کہ اسرافیل علیہ السلام اس نور قلبی سے پیدا ہوئے تھے تو عالم ملکوت میں اُن کو یہ وسعت اور قوت حاصل ہے۔ یہاں تک کہ وہ تمام عالم کو ایک پھونک میں بعد مردہ ہونے کے زندہ کرینگے یہ امر اس قوت الٰہیہ کی وجہ سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اسرافیل علیہ السلام کی ذات میں پیدا کیا ہے اس واسطے کہ اُن کے رہنے کی جگہ قلب ہے۔ اور قلب میں اللہ تعالیٰ نے قوت ذاتیہ الٰہیہ سے وسعت عطا فرمائی ہے۔ پس اسرافیل علیہ السلام سب فرشتوں میں اقویٰ اور خدا سے اقرب ہیں یعنی وہ ملائکہ جو عنصرین ہیں اُن سے اقرب اور اقویٰ ہیں۔ پس اس کو خوب سمجھ لے

اور اللہ تعالے خوب جاننے والا ہے ۞

ترپن باب

عقل اول کے بیان میں

اور وہ جبریل علیہ السلام کے رہنے کی جگہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تجھ کو توفیق دے اور یہ امر تیرے نفس پر ہے اور تجھ کو تحقیق کی طرف اُس سے ہدایت حاصل ہوئی ہے۔ کہ عقل اول علم الٰہی کی شکل کا وجود میں محل ہے کیونکہ وہ قلم اعلےٰ ہے پھر اُس سے علم لوح محفوظ کی طرف نازل ہوتا ہے پس وہ لوح کا اجمال ہے اور لوح اُسکی تفصیل ہے۔ بلکہ وہ اجمال الٰہی کے علم کی تفصیل ہے اور لوح اُس کے تعین اور تنزل کا محل ہے۔ پھر عقل اول میں وہ اسرار الٰہیہ ہیں جو لوح میں نہیں سما سکتے جیسے کہ علم الٰہی میں وہ چیز ہے کہ جس کا عقل اول محل نہیں ہوسکتی۔ پس علم الٰہی اُم الکتاب ہے اور عقل اول امام المبین ہے اور لوح کتاب المبین ہے۔ پس لوح قلم کی ماموم[۱] ہے اور اُس کی تابع ہے۔ اور وہ قلم جس کو عقل اول کہتے ہیں وہ لوح کی حاکم ہے اور وہ قضایا مجملہ کے جو علم الٰہی کی دوات میں ہیں اور جن کو لفظ نون کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں فیصلہ کرنے والی ہے۔ اور عقل اول اور عقل کلی اور عقل معاش ان تینوں میں یہ فرق ہے کہ عقل اول علم الٰہی کا نور ہے جو اُس کے تنزلات تعینہ خلقیہ میں پہلے ظاہر ہوا۔ اور اگر تو چاہے یوں کہہ کہ اجمال الٰہی کی تفصیل کا اول ہے۔ اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ عقل ہے پس وہ حقایق الٰہیہ کیطرف حقایق خلقیہ سے زیادہ قریب ہے پھر عقل کلی ترازوئے مستقیم ہے اور وہ لوح فصل کے قبضہ میں عدل کی ترازو ہے۔ اور حاصل کلام یہ ہے کہ عقل کلی عاقلہ ہے یعنی ایک مدرکہ نوریہ ہے کہ جس سے اُن علوم کی صورتیں جو عقل اول میں موجود ہیں ظاہر ہوئی ہیں۔ ایسا نہیں ہے جیساکہ بعض اس امر کے نہ پہچاننے والے کہتے ہیں۔ کیونکہ عقل کلی جنس کے فردوں کے شامل ہونے سے مراد ہے کہ جو ہر صاحب عاقلہ سے عقل کے وسیلے ہیں اور یہ امر منقوض ہے یعنی اسپر اعتراض وارد ہیں۔ کیونکہ عقل میں تعدد نہیں

---

[۱] ماموم یعنی مقتدی۔

ہے اسواسطے کہ وہ جوہر فرد ہے اور اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ارواح انسانیہ اور ملکیہ اور جنیہ کے واسطے عنصر ہے نہ ارواح بہیمیہ کے واسطے یعنی چوپاؤں کے ارواح کے واسطے پھر عقل معاش اُس نور کا نام ہے کہ جو قانون فکری میں وزن کیا گیا ہے پس وہ بغیر آلہ فکر کے ادراک نہیں کیا جاسکتا۔ پھر اُس کا ادراک محض عقل کلی کے وجود میں سے کسی صورت کے ساتھ عقل اول کیطرف اُس کے حاصل ہونے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ کیونکہ عقل اول اندازہ کرنے میں قید سے منزہ ہے اور ترازو میں حصر کرنے سے مبرا ہے۔ بلکہ وہ وحی قدسی کے اُترنے کا روح نفسی کے مرکز کیطرف محل ہے اور عقل کلی امر فصلی کے لئے عدل کی ترازو ہے اور وہ حصر سے موافق بعض قانون کے منزہ ہے۔ بلکہ تمام چیزوں کو اس کا تولنا ہر کسوٹی پر ہے اور عقل معاش کے لئے ایک کسوٹی ہے اور وہ فکر ہے اور اُس کا ایک ہی پلہ ہے اور وہ عادت ہے اور اُس کی ایک ہی طرف ہے اور وہ معلوم ہے اور اُس کی ایک ہی شوکت ہے اور وہ طبعیت ہے برخلاف عقل کلی کے کہ اُس کے دو پلے ہیں۔ ایک حکمت اور دوسرا قدرت۔ اور اُس کی دو طرفیں ہیں۔ ایک اقتضاآت الٰہیہ اور دوسری قوابل طبعیہ اور اُس کی دو شوکتیں ہیں۔ ایک ارادہ الٰہیہ اور دوسرا مقتضیات خلقیہ اور اُس کی کسوٹیاں مختلف ہیں۔ اور منجملہ اُس کی کسوٹیوں کے ایک یہ ہے کہ اُس کے واسطے کوئی کسوٹی نہیں ہے اس لئے عقل کلی کو قسطاس مستقیم کہتے ہیں کیونکہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے اور نہ کوئی چیز اُس سے فوت ہوتی ہے برخلاف عقل معاش کے کہ وہ کبھی ظلم کرتی ہے اور اُس سے بہت سی چیزیں فوت ہوجاتی ہیں۔ کیونکہ وہ ایک پلہ پر اور ایک ہی طرف ہے پس عقل معاش کا قیاس صحیح رکھنے کے طور پر نہیں ہے بلکہ خرص کے طور پر ہے۔ جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قتل الخراصون اور خراصون وہ لوگ ہیں کہ جو امور الٰہیہ کا اپنے عقول میں وزن کرتے ہیں۔ پس وہ حق کو کم کرتے ہیں کیونکہ اُن کے پاس کوئی ترازو نہیں ہے اور اُن کا نام خراصون ہے۔ خرص کے معنی فرض کے ہیں پس عقل اول کی نسبت ایسی ہے جیسے آفتاب کی نسبت اور عقل کلی کی نسبت ایسی ہے جیسے اُس پانی کی نسبت جسمیں آفتاب کا نور پڑا ہے اور عقل معاش کی نسبت ایسی ہے جیسے اس پانی کے شعاع کی نسبت کہ جب کسی دیوار پر پڑے تو پانی میں دیکھنے والا اُس کو صحیح طور پر آفتاب کی ہیئت سمجھے گا اور اُس کے نور کو ظاہر طور پر دیکھے گا جیسے کہ اگر آفتاب کو دیکھے تو اُن دونوں میں فرق نہ ہوگا۔ لیکن آفتاب کی طرف دیکھنے والا اپنے سرکو اوپر اٹھائیگا اور پانی کیطرف دیکھنے والا اپنے سرکو نیچے جھکائیگا

پس اسی طرح عقل کلی ہے کہ وہ اپنے علم کو عقل اول سے حاصل کرنے والی ہے پس وہ اپنے قلب کے نور سے علم الٰہی کو اُٹھاتی ہے اور عقل کلی سے علم کو حاصل کرنے والا اپنے قلب کے نور سے کتاب کے محل کیطرف سر جھکاتا ہے پس اُس سے اُن علوم کو جو موجودات کے متعلق ہیں حاصل کرتا ہے اور وہ اُس حد کا نام ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے لوح محفوظ میں رکھا ہے برخلاف عقل اول کے کہ وہ حق سبحانہ سے بالذات ملاقات کرتی ہے۔ پھر عقل کلی نے جب لوح سے حاصل کیا اور لوح کتاب کو کہتے ہیں اور اُس نے اپنے علم کو یا حکمت کے قانون سے اور یا قدرت کی کسوٹی سے کسی قاعدہ اور غیر قاعدہ کے موافق حاصل کرتی ہے۔ پس یہ تلاش اُس سے برعکس ہے کیونکہ وہ لوازم خلقیہ کلیہ سے ہے اس کے قریب نہیں ہے کہ خطا کرے جس چیز میں کہ اللہ تعالےٰ نے اُس سے اثر قبول کیا ہے پس اگر اللہ تعالیٰ نے اسکو وجود کیطرف نازل کیا تو اس کو سوائے عقل اول کے دوسرے کیطرف نازل نہیں کریگا اللہ تعالےٰ کا طریقہ اُس چیز میں کہ جس میں اُس کے علوم سے اُس نے اثر قبول کیا ہے اسی طرح سے ہے۔ مگر یہ کہ وہ لوح محفوظ میں نہیں پایا جاتا ہے۔

اب جاننا چاہیئے کہ عقل کلی سے اہل شقاوت کو کبھی استدراج ہوتا ہے پس اُنپر اُسکی وجہ سے اُن کی خواہشوں کے مجلیات میں کشادگی حاصل ہوتی ہے اور اُن کے غیر میں نہیں حاصل ہوتی۔ پس وہ اسرار قدرت پر موجودات کے پردہ کے نیچے فتح حاصل کرتی ہیں جیسے طبایع اور افلاک اور نور اور ضیاء وغیرہ۔ پس وہ ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور یہ گویا اللہ تعالےٰ اُن کی آزمایش کرتا ہے۔ اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ جن چیزوں کی کہ وہ عبادت کرتے ہیں اُن کے لباس میں اُنپر متجلی ہوتا ہے۔ پس اُن چیزوں کا یہ لوگ عقل کلی سے ادراک کرتے ہیں پس کہتے ہیں کہ وہی فاعل ہیں۔ کیونکہ عقل کلی موجودات سے متجاوز نہیں ہوتی ہے پس وہ خدا کو اُن سے نہیں پہچانتے ہیں کیونکہ عقل خدا کو بغیر نور ایمان کے نہیں پہچان سکتی ہے۔

نہ یہ بات غیر ممکن ہے کہ عقل اپنی نظر اور قیاس سے اُس کو پہچان لے خواہ وہ عقل معاش ہو یا عقل معاد ہو۔ علاوہ اس بات کے ایک یہ بات ہے کہ ہمارے آئمہ اس طرف گئے ہیں کہ عقل معرفت کے باب میں سے ہے اور یہ امر بطور توقع کے حجت قائم کرنے کیواسطے ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے سوائے اس کے کہ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ معرفت جو عقل کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے آثار کے ساتھ مقید و منحصر ہے برخلاف ایمان کی معرفت کے کہ وہ

مطلق ہے پس ایمان کی معرفت اسماء وصفات کے ساتھ متعلق ہے۔ اور عقل کی معرفت آثار کے ساتھ متعلق ہے۔ پس وہ معرفت اگرچہ معرفت ہے لیکن ہمارے نزدیک معرفت مطلوبہ اہل اللہ کے واسطے نہیں ہے۔ پھر عقل معاش کی نسبت عقل کلی کیطرف ایسی ہے جیسے شعاع کیطرف دیکھنے والے کی نسبت اور شعاع صرف ایک ہی طرف سے ہوا کرتی ہے۔ پس وہ آفتاب کی صورت کیطرف راہ نہیں پاتا اور نہ اُسکی صورت کو پہچانتا ہے اور نہ اُس نور کو جانتا ہے جس کی شکل پانی میں بنی ہوئی ہے اور نہ اُس کے طول کو جانتا ہے اور نہ عرض کو بلکہ فرضاً تخمینہ کرتا ہے۔ پس کبھی کہتا ہے کہ وہ طویل ہے اس وجہ سے کہ گمان کرتا ہے کہ وہ طول کی دلیل ہے۔ اور کبھی کہتا ہے کہ وہ چوڑا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اس امر کی اُس کو تحقیق نہیں ہے۔ چنانچہ عقل معاش بھی اسی طرح سے ہے کہ وہ ایک ہی طرف سے روشن ہوتی ہے اور وہ نظر کی جانب ہے اور دلیل اندازہ کے ساتھ فکر میں ہے

پس اُس کا جانیوالا جب اللہ تعالیٰ کی معرفت اُس کے ساتھ شروع کرتا ہے تو خطا نہیں کرتا ہے اسی واسطے جہاں ہم نے یہ بات کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ادراک عقل کے ساتھ نہیں ہوتا اُس سے ہماری یہ مراد ہے کہ عقل معاش سے نہیں ہوسکتا۔ اور جہاں ہم نے یہ کہا ہے کہ خدا عقل سے نہیں پہچانا جاتا اُس سے مراد تمہاری عقل اول ہے۔ پس اسی واسطے اللہ تعالے فرماتا ہے قتل الخراصون الَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ غَمۡرَةٍ سَاهُوۡنَ اور وہ قتل اس وجہ سے کئے گئے کہ اُنھوں نے جس چیز کا تخمینہ کیا تھا اُسپر یقین کیا اور اُس امر کے واقع ہونے کا حکم لگایا۔ پس وہ ہلاک ہوگئے کیونکہ اُنھوں نے ہلاکت کی چیز کا تعین کیا اور اپنے انوار میں چھپ گئے پس وہ قتل کیے گئے اور اُنھوں نے اپنے نفوس کو قتل کیا۔ کیونکہ اُنھوں نے اُس کے بدن نہ ہونے کا تخمینہ کیا اور اُسپر یہ تعین کیا کہ اُس کی زندگی مرنے کے بعد نہیں ہے۔ پھر اُنھوں نے اُس مخبر صادق کے ساتھ جو اُن کو سعادت کی طرف کھینچتا تھا دشمنی کی اور اُسپر ایمان نہ لائے اسی واسطے ہلاک کئے گئے اور اُن کو اُن کے نفوس نے ہلاک کیا اور اُن کو اُس چیز نے جسپر وہ تعین کئے ہوئے تھے قتل کیا پس اس کو سمجھ لے۔

پھر عقل اول اور قلم اعلےٰ کا علم ایک نور ہیں۔ پس اُس کی نسبت جب عبد کیطرف ہوا ہے تو اُس کا نام عقل اول ہے اور اُسکی نسبت حق سبحانہ کی طرف کیجائے تو اُس کو قلم اعلےٰ کہتے ہیں۔ پھر وہ عقل اول جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب ہے اللہ تعالیٰ نے اُس سے ازل میں جبرئیل علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم جبرئیل کے باپ اور تمام عالم کے اصل ہوئے۔ پس

اگر تو جاننے والا ہے تو اُس کو جان لے میں اُس شخص کے قربان ہوں جو سمجھتا ہے اور جانتا ہے اور اسی واسطے جبرئیل علیہ السلام شب معراج میں اُن کے ساتھ آگے نہ جا سکے تھے اور وہ تنہا گئے تھے اور عقل اول کا نام روح الامین اسواسطے ہے کہ وہ اللہ کے علم کے خزانہ میں۔ اور اُس کے امین ہیں اور اس اسم کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کا نام رکھا گیا گویا کہ جو اصل کا نام تھا وہ فرع کا نام رکھدیا۔ پس اس کو سمجھ لے اور اللہ تعالےٰ خوب جاننے والا ہے ٭

چون باب

وہم کے بیان میں

اور وہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کے رہنے کی جگہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے

نور علے الملکوت فوق الاطلس
بالوھم عبر عنه بین الانفس

وہ ملکوت پر اطلس کے اوپر نور ہے کہ جس کو موجودات میں لفظ وہم کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں ٭

ھو اٰیة الرحمن اعنی صورة
فیھا تجلی بالجمال الاکیس

وہ رحمٰن کی ایک نشانی ہے صورت کے اعتبار سے کہ اُسمیں جمال روشن کے ساتھ تجلی کی ہے ٭

ھو قھرہ ھو علمه ھو حکمه
ھو ذاته ھو کل شئی اراس

وہ اُسکا قہر ہے وہ اُسکا علم ہے اور وہ اُسکا حکم ہے اور وہ اُس کی ذات ہے اور وہ ہر شئی کی اصل ہے ٭

ھو فعله ھو وصفه ھو اسمه
ھو منه مجلی کل حسن انفس

وہ اُسکا فعل ہے اور وہ اُسکا وصف ہے اور وہ اُسکا اسم ہے اور وہ تمام موجودات کے حسن کا مجلا ہے ٭

ھو نقطة الخال الذی قد عبروا
بیمینه عنه لمن لم یخنس

اور وہ اُس تل کا نقطہ ہے کہ جسکی سیدھی جانب سے اُس شخص کو تعبیر کرتے ہیں کہ جو واپس نہ ہوا ٭

و بیمینھا القسم الذی ھو قشرہ
ستر علے الحوراء مثل السندس

اور اُسکی سیدھی جانب وہ قسم ہے کہ جسکا پوست خوبصورت عورت پر پردہ ہے مثل سندس کے ٭

فاحذر ولا تحتر فما ھے دھشة
لکنھا مثل الظلام الحندس

پس عبرت کر اور نہ ڈر کہ وہ دہشت نہیں ہے لیکن وہ شب تاریک کے اندھیرے کی طرح ہے ٭

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالے نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وہم کو اپنے اسم کامل کے نور سے پیدا کیا اور عزرائیل علیہ السلام کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وہم کے نور سے پیدا کیا۔ پس جب اللہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وہم کو اپنے نور کامل سے پیدا کیا تو اُس کو وجود میں لباس قہر کے ساتھ ظاہر کیا۔ پس سب سے زیادہ بڑی چیز جو انسان میں پائی جاتی ہے وہ قوت وہمیہ ہے کہ وہ عقل اور فکر اور مصورہ اور مدرکہ پر غالب ہوتی ہے۔ اور اُس میں جو قوتیں ہیں وہ سب وہم کی مغلوب ہیں اور سب فرشتوں میں زیادہ قوی عزرائیل علیہ السلام ہیں۔ اسواسطے کہ اُس سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور اسی واسطے جب اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کو یہ حکم کیا کہ ایک مشت خاک آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے کے واسطے زمین سے لاؤ تو سوائے عزرائیل علیہ السلام کے کوئی اسپر قادر نہ ہؤا کیونکہ جب جبریل علیہ السلام آئے تو اُس نے اُن کو اللہ کی قسم دی کہ مجھ کو چھوڑ دو پس اُنہوں نے اُس کو چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ پھر میکائیل علیہ السلام آئے وہ بھی اسی طرح چھوڑ گئے۔ پھر اسرافیل علیہ السلام آئے وہ بھی اسی طرح چھوڑ گئے اور تمام ملائکہ مقربین چھوڑ گئے۔ پس کسی میں یہ طاقت نہ ہوئی کہ اُس کی قسم کا لحاظ نہ کرے اور اُس سے ایک مشت خاک حکم الٰہی کے موافق لے لے جب عزرائیل علیہ السلام آئے تو اُس نے اُن کو بھی قسم دی پس انہوں نے اُس کو اُس کے قسم دینے میں عذاب اور سختی کی اور اُس سے ایک مشت خاک لے لی اور یہ ایک مشت خاک زمین کی روح تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم کو اُس کی روح سے پیدا کیا۔ پس اسی واسطے حضرت عزرائیل علیہ السلام ارواح قبض کرنے کے واسطے متعین ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اُن میں قوائے کمالیہ کہ جو مجلی قہر اور غلبہ میں متجلی ہیں رکھے ہیں اور اسواسطے کہ وہ قابض اول ہیں۔ پھر یہ فرشتہ جس جس چیز کی روح کو قبض کرتا ہے اُس کے احوال کو جانتا ہے اور اُس کی شرح غیر ممکن ہے۔ پس ہر جنس کے واسطے ایک صورت میں پیدا ہوتا ہے اور کبھی بعض شخصوں کیطرف غیر صورت میں آتا ہے بلکہ بسیط ہوتا ہے۔ پس اُس کا مقابلہ روح کے واسطے منقوش ہو جاتا ہے پس اُس کے ساتھ روح عشق کرنے لگتی ہے پس روح جسم سے نکل جاتی ہے۔ حالانکہ جسم اُس کو روکتا ہے اور اُس کے ساتھ بوجہ اُس عشق کے کہ جو روح اور جسم میں تھا متعلق رہتی ہے پھر جاذبہ عزرائیلہ اور جسم کے تعشق کے درمیان میں جھگڑا پڑتا ہے یہاں تک کہ جذبہ عزرائیلی اُسپر غالب آجاتا ہے پس روح نکل جاتی ہے اور یہ نکلنا عجیب امر ہے +

اب جاننا چاہیئے کہ اصل میں روح جسم میں داخل اور اس سے حلول ہونے کی وجہ سے اپنی

جگہ سے جدا نہیں ہوتی لیکن اپنی جگہ میں رہتی ہے اور جسم کیطرف دیکھتی رہتی ہے اور ارواح کی عادت یہ ہے کہ اپنی نظر کی جگہ حلول کرتی ہیں پس جب جگہ کہ اُن کی نظر پڑتی ہے اُس میں اپنے مرکز اصلی سے بغیر جدا ہوئے حلول کرتی ہیں۔ اور یہ ایسا امر ہے کہ عقل اُس کو محال سمجھتی ہے اور بغیر کشف کے نہیں پہچان سکتی پھر جب اُنہوں نے جسم کیطرف بنظر اتحاد دیکھا اور اُس میں ایسا حلول کیا۔ جیسے کوئی چیز اپنی ہویت میں حلول کرتی ہے تو اس حلول سے پہلے ہی مرتبہ میں تصویر جسمانی کو حاصل کیا پھر ہمیشہ اُس سے حاصل کرتی رہتی ہے لیکن اخلاق مرضیئہ آلیہ علیین میں جاتی ہیں اور اخلاق بہیمیہ حیوانیہ ارضیہ نیچے اُترتی ہیں اور ان اخلاق کے ساتھ سجین میں جاتی ہیں اور اُن کا اوپر جانا یہ ہے کہ وہ عالم ملکوتی میں جس وقت کہ اس صورت انسانیہ کے ساتھ متصور ہوتی ہیں تو اُس میں ترار پکڑتی ہیں۔ کیونکہ یہ صورت ارواح کے ثقل اور حکم کو حاصل کرتی ہے۔ پس جب روح اپنے جسم کی صورت کے ساتھ متصور ہوتی ہے تو اُس کا حکم ثقل اور حصر اور عجز وغیرہ کا حاصل کرتی ہے۔ پس روح سے خفت اور سرایت کرنا جدا ہو جاتا ہے لیکن وہ مفارقت انفصال کے طور پر نہیں ہوتی بلکہ اتصال کے طور پر ہوتی ہے کیونکہ وہ تمام صفات اصلیہ کے ساتھ موصوف ہوتی ہے لیکن وہ امور فعلیہ کے کرنے پر قادر نہیں ہے پس اُسمیں اُس کے اوصاف بالقوہ ہوتے ہیں بالفعل نہیں ہوتے پس اسی واسطے ہم نے کہا ہے کہ اتصال کے طور پر مفارقت ہے انفصال کے طور پر نہیں ہے پس جب جسم والا اخلاق ملکیہ کا استعمال کرتا ہے تو اُس کی روح قوی ہو جاتی ہے اور اُس کی ذات سے ثقل کا حکم جاتا رہتا ہے اور ہمیشہ اسی حالت پر رہتا ہے یہاں تک کہ وہ بالذات روح کی طرح ہو جاتا ہے پس پانی پر چلنے لگتا ہے اور ہوا پر اوڑنے لگتا ہے اور پہلے اس کتاب میں اسکا ذکر ہم کر چکے ہیں اور اگر جسم والا اخلاق بشریہ اور مقتضیات ارضیہ کا استعمال کرتا ہے تو وہ روح پر قوی ہو جاتا ہے بطور تہ نشین ہونے کے اور ثقل ارضی کی روح مغلوب ہو جاتی ہے پس وہ قید میں پھنسا رہتا ہے پس سجین میں جاتی ہے پھر جب روح جسم کے ساتھ تعشق کرنے لگی اور جسم نے اُس کے ساتھ تعشق کیا تو اُس کیطرف دیکھنے لگی جب تک کہ وہ صحت میں معتدل رہا پس جب بیمار ہو گیا اور اُس کے سبب سے اُسمیں کچھ رنج پیدا ہوا تو اُس نے اپنی نظر کو اُس سے اُٹھا کر عالم روحی کیطرف توجہ کی کیونکہ اُس کی فرحت اس عالم میں ہے اگرچہ وہ جسم کی مفارقت کو بُرا سمجھتی ہے لیکن وہ اپنی نظر کو عالم جسدی سے عالم روحی کیطرف اُٹھاتی ہے جیسے کوئی شخص تنگ جگہ سے بھاگ کر میدان میں چلا جائے اگرچہ اُس کو جس جگہ کی تنگی ہے اُس

کی قید سے وسعت ہو لیکن وہ بغیر بھاگے کوئی چارہ نہیں پاتا پھر روح ہمیشہ اسی طرح رہتی ہے یہاں تک کہ وہ وقت جو واجب ہے اُس سے مل جائے اور عمر معلوم کی مدت تک فراغت پا جائے پس اُس کے پاس یہ فرشتہ آتا ہے جس کا نام عزرائیل ہے اور اُس کی صورت خدا کے نزدیک جیسا اُس کا حال ہے اُس کے مناسب ہوتی ہے پس اُس کے حال کا اچھا ہونا خدا کے نزدیک بقدر اُس کے زندگی میں اچھے کام کرنے میں ہے مثلاً اُس کے اعتقادات اور اعمال اور اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے اور بقدر بُرے حال ہونے کے یہ امور خدا کے نزدیک اُس کے بُرے ہونگے پس وہ فرشتہ اُس کے حال کے مناسب ہوگا۔ پس کچہری کے عاملوں میں سے جو شخص ظالم ہے اُس کے پاس اس طرح سے آئیگا کہ وہ گویا بدلا لیتا ہے۔ یا بادشاہ کے قاصدوں میں سے ہے لیکن بہت بُری صورت میں ہوگا۔ جیسے کہ اہل صلاح اور اہل تقوٰے کیطرف بہت پیارے آدمیوں کی صورت میں آئیگا یہاں تک کہ اُن کو کبھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت متصور ہوگی۔ پس جب یہ صورت اُن کے سامنے آئیگی تو اُن کی ارواح نکل جائیں گی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت میں حضرت عزرائیل علیہ السلام اور اُن کی مثل اور ملائکہ مقربین کو متصور ہونا جایز ہے۔ کیونکہ وہ روحانی قوتوں سے پیدا ہوئے ہیں جیسے کہ بعضے اُن کے قلب سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور بعضے اُن کی عقل سے اور بعضے خیال سے پیدا ہوئے ہیں پس اس کو سمجھ لے کیونکہ یہ اُن کو ممکن ہے اس لئے کہ وہ اُس سے پیدا ہوئے ہیں۔ پس بوجہ مناسبت کے اُن کی صورت میں وہ متصور ہو سکتے ہیں اور اُن کی صورت میں انکا متصور ہونا ایسا ہی جیسے کسی شخص کی روح کا اُس کے جسم کی صورت میں متصور ہونا پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت میں سوا ئے اُن کی روح کے کوئی متصور نہ ہوا برخلاف ابلیس ملعون اور اُس کے متبعین کے کہ جو اُن کی بشریت سے پیدا ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں تھوڑی سی بشریت تھی جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ ایک فرشتہ آپ کے پاس آیا اور آپ کے قلب کو شق کیا اور اُس سے خون نکالا پس آپ کے قلب کو پاک کیا۔ پس خون سے مراد نفس بشریت ہے اور وہ شیطان کی جگہ ہے پس اُن سے شیطان کی نسبت منقطع ہو گئی۔ اسی واسطے کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اُن کی صورت بن سکے۔ چونکہ شیاطین کو آپ کے ساتھ مناسبت نہیں ہے۔ پھر عزرائیل علیہ السلام اہل طاعت اور اہل معصیت اور ظلمت کے واسطے ایک قسم کی صورت کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ ہر ایک کے واسطے اُس کے حال اور مقام کے موافق اور جیسے کہ اُس کی طبیعت چاہتی ہے انواع واقسام کی صورتوں میں آتی ہیں

ہو کل باتیں کتاب کے لکھے ہوئی کے موافق ہیں۔ پس کبھی وہ اُن وحوش کی طرف جو قریب مرنے کے ہیں شیر اور چیتے اور بھیڑیے وغیرہ کی صورت میں جیسے کہ عادت مار ڈالنے والے جانوروں کی ہوتی ہے اُس میں آتے ہیں اور اسی واسطے اوڑنے والے جانوروں کی صورت میں آتے ہیں پس کبھی اُڑنے والے جانوروں کے پاس صیاد اور ذبح کرنیوالے کی صورت میں آتے ہیں۔ اور کبھی باز اور چرغ کی صورت میں آتے ہیں اور جس چیز کے نزدیک آتے ہیں تو یہ ضرور ہے کہ اُس کے ساتھ کچھ مناسبت ہوتی ہے لیکن جس شخص کے پاس آتے ہیں تو صورت غیر مرکبہ میں ہوتے ہیں بلکہ بسیط صورت میں ہوتے ہیں اور نظر نہیں آتے ہیں اور وہ شخص اس کی بو سونگنے سے مرجاتا ہے۔ پس کبھی اُس کی بو اچھی ہوتی ہے اور کبھی بُری ہوتی ہے بقدر اُس کے کہ اس کو اپنے اوپر واجب پاتا ہے اور کبھی اُس بو کا ادراک نہیں کرتا۔ بلکہ اُس پر اس طرح سے گذر جاتا ہے کہ گویا اُسکا ادراک نہ کیا اور یہ امر میت کے حال کی دہشت کی وجہ سے ہے پس جب اُسکو دیکھتا ہے تو اُس کے ساتھ عشق کرنے لگتا ہے۔ پس اُس کی نظر اُسکے جسم سے بالکل علیحدہ ہو جاتی ہے اور منقطع ہو جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اُسکی روح نکل گئی حالانکہ نکلتی نہیں ہے اور نہ داخل رہتی ہے اے اللہ میرے مگر یہ کہ اُسکی وہ نظر جو اُس میں دخول کے طور پر حلول کئے ہوئے ہوتی ہے وہ لوٹ آتی ہے کیونکہ حلول بغیر دخول کے صحیح نہیں ہے پس اسی طرح نظر کا اُٹھنا خروج کے طور پر لوٹ آتا ہے پھر روح جسم سے نکلنے کے بعد صورت جسمیہ سے کبھی جدا نہیں ہوتی لیکن اُس کا ایک وقت ہوتا ہے کہ اُس میں سکون کی حالت میں رہتی ہے جیسے کہ کوئی شخص سو رہا ہے اور اپنے سونے کی حالت میں کسی چیز کو نہیں دیکھتا ہے اور اُس شخص کے کہنے کا اعتبار کرتا ہے کہ جو یہ کہہ رہا ہے کہ ہر سونے والا ضرور کسی چیز کو دیکھتا ہے پس بعض آدمی اُسکی حفاظت کرتے ہیں اور بعض آدمی اُسکو بھول جاتے ہیں اور اس قول میں ایک اعتراض ہے کیونکہ ہم نے کشف الٰہی سے یہ بات معلوم کی ہے کہ سونیوالا کبھی ایک دن اور دو دن اور اس سے زیادہ سوتا ہے اور اُس حالت میں کسی چیز کو نہیں دیکھتا پس اُس کی یہ حالت مثل اُس شخص کے ہے جیسے کسی شخص کو حق سبحانہ ایک پلک مارنے میں مدت تک ظاہر ہوا پس وہ اُس شخص کی طرح ہو گیا جیسے کسی نے اپنی آنکھیں بند کیں اور پھر اُن کو کھولا اور اُس کو حق سبحانہ اس تھوڑی مدت میں بہت دنوں تک ظاہر رہا اور اُسمیں وہ غیر زندہ رہا جیسے کہ حق سبحانہ آن واحد کو کسی شخص کے واسطے کشادہ کر دیتا ہے یہاں تک کہ اُسمیں اس شخص کے واسطے اعمال کشیدہ اور بہت سی عمر میں

نہیں ہوتیں اور اُس میں وہ نکاح کرتا ہے اور اُسکی اولاد ہوتی ہے اور یہ امر غیر کے واسطے نہیں ہوتا بلکہ تمام اہل دنیا کے واسطے ہوتا ہے لیکن ایک دن کی ایک ساعت میں ہوتا ہے یہ امر اس قسم کا ہے کہ ہم نے اُسکا ادراک کیا ہے اور ہم پر واقع ہوا ہے لیکن ہم میں سے جس کا نصیب ہے وہی اسپر ایمان لاتا ہے اور یہ پہلا سکون موت الارواح ہے دیکھو ملائکہ کو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کی موت سے ذکر منقطع ہونے کے ساتھ تعبیر کی ہے پس جس شخص کو اُسکا کشف ہو گیا ہے اُس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کو پہچان لیا ہے۔ پھر جب اس سکون کی مدت سے کہ جس کا نام موت الارواح ہے روح فارغ ہو گئی تو وہ برزخ میں جاتی ہے اور عنقریب برزخ کا بیان اپنی جگہ پر انشاء اللہ تعالےٰ آئیگا۔ پس قلم کا گھوڑا اس علم کے بیان میں یہاں تک تمہارے پاس دوڑا کہ علم کی حد سے نکل گیا اب ہم اُس کی طرف رجوع ہوتے ہیں کہ جو نور وہمی کا حال بیان کر رہے تھے جس کو اللہ تعالےٰ نے کمال آفتاب سے پیدا کیا ہے اور وجود میں جلال کی شعاع کا لباس پہنایا ہے ✤

پس اب جاننا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ نے اُس کو اپنے نفس کا آئینہ بنایا ہے اور اپنے قدس کا مجلا بنایا ہے۔ عالم میں کوئی چیز اُس سے زیادہ سریع الادراک نہیں ہے اور نہ اُس سے قوی ہمنیت ہے تمام موجودات میں اُسکا تصرف ہے اور اُسی سے تمام عالم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور اُسکے نور سے اللہ تعالےٰ نے آدم کیطرف نظر کی اور اسی کی وجہ سے چلنے والے پانی پر چلے۔ اور اسی سے اُڑنے والا ہوا پر اُڑا وہی تعین کا نور ہے اور غلبہ اور قدرت کی اصل ہے اس نور نے جس کو مسخر کیا اور جسپر حکم کیا اُس نے وجود علوی اور سفلی میں اُسکی وجہ سے تصرف کیا۔ اور جسپر وہم کے بادشاہ نے حکم کیا وہ اپنے امور میں اُس کے ساتھ کھیلا۔ پس وہ حیرت کی تاریکی میں اُس کے نور کی وجہ سے حیران رہا ✤

اب جاننا چاہئے کہ تیرا ایمان اللہ تعالےٰ محفوظ رکھے اور تجھ کو اہل تعین اور اہل احسان سے کرے کہ اللہ تعالےٰ نے جب وہم کو پیدا کیا تو اُس سے کہا کہ میں قسم کھاتا ہے اس بات کی اہل تقلید پر بغیر تیرے متجلی نہیں ہونگا اور نہ میں عالم کے واسطے بغیر تیرے پوشیدگیوں کے ظاہر ہونگا۔ پس بقدر اُن کے میری طرف بلند ہونے کے تو اُن کے ساتھ قریب ہوگا اور بقدر مجھسے پھر جانے کے اُن کے انوار کے ساتھ تو اُن کو ہلاک کریگا۔ پس وہم نے اُس سے کہا کہ اے میرے رب میرے واسطے اسماء و صفات کی سیڑھی کھڑی کر تاکہ وہ ذات کے ظہور کے واسطے

ذریعہ ہو پس اللہ تعالے نے اُس میں منبجر کا نمونہ قائم کیا۔ پس اُسکی دیواریں ہیبت اور تقدیر کا نقش بن گیا اور اُس میں حق سبحانہ کی عبودیت کا حکم کرتا ہے پس اُس نے اپنے نفس کے واسطے اپنے رب کے نام کی قسم کھائی اور اس طرف رجوع ہوا کہ میں ہمیشہ ان قفلوں کو ان بھاری کنجیوں سے کھولتا رہونگا یہاں تک کہ اُس کا اونٹ جمال کی سوئی کے ناکے میں داخل ہو کر صحرائے کمال کے میدان میں پہنچ جائے۔ پس اُس میں اللہ تعالی کی عبادت کرے پس اُسوقت اللہ تعالے اُس کو تقریب کے لباس پہنائیگا اور اُس سے کہے گا کہ اے فرشتہ ادیب تو نے بہت اچھا کیا پھر اُس کو اللہ تعالے دو لباس پہنائیگا۔ پہلا لباس نور سبز کا ہوگا جسپر سُرخ گندھک سے یہ لکھا ہوگا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ۔ اور دوسرا لباس ادنے درجہ کا ہوگا اور وہ بُری سیاہی سے بُنا ہُوا ہوگا اور اُسپر گمراہی کی قلم سے یہ لکھا ہُوا ہوگا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔ پس جب یہ نور نازل ہُوا اور عالم میں ظاہر ہُوا تو اللہ تعالے نے اُس کے ظاہر ہونے سے ایک گیہوں پیدا کیا پس اُس کو آدم علیہ السلام نے کھایا اُسی کی وجہ سے وہ جنت سے نکلے۔ پس تو ان اوصاف اور اشارات میں غور کر اور جو چیز کہ اللہ نے تیرے لئے ان عبارات میں رکھی ہے اُس کو سوچ اور الفاظ ظاہری کی سچائی سے نکل کر اس بڑے لباس کے موتی سے حصہ حاصل کر اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کیطرف ہدایت کرتا ہے ✣

پچپن باب
ہمت کے بیان میں

اور وہ میکائیل علیہ السلام کے رہنے کی جگہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے

لنا فی ذری العلیا جواد مقدس	ہمارے پاس بلندی میں ایک مقدس گھوڑا ہے جس کے
بہ ترتقی نحو المعالی الرفیعۃ	ذریعہ سے ہم بلند جگہوں پر چڑھ جاتے ہیں ✣
یسمی براق العارفین الی العلی	اُسکا نام براق العارفین ہے کہ وہ بلندی کیطرف جاتا ہے
علیہ صعود الروح نحو الحقیقۃ	اور اُسپر روح حقیقت کی جانب بلند ہوتی ہے ✣

له من ضیاء الحق عینان کحلا	اُسکی حق سبحانہ کی روشنی سے دونو آنکھیں سرمگین ہیں پس
فبالسحرا ولی ثم اخری بقدرۃ	ایک جادو کے ساتھ بہتر ہے اور پھر دوسری قدرت کے ساتھ
جناحاہ احداهن للسعد طائر	اُسکے دو بازو ہیں کہ ایک سعادت کے طائر کیلئے ہے اور
واخری الی بعد الشقاوۃ جرت	دوسرا شقاوت کے واسطے جاری ہُوا ✤
ولا عجب فی انه کل مایرے	اور یہ تعجب نہیں ہے کہ جس چیز کی سختی کو دیکھتا ہے اُس
من الصعب یلقاہ باحسن صنعه	سے اچھی صنعت کے ساتھ ملتا ہے ✤
وما دققت عیناہ فیه فانه	اور اُسکی دونو آنکھیں اُسمیں بند نہیں ہیں کیونکہ وہ اُسکے لئے
له موقع الحافر دس کا بخطوۃ	سُم کی جگہ ہے کہ اُن دونوں نے قدم رکھنے کیواسطے پائی ہے ✤
الا انه نور من الله منزل	خبردار رہو کہ وہ خدا کے نور اُترنے کی جگہ ہے اور انسان کو
نستر للانسان فی اسم همة	ہمت کے اسم میں چھپاتا ہے ✤

اب جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ ہم کو توفیق دے اور تجھ کو بھی توفیق دے اور ہدایت کرے کہ ہمت انسان میں جو چیزیں کہ اللہ تعالےٰ نے پیدا کی ہیں اُن سب میں زیادہ عزیز ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالےٰ نے جب کہ انوار کو پیدا کیا تو اُن کو اپنے سامنے کھڑا کیا۔ پس اُن میں سے ہر ایک کو اپنے نفس کے ساتھ مشغول دیکھا اور ہمت کو خدا کے ساتھ مشغول دیکھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُس سے کہا کہ میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھاتا ہوں کہ تجھ کو سب انوار سے زیادہ رفیع اور اعلےٰ بناؤنگا اور میرے خلق میں سے تجھ سے سوائے نیک لوگوں کے کوئی حصہ نہیں پائیگا۔ اور جو شخص میری طرف پہنچنے کا ارادہ کرتا ہے وہی تجھ سے حصہ پائے گا۔ پس تیرے دستور کو وہی حاصل کریگا کیونکہ تو مریدین کی معراج ہے اور عارفین کا براق ہے اور واصلین کا میدان ہے اور تجھی سے سابقین سبقت لیجاتے ہیں اور تجھی سے لاحقین لاحق ہوئے ہیں اور تجھ میں محققین کا متنزہ ہوتا ہے اور مقربین تیری وجہ سے صاحب علو ہیں پھر اُس نے اُسپر اپنے اسم قریب سے متجلی ہُوا ہے اور اُس کیطرف اپنے اسم سریع اور مجیب سے نظر کی۔ پس اُس نے اس تجلی کو اس طرح سے حاصل کیا کہ جو چیز قلوب سے دور تھی اُس سے قریب ہوگیا اور اس نظر سے مطلب حاصل ہونے کا فائدہ جلد حاصل ہُوا۔ پس اسی واسطے ہمت جب کسی چیز کا ارادہ کرتی ہے اور اُسپر قایم ہو جاتی ہے تو اُس کو اپنی مرضی کے موافق پالیتی ہے اور اُس کے قایم ہونے کی دو علامتیں ہیں۔ پہلی علامت حالیہ ہے اور وہ یقین کا مضبوط ہونا امر مطلوب کے حاصل ہونے کے واسطے خصوصیت کے طور پر ہے اور

دوسری علامت فعلیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس علامت والے کی حرکات و سکنات سب اس قسم کی ہوتی ہیں جو اس امر کی کہ جس طرف اُسکی ہمت قصد کرتی ہے صلاحیت رکھتی ہیں۔ پس اگر وہ ایسا نہیں ہے تو اُس کو صاحب ہمت نہیں کہتے بلکہ وہ چھوٹی امیدوں والا ہے اور بیکار آرزؤں والا ہے اور اُس کا حال مثل اُس شخص کی ہے کہ بادشاہی کا ارادہ کرتا ہے لیکن مزبلہ سے جدا نہیں ہوتا اور یہ اُس کے مطلوب کے موافق نہیں ہے اور اپنے محبوب تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ بغیر قلم اور بغیر سیاہی کے کیسے لکھ سکتا ہے اور جب تک کہ لکھنے کے طریقہ کو نہ پہچانے کیونکر کتابت کرسکتا ہے پس سیاہی بمنزلہ ایک چیز کیطرف ہمت کرنے کے ہے اور قلم بمنزلہ اُس کے حاصل ہونے کے یقین کے ہے۔ اور خط کے طریقہ کا پہچاننا بمنزلہ اعمال صالحہ کے ہے جو امر مقصود کے واسطے کرتا ہے۔ پس جس شخص میں یہ وصف نہیں ہے وہ ہمت کو نہیں پہچانتا۔ کیونکہ اُس کے پاس اُس کا کچھ اثر نہیں ہے۔ پس اُسکی اُس کے پاس کوئی خبر بھی نہیں ہے برخلاف اس شخص کے کہ جس کے افعال اُس کے مطلوب کے مناسب ہوں خصوصًا جسوقت کہ اُسمیں کوشش شروع کرے پس وہ بہت جلد مراد کو پہنچے گا چنانچہ ایک فقیر کی حکایت ہے کہ اُس نے اپنے شیخ سے سنا کہ وہ ایک دن کہتا تھا کہ جس شخص نے کسی چیز کا ارادہ کیا اور اُس میں کوشش کی تو اسکو پالیا پس اُس نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے۔ قسم اللہ کی میں بادشاہ کی لڑکی سے نکاح کرونگا۔ اور اُس میں نہایت درجہ کی کوشش کرونگا۔ پس وہ بادشاہ کے پاس گیا اور اُس نے بادشاہ کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کا پیام دیا۔ چونکہ بادشاہ نہایت عاقل اور دانشمند تھا پس اس بات کو بُرا سمجھا کہ اُس فقیر کی تحقیر کرے یا اُس سے یہ کہے کہ تو میرا کفو نہیں ہے۔ پس بادشاہ نے اُس سے کہا کہ میری لڑکی کا مہر ایک جوہر ہے جس کا نام بہرمان ہے وہ نوشیروان کسرے کے خزانہ میں ملے گا۔ پس اُس فقیر نے کہا کہ اے میرے آقا اس جوہر کی کان کہاں ہے اُس نے کہا کہ اس جوہر کی کان دریائے سیلان ہے پس اگر تو مہر مطلوب لائیگا تو میں تیرے ساتھ نکاح کردونگا پس فقیر دریا کی طرف گیا اور اُس میں سے اپنے پیالے میں پانی لیتا تھا اور خشکی میں ڈالتا تھا۔ پس بھوکا پیاسا ایک مدت تک وہی کام رات دن کرتا رہا۔ پس اُس کے اس کام نے مچھلیوں کے دلوں میں اس بات کا ڈر پیدا کردیا کہ دریا کہیں خشک نہ ہوجائے تو مچھلیوں نے خدا سے شکایت کی۔ پس اللہ تعالے نے اُس فرشتہ کو جو اس دریا کا مؤکل تھا حکم کیا کہ اس شخص کیطرف جاؤ اور اُس کی حاجت پوچھو اور اُسکی مطلب برآری کرو۔ پس جب اُس فرشتہ نے

اُس کا مقصد پوچھا اور اُس فقیر نے جواب دیا تو اُس نے دریا کو یہ حکم کیا کہ جو کچھ تیرے اندر ہے اپنی موج سے سب خشکی کیطرف پھینک دے پس جواہر اور موتیوں سے کنارا بھر گیا پس وہ فقیر اُس کو لے کر بادشاہ کے پاس گیا اور اُسکی لڑکی سے نکاح کیا۔ پس اے بھائی دیکھ کہ ہمت نے کیا کیا۔ اور یہ نہ گمان کر کہ یہ امر عجیب وغریب ہے۔ ہم نے خدا کی قسم مشاہدہ کیا ہے بلکہ تمہارے واسطے ہمارے نفوس میں ایسے ایسے کام ہوئے ہیں کہ جو اس سے بھی بڑھ کر ہیں جنکا بیان اور شمار نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ اس بات کا گواہ ہے اور میں تیرے واسطے قسم نہیں کھاتا ہوں کہ تو کہیں اس بات سے انکار نہ کر دے کہ تیرے دل سے ہدایت کی سیڑھی اور اسرار کے معارج جاتے رہیں۔ پس دلوں میں جب شیطان حلول کر جاتا ہے اور اُس میں وسواس پیدا ہو جاتے ہیں تو اُس سے ناامیدی پیدا ہو جاتی ہے پس یقین کا نور التباس کی تاریکی میں چھپ جاتا ہے +

پھر جاننا چاہئے کہ اللہ تجھ کو توفیق دے کہ ہمت کے شیشہ کو اُس کے بھرنے سے پہلے ہر کنکر جو اُس کے خلاف ہے توڑ دیتی ہے اور جو صورت کہ اُس کے مخالف ہے اُس شیشہ کے اندر کی چیز کو گرا دیتی ہے اور لیکن جب وہ بھر گیا اور اپنی حد کو پہنچ گیا تو اُس کو سخت ہوائیں بھی نہیں ہلا سکتیں اور ہتھوڑے بھی نہیں توڑ سکتے ہیں۔ پس عقلمند اور عارف جب اس کام کو شروع کرتا ہے اور اس دریا میں غوطہ لگاتا ہے تو وہ ان راہوں کی سختی کیطرف توجہ نہیں کرتا ہے اور جو ہلاکت کے مقامات اس میں پیش ہوتے ہیں اُن کی پروا نہیں کرتا ہے پس وہ جس چیز کو کہ دیکھتا ہے بڑا سمجھتا ہے بلکہ جو چیز شیطان کے وسوسہ سے اُس کے نزدیک آتی ہے تاکہ اُس کو حضرت سلطان میں داخل ہونے سے روکے اور وہ اُس کیطرف توجہ نہ کرے اور وہ اُس چیز کی جو حاصل ہوئی یا ضائع ہوئی پروا نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ راستہ بہت آفتوں کا ہے اور اسمیں بہت کاٹنے والی چیزیں اور روکنے والی چیزیں بھری ہوئی ہیں اُس کی نشانیاں بہت تاریک ہیں اور اُس کے ٹیلے بہت پرانے ہیں اور اُس کی راتیں نہایت اندھیری ہیں۔ اور اُس کا راستہ صراط المستقیم ہے اور اُس کے فریق ایسے آدمی ہیں کہ جو عذاب کو چاہتے ہیں اور اُس کو وہی لوگ ملتے ہیں کہ جو صابر ہیں اور اُس سے وہی لوگ ملاقات کرتے ہیں جو بڑے حصہ والے ہیں +

پھر جاننا چاہئے کہ اللہ تجھ کو توفیق دے کہ ہمت کا اپنے پہلے رہنے کی جگہ کے اعتبار سے

اور اپنے مشہد افضل کے اعتبار سے سوائے جناب الٰہی کے دوسرے کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی ہے کیونکہ وہ اس کتاب مکنون کا ایک نسخہ ہے اور اس پوشیدہ بھید کی کنجی ہے۔ پس اُس کی توجہ اُس کے ماسوا کیطرف نہیں ہے اور نہ اُس کا ماسوا کیطرف شوق ہے۔ کیونکہ ہر چیز اپنے اصل کیطرف رجوع ہوتی ہے اور خرمہ کی گٹھلی بوسنے سے سوائے خرمہ کے درخت کے دوسری چیز نہیں جمتی۔ اور جو چیز موجودات کے ساتھ کسی قسم کا تعلق کرے تو اُس کے تعلق کا نام ہمت نہیں ہے بلکہ اُس کو ہم کہتے ہیں اور اس کلام سے یہ فائدہ ہے کہ ہمت بالذات عالی مقام ہے اُسکو ادنےٰ درجہ کا مرتبہ نہیں ہے پس وہ سوائے جناب الٰہی کے دوسرے کے ساتھ متعلق نہیں ہے برخلاف ہم کے کہ ہم دل کی توجہ کا نام ہے جس جگہ کیطرف کہ ہو خواہ اعلےٰ کی طرف یا ادنےٰ کیطرف۔ پس جب اس عبارت کے اشارہ کو تو سمجھ لیا اور اُس کو پہچان لیا تو اب یہ بھی جاننا چاہیئے کہ ہمت اگرچہ عالی مقام اور عظیم الشان ہے لیکن وہ واقف کے واسطے اُس کے ساتھ حجاب ہے۔ پس وہ جب تک کہ اُس کو نہ چھوڑدے ترقی نہیں کرسکتا اور سردار وہ شخص ہے کہ جو اُس کے اسرار کی معرفت سے پہلے اُس سے مترقی ہوجائے اور اُس کے پھلوں کا مزا چکھنے سے پہلے اُس میں ترقی حاصل کرے پس وہ قطع کرنے والے اور منع کرنے والے ہیں۔ یعنی جو شخص اُس کے حاصل کرنے سے ٹھہر گیا اُس کو مانع ہے اور جس شخص سے کہ اُس کے پہنچنے سے پہلے اسپر ظلم کیا اُس کی قاطع ہے یعنی بجز اُسکے کوئی طریقہ نہیں ہے اور لیکن اُسکا کوئی مقام نہیں ہے بلکہ اُس سے مجاز قطع ہونے کے بعد تجاوز کرنا چاہیئے پس حقیقت اُس کے سوا ہے اور طریقت اُس کا میدان ہے کیونکہ حصر اُس کو ملا ہوا ہے اور حد اس کے ساتھ مضبوط ہے اور اللہ حد و حصر سے منزہ ہے اور کھُلنے اور ڈھکنے سے پاک ہے اور جب کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ام الکتاب ہیں اور خطاب سے وہی مراد ہیں۔ پس اگر تو عقلمند ہے تو سمجھ لے کہ اللہ تعالےٰ نے تمام عالم کو اُن سے پیدا کیا ہر رقیقہ اُن سے موجودات کے حقایق سے اصل سے ہے اور وہ معہ تمام موجودات کے رحمٰن کا مظہر ہے تو اللہ تعالےٰ نے اُن کے ہمت کے نور سے روح کو پیدا کیا اور اُن کی ہمت کی وسعت کو اُسکی رحمت کی وسعت ملی ہوئی ہے۔ پس یہ روح فرشتہ ہوگئی اور قوابل کی مقداروں کو اُسکا آسمان بنایا پھر اُس کو رزق پہچانے کے واسطے موکل کیا اور ہر حق دار کا حق عطا کرنے کے واسطے متعین کیا کیونکہ وہ رقیقہ محمدیہ ہے جو حقیقت احدیت سے پیدا ہوئی ہے۔ پس جب موکل کی جگہ وکیل قایم ہوگیا اور اُس نے ہر حقدار کا حق

تول کر یا ناپ کر حصہ بانٹتا کیونکہ اُس کا خطاب مقام جلیل سے جمیل ہے تو اس روح کا نام میکائیل رکھا گیا پس وہ ازل سے ابد تک مقادیر کا حصر کریگا اور گنتی کو پہنچائیگا اور ہر چیز کو اُس کے حق کے موافق مدد دیگا اللہ تعالےٰ اُس کو فضل کے منبر پر پانچویں آسمان کے اوپر بٹھائیگا اور اُس کو عدل کے ترازو اور قیاسات کا قانون دیگا اور اُس منبر کا نام فیض مقابل رکھا جائیگا اور ترازو سے وہ چیز جس کے قوابل مستحق ہیں کنا یہ کیجائے گی پس ان عبارات کے رموز میں خوب غور کر اور اُس میں اشارات کے خزانے جو بھرے ہوئے ہیں وہ نکال کہ جس سے تجھ کو حکمت اور فضل خطاب کا حصہ ملے اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی صواب کی طرف ہدایت کرتا ہے +

چھپن باب

فکر کے بیان میں

اور وہ باقی ملائکہ کے رہنے کی جگہ ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے

الفکر نور فی ظلام الانفس
یهدی الصواب به فؤاد الکیس
لکنما زلقاته تنمو علے
قطر السحاب وعد رمل البسبس
وله اصول ان یراعیها الفتے
تحفظ عن فرع الخطا فی المقبس
تلك الاصول علے تنوع جنسها
قسمان یحفظهن من لم یخنس
عقل وقسم العقل مضطرو
مکتسب بحسن تجارب فی الانفس
والنقل قسم وهو ایمان لفتے
بمغیب نیرانه لم تقبس

فکر موجودات کے اندھیرے میں ایک نور ہے کہ وہ صواب کیطرف ہوشیار دل کو ہدایت کرتا ہے +
لیکن اُسکی لغزش کی جگہ بادل کے قطروں اور جنگل کی ریتوں سے زیادہ بڑھی ہوئیں ہیں +
اور اُسکے ایسے اصول ہیں کہ اگر اُن کی کوئی جوان رعایت کرے تو اُسکو خطا کی شاخ سے آگ کی جگہ میں محفوظ رکھے +
یہ اصول مختلف جنسوں کے ہیں اسکی دو قسمیں ہیں کہ اُن کی وہ شخص حفاظت کرتا ہے جو واپس نہیں ہوتا +
ایک عقل ہے اور ایک قسم کی عقل مضطر ہے اور موجودات میں اچھے تجربوں کا حاصل کرنیوالا ہے
اور ایک قسم نقل ہے اور وہ جوان کا غیب پر ایمان ہے کہ جس کی آگ پوشیدہ نہیں ہے +

هذان اصل الفكر من اهل النهى	یہ دونوں عقلمند کے نزدیک فکر کی اصل ہیں جس نے ان
من لم يقس بهما يقم فى الخنادس	دونوں کا اندازہ نہ کیا وہ شب تاریک میں قایم رہا ✣
لكن ارباب العقول فاصلهم	لیکن عقلمندوں کی اصل نظر صحیح ہے کہ وہ عقل کے
نظر يصح بحكم عقل امرأس	اعتبار سے بہت روشن اور صاف ہے ✣
لا يأخذون باصل ايمان ولا	وہ ایمان کے اصل کا لحاظ نہیں کرتے ہیں اور نہ وہ اُن کے
هو عندهم بضياء صبح مشمس	نزدیک اُس صبح کی روشنی ہے جسمیں آفتاب نکلتا ہے ✣
فلاجل ذا غلطوا و فات عليهم	اسی واسطے وہ غلطی میں پڑے اور اُنپر عین صواب اور
عين الصواب و كل امر انفس	موجودات کا کل امر فوت ہو گیا ✣

اب جاننا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ تجھ کو توفیق دے اور حکمت اور فصل خطاب تجھ کو سکھا دے کہ رقیقہ فکر یہ ایک غیب کی کنجی ہے جس کی حقیقت کو خدا ہی جانتا ہے۔ پس غیب کی کنجیوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حقی دوسری خلقی۔ پس حقی اسماء و صفات کی حقیقت ہے اور خلقی ذات کے جوہر فرد کی ترکیب کے پہچاننے کو کہتے ہیں یعنی انسان کی ذات جو اپنے وجود میں رحمٰن کے وجود کے ساتھ مقابل ہے اور فکر بے شک ان وجود میں سے ایک وجہ ہے پس وہ بھی ایک غیب کی کنجی ہے لیکن وہ نور ہے اور یہ نور روشن ایسا کہاں ہے جس سے اس کنجی کے لینے پر دلیل لائی جائے پس آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے میں فکر کر مگر اُن دونوں میں فکر نہ کر۔ اور اُن اشارات کے معانی لطیف ہیں اور اپنے مخفیات میں چھپے ہوئے ہیں۔ پس جب انسان فکر کی صورت کی طرف ترقی کرتا ہے اور اس امر کے آسمان کی حد کو پہنچتا ہے تو عالم احساس کیطرف روحانی صورتیں نازل ہوتی ہیں اور پوشیدہ امور بغیر قیاس کے ظاہر ہو جاتی ہیں اور آسمانوں پر چڑھ جاتا ہے اور اُن کے فرشتوں کو موافق زبانوں کے اختلاف کے مخاطب بنا لیتا ہے اور یہ عروج دو قسم کا ہے۔ ایک قسم یہ ہے کہ رحمٰن کے راستہ پر عروج ہو جو شخص اس صراط مستقیم پر چڑھا یہاں تک کہ فکر سے بڑے مرکز کے نقطہ کو پہنچ گیا اور اُس کے خط مضبوط کی سطح میں جولانی کی تو اُس نے تجلی مصون کو جس کا تعبد در المکنون فی الکتاب المکنون الذی لا یمسہ الا المطہرون ہے اُس کو پا لیا اور یہ وہ اسم ہے جو کاف و نون میں ادغام کیا گیا ہے اور اُس کا مسمی اِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ہے اور معراج کی سیڑھی اس رقیقہ کیطرف شریعت اور حقیقت کا بھید ہے اور دوسری قسم سحر احمر ہے کہ جو خیال اور تصویر میں رکھا ہوا ہے اور حق میں باطل اور تمرد کے

حجابات سے چھپا ہوا ہے وہ ٹوٹی کی معراج ہے اور شیطان کا راستہ گمراہی کیطرف ہے جیسے کہ جنگل کا سراب کہ پیاسا اُس کو پانی گمان کرتا ہے یہاں تک کہ جب اُس کے پاس آتا ہے تو کوئی چیز نہیں پاتا۔ پس نور آگ سے بدل جاتا ہے اور قرار ہلاکت سے بدل جاتا ہے۔ پس اگر اللہ اسکو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیتا ہے اور اُس کو جس لطیفہ سے کہ مؤید کیا ہے نکال لیتا ہے تو اُس سے دوسرے معراج کیطرف وہ پہنچ جاتا ہے پس اللہ کو اپنے نزدیک پاتا ہے پس اُسوقت حق کے رہنے کی جگہ معلوم ہو جاتی ہے اور وہ چیز بھی معلوم ہو جاتی ہے جس سے سچائی کی جگہ طریقہ باطل سے متمیز ہوئی ہے اور جو شخص اُس کے جانے کی طرح چلا گیا اور امر آلہی کو مضبوط کیا۔ پس اُسکا حساب پورا ہو گیا اور جس نے اس گھر میں سستی کی اور ایسے قرار پر چھوڑ دیا تو اُس کی آگ اُس کی طبیعتوں کے کپڑوں میں لگ گئی پس اُس کو ہلاک کر ڈالا پھر اُس کا دھواں اُسکے روح اعلےٰ کے دماغ کیطرف چڑھ گیا پس اُس کو مار ڈالا پس وہ اُس کے بعد صواب کیطرف ہدایت نہیں پائیگا اور ام الکتاب کے معنی نہیں سمجھے گا۔ بلکہ جو چیز معانی جمال یا تنوعات کمال سے اُس کو ملے گی تو اُس کو گمراہی کیطرف لیجائے گی۔ پس وہ ایسی صورت پر نکلے گا جو اُس کے نزدیک محال ہے پس اُسکا رجوع ہونا حق کیطرف غیر ممکن ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أُولَٰئِكَ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا اور میں اس گھر سے دریا میں ڈوب گیا تھا اور قریب تھا کہ اُس کی موج مجھ کو اُس کی گہرائی میں ہلاک کر دے حالانکہ میں اُس دن شہر زبید میں مجلس سماع میں ۷۹۶ ہجری میں بیٹھا ہوا تھا اور یہ سماع ہمارے بھائی شیخ عارف شہاب الدین احمد رواد کے گھر میں تھا اور ہمارے شیخ دنیا کے اُستاد کامل محقق فاضل ابو المعروف شرف الدین اسمعیل بن ابراہیم جبرتی بھی اُس دن وہاں تشریف رکھتے تھے پس میں نے بلند آواز سے پکارا کہ اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو ہلاک کرنے والا ہے مجھ کو اے میرے سید بچاؤ۔ پس شیخ نفس سماع میں میری ایسی حفاظت کرتے تھے جیسے کسی شخص کو امر کی حقیقت پر اطلاع ہوتی ہے پس اللہ تعالےٰ نے مجھ کو اُسکی برکت سے معراج قویم کی طرف کہ جو صراط مستقیم پر ہے نقل کیا اور وہ اُس خدا کا راستہ ہے کہ جسکے واسطے سب آسمانوں اور زمینوں کی چیزیں ہیں اور اُس کیطرف تمام امور رجوع ہوتے ہیں لیکن دونوں معراجوں کے درمیان میں ایک لطیفہ ہے اور وہ اپنے لطف میں عظیم اور شریف ہے پس اگر اُسکا بیان ہم شروع کریں یا اُس شخص کا بیان شروع کریں جو اُس لطیفہ کے

نہ پہچاننے کی وجہ سے لوٹ آیا ہے یا ہم اُن اولیاء کا حال بیان کریں جو اُس کے دریاؤں میں ہلاک ہو گئے ہیں اور اُس کا نور اُس کی آگ کے ساتھ منطبع ہو گیا ہے تو بے شک ہم کو اس امر میں کتاب کے کشادہ کرنے کی حاجت ہو حالانکہ ہمارا مقصود اختصار ہے پس اب ہم اسی کلام کی طرف جو فکر کے بیان میں کر رہے تھے رجوع ہوتے ہیں +

اب جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے فکر محمدی کو اپنے اسم ہادی اور رشید کے نور سے پیدا کیا ہے اور اُس پر اپنے اسم مبدئ اور معید سے تجلی کی پھر باعث اور شہید کی آنکھ سے اُس کیطرف نظر کی پس جب فکر نے ان اسماء حسنیٰ کے اسرار کا احاطہ کیا اور ان صفات علیا کے لباس میں عالم میں ظاہر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے فکر سے تمام آسمانوں اور زمینوں کے ملائکہ کی ارواح کو پیدا کیا اور اُن کو ہر اعلےٰ اور ادنےٰ کی حفاظت کے واسطے موکل کیا پس جب تک کہ ان ملائکہ کی حفاظت میں ہیں تمام عالم ہمیشہ محفوظ رہیں گے۔ پس جب وقت معلوم آئے گا اور امر واجب کا وقت پہنچے گا تو اللہ تعالےٰ ان فرشتوں کی ارواح کو قبض کریگا اور اُن کو اس قبض کے ساتھ عالم غیب کیطرف لیجائیگا۔ پس امر بعض بعض کے ساتھ مل جائیگا اور تمام آسمان معہ اُن چیزوں کے جو اُن میں ہیں زمین پر گر پڑیں گے اور امر آخرت کی طرف منتقل ہو جائیگا جیسے الفاظ ظاہری کا حال معانی کیطرف منتقل ہوتا ہے پس ان اشارات کو سمجھ لے اور ان عبارات کی چیستاں کو حل کرلے تاکہ تو اسرار پوشیدہ سے حصہ پاوے اور حجابات موہومہ کا پردہ اُٹھ جاوے۔ پس جب تو ان اسرار پر مطلع ہو جائیگا۔ اور ان انوار کی روشنی میں سیر کریگا تو اُن کی عبارات کی پوشیدگی کے تحت میں حفاظت کر اور ختم اشارات کے تحت میں اُن کو نگاہ رکھ اور اُن کو افشا مت کر۔ کیونکہ افشا خیانت ہے اور جس شخص نے ایسا کیا تو وہ امانت کے محفوظ رکھنے کے ثواب سے محروم رہا اور عوام الناس کے مرتبہ میں ہو گیا حالانکہ وہ پہلے ملائکہ کرام کے مرتبہ کے قریب تھا یہ امر اس وجہ سے ہے کہ اُس بھید کا ظاہر کرنا سننے والے کو گمراہ کرتا ہے اور مخاطب کو سوائے مقید کرنے اور علت میں ڈالنے کے کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق کہتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کیطرف ہدایت کرتا ہے +

ستاون باب

خیال کے بیان میں

اور وہ تمام عوالم کا ہیولا ہے

ان الخیال حیاة روح العالم
هو اصل نیتك واصله ابن الآدم
لیس الوجود سوی خیال عند من
یدری الخیال بقدرة المتعاظم
فالحس قبل بدوه لمخیل
لك وهو ان یمضی کحلم النائم
فکذاك حال ظهوره فی حسنا
یاتی علی اصل له بتلازم
لا تغترر بالحس فهو مخیل
وکذلك المعنی وکل العالم
وکذلك الملکوت والجبروت
واللاهوت والناسوت عند العالم
لا تحقرن قدر الخیال فانه
عین الحقیقة للوجود الحاکم
لکنما اصل الخیال جمیعه
قسمان هذا عند کشف الصارم
قسم تصور للبقاء واخر
متصور للهلك لیس بدائم

خیال عالم کی روح کی زندگی ہے کہ وہ تیری اصل ہے
اور اُس کی اصل ابن آدم ہے +
وجود سوائے خیال کے اُس شخص کے نزدیک جو خیال کو
بڑی قدرت سے جانتا ہے دوسری چیز نہیں ہے +
پس حس اپنے ابتداء سے پہلے خیال کرنیوالے کیلئے تیرے
واسطے ہے اور وہ یہ ہے کہ سونیوالے کو خواب کیطرح گذر جاتا ہے +
پس اسی طرح اُسکے ظہور کا حال حسن میں تیرے واسطے
ایک اصل پر باقی ہے جس کو وہ لازم ہے +
تو فریب حس کا نہ کھا کہ وہ خیال کی جگہ ہے اور اسی
طرح تمام عالم مراد ہے +
اور اسی طرح ملکوت اور جبروت اور لاہوت اور
ناسوت عالم کے نزدیک ہیں +
تو خیال کی تحقیر ہرگز نہ کر کیونکہ وہ وجود حاکم کی عین
حقیقت ہے +
لیکن وہ تمام اصل خیال ہے اور اُسکی دو قسمیں ہیں
مرد دلیر کے کشف کے نزدیک +
ایک قسم بقا کیلئے متصور ہوئی ہے اور دوسری ہلاکت
کے واسطے متصور ہے جو ہمیشہ نہیں ہے +

فافهم اشارتنا وفك رموزها	پس ہمارے اشارہ کو سمجھ اور اُس کے رموز کو حل کر۔
لكن على اصل الكتاب القائم	لیکن وہ اصل کتاب پر قایم ہے +
وحذار من فهم يميل عن الهدى	اور اُس سمجھ سے بچ جو ہدایت سے پھیرتی ہے اور اُس
عما اتاك به النبي الهاشمي	چیز سے جو نبی ہاشمی نے دیا ہے اعراض کرتی ہے +
ماذاك قصدي انما قصدي الذي	یہ میرا قصد نہیں ہے بلکہ میرا قصد وہ ہے جس کو رسول
جاء الرسول به بغير تكاتم	علیہ السلام بغیر چھپائے ہوئے لائے ہیں +
لم ابن اس رسالتي الا على	میں نے اپنے رسالہ اعلیٰ کے اصل کو جدا نہیں کیا ہے
اني اكون لدينه كالخادم	میں اپنے دین کے خادم کیطرح رہوں +
فاذا بدالك ما تعسر فهمه	جب تجھ کو ایسا امر ظاہر ہو کہ جس کا سمجھنا مشکل ہے
اوكنت تفهم منه قول الغاشم	یا تو اُس سے قول ظالم کو سمجھتا ہے +
فاتركه والجا للاله وقم على	پس اُس کو معہ اُسکے جلال کے چھوڑ دے اور حدیث
سنن اتاك به حديث القاسم	قاسم نے جو تجھ کو دیا ہے اُس طریقہ پر قایم رہ +
صلى الله عليه ما نار اليقين	اللہ تعالیٰ اُنپر درود بھیجا کیونکہ یقین کی آگ اُن کے اسم
باسمه في ليل شك قاتم	سے اندھیرے سیاہ شک کی رات میں روشن ہو گئے +

اب جاننا چاہئے اللہ تجھ کو توفیق دے کہ خیال وجود اور اُس ذات کا کہ جسمیں معبود کے ظہور کا کمال ہی اصل ہے۔ دیکھو حق سبحانہ میں اپنے اعتقاد کیطرف اور اُس کے صفات اور اسماء پر نظر کرو کہ اس اعتقاد کا محل جس میں تجھ کو اللہ سبحانہ ظاہر ہوا ہے کہاں ہے محض خیال ہے۔ پس اسی واسطے ہم نے کہا ہے کہ خیال وہ ذات ہے جسمیں اللہ سبحانہ کا کامل طور پر ظہور ہوا ہے۔ پس جب تو نے اس کو پہچان لیا تو تجھ پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ خیال تمام عالم کی اصل ہے۔ چونکہ حق سبحانہ سب چیزوں کی اصل ہے اور اُس کا پورے طور پر ظہور کسی محل میں ہوا کرتا ہے جو اصل ہو اور یہ محل خیال ہے پس یہ بات ثابت ہوئی کہ خیال تمام عوالم کی اصل ہے دیکھو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس محسوس کو لے کر نیند بنایا ہے اور نیند کو خیال قرار دیا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ سب آدمی سو رہے ہیں جب وہ مر جاتے ہیں تب جاگتے ہیں یعنی اُنپر وہ حقایق جو سپرد دنیا میں تھے ظاہر ہوتے ہیں پس وہ پہچانتے ہیں کہ ہم سو رہے تھے پس مرنے کے بعد بیداری حاصل ہوئی پس غفلت اللہ کیطرف سے اہل برزخ اور اہل محشر اور اہل دوزخ اور اہل جنت

پر چھائی ہوئی ہوتی ہے یہاں تک کہ اُنپر حق سبحانہ اُس کثیب میں جسپر اہل جنت جا کر خدا کا مشاہدہ کریں گے متجلی ہو گا اور اس غفلت کا نام نیند ہے پس کل عوالم کی اصل خیال ہے۔ اور اسی واسطے خیال میں جو شخص پھنسے ہوئے ہیں اُن کے ساتھ مقید ہے پس ہر امت کسی عالم میں خیال کے ساتھ مقید ہے جیسے اہل دنیا اپنی معاش یا معاد کے خیال میں مقید ہیں اور یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور سے غفلت میں ڈالنے والے ہیں۔ پس یہ لوگ سو رہے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاضر ہے وہ جاگتا ہے اور جتنا اُس کو خدا کے ساتھ حضور ہے اُسی قدر اُس کا جاگنا بھی ہے۔ پھر اہل برزخ سو رہے ہیں لیکن اُن کا سونا بعض اہل دنیا کے سونے سے کم ہے پس وہ لوگ اُس چیز کے ساتھ مشغول ہیں جو اُن سے تھے اور جو چیزیں اُنپر عذاب یا نعمت وغیرہ سے ہیں اور یہ بھی اُنکا سونا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہیں۔ اور اسی طرح اہل قیامت میں۔ پس وہ لوگ اگرچہ خدا کے سامنے حساب کیواسطے کھڑے ہیں لیکن باوجود حساب کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہیں ہیں اور یہ بھی سونا ہے کیونکہ حضور سے غفلت ہے لیکن اُن کی نیند اہل برزخ سے کم ہے۔ اور اسی طرح اہل جنت اور اہل دوزخ ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنی نعمتوں میں اور عذابوں میں مشغول ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کیطرف سے غفلت اور سونا ہے لیکن اہل محشر سے کم ہے پس اُن کا سونا بمنزلہ سنت کے ہے علاوہ اس بات کے ایک یہ بات ہے کہ اس عالم والوں میں سے ہر شخص اگرچہ حق سبحانہٗ کی نظر میں بحیثیت حق کے ہے کیونکہ وہ کل وجود کے ساتھ ہے اور وہ اسکا کہنے والا ہے کہ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ لیکن وہ لوگ اُس کے ساتھ سو رہے ہیں بیدار نہیں ہیں۔ پس بیداری بجز اہل اعراف کے اور اُن لوگوں کے جو کثیب میں ہیں کسی کو نہیں ہے پس وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں اور جسقدر حق کی تجلی اُنپر ہوتی ہے اُسی قدر اُن کو بیداری ہوتی ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں تقدیر کے حکم سے وہ چیز حاصل ہوئی جو اہل جنت کو کثیب میں بعد کو حاصل ہوگی پس اُسپر اللہ تعالےٰ متجلی ہوا اور اُس نے اُس کو پہچان لیا پس وہ بیدار ہے۔ اور اسی واسطے اس مقام والوں کے سردار نے خبر دی ہے کہ سب آدمی سو رہے ہیں۔ کیونکہ وہ بیدار ہے اور اُنہوں نے پہچانا ہے۔ پس جب تو نے یہ پہچان لیا کہ کل عالم کے رہنے والے سو رہے ہیں۔ پس ان تمام عوالم پر یہ حکم کر کہ وہ خیال ہے اس لئے کہ سونا عالم خیال کا نام ہے ✦

الا ان الوجود بلا محال — خبردار ہو کہ وجود بلا محال کے ایک خیال ہے کہ خیال

خیال فے خیال — میں ہے اور پھر خیال میں ہے ✦

ولا یقظان الا اهل حق	اور بجز اہل حق کے کوئی بیدار نہیں ہے وہ ہر حال
معالرحمن هم فی کل حال	میں خدا کے ساتھ ہے +
وهم متفاوتون بلاخلاف	اور وہ لوگ مختلف ہیں بلا خلاف کے پس اُنکی بیداری
فیقظتهم علے قدر الکمال	بقدر کمال کے ہے +
هم الناس المشار الی علاهم	وہ لوگ جن کے علو کیطرف اشارہ کیا گیا ہے اُن کو سوائے
لهم دون الورے کل التعالی	مخلوق کے ہر قسم کا علو حاصل ہے +
حطوا بالذات والاوصاف طرا	اُنہوں نے ذات اور اوصاف سے حصہ پالیا ہے اسی
تعاظم شانهم فی ذی الجلال	وجہ سے ذو الجلال میں اُن کی شان بڑھی ہوئی ہے +
فطورا بالجلال علے التذاذ	پس کبھی جلال کے ساتھ لذت اُٹھاتے ہیں اور کبھی جمال
وطورا بالتلذذ بالجمال	کے ساتھ لذت اُٹھاتے ہیں +
سرت الذات وصف الله فیهم	ذات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وصف اُن میں سرایت کر گیا ہے
لهم فی الذات لذات عوالی	اُن کو ذات میں بڑی بڑی لذتیں ہیں +

(رمز کے موتی چیستان کے دریا میں) ایک غریب نے جس کو لفظ روح کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں سفر کیا یہاں تک کہ وہ اُس عالم میں پہنچا جس کو لفظ یوم کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں پس جب وہ اس آسمان کیطرف پہنچا تو اُس نے دروازہ کھٹکھٹایا تب اُس سے پوچھا گیا کہ اے کھٹکھٹانیوالے عاشق تو کون ہے پس اُس نے جواب دیا کہ میں عاشق مفارق ہوں تمہارے شہر سے نکالا گیا ہوں اور تمہارے سوائے دور کیا گیا ہوں۔ پس میں مچھلی کی اور گہرائی کی اور طول اور عرض کی قید میں مقید ہوں اور آگ اور پانی اور ہوا اور زمین کی قید میں پھنسا ہوں اور اب میں چاہتا ہوں کہ قید توڑ ڈالی جاوے اور اس سے رہائی پاؤں۔ پس اے عرب کرام لوٹنے والے متفرق ہیں بجز تمہارے قیدی غمناک کا کوئی نہیں ہے +

راوی کہتا ہے کہ ایک شخص مجھ کو ظاہر ہوا جو قریب بڑھاپے کے تھا اور اُس نے کہا کہ اے شخص یہ عالم الغیب ہے اس کے اونٹ کے پالان بڑے عدد والے ہیں اور زبردست ہیں اور طویلۃ الامد ہیں اُن کے پہنچنے والے کو چاہئے کہ اُن کی صورت میں نہیں اور اُن کے سے خوشبو لگائیں۔ میں نے کہا کہ میں ایسے کپڑے کہاں سے پاؤں اور ایسی خوشبوئیں کہاں سے لگاؤں۔ پس اُس نے جواب دیا کہ سمسمۃ باقیہ کے بازار میں یہ کپڑے ہیں اور خیال راویہ

کی زمین میں یہ خوشبوئیں ہیں اور اگر تو چاہے اس عبارت کو برعکس کر دے۔ پس کپڑوں کو خیال کے بنے ہوئے سے لے اور خوشبو کو سمسمہ کی زمین سے لے کیونکہ وہ دونوں اس عالم میں بھائی ہیں جسکا نام عالم غیب ہے پس میں پہلے کمال کی زمین اور جمال کے معدن کیطرف گیا جس کا نام بعض وجود سے عالم خیال ہے پس میں نے یہاں ایک شخص کے پاس جانے کا ارادہ کیا کہ جو عظیم الشان اور رفیع المکان عزیز السلطان تھا اور اُس کا نام روح الخیال تھا اور اُس سے لفظ روح الجنان کے ساتھ کنایہ کیا جاتا تھا پس جب میں نے اُس کو سلام کیا اور اُس کے سامنے میں شکل بن کر گیا تو اُس نے جواب دیا کہ اے میرے بت آؤ اور مجھ کو جگہ کشادہ کر دے پس میں نے اُس سے کہا کہ اے میرے سردار کہ یہ عالم جس کو سمسمہ باقیہ من آدم سے تعبیر کرتے ہیں یہ کیا ہے اُس نے جواب دیا کہ وہ ایک لطیفہ ہے جو کبھی فنا نہیں ہوتا اور ایسا مجلا ہے جسپر رات دن نہیں گذرتے اللہ تعالیٰ نے اُس کو اس مٹی سے پیدا کیا ہے اور یہ دانہ اس خمیر سے ڈالا گیا ہے اور اُس کو سب پر حاکم بنایا ہے لیکن اعلیٰ و ادنیٰ کے واسطے اُس کا بیان ہم کتاب میں کر چکے اور اُس میں اس باب کی شرح گذر چکی محال اُس میں جائز ہے اور اُس میں حسن کے ساتھ خیال کی صورت حاضر ہوتی ہے پس میں نے کہا کہ کیا میں اس محل عجیب اور عالم غریب کیطرف راستہ پا سکتا ہوں تو اُس نے کہا کہ ہاں جب تیرا وہم کامل ہو جائے تب تو محال کے جواز کے واسطے گنجائش رکھ سکتا ہے اور معانی خیال کو حس کے دیکھنے سے قادر ہو جائیگا اور نکتہ کو جان جائیگا تو نقطہ کے بھید کو اسوقت پڑھ لے گا۔ اور ان معانی سے تجھ کو کپڑے بنے جائیں گے اور جب تو ان کپڑوں کو پہنے گا تب تجھ کو سمسمہ کی طرف دروازہ کھل جائیگا پس میں نے اُس سے کہا کہ اے میرے سردار میں اُسی امر مشروط پر قایم ہوں اور میں نے عہد کی رسی کو مضبوط پکڑ لیا ہے اور کشف اور وجود کو معلوم کر لیا ہے کہ عالم ارواح عالم حس سے ذوق اور شہود میں بہت ظاہر اور بہت قوی ہے۔ پس اُس نے بعد ہمہ کے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ پس ناگاہ میں زمین سمسمہ میں چلا گیا +

ارض من المسك النقی ترابها	ایک زمین تھی جسکی مٹی مشک خالص کی تھی اور اُس کے گھر اور قبہ جواہر کے تھے +
ومن الجواهر ربعها وقبابها	
اشجارها متکلمات نطق	اُس کے درخت آپس میں باتیں کرتے تھے اور اسی طرح اُسکے گھر نعمتوں سے اور عتاب سے بھرے ہوئے تھے
وکذاک ادورها نعم وعتابها	

فی طعمها من کل شئی لذة
حقا و من ماء الحیاة شرابها

اُس کے کھانہ میں ہر چیز کی لذت ہے اور آب حیات سے اُسکی شراب ہے +

حاز الجمال فصار یشهد صورة
فیها و کم اروی العطاش شرابها

اُس نے جمال کا احاطہ کیا پس وہ اُسمیں ایک صورت کے طور پر ظاہر ہوا اور اُسکی شراب سے پیاسے بہت سیراب ہو گئے

هی نسخة من جنة الماوی لمن
یحظی بها فی الارض طاب مآبها

وہ جنت الماوی کا ایک نسخہ ہے اُس شخص کیواسطے جو زمین میں اُس سے حصہ حاصل کرتا ہے اور اُسکا ٹھکانہ اچھا ہے +

هی سر قدرة قادر برزت لمن
یدری الامور و لم یفته حسابها

وہ قادر کی قدرت کا ایک بھید ہے جو اُس شخص کیلئے ظاہر ہو گیا ہے جو تمام امور کو جانتا ہے اور اُسکے شمار کو فوت نہیں کیا +

لیست بسحر انما هی ماؤها
بل نارها و هواؤها و ترابها

وہ اُس کا پانی ہے جادو نہیں ہے بلکہ وہ اُسکی آگ اور ہوا اور مٹی ہے +

هی اصلها و السحر فرع للقضا
و یجیب داعی الساحرین خطابها

وہ اُسکی اصل ہے اور جادو قضاء کی فرع ہے اور جادوگروں کے بلانیوالے کو اُسکا خطاب صواب دیتا ہے +

یستخرج الرجل الشجاع مراده
منها فیرفع للعیون نقابها

بہادر آدمی اپنی مراد کو اُس سے حاصل کرتا ہے پس آنکھوں سے اُس کا نقاب اُٹھ جاتا ہے +

تبدو بقوة همة فعالة
لممکن بین الوری اترابها

ہمت فعالہ کی قوت سے اُس ممکن کیلئے جو خلق میں ہے اُسکے اقران و امثال ظاہر ہو جاتے ہیں +

والناس فیها بین ناج فائز
کمل الزکاة بها فتم نصابها

اور آدمی اُسمیں مطلب کو پہنچنے والے ہیں زکوۃ اُسکی وجہ سے کامل ہو گئے پس نصاب پورا ہو گیا +

او هالك باع السعادة بالشقا
بخسا فدساها و زاد حجابها

یا وہ ہلاک ہونیوالا ہے کہ اُس نے سعادت کو شقاوت کے عوض میں تھوڑی سی قیمت میں بیچ ڈالا ہے پس اُسکو چھپا دیا اور اُسکا حجاب زیادہ ہو گیا

هی اخت آدم بل هی ابنة سره
فجمیع انساب له انسابها

وہ آدم کی بہن ہے بلکہ وہ اُسکے بھید کی لڑکی ہے پس تمام اُس کی نسب اُسی کی نسب ہیں +

یفنی الجمیع و تلك باقیة علی
لطف و بالمقدور طال رکابها

سب فنا ہو جائیں گے اور یہ اپنی لطافت پر باقی رہے گی اور اُسکی رکاب مقدور کے ساتھ طول ہے +

ھے نخلۃ ظھرت من الثمر الذی
ھو ادم ما فی سواہ جنا بھا
فیجیبھا الانسان یوما ان دعت
واذا دعی الانسان جاء جوابھا
لیست خیالا لا ولا حسا ولا
غیر الماقد قلت ھاک صوابھا

وہ ایک خرمہ کا درخت ہے کہ اُس پھل سے ظاہر ہوا ہے
جس کو آدم کہتے ہیں اور اُسکے سوا میں اُسکا استانہ نہیں ہے
پس اگر وہ کسی دن بلائے گی تو انسان اُسکو جواب دیگا اور
جب انسان کو بلائیگا تو اُسکی طرف سے جواب آئیگا +
نہ خیال ہے اور نہ حس ہے اور نہ سوائے اُس چیز کے کہ جس کو
میں نے کہا ہے نیست ہے صواب اُس کا +

پس جب میں اس زمین عجیب پر گیا اور اُس کی خوشبوئیں لگائیں اور اُس کے میں نے عجائبات اور غرائبات کو دیکھا اور اُس کے تحفوں اور نادر چیزوں پر جو خیال میں بھی نہیں آتی تھی اور نہ محسوس ہوتی تھی اُنپر نظر کی تو میں نے عالم غیب کیطرف کہ جو موجود تھا چڑھنا چاہا تب میں اُس شیخ کیطرف آیا کہ جو پہلا دال تھا پس میں نے اُس کو ایک ضعیف پایا کہ عبادت کی وجہ سے وہ رقیق ہو کر خیال کی طرح ہو گیا تھا یہاں تک کہ میں نے اُس کو مفروضات محال سے گمان کیا لیکن وہ قوی دل اور قوی ہمت اور سخت دبدبہ والا اور سخت ارادہ والا اور جلد اُٹھنے اور بیٹھنے والا تھا۔ گویا کہ وہ ماہ کامل ہے۔ پس میں نے بعد سلام علیک کے اُس سے یہ بات کہی کہ میں رجال الغیب کیطرف جانا چاہتا ہوں اور میں اُسکی شرطوں کو بجا لایا ہوں۔ پس اُس نے جواب دیا کہ یہ وقت پہنچنے کا ہے پس اُس نے زنجیر کھٹکھٹائی اور دروازہ کھل گیا۔ پس میں ایک شہر میں گیا کہ اُس کی زمین عجیب طرح کی تھی اور اُسکا طول و عرض بہت بڑا تھا اُس کے رہنے والے تمام عالم سے زیادہ خدا کو جانتے تھے کوئی شخص اُن میں بیکار نہ تھا اُسکی زمین بکہ کے موتی کیطرح سفید تھی اور اُسکا آسمان زبرجد سبز کیطرح تھا اُسکے عرب عرب کرام تھے اُن میں کوئی بادشاہ بجز خضر علیہ السلام کے نہ تھا۔ پس میں نے اپنے کجاووں کو اُس کے پاس اوتارا اور اُس کے سامنے بیٹھ گیا پھر میں نے سلام کیا۔ پس اُس نے مجھ کو دوست کیطرح بٹھایا اور مجھ سے ہم نشینی کی پھر مجھ کو مقام میں کشادہ کیا اور کہا کہ جو بات ہے بیان کر۔ پس میں نے کہا کہ اے میرے سردار میں تجھ سے تیرا حال پوچھنا چاہتا ہوں اور تیری شان جسمیں کلام ملا ہوا ہے اور تمام مخلوق جسمیں خبط میں پڑ گئی ہے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ پس اُس نے جواب دیا ہے کہ میں حقیقت عالیہ اور رقیقہ متدانیہ ہوں۔ اور میں وجود کے انسان کا بھید ہوں اور میں معبود کے باطن کا عین ہوں اور میں حقایق میں داخل ہوں اور میں رقایق کا دریا ہوں۔ اور میں شیخ لاہوتی ہوں اور میں عالم ناسوتی ہوں کہ ہر معنی

میں متصور ہوتا ہوں اور ہر معنی میں ظاہر ہوتا ہوں اور ہر صورت میں پیدا ہوتا ہوں اور ہر سورت میں ایک آیت کے طور پر ظاہر ہوتا ہوں اور میرا امر باطن عجیب ہے اور میرا حال حال غریب ہے۔ میرے رہنے کی جگہ کوہ قاف ہے اور میرا محل اعراف ہے۔ میں مجمع البحرین میں واقف ہوں۔ اور نہراین میں ڈوبنے والا ہوں اور عین کے چشمہ سے پانی پینے والا ہوں۔ اور میں دریائے لاہوت میں مچھلی کا رہنما ہوں۔ میں عذر کا بھید ہوں اور جوان کا حامل ہوں اور میں موسائے ظاہر کا معلم ہوں۔ اور میں اول و آخر کا نقطہ ہوں۔ اور میں قطب فرد جامع ہوں۔ اور میں چمکنے والا نور ہوں اور میں بدر ساطع ہوں اور میں قول قاطع ہوں۔ اور میں عقول کی حیرت ہوں۔ اور میں چاہنے والوں کی خواہش ہوں مجھ تک سوائے انسان کامل کے کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اور بجز روح واصل کے مجھ پر کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ اور اسکے سوا جو شخص ہیں اُن سے میرا مرتبہ ماوراء ہے۔ میری خبر نہیں پہچان سکتے۔ اور میرا اثر کوئی نہیں دیکھ سکتے بلکہ اُس کے واسطے بعض بندوں کی صورتوں میں اعتقاد متصور ہو جاتا ہے۔ پس میرا سا نام لکھ لیتا ہے اور اپنے رخسارہ پر میرے سے نشانی بنا لیتا ہے۔ پس جاہل اُس کو دیکھ کر یہ گمان کرتا ہے کہ یہی خضر ہیں۔ حالانکہ وہ مجھ سے کہاں ہے بلکہ اُس کا پیالا میرے قریب نہیں ہے۔ اے اللہ تعالیٰ میرے مگر یہ کہا جائے کہ وہ میرے دریا سے ایک نقطہ ہے۔ یا میرے زمانہ سے ایک ساعت ہے کیونکہ اُس کی حقیقت میرے رقایق سے ایک رقیقہ ہے اور اُس کا راستہ میرے طرایق سے ایک طریقہ ہے۔ پس اس اعتبار سے میں یہ ستارہ روشن ہوں۔ پس میں نے اُس سے پوچھا کہ تجھ تک پہنچنے والے کی علامت کیا ہے۔ اور تیرے پاس آنے والے کی پہچان کیا ہے۔ پس اُس نے جواب دیا کہ اُس کی علامت قدرت کے علم میں پوشیدہ ہے اور اُس کی معرفت تحقیق کے علم میں حقایق سے پیچیدہ ہے پھر میں نے اُس سے رجال الغیب کی جنسوں کو دریافت کیا پس اُس نے جواب دیا کہ بعضے اُن میں سے بنی آدم ہیں اور بعضے اُن میں ارواح عالم سے ہیں۔ اور وہ سب چھ قسم کے ہیں اور مقام میں مختلف ہیں۔ پہلی قسم کہ جو سب قسموں سے افضل اور سب قوموں میں اکمل وہ افراد اولیاء ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے قدم پر قدم رکھتے ہیں اور وہ عالم موجودات سے اُس غیب میں جس کا نام مستوی الرحمٰن ہے اُس میں غائب ہو گئے ہیں۔ پس وہ نہ پہچانے جاتے ہیں اور نہ اُن کا وصف کیا جاتا ہے حالانکہ وہ آدمی ہیں۔ دوسری قسم وہ لوگ اہل معانی اور ارواح اوانی ہیں کہ ولی اُن کی صورت میں متصور ہو سکتا ہے پس ظاہر و باطن میں آدمی اُن کی خبر کے

کے ساتھ کامل ہوتے ہیں۔پس وہ حقیقت میں ارواح ہیں اور بصورت اجسام کے ہیں۔کیونکہ اُن میں ایسی قوت موجود ہے کہ وہ ظاہر میں تصویر بن کر عالم کیطرف سیر کر سکتے ہیں پس وہ غیب الوجود کے مبدا ان تک پہنچ گئے ہیں اور اُن کا غیب شہادت ہوگئی ہے۔اور اُن کے انفاس عبادت ہوگئے ہیں۔اور یہ لوگ اوتاد الارض کھلاتے ہیں کہ جو سنت و فرض کو خدا کے واسطے قایم رکھتے ہیں +

تیسری قسم ملائکہ الہام اور بواعث ہیں جو اولیاء کے پاس جاتے ہیں اور اُن سے باتیں کرتے ہیں اور عالم احساس میں ظاہر نہیں ہوتے اور نہ عوام الناس کو پہچانتے ہیں +

چوتھی قسم رجال المناجات فی المواقع ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنے عالم سے نکلتے ہیں اور وہ سوائے اپنی جگہ کے دوسری جگہ نہیں پائے جاسکتے اور عالم احساس میں تمام آدمیوں کی صورت بن سکتے ہیں۔اور کبھی اہل صفا بھی اس صورت میں آجاتے ہیں۔پس اُن کو مغیبات کی خبر دیتے ہیں اور پوشیدہ امور ظاہر کردیتے ہیں +

پانچویں قسم رجال البسابس ہیں وہ تمام عالم میں پھرتے ہیں اور وہ بنی آدم ہیں۔اور آدمیوں کو ظاہر ہوتے ہیں پھر اُن سے غائب ہوجاتے ہیں اور اُن سے باتیں کرتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔اُن لوگوں کے رہنے کی جگہ پہاڑ اور جنگل اور نہروں کے کنارے ہیں۔لیکن ان میں سے جو شخص قادر ہے وہ شہر میں عمدہ مکان اور اچھا مقام بنالیتا ہے لیکن شہر کیطرف کچھ شوق اور اُسکا کچھ اعتبار نہیں کرتا ہے +

چھٹی قسم وہ لوگ ہیں جو دلوں میں شبہ ڈالتے ہیں لیکن وسوسہ نہیں ڈالتے ہیں اور وہ تفکر کے باپ سے اور تصور کی ماں سے پیدا ہیں اور اُن کے اقوال کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور نہ اُن کی حکایتوں کی طرف کچھ شوق ہوتا ہے۔پس وہ لوگ خطا اور صواب کے درمیان میں ہیں۔اور وہ اہل کشف اور اہل حجاب ہیں۔اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کیطرف ہدایت کرتا ہے اور اُسی کے پاس ام الکتاب ہے +

اٹھاون باب

صورت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں

اور وہ نور ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ کو پیدا کیا اور وہ اُس چیز کے رہنے کی جگہ ہے جس میں عذاب اور نعمتیں پائی جاتی ہیں

انوار حسن بدت فی القلب لامعة
مستترات وھی الشمس طالعة

حسن کے انوار قلب میں چمکتے ہوئے ظاہر ہوئے وہ پوشیدہ تھے حالانکہ وہ چمکنے والے آفتاب کی طرح تھے +

للحق فیھا ظھور عند عارفہ
فلیس تخفی التجلیات ساطعة

حق سبحانہ کا اُنمیں اُسکے عارف کے نزدیک ظہور ہے کیونکہ تجلیات چمکنے والے پوشیدہ نہیں ہوتے ہیں +

والقلب فیہ قوی تدعی مصورة
لکنھا حوت الاسرار جامعة

اور قلب میں ایسی قوتیں ہیں جو مصورہ کو چاہتی ہیں۔ لیکن اُنہوں نے تمام اسرار کا احاطہ کر لیا ہے +

اضحت لجنات خلد نسخة فغدت
للقصر فی ساحة التخییل رافعة

خلد کے باغوں کیلئے ایک نسخہ ظاہر کیا ہے کہ وہ خیال کے میدان میں قصر کیواسطے بلند ہونیوالا ہے +

تستخرج الثمر الحالی وحامضہ
من جنة ھی فوق الغصن یافعة

اُس باغ سے میٹھا اور کھٹا پھل نکلتا ہے کہ وہ ہر شاخ کے اوپر پکا ہُوا ہے +

لم یدر ما قد حوت من صنع صانعھا
سوی حکیم اتتہ الخلق طائعة

کوئی نہیں جانتا کہ اُسکے بنانیوالے نے کیا صنعت کی ہے سوائے اُس حکیم کے کہ جس کے نزدیک خلق خوش ہو کر آئی ہے +

مخلوقة وھی مرآة لخالقھا
قریبة قد غدت فی الحکم شاسعة

مخلوق اپنے خالق کا آئینہ ہے اور وہ قریب ہے کہ حکم میں صبح کرنے نعل کے تسمہ کے طور پر +

حقیرة جل عند اللہ رفعتھا
سر وقد اصبحت فی الناس ذائعة

وہ حقیر ہے لیکن خدا کے نزدیک اُسکا مرتبہ بلند ہے اور ایک بھید ہے کہ آدمیوں میں اُس نے صبح کی ہے اور پھیل گیا ہے +

لکنھا عجزھا من کونھا خلقت
فی النفس میتة فی الاسر خاضعة

لیکن اُسکی عاجزی بوجہ مخلوق ہونے کے ہے کہ وہ نفس میں مردہ ہے اور قید میں پست ہونیوالا ہے +

لا تکسب المرء الا فرحة وله
فی ظاهر الصحو احزان متابعة

مرد بجز فرحت کے کچھ نہیں حاصل کرتا ہے اور اُس کو ظاہری ہوشیاری میں پے در پے غم ہیں +

لا یغتر کل ذی عقل بزینتها
ولا یولع فیها منه والعة

ہر عقلمند اُسکی زینت سے فریب نہیں کھاتا ہے اور نہ کوئی حریص اُسکی حرص کرتا ہے +

لو انها خلقت حیا لکنت ترا
ها وهی واصلة فی الناس قاطعة

اگر وہ زندہ کیا جاتا تو بے شک تو اُسکو ایسی حالت میں دیکھتا کہ وہ آدمیوں میں یقیناً پہنچنے والا ہے +

وذا الحدیث فقشر فوق نکتتنا
فالق القشور فلیست منك نا

اور یہ بات پوست ہے کہ ہمارے نکتہ سے بڑھ کر ہے وہ چیز نیوالا پوستوں کا ہے پس تجھ سے نفع نہیں ہے +

واللب فی النفس مثل الدر فی صدف
کالسحر منه عیون السحر نابعة

اور عقل نفس میں ایسی ہے جیسے سیپی میں موتی اور جیسے کہ جادو سے اور جادو کے چشمے جاری ہوتے ہیں +

فانظر الی حکم قد جائن فی کلم
فی زی مکتتم کالشمس لامعة

پس تو اُس حکم کیطرف نظر کر جسمیں ہم کلام کرتے ہیں کہ وہ پوشیدہ صورت میں چمکنے والے آفتاب کیطرح ہیں +

اب جاننا چاہئے اللہ تجھ کو اپنی معرفت کی توفیق دے اور اپنے قربت والوں سے تجھ کو بنائے کہ اللہ تعالے نے صورت محمدیہ کو اپنے اسم بدیع اور قادر کے نور سے پیدا کیا۔ اور اُس کیطرف اپنے اسم منان اور قاہر سے نظر کی۔ پھر اُسپر اپنے اسم لطیف اور غافر سے تجلی کی۔ پس اُسوقت اُس تجلی کے دو ٹکڑے کئے۔ پس وہ تجلی گویا کہ دو نصف کیطرف تقسیم ہوئے۔ پھر اللہ تعالے نے اُس کے اس نصف سے جو سیدھی جانب کے مقابل تھا جنت کو پیدا کیا اور اُس کو منعمیں کے لئے دار العادت بنایا۔ پھر اُس کے اُس نصف سے جو اُلٹی جانب کے مقابل تھا دوزخ کو پیدا کیا اور اُس نے گمراہوں کے واسطے دار الاشقیا بنایا۔ اور جس قسم سے کہ جنت کو پیدا کیا تھا اُس کی طرف اپنے اسم منان سے دیکھا تھا پس وہ تجلی لطیف کے بھید کا محل ہے اور خدا کے نزدیک شریف ہے اور جس قسم سے کہ اللہ نے دوزخ کو پیدا کیا تھا اُس کی طرف اپنے اسم قاہر سے دیکھا تھا اور وہ تجلی غافر کے بھید کیواسطے ہے وہ اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اُس کے رہنے والوں کو آخرت میں جبر کیطرف قبول کرے جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دوزخ کی خبر دیتے ہیں کہ دوزخ میں جبار اپنا قدم رکھے گا اور کہے گا کہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پس اُس میں جرجیر کا درخت جمیگا اور اس حدیث کا بھید یہ ہے کہ اللہ تعالے نے جب کہ دوزخ والوں کے واسطے عذاب کو پیدا کیا تو اُسکے اُٹھانے کی بھی قوت اُن میں پیدا

کی ورنہ وہ ہلاک ہوجاتے اور معدوم ہوجاتے اور عذاب سے راحت پاتے۔ پس یہ بات ضروری تھی کہ اُن میں قوت اس عذاب کے اُٹھانے کی پیدا کرے تاکہ وہ اُس کے مزے کو چھکیں جیساکہ اللہ تعالے فرماتا ہے کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ پس پوستوں کے بدلنے سے اُن کو از سرنو ایسی قوت پیدا ہوجائے گی جو اُن میں پہلے نہ تھی۔ پس وہ اپنے نفوس میں کہیں گے کہ اب شاید ہم کو اللہ تعالیٰ عذاب نہ دے کہ وہ ایسا ہے اور ایسا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نفوس کو اس عذاب کے اُٹھانے کی قوت پیدا کرنے کی وجہ سے اچھا سمجھیں گے پس وہ اللہ تعالے کی توحید بیان کریں گے۔ پس وہ اُسکے ساتھ حلول کریں گے اور اُسکی وجہ سے عذاب دیئے جائیں گے۔ پس اُنپر وہ امر ظاہر ہوگا جو اُن کے دلوں میں ہے اور وہ بمنزلہ اُس چیز کے ہے جس کی اُن کو عذاب کے ساتھ بشارت دی گئی ہے۔ اس وجہ سے کہ اُنھوں نے امانت بالائے امانت کی ہے جیسے کہ جنت والے بھی اپنی نعمتوں سے پہلے بشارت دیئے جائیں گے پھر اہل دوزخ سے جب عذاب زایل ہوجائیگا اور اُن کو از سرنو ہوگا۔ تب ہمیشہ اُن کی پہلی قوتیں رہینگی۔ کیونکہ وہ احسان کے ہاتھ سے بخشے ہوئے ہیں اور حق سبحانہ اپنے ہبہ کو واپس نہیں کرتا ہے اور عذاب اُنپر قہر کے ہاتھ سے نازل ہوگا۔ پس اُسکے لئے یہ جایز ہے کہ اُس کو دور کردے اور اُس کے تغیر کو وہ عذاب کرے پھر وہ لوگ ہمیشہ اس حالت میں رہیں گے کہ ہر عذاب کے واسطے اُن کی قوت پر قوت زیادہ ہوتی رہے گی۔ یہاں تک کہ وہ اس حد کو پہنچیں گے کہ اُن میں ان قوتوں سے قوت الٰہی کا اثر ظاہر ہوجائیگا۔ پس جب اُن میں یہ قوت الٰہی ظاہر ہوجائے گی تب جبار اپنا قدم دوزخ میں رکھے گا۔ کیونکہ خدا کے صفات کسی میں اس طرح سے نہیں ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ اُن کے ظہور کے بعد پھر ستقی رہے +

پھر جاننا چاہیئے کہ جبار اُنپر بحیثیت اس قوت الٰہیہ کے ظاہر ہوتا ہے جس کو اُن کے واسطے اُس مناسبت کی وجہ سے جو ہر چیز میں ملنے کا سبب ہے ظاہر ہُوا ہے۔ پس وہ جبر کرنے کا قدم دوزخ میں رکھے گا پس ذلیل ہوگا اور عاجزی کریگا۔ چونکہ اُس میں اللہ سبحانہ کی طاقت اُس میں ہے۔ اور اُس وقت وہ کہے گا ہرگز نہیں ہرگز نہیں اور یہ کلام ذلت کی حالت کا ہے جو عزت کے قہر کے نیچے ہوگی جس کو اس لفظ کے ساتھ تعبیر کیا گیا پس وہ دور ہوجائیگا +

پس اب جاننا چاہیئے کہ وہ آگ چونکہ وجود میں اصلی نہیں ہوگی۔ اسی وجہ سے آخرکار زایل ہوجائے گی اور اس میں یہ بھید ہے کہ جو صفت اُس سے مسبوق پیدا ہوئی ہے اور مسبوق سابق

کی فرع ہے جیساکہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ پس سابق اصل ہے اور مسبوق فرع ہے۔ دیکھو جب کہ رحمت اصل ہے تو اُس کا حکم اول وجود سے آخر وجود تک جاری ہوا اور غضب اول وجود سے آخر وجود تک نہ کھپا۔ کیونکہ اُس کا مخلوق کو پیدا کرنا رحمت ہے غضب نہیں ہے اسواسطے کہ اُس نے کوئی گناہ نہیں کیا تاکہ وہ غضب کا مستوجب ہو۔ دیکھو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْئٍ اور یہ نہیں کہا کہ وَغَضَبِیْ وَسِعَ کُلَّ شَیْئٍ کیونکہ اُس نے سب چیزوں کو اپنی رحمت سے پیدا کیا۔ پس ایسے نکتہ کی وجہ سے غضب بھی آخر وجود تک نہ کھپا۔ اور اس میں یہ بھید ہے کہ رحمت خدا کی ذاتی صفت ہے اور غضب اُس کی ذاتی صفت نہیں ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کا نام رحمٰن ہے اور رحیم ہے اور اُس کا نام غضبان اور غضوب نہیں ہے کیونکہ غضب ایسی صفت ہے کہ جس کو عدل واجب ہے اور عدل بجز دو کاموں کے درمیان میں حکم کر دینے کے دوسری چیز نہیں ہے پس اُسکا نام عادل یہ اسم صفت ہے اور رحمٰن اسم ذات ہے۔ دیکھو غفار کو کہ وہ نعمت کا پہلا مظہر ہے جس نے رحمت کو واجب کیا اور اُس میں تین صیغے وارد ہوئے ہیں غافر، غفّار اور غفور۔ اور اُسکا جو ایک نام قاہر ہے وہ نقمت کا پہلا مظہر ہے جس نے عدل کو واجب کیا اُس میں دو ہی صیغے پائے جاتے ہیں یعنی قاہر اور قہار۔ قہور نہیں آیا ہے۔ اور یہ کل امور رحمت کے غضب پر سبقت کرنے کے بھید میں +

پھر جاننا چاہئے کہ آگ کا حال وجود میں چونکہ عارض تھا اسی وجہ سے اُس کا دُور ہونا جایز ہُوا ورنہ محال تھا اور اُس کے دور ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ اب وہ جلاتی نہیں ہے۔ اور جب اُس کا جلانا زایل ہو گیا تو اس کے ملائکہ بھی زایل ہو گئے۔ اور جب ملائکہ زایل ہو گئے تو اُن ملائکہ کی جگہ بہشت کے ملائکہ آ گئے اور اُن ملائکہ کے آنے سے اُسکی جگہ جرجیر کا درخت جم اُٹھا اور وہ جنت میں بہت اچھے رنگت کا سبز درخت ہے۔ اور جنت میں سب سے عمدہ رنگ بھی سبز رنگ ہے۔ پس معاملہ برعکس ہو گیا یعنی جس کا نام جحیم تھا وہ نعیم ہو گیا جیساکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں ہے اللہ نے فرمایا تھا کہ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ پس وہ آگ ریاحین اور باغ ہو گئی۔ اور اُسکی جگہ اب تک ویسے ہی باقی ہے۔ لیکن آگ زایل ہو گئی اور اگر تو چاہے تو یہ کہہ کہ آگ نہ زایل ہوئی لیکن عذاب کی تکلیف راحت کے ساتھ مبدل ہو گئی۔ پس اسی طرح جحیم قیامت کے دن ہو گا کہ اگر تو چاہے کہ وہ مطلقاً جبار کے قدم رکھنے کے بعد زایل ہو جائیگا۔ اور اگر تو چاہے یوں کہہ کہ وہ اپنے حال پر باقی رہے گا لیکن دوزخ والوں کا عذاب راحت کی طرف منتقل ہو جائیگا

تو یہ بھی ہو سکتا ہے اور اُس کے مناسب دنیا میں طبیعت نفسانیہ ہے کہ جس نے اُس کو مجاہدات اور ریاضات کر کر حق سبحانہ کی طرف کھینچا اور صاف کیا۔ پس اگر تو یہ کہ طبیعت نفسانیہ مطلقاً زایل ہو گئی تو تو سچا ہے۔ اور اگر تو یہ کہے کہ وہ تزکیہ الٰہیہ کے انوار کے نیچے پوشیدہ ہے تب بھی تو اس قول میں سچا ہے پھر مجاہدات اور ریاضات اور جو مشقتیں کہ اہل اللہ اس میں اُٹھاتے ہیں اُن کی نسبت بمنزلہ دوزخ والوں کے عذاب کے ہے اور قیامت کے دن اہل دوزخ کو جو مشقتیں کہ ہونگی اُن کی سے کیفیت ہے اور اقسام عذاب اور اُس کی زیادتی اور کمی کی نسبت مثل اُس نسبت کی ہے جو مجاہدات اور ریاضات اور مخالفات کی قوت میں ہوگی۔ اور یہ امر اس شخص کیواسطے ہے جس میں طبیعت نفسانیہ موجود ہو، یہاں تک کہ وہ بغیر سختی اور محنت اُٹھائے ہوئے زایل نہیں ہوگی۔ برخلاف اس شخص کے کہ جسمیں طبیعات پورے طور سے نہیں ہیں اُسکا حال ایسا ہے جیسے کسی شخص کو تھوڑا سا عذاب دیکر دوزخ سے جنت میں داخل کر دیا اور مجھ کو اُس روح نے جس ان علوم کی خبر دی ہے یہ بھی خبر دی ہے کہ یہ امور جو ہمیشہ مجاہدات اور ریاضات اور مخالفات کرنے سے زایل ہو جاتی ہیں یہ اہل اللہ کا حصہ ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرماتا ہے وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا پس وہ اُس کے بعد اللہ کی مہربانی اور عنایت سے دوزخ کی آگ میں نہیں جائیں گے تاکہ اللہ اپنے بندہ کو دو عذاب نہ دے اور دو دہشتوں سے نہ ڈرائے اُس کے واسطے ان مشقتوں کو جو دنیا میں اُس کے لئے رکھی ہیں آخرت میں دوسروں کے عذاب کی جگہ قایم کیا اور ہمارے اس کہنے کی حدیث جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے شاہد ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ بخار ہر مومن کا دوزخ سے ایک حصہ ہے پس جب بخار دوزخ کے قایم مقام ہے تو مجاہدات اور ریاضات اور مخالفات جو ہر مصیبت سے زیادہ سخت ہیں اُن کی کیا حالت ہوگی اور وہ نفس کے صاف ہونے تک کرنا پڑتے ہیں۔ اسی واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان مشقتوں کا نام جہاد اکبر رکھا ہے اور تلوار سے مارنے کا نام جہاد اصغر ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ بخار بمقابلہ دشمن سے لڑنے اور مارنے اور نیزہ لگانے وغیرہ سے زیادہ آسان ہے اور یہ سب امور مجاہدات اور مخالفات جو اہل اللہ کرتے ہیں اُن کے مقابلہ میں جہاد اصغر ہیں +

پس اب جاننا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ نے جب دوزخ کو اپنے اسم قہار سے پیدا کیا تو اُسکو جلال کا مظہر بنایا۔ پس اُسپر سات تجلیات کے ساتھ تجلی کی۔ پس یہ تجلیات دروازے ہیں کہ اُن کے معانی ہیں (یعنی ابواب ہیں)

پس پہلی تجلی یہ ہے کہ اُسپر اللہ نے اپنے اسم منتقم کے ساتھ تجلی کی تو اُس میں ایک جنگل کا دروازہ

کھل گیا کہ جس کے تین سو اور ساٹھ ہزار درجے تھے۔ اور بعضے درجے بعض کے نیچے تھے کہ اُس کا نام لظی ہے (یعنی زبان آتش و نام دوزخ) اللہ تعالےٰ نے اس جنگل کا دروازہ معصیت اور گناہ کی تاریکی سے پیدا کیا اور وہ جرم ہے۔ پس وہ ایسے گناہ کرنے والوں کا جس میں کہ مخلوق کا کوئی حق نہیں ہے محل ہے۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کے اور بندہ کے درمیان میں ایک حالت ہے جیسے جھوٹ اور ریا اور لواطا اور شراب پینا اور فرائض کو چھوڑنا اور اللہ کے محرمات کو سہل سمجھنا۔ پس یہ لوگ مجرم ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یود المجرم لو یفتدی من عذاب یومئذ ببنیه وصاحبته واخیه و فصیلته التی تؤویه ومن فی الارض جمیعاً ثم ینجیه کلا انها لظی نزاعة للشوی تدعو من ادبر وتولی یعنی خدا کی طاعت سے پیچھے ہٹ گیا اور اُس کے ذکر سے روگردانی کی اور جمع کیا پھر علیحدہ ہو گیا یعنی گناہ سے بچ گیا اس طبقہ والے کا عذاب رنج دینے والا ہے اور وہ باوجود اپنی شدت کے سب طبقہ والوں کے عذاب سے کم ہے +

دوسری تجلی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُسپر اپنے اسم عادل سے تجلی کی۔ پس اُس میں ایک ایسے جنگل کا دروازہ کھل گیا جس کا نام جحیم ہے اور اُس کے سات سو ہزار اور بیس ہزار درکات ہیں۔ اور بعض بعض کے نیچے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس جنگل کے دروازہ کو فجور سے پیدا کیا ہے اور وہ تنعّم اور تعصب اور طغیان اور جھوٹ کا طلب کرنا ہے۔ پس وہ اُن لوگوں کے رہنے کی جگہ ہے جنہوں نے زمین پر سرکشی کی ہے اور اللہ تعالےٰ کے بندوں کا ناحق مال چھینا ہے اور اُن کے خون بہائے ہیں اور گالیاں دیکر اور غیبت کرکر آدمیوں کے مال کھائے ہیں۔ اور یہ جنگل پہلے جنگل کے درک کے نیچے ہے۔ اور اُس کے طبقات پہلے طبقات سے دوچند ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ یعنی فاجرین اپنے ایمان میں جھوٹے ہیں اور ظالم اور سرکش اور حد سے متجاوز ہیں۔ پس جحیم اُن ظالموں کے رہنے کی جگہ ہے جو آدمیوں پر ناحق ظلم کرتے ہیں۔ پس وہ حقداروں کا محل ہے۔ اور اس طبقہ والوں کا عذاب پہلے طبقہ والوں سے زیادہ سخت ہے +

تیسری تجلی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُسپر اپنے اسم شدید سے تجلی کی۔ پس اُس میں اس جنگل کا دروازہ کھل گیا جس کا نام عسری ہے اور اُس کے ہزار ہزار اور چار سو ہزار اور چالیس ہزار درکات ہیں۔ اور بعض بعض کے نیچے ہیں اللہ تعالےٰ نے اس جنگل کے دروازہ کو بخل اور بہت سے مال کی خواہش اور کینہ اور حسد اور شہوت اور دنیا کی محبت وغیرہ سے پیدا کیا ہے۔ پس وہ اس شخص کے رہنے کی جگہ ہے جسمیں ان خصلتوں سے کوئی خصلت ہے اور یہ جنگل پہلے کے نیچے ہے اور اُسکا

عذاب اُس سے دوچند زیادہ ہے +

چوتھی تجلی یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اُسپر صفت غضب کے ساتھ تجلی کی پس اُس جنگل کا دروازہ کھل گیا جسکا نام حاویہ ہے اور وہ دوزخ کے سب درجوں سے نیچے ہے اور اُس کے ہزار ہزار اور آٹھ سو ہزار اور ایسے ہزار درکات ہیں اور بعض بعض کے نیچے ہیں اُس میں ہر دو رکوں کے درمیان آدمی اسی اسی برس تک دنیا کے برسوں کے موافق پڑا رہیگا اور دوسرے درجے تک نہیں پہنچے گا اللہ نے اس جنگل کے دروازہ کو نفاق اور ریا اور جھوٹے دعوی وغیرہ سے پیدا کیا ہے اسی واسطے اس کا نام حاویہ رکھا گیا۔ اور یہ طبقہ اُس کے اوپر والے طبقہ سے عذاب میں بہت گنا سخت ہے +

پانچویں تجلی یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اُسپر اپنے اسم مذل کے ساتھ تجلی کی۔ پس اُس میں اُس جنگل کا دروازہ کھل گیا کہ جس کا نام سقر ہے اور اُس کے پانچ ہزار ہزار اور سات سو ہزار اور ساٹھ ہزار درکات ہیں اور بعض بعض کے نیچے ہیں۔ اللہ تعالے نے اس جنگل کے دروازہ کو تکبر سے پیدا کیا ہے اور اُس میں وہ لوگ فرعون اور جابرین ہیں جو علو اور مرتبہ کو بغیر حق کے چاہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالے غیور ہے۔ پس جس شخص نے اُس کی صفات میں سے کسی صفت یا اُس کے اسماء میں سے کسی اسم کا ناحق دعوی کیا تو اسپر اُس کو برعکس کر دیا پس اُس کو اُس کی خواہش کے خلاف قیامت کے دن عذاب دیگا اور ان لوگوں نے جب زمین میں تکبر کیا اور حق سبحانہ کے وصف کے ساتھ بغیر حق کے مشابہ ہوئے تو اُن کو اپنے اسم مذل سے عذاب دیا جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے ثُمَّ اَدْبَرَ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اُس کی تواضع سے اُس کی بادشاہی میں پیچھے لوٹ گیا اور تکبر کیا اور عبادت نہ کی۔ پس اللہ تعالے فرماتا ہے اِنْ ھٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ یہاں تک کہ اُس کو ایمان لازم نہیں ہے۔ میں عنقریب سقر میں اُس کو داخل کرونگا +

چھٹی تجلی یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اُسپر اپنے اسم ذی البطش کے ساتھ تجلی کی پس اُس میں اُس جنگل کا دروازہ کھل گیا جس کا نام سعیر ہے اُس کے گیارہ ہزار ہزار اور پانچ سو ہزار اور بیس ہزار درکات ہیں اور ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک اہل دنیا کے سانسوں کے برابر قدم ہیں۔ اللہ تعالے نے اس طبقہ کے دروازہ کو شیطنت سے پیدا کیا ہے۔ اور شیطنت ایک آگ ہے کہ نفس کے دھوئیں سے طبیعت کے شعلوں کے ساتھ بھڑکتی ہے۔ پس اُس سے فتنہ اور غضب اور شہوت اور مکر اور الحاء وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس طبقہ میں وہ لوگ رہتے ہیں جن میں یہ خصلتیں ہیں

اور اُن کے ساتھ شیاطین بھی رہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ یعنی ستاروں کو وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ۔

ساتویں تجلی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُس پر اپنے اسم ذوعقاب الیم کے ساتھ تجلی کی پس اس میں اُس جنگل کا دروازہ کھل گیا جس کا نام جہنم ہے اُس کے درکات تئیس ہزار ہزار اور چالیس ہزار آ ہیں ایک درجے سے دوسرے درجہ تک اتنے زمانے اور مدت کا فصل ہے کہ بجز قدرت کے اُس کی انتہا کوئی نہیں جان سکتا لیکن حکمت کی ترتیب کے موافق نہیں ہے۔ اور وہ اس وجہ سے کہ قدرت کبھی غیر متناہی کو متناہی ظاہر کرتی ہے۔ اور تھوڑی متناہی چیز کو غیر متناہی ظاہر کرتی ہے اور قیامت کا کل احوال یا اکثر قدرت کے طور پر ہے کیونکہ دنیا دارالحکمت ہے اور آخرت دارالقدرت ہے یہاں تک کہ اہل دوزخ کے احوال سے ایک حال اور اہل جنت کے احوال سے ایک حال ازل سے ابد تک اُس حال والا کھچا ہوا پاتا ہے لیکن اُس کی کوئی ابتداء اور انتہا نہیں پاتا ہے۔ پس اُس میں مثلاً ایک حال اسقدر ہوتا ہے جو ازل سے ابد تک ہے اور وہ ایک آن ہے اور ایک ہی وقت ہے اور متعدد بھی نہیں ہے۔ پھر اُس سے منتقل ہو کر موافق اللہ تعالےٰ کی مرضی کے غیر کیطرف جاتا ہے اور یہ عجیب بھید ہے کہ عقل اس کو نہیں قبول کرتی۔ بلکہ اسکی طاقت سے باہر ہے اس لئے کہ عقل کا مدار حکمت پر ہے اور کشف کا مدار قدرت پر ہے۔ پس اُس کو بجز صاحب کشف کے کوئی نہیں جانتا ہے۔ پس حق سبحانہ نے اس طبقہ کے دروازہ کو کفر اور شرک سے پیدا کیا جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۔ پس اُنکا عذاب زیادہ سخت ہے چونکہ جہنم کے عذاب کا حال غیر متناہی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں جیسا کہ فرماتا ہے يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ یہ امر غیر متناہی ہونے کی وجہ سے ہے۔

پس اب جاننا چاہئے کہ ہر طبقہ والے اُس سے اُس وقت تک نہیں نکلیں گے کہ جس وقت تک اُس کے تمام درکات میں نہ ہو آئیں گے۔ پس بعضے اُن میں سے ایسے ہوں گے جن پر اللہ وہاں کے جانے کو آسان کریگا اور بعض کو مشکل کریگا۔ پس جب آدمی اُس کے تمام درکات کو طے کر لے گا۔ تب جبار اپنا قدم دوزخ میں رکھے گا پس وہ حالت ہوگی جو حدیث میں پہلے بیان ہو چکی۔ اور یہاں ایک باریک بھید ہے جو جبار کے قدم رکھنے کو ہر مرتبہ چاہتا ہے پھر ہر طبقہ میں چاہتا ہے۔ علاوہ اس کے ایک یہ بات ہے کہ یہ سب تعدداتِ ایک مدت اور ایک ہی دن ہیں لیکن قدرت نے

اس تعدد کو ظاہر کر دیا ہے اور یہ فرق اہل دوزخ کا ایک وقت میں ہے اور یہ ایسا امر ہے جس سے عقل حیران ہے اور اُس کا ادراک بغیر کشف الٰہی کے نہیں ہو سکتا ہے پھر اللہ تعالے نے ان دروازوں کا جو شدت کے مظہر ہیں مالک کو خزانچی بنایا ہے اس لئے کہ اُس کے رہنے کی جگہ اُس کا اسم شدید القوی ہے۔ اب تو اُن سب چیزوں کیطرف نظر کر جن سے اللہ تعالے نے جہنم پر تجلی کی ہے اور اُن میں شدت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے جہنم کے تمام طبقات میں مالک کی بادشاہی ہے اور اُن سب کا خزانچی ہے۔ پھر عذاب کے فرشتے شدت کی حقیقت کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ۔ اور اسم مالک ملک سے مشتق ہے جس کے معنی شدت کے ہیں +

پھر جاننا چاہئیے کہ اہل دوزخ کبھی ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ میں جائیں گے۔ پس اعلےٰ طبقہ ادنےٰ ہو جائیگا اس لئے کہ اُسپر عذاب کی کمی ہو اور کبھی ادنےٰ طبقہ اعلےٰ ہو جائیگا تاکہ اُسپر عذاب زیادہ ہو جاوے۔ یہ کل امور اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے موافق ہوں گے جسقدر کہ وہ عذاب میں زیادتی اور کمی کریگا اور دوزخ میں بیشمار عجائب ہیں۔ اگر ہم سب طبقہ والوں کا ذکر کریں اور اُن کے اقسام عذاب کا جو ہر درجہ میں ہوگا اُسکا بیان کریں اور جو ملائکہ کہ جو اُن کے موکل ہیں اُن کی قسموں کو بیان کریں اور اُس مومن کا جو دوزخ والوں میں بغیر جرم ظاہری کے ڈال دیا گیا ہے اُس کا ذکر کریں جیسا کہ اللہ تعالے کا قول ہے وَاتَّقُوْا فِتْنَۃً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَآصَّۃً یا ہم اُس قوم کا بیان کریں جس کے بعد ان طبقات والے ہیں کہ قدرت نے اُن کو اُس چیز کی طرف کیونکر نقل کیا جس کو مؤمنین اپنی زندگی میں نہیں پا سکتے ہیں وہ چیز یہ ہے مثلاً حقایق آلٰہیہ کی تحقیق۔ اور میں ایک مرتبہ افلاطون کے ساتھ ملا کہ جس کو اہل ظاہر کافر کہتے ہیں۔ میں نے اُس کو ایسی حالت میں دیکھا کہ عالم غیبی نور اور بہجت سے بھر گیا تھا اور اُس کا ایسا مرتبہ میں نے دیکھا کہ کسی ولی کا بجز بعض کے نہ دیکھا۔ پس اُس سے میں نے کہا کہ تو کون ہے تو اُس نے جواب دیا کہ میں قطب زمان اور اپنے وقت کا یکتا ہوں اور تمہارے واسطے ہم نے ایسے عجائب اور غرائب دیکھے ہیں جن کا ظاہر کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور ہم نے اس باب میں تجھ کو ایسے بہت سے اسرار بطور رمز کے بتا دیئے ہیں۔ کہ جن میں ہم کو یہ بھی گنجائش تھی کہ بغیر اس زبان کے کلام کریں۔ پس پوست کو علیحدہ کر اور اگر تو عقلمند ہے تو مغز کو لیلے ان اوراق میں میں نے وہ علوم جمع کئے ہیں جو اہل دوزخ کے پہچاننے میں اُن کے سمجھنے کے بعد دوسری چیز کے محتاج نہیں ہیں۔ پس اب ہم کو اقسام عذاب اور ملائکہ کے دہشتوں

کی صفت ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ کتابیں اس سے بھری ہوئی ہیں۔ اب ہم زیادہ شرح کرنے سے صرف اسپر اکتفا کرتے ہیں ÷

پھر جاننا چاہئے کہ اہل دوزخ کو دوزخ میں ایسی لذت ہوگی جیسے لڑائی وغیرہ میں اُس شخص کو جو اُس کے واسطے پیدا کیا گیا ہے ہوتی ہے۔ پس ہم نے اکثر آدمیوں کو دیکھا ہے کہ وہ لڑائی سے لذت حاصل کرتے ہیں حالانکہ وہ اس بات کو پہچانتے ہیں کہ اس سے تکلیف ہوتی ہے لیکن وہ ربوبیت جو نفس میں پوشیدہ ہے اُن کو اسپر اِمادہ کرتی ہے۔ پھر اُن کو دوسری لذت حاصل ہوتی ہے وہ ایسی ہوتی ہے جیسے کہ کسی کے کھجلی ہو اور وہ اپنے بدن کو کھجلائے پس اگرچہ اُسکا بدن اُس سے کٹ جاتا ہے اور چھل جاتا ہے لیکن وہ اس کھجلانے سے لذت حاصل کرتا ہے۔ پس اُس کو عذاب بھی ہے اور لذت بھی ہے اور اُن کو ایک اور لذت حاصل ہوتی ہے جو اُس جاہل کی لذت کے مشابہ ہے جو اپنی رائے پر اگرچہ وہ غلط ہو نازاں ہوتا ہے اُس کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے ایک شخص کو ہند میں دیکھا ہے کہ وہ ایک شہر میں جسکا نام کوشی ہے ۷۹۰ھ ہجری میں تھا۔ اور اُس نے تین بڑے بڑے آدمیوں کے مارنے کا ارادہ کیا۔ پس اُن کو متفرق طور پر مار ڈالا اور جب ایک آدمی کو مار لیتا تھا تو دوسرے کی طرف جاتا تھا یہاں تک کہ تینوں آدمیوں کو مار ڈالا۔ پس جب وہ گرفتار کیا گیا اور گردن مارنے کے واسطے لایا گیا تو میں اُس کے سامنے گیا اور میں نے اُس سے پوچھا کہ تو نے یہ کیا کیا تو اُس نے کہا اے شخص چُپ رہ اللہ کی قسم میں نے بہت بڑا کام کیا ہے اور وہ اس کام سے اپنے جی میں نہایت خوش ہوتا تھا اور ایسی لذت اُس کو حاصل تھی جو میں نے اپنی زندگی کی قسم اس سے پہلے کبھی ایسی لذت کو نہ دیکھا تھا۔ علاوہ اس کے وہ ایسی حالت میں تھا کہ جو اُس کو قید کیا گیا تھا اور مارا پیٹا گیا تھا اور اُس کے مار ڈالنے اور سولی دینے کی تیاری تھی وہ اس لذت سے اپنے دل میں نہایت ہی خوش ہوتا تھا اور اہل دوزخ کو ایک اور لذت ہے جو اُس عقلمند کی لذت کے مشابہ ہے کہ اپنی عقل پر اُس جاہل کے مقابلہ میں جس کے زمانہ موافق ہے اور سب کام اُس کے صحیح ہوتے ہیں خطا کرنے کے وقت نازاں ہوتا ہے۔ پس وہ اُن امور کو جو جاہل کو حاصل ہیں اگرچہ اچھا سمجھتا ہے لیکن اُس کی حالت سے خوش نہیں ہوتا ہے اور جاہل کے سے افعال نہیں کرتا ہے کہ جس سے اُس کو یہ سعادت حاصل ہوئی ہے۔ بلکہ وہ اپنی بدبختی کے دریاؤں میں غوطہ لگاتا رہتا ہے اور اپنے نفس کی ریاست کو لازم سمجھتا ہے اور جیسا اُس کی عقل اور فکر میں آتا ہے وہ کرتا ہے اور اپنے نفس کی حالت سے لذت حاصل کرتا رہتا ہے اور جاہل کی حالت

سے نفرت کرتا ہے۔ پھر اُن کو ایک اور مختلف لذت ہوتی ہے یہاں تک کہ میں ایک مرتبہ ایک جماعت کے پاس گیا کہ دوزخ سے بھی زیادہ سخت عذاب میں وہ لوگ مبتلا تھے پس میں نے اُن کو اس حالت میں دیکھا حالانکہ جنت اُن کے سامنے پیش کی جاتی تھی مگر وہ اُس سے نفرت کرتی تھی۔ یہ ایک گروہ کا حال ہے اور ایک گروہ کو میں نے اس کے خلاف دیکھا کہ وہ جنت کی ایک ہوا کی آرزو کرتے تھے یا اُس کے ایک گھونٹ پانی کی خواہش کرتے تھے لیکن اس کے واسطے حکم الٰہی اُن کو نہیں ہوتا تھا۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی نسبت اللہ تعالے فرماتا ہے اِنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ لِاَھْلِ الْجَنَّۃِ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ یعنی کھانا اور قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَھُمَا عَلَی الْکَافِرِیْنَ

پھر جاننا چاہیئے کہ یہ سب امور جو ہم نے ذکر کئے اہل دوزخ ہی کے واسطے منحصر نہیں ہیں بلکہ وہ انواع و اقسام کے ہیں۔ بعضے اُن میں سے ایسے ہیں کہ اپنے عذاب میں لذت حاصل کرتے ہیں۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ اُن کا عذاب محض ہے اُن کو اُس میں کچھ لذت نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے دلوں میں اُس سے سخت نفرت کررہے ہیں پھر اُن میں سے بعضے ایسے ہیں کہ اُن کے وفور عقل نے جو دنیا میں تھی عذاب کی طرف پھر رجوع کیا اور بعض اُن میں سے ایسے ہیں جن کو اُن کے وفور جہل نے عذاب میں ڈالا۔ اور بعضے اُن میں ایسے ہیں کہ جن کو اُن کے عقاید نے عذاب میں گرفتار کیا۔ اور بعضے اُن میں سے ایسے ہیں جن کو اُن کے اعمال نے عذاب میں ڈالا۔ اور بعضے اُن میں سے ایسے ہیں جن کو آدمیوں کی جھوٹی تعریف کرنے نے عذاب میں ڈالا۔ اور بعضے اُن میں ایسے ہیں جن کو اُن کے آدمیوں کی بُرائیاں یا خوبیاں جو غیر واقع ہیں اور برابری بیان کرنے نے عذاب میں ڈالا۔ اور اہل دوزخ کا حال عجیب و غریب ہے اور اللہ تعالے کے اس قول کا بھید ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ھٰؤُلَآءِ اِلَی النَّارِ وَلَا اُبَالِیْ وَھٰؤُلَآءِ اِلَی الْجَنَّۃِ وَلَا اُبَالِیْ +

پھر جاننا چاہیئے کہ اہل دوزخ سے بعض آدمی ایسے ہیں جو خدا کے نزدیک اکثر اہل جنت سے افضل ہیں انکو اللہ تعالیٰ دار الشقاوت میں اس لئے داخل کریگا تاکہ اُس میں اُنپر تجلی کرے۔ پس اُسکی نظر کا محل اشقیاء ہوں گے اور یہ ایک عجیب و غریب بھید ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جیسا ارادہ کرتا ہے ویسا حکم کرتا ہے +

فصل۔ اس میں صورت محمدیہ کی دوسری قسم کا بیان ہے۔ اور یہ وہ قسم ہے جس کو اللہ تعالے نے اپنے اسم منان سے دیکھا ہے پس اللہ تعالے نے اُس سے جنان کی قسموں کو پیدا کیا۔ پھر اُس میں اپنے اسم لطیف کے ساتھ تجلی کی۔ پس اُس کو جو شخص اپنے نزدیک شریف و کریم تھا اُسکا

محل بنایا +

پس اب جاننا چاہیئے کہ جنت کے آٹھ طبقے ہیں اور ہر طبقے میں بہت سے جنتیں ہیں۔ اور ہر جنت میں بیشمار درجات ہیں۔ پس پہلے طبقہ کا نام جنت السلام اور جنت المجازات ہے اللہ تعالیٰ نے اس جنت کے دروازہ کو اعمال صالحہ سے پیدا کیا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے جنت والوں پر اپنے اسم حسیب کے ساتھ تجلی کی پس یہی امر جزائے محض ہے اور یہ جو حدیث شریف میں وارد ہے کہ جنت میں بجز اپنے عمل کے دوسری طرح سے کوئی داخل نہیں ہوگا اس سے مراد جنت المواہب ہے۔ اور لیکن جنت المجازات اعمال صالحہ سے ملے گی جیسا کہ اللہ تعالےٰ اس جنت والوں کے حق میں ارشاد فرماتا ہے وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَاءَ الْاَوْفٰى اور کوئی شخص اس جنت میں بغیر اعمال صالحہ کے داخل نہیں ہوگا پس جس نے عمل نہیں کیا ہے وہ اُس میں نہیں داخل ہوگا اور اس جنت کا نام یسریٰ ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى اور اُس میں داخل ہونے کا سبب تھوڑے سے اعمال مقبولہ ہوں گے پس وہ اُس شخص کے واسطے آسان ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے آسان کر دیا ہے +

دوسرا طبقہ پہلے طبقے سے اعلےٰ اور اوپر ہے اُس کا نام جنت الخلد اور جنت المکاسب ہے اور جنت المکاسب اور جنت المجازات میں یہ فرق ہے کہ جنت المجازات بقدر اعمال کے ہے۔ اور اعمال کے مقابل ہے اور جنت المکاسب محض نفع ہے۔ کیونکہ وہ اچھے عقاید اور اچھے گمانوں کا جو خدا کے ساتھ رکھتا تھا نتیجہ ہے اُس میں کوئی چیز بطور مجازات کے بدن کے کاموں سے نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس جنت والوں پر اپنے اسم بدیع کے ساتھ تجلی کی ہے پس ان اچھے عقاید والوں کو وہ امر ظاہر ہوا جس سے وہ ناامید تھے اور یہ امر خدا کی طرف سے ظاہر ہوا۔ پس اس جنت کا دروازہ خدا کے ساتھ عقاید اور گمان اور امید جو رکھتا تھا اُس سے پیدا ہے اور اس جنت میں وہی شخص داخل ہوگا جس میں یہ خصایل مذکورہ ہیں اور جس میں یہ باتیں نہیں ہیں وہ نہیں داخل ہوگا۔ اور اس جنت کا نام جنت المکاسب ہے کیونکہ جو چیز اُس کے خلاف ہے اور وہ نقصان اور ٹوٹا بھی ہے وہ خدا کے ساتھ بُرے گمانوں کا نتیجہ ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِىْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ پس بُرے گمان والے خسارت کی آگ میں ہیں اور جو لوگ خدا کے ساتھ اچھا گمان رکھتے ہیں وہ جنت المکاسب میں ہیں +

تیسرا طبقہ جنت المواہب ہے اور یہ طبقہ پہلے دونوں طبقوں سے اعلےٰ ہے کیونکہ خدا کے عطیات غیر متناہی ہیں پس جس شخص کا کچھ عمل نہیں ہے اور نہ کوئی عقیدہ ہے اُس کو بہت سے اعمال اور اچھے عقاید والے سے زیادہ بخشتا ہے۔ میں نے اس جنت میں ہر مذہب کی قوموں کو دیکھا ہے اور ہر جنس کے گروہ کو بنی آدم سے دیکھا ہے یہاں تک کہ اہل عقاید اور اہل اعمال کو اللہ تعالےٰ نے بخشش کا دروازہ جب عطا کیا اور وہ اس جنت میں داخل ہوگئے تب اللہ تعالےٰ نے اُنپر اپنے اسم وہاب کے ساتھ تجلی کی پس اُس میں بغیر خدا کی بخشش کے کوئی نہیں داخل ہوگا۔ اور یہ وہ جنت ہے جس کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اُس میں اپنے عمل سے کوئی نہیں داخل ہوگا۔ پس صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ بھی نہیں داخل ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں بھی نہیں داخل ہونگا۔ مگر جب مجھکو اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے داخل کردیگا تب داخل ہوجاؤنگا۔ پس یہ جنت سب جنتوں سے زیادہ وسیع ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کے اس قول کا بھید ہے وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اور یہ حق ہے یہاں تک کہ نوع انسانی سے ایسا کوئی نہیں باقی رہے گا کہ جس کو حقایق بحیثیت امکان عقلی وہمی کے متجاوز نہ ہوں اُس میں کسی دن اگر اُسکا حصہ ہے تو داخل ہوگا۔ یہ وہ چیز ہے جس کو حقایق بحیثیت امکانی وہمی کے متجاوز ہیں لیکن جس چیز کو ہم نے دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے اس جنت میں ہر مذہب والے سے ایک ایک گروہ کو پایا ہے۔ نہ اُن کو کل پایا ہے نہ اکثر۔ بلکہ ہر مذہب والے کا ایک فرقہ ہے۔ برخلاف جنت المجازات کے کہ وہ اعمال صالحہ والوں کے واسطے مخصوص ہے اس میں سوائے اعمال صالح والوں کے اور کوئی داخل نہیں ہوگا اور جنت المکاسب اُس سے زیادہ وسیع ہے کیونکہ نفع جزاء کے قریب ہوا کرتا ہے اس لئے کہ اصل مال سے اتنی زیادتی ہونی چاہئے کہ نفع کی حد تک پہنچ جائے۔ پس اصل مال جنت المکاسب والوں کا بھی عقاید اور خدا کے ساتھ اچھے گمان ہیں اور جنت المواہب سب جنتوں سے زیادہ وسیع ہے یہاں تک کہ جو اُس سے اوپر ہے اُس سے بھی زیادہ وسیع ہے اور قرآن شریف میں اُسکا نام جنت الماوےٰ ہے۔ کیونکہ جنت سب کی جائے پناہ ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی نُزُلًا بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ اور یہ نہ کہا کہ جزاءً اس واسطے کہ اس بات پر تنبیہ ہوجائے کہ اُن کو جنت المواہب میں داخل کریگا اور جنت المجازات اور جنت المکاسب میں داخل نہ کریگا پس وہ اُن کے لئے تحفہ ہے اور حق سبحانہ کے خزانہ بخشش سے مہمانی ہے اور اُسکی بخشش اعمال

صالحہ والے ہی کو مخصوص نہیں ہے ‌‌‌‌‌‌‌۔
چوتھے طبقہ کا نام جنت الاستحقاق اور جنت النعیم اور جنت الفطرت ہے۔ اور یہ طبقہ پہلے طبقات سے اعلیٰ ہے نہ وہ مجازات ہے اور نہ وہ موہبہ ہے بلکہ وہ مخصوص قوموں کے واسطے ہے کہ جن کے حقایق جن پر اللہ نے اُن کو پیدا کیا ہے اس امر کے مقتضی ہیں کہ وہ اس جنت میں بطریق استحقاق اصلی کے داخل ہوں اور وہ اللہ کے بندوں کا ایک گروہ ہے جو دنیا سے نکل گیا ہے اور اُن کے ارواح فطرت اصلی پر باقی ہیں پس بعضے اُن میں سے ایسے ہیں جو تمام عمر دنیا میں اُسی فطرت پر زندہ رہے اور اکثر یہ لوگ خندہ پیشانی اور مجانین اور اطفال ہیں۔ اور بعض اُن میں سے ایسے ہیں کہ جو اعمال صالحہ اور مجاہدہ اور ریاضت اور خدا کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے سے پاک وصاف ہو گئے پس اُن کے روح بشریت کی پستی سے فطرت اصلی کیطرف رجوع ہوئے۔ پس فطرت اصلی اللہ تعالے کا قول ہے لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ اور بشریت کی خباثت اللہ تعالے کا قول ہے ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ اور وہ لوگ جنہوں نے تزکیہ کیا ہے وہ اللہ تعالے کے اس قول سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ فرماتا ہے اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ یعنی وہ اس جنت میں جسکا نام جنت الاستحقاق ہے داخل ہوں گے کیونکہ وہ اُنکا حق ہے مگر یہ بات نہیں ہے کہ وہ اُن کو بخشش یا احسان یا کسب کیا گیا اور بدلا اعمال وغیرہ کا ہو۔ پس یہ لوگ جو تزکیہ کر کر فطرت اصلی کیطرف رجوع ہو گئے انہی کا نام ابرار ہے جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ اور اس کا بھید یہ ہے کہ اللہ تعالے اُس کے رہنے والوں پر اپنے اسم حق کے ساتھ متجلی ہوا۔ پس یہ بات منع ہے کہ اس میں غیر حقدار بطور اصالت کے داخل ہو اور جس فطرت پر کہ اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے اُس کے موافق اُس کا دخول ہو۔ پس بعض لوگ اُن میں سے ایسے ہیں کہ دنیا سے اُس طرف گئے ہیں۔ اور بعضے اُن میں سے ایسے ہیں کہ دوزخ میں یہاں تک عذاب دیئے گئے کہ اُن کی بُرائیاں زایل ہو گئیں ہیں اور فطرت اصلی کیطرف رجوع ہو گئے پھر اُس کے مستحق ہو کر داخل ہونے کے بعد جنت میں داخل ہوئے اور اس جنت کی چھت عرش ہے برخلاف پہلے جنتوں کے کہ اُن میں سے اوپر والے جنت نیچے والے کی چھت ہے۔ پس جنت السلام کی چھت جنت الخلد ہے اور جنت الخلد کی چھت جنت الماویٰ ہے۔ اور جنت الماوے کی چھت جنت الاستحقاق اور جنت الفطرت اور جنت النعیم ہے اور اُس کی چھت عرش ہے ‌‌۔
پانچویں طبقے کا نام فردوس ہے اور اُس کو جنت المعارف کہتے ہیں اُس کی زمین نہایت وسیع

ہے اور اُس میں آدمی جتنا بلند ہوتا جاتا ہے اتنی ہی وہ تنگ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ سب سے اوپر والا مکان اُسکا سُوئی کے ناکے سے بھی زیادہ تنگ ہے اُس میں نہ کوئی درخت ہے نہ نہر ہے نہ محل ہے اور نہ کوئی آنکھ ہے لیکن جب اُس کے رہنے والے نیچے والوں کو دیکھتے ہیں تب اُن کی اُن جنتوں میں سے جو نیچے ہیں کسی کی طرف نظر پڑتی ہے پس وہ حور اور قصور اور غلمان کو دیکھتے ہیں اور جنت المعارف میں ان چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں ہے اور اسی طرح اُس کے اوپر بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ اور یہ جنت عرش کے دروازہ پر ہے اور اُس کی چھت دروازہ کی چھت ہے۔ پس اس جنت کے رہنے والے ہمیشہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور وہ لوگ شہداء ہیں یعنی حسن وجمال الٰہی کے شہید ہیں اللہ کی محبت میں جو اپنی ذاتوں کی فنا کی تلوار سے مارے گئے ہیں۔ پس اپنے محبوب کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور اس جنت کا نام جنت الوسیلہ ہے کیونکہ معارف عارف کے لئے اپنے معروف کیطرف وسیلہ ہوتے ہیں۔ اور اس جنت کے رہنے والے پہلے جنتوں کے رہنے والوں سے بہت کم ہیں۔ اور اس کے طبقات جتنے اوپر ہیں وہ ایسے ہی ہیں ✤

چھٹا طبقہ جسکا نام خضیلات ہے اور اُس کے رہنے والے صدیقین ہیں جن کی اللہ نے یوں تعریف کی ہے عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ اور یہ جنت جنت الاسماء ہے اور وہ عرش کے درجات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس طبقے کا ہر گروہ عرش کے ایک ایک درجے میں ہے اس کے رہنے والے جنت المعارف کے رہنے والوں سے کم ہیں لیکن وہ خدا کے نزدیک بڑے مرتبہ والے ہیں اور ان لوگوں کا نام اہل اللذۃ الالٰہیۃ ہے ✤

ساتویں طبقے کا نام درجۃ الرفیعہ ہے اور اُس کو جنت الصفات بھی کہتے ہیں اور جنت الذات بھی کہتے ہیں۔ اُسکی زمین عرش کا باطن ہے اور اُس کے رہنے والوں کا نام اہل التحقیق بالحقایق الالٰہیہ ہے اور وہ پہلے طبقے والوں سے کم ہے اور اُس کے رہنے والے خلافت الٰہیہ کے رہنے والوں سے قریب ہیں اور یہ لوگ تحقیق الٰہی میں صاحب ارادہ اور قدرت والے ہیں۔ میں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اس جگہ کی سیدھی جانب اور اُس کے بیچ کی جانب کھڑے ہوئے اور اُس کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا اور میں نے اولیاء اور رسولوں کے ایک گروہ کو اُس کی اُلٹی جانب دیکھا کہ وہ اس محل کے بیچ میں ٹکٹکی باندھی ہوئی دیکھ رہے تھے۔ اور میں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بھی اُس کے وسط اپنی نظر کشادہ کئے ہوئے عرش کی چھت پر ہیں۔ پس

طرف دیکھ رہے تھے اور مقام محمود کے حسب وعدہ الٰہی طالب تھے ٭

آٹھواں طبقہ جسکا نام مقام محمود ہے اور اُس کو جنت الذات بھی کہتے ہیں اُس کی زمین عرش کی چھت ہے کوئی اُس طرف جا نہیں سکتا اور سب جنت الصفات والے اُسمیں پہنچنا چاہتے ہیں اور ہر شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ میرے سوا دوسرے کے نام زد نہیں ہے اور ہر شخص اُس کو اپنا حق سمجھتا ہے لیکن وہ خاص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے جیساکہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ مقام محمود جنت میں سب سے اعلےٰ مقام ہے اور وہ کسی شخص کیواسطے نہیں ہے اور میں خدا سے یہ امید کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو ملے گا۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ سے اُسکا وعدہ فرمایا ہے۔ پس ہم کو چاہئے کہ ہم آپ کے فرمانے پر ایمان لائیں اور اُس کی تصدیق کریں۔ اسواسطے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی نفسانی خواہش سے کلام نہیں فرماتے ہیں بلکہ وحی کے مطابق آپ بات کرتے ہیں ٭

فصل اب جاننا چاہئے کہ صورت محمدیہ سے جب اللہ تعالےٰ نے جنت اور دوزخ کو اور جو کچھ اُن دونوں میں نعمتیں اور عذاب وغیرہ ہیں پیدا کیا تو آدم علیہ السلام کی صورت کو اسی صورت محمدیہ کا نسخہ پیدا کیا۔ پس جب آدم علیہ السلام بہشت سے اُتارے گئے تو اُن کی صورت کی زندگی بوجہ عالم ارواح سے جدا ہونے کے جاتی رہی۔ دیکھو آدم علیہ السلام جب جنت میں کسی چیز کا تصور کرتے تھے تو اللہ تعالےٰ اُن کو فوراً وہ چیز موجود کردیتا تھا اور جو جنت میں جائیگا اُس کے واسطے یہی ہوگا۔ اور جب آدم علیہ السلام دنیا میں آئے تب اُن کو یہ بات باقی نہیں رہی کیونکہ اُن کی حیات مصورہ جنت میں بالذات تھی اور دنیا میں روح کے ساتھ تھی۔ پس وہ اہل دنیا کے واسطے مردہ ہے لیکن جس شخص کو اللہ تعالےٰ نے حیات ابدی کے ساتھ زندہ کیا ہے اُس کی روح مردہ نہیں ہے اور اُس نے اُس کی طرف اُس چیز کے ساتھ نظر کی جس چیز کے ساتھ ذات کی طرف دیکھا اور اُس کو اسماء وصفات کے ساتھ تحقیق کیا۔ پس اُس کے واسطے دنیا میں وہ قدرت ہوگی جو اہل جنت کو آخرت میں ہوگی۔ پس وہ جس چیز کا تصوّر کریگا اُس کو فوراً اللہ تعالےٰ پیدا کردیگا۔ پس جس کی طرف ہم نے اس باب میں اشارہ کیا ہے اُس کو سمجھ جس نے اُس کی رمز کو پہچان لیا اُس کو جو چیز اپنے وجود میں پوشیدہ تھی وہ ظاہر ہوگئی۔ اور اللہ تعالےٰ حق کہتا ہے اور اُس کو ثابت کرتا ہے اور اُسکی نفی نہیں کرتا ہے ٭

پانچو

اونھٹواں باب

نفس کے بیان میں

اور وہ ابلیس اور اُس کی ذریات جو اہل تلبیس ہیں اُن سب کے رہنے کی جگہ ہے

النفس سر الرب وهي الذات
فلها بها في ذاتها لذات
مخلوقة من نور وصف ربوبية
فلها لذلكم ربوبيات
ظهرت بكل تعاظم وتكبر
اذهن اخلاق لها وصفات
لم ترض بالتحجير كون مكانها
من فوقه ولها هناك ثبات
وجميع انوار نزلن نسين ما
قد كن فيه وغيرها النزلات
فعقلن الا النفس لم تعقل ولا
نسيت رياستها وذا اثبات

نفس خدا کا بھید اور اُسکی ذات ہے پس اُس کیواسطے
اُسکی ذات میں لذتیں ہیں ✦
ربوبیت کے وصف کے نور سے پیدا ہے پس اُسکے
واسطے اسی کی وجہ سے تم کو ربوبیات ہیں ✦
ہر عظمت اور کبر سے ظاہر ہوا اور اُس کے بہت اچھے
صفات اور اخلاق ہیں ✦
اُسکے اوپر اُسکے مکان کا کون منع کرنے کیواسطے راضی نہ ہو
اور اُسکے واسطے یہاں ثبات وقیام ہے ✦
اور سب انوار نازل ہوئے اور وہ چیز بھول گئے کہ جس میں
وہ تھی اور اُسکے سوا سب نازل ہونے والی ہیں ✦
پس وہ سمجھ گئے لیکن نفس نہ سمجھا اور اپنی ریاست کو نہ بھولا
اور یہ صاحب قیام وثبات ہے ✦

اب جاننا چاہئے کہ اللہ تجھ کو اُس روح سے قوت دے اور کسی وقت اُس سے تجھ کو علیحدہ نہ کرے کہ اللہ تعالے نے جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے کمال سے اور اُن کو اپنے جمال وجلال کا مظہر بنایا تو ہر حقیقت کو جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں تھی اپنے اسماء وصفات کے حقایق کی حقیقت سے پیدا کیا۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کو اپنے نفس سے پیدا کیا اور نفس کسی چیز کی ذات کو کہتے ہیں۔ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بعض حقایق محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے اپنے حقایق سے پیدا کیا ہے جیسا کہ عقل اور وہم وغیرہ کے بیان میں گذر چکا اور عنقریب باقی کا بیان آئیگا پھر جب اللہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کو موقوف وصف مذکور کے پیدا کیا تو آدم علیہ السلام کی ذات کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کا ایک نسخہ پیدا کیا۔ پس

اسی لطیفہ کی وجہ سے جب وہ گیہوں کا دانہ کھانے سے جنت میں منع کئے گئے تھے تو اُس کو کھا لیا تھا کیونکہ وہ ذات ربوبیت سے پیدا تھا۔ اور ربوبیت کی شان یہ ہے کہ کسی کے منع کرنے سے باز نہ رہے پھر اُسپر دنیا و عقبی میں یہ حکم جاری ہُوا ہیں کسی چیز سے نہ روکے گئے لیکن اس لطیفہ کی وجہ سے جس امر کو کرنا چاہتے تھے اُس سے نہیں روکے جاتے تھے خواہ وہ امر جس سے روکے گئے ہیں سعادت کا سبب ہو یا شقاوت کا سبب ہو کیونکہ کسی چیز کو سعادت یا شقاوت کے واسطے تو نہیں کرتا ہے بلکہ اُس کو محض ربوبیت اصلیہ کے مقتضاء کے موافق کرتا ہے دیکھو اُس دانہ کو کہ جس کو جنت میں کھایا تھا کیسا اُسکو بے پروائی نہ کرنے پر قیاس کیا یہاں تک کہ اُس کو دیدہ و دانستہ کھا لیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے کھانے کو شقاوت کا سبب بنایا ہے لیکن پھر بھی کھا لیا جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اور جنت طبیعت کی تاریکی کا نام ہے۔ پس وہ دانہ جو درخت سے پیدا ہُوا تھا اُس کو اللہ تعالیٰ نے طبیعت کی ظلمت کے ساتھ قائم کیا اور اُس کے کھانے سے منع کیا کیونکہ اللہ تعالےٰ اس بات کو جانتا تھا کہ جب وہ نافرمانی کریگا تو طبیعتوں کی تاریکی کے گھر کی طرف اُترنے کا مستحق ہوگا پس یہی شقاوت کا سبب ہوگا۔ کیونکہ وہ قرآن میں شجرۂ ملعونہ ہے پس جس شخص نے ایسا کیا وہ لعنت کیا گیا یعنی نکالا گیا۔ پس جب اُس کو کیا تو قرب الٰہی روحی سے بعد جسمانی کی طرف نکالا گیا پس اُترنے کے یہی معنی ہیں یعنی اُسکے مُنہ کو اُس عالم علوی سے جو قید و حصر سے منزہ ہے عالم سفلی طبعی کیطرف کہ جو قید کے تحت میں ہے پھیر دینا۔

فصل۔ اب جاننا چاہیئے کہ نفس جب اس دانہ کھانے سے منع کیا گیا اور اُسکی یہ شان تھی کہ منع نہ کیا جاتا۔ تو اب امر میں دھوکا پڑتا ہے درمیان اُس چیز کے کہ جس کو وہ بالذات سعادت ربوبیت جانتا ہے۔ اور اخبار الٰہی کے درمیان میں کہ اُس دانہ کا کھانا موجب شقاوت ہے۔ پس اُس نے بالذات اپنے علم پر بھروسہ کیا اور اخبار الٰہی کو بوجہ اُسکے کھانے کے محبت کے نہ جانا۔ اور یہ تمام عالم کے دھوکے کی جگہ ہے۔ پس جو شخص کہ شقی ہُوا وہ اسی دھوکے کی وجہ سے جو نفس نے پہلے ہی مرتبہ شقاوت حاصل کی شقی ہُوا۔ پس تمام مخلوق اُسکے اُس علم پر جو اُس کو بحیثیت عقل یا خبر شل کے حاصل تھا بھروسہ کرتے تھے۔ اور اخبارات الٰہیہ کو جو صریح اور واضح تھیں اور اُن کے ساتھ دلائل قاطع اُن رسولوں کے ساتھ جو اُن کی طرف بھیجے گئے تھے اُن کی تصدیق کیواسطے موجود تھیں اُن کو چھوڑ دیا۔ پس سب ہلاک ہو گئے۔ اور اس میں بھید یہ ہے کہ نفس پہلی مرتبہ ہلاک ہُوا چونکہ وہی اصل ہے اس لئے کہ سب اسی سے پیدا ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ پس فرع اُسکے تابع ہوئی۔ پس

سب ہلاک ہو گئے لیکن بعض بعض باقی رہ گئے۔ اور یہ امر اللہ تعالیٰ کے اس قول کا بھید ہے جیسا کہ فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی وہ لوگ اخبار الٰہی پر ایمان لائے پس انہوں نے جس چیز کو جانتے تھے اسکو چھوڑ دیا اور اچھے کام کئے۔ اور وہ یہ ہیں کہ گناہوں کو ترک کیا اور طاعات کو عمل میں لائے۔ اور معاصی ظلمت طبیعت کے مقتضیات کا نام ہے۔ اور طاعات انوار روحی کے مقتضیات کا نام ہے ❖

اب جاننا چاہئے کہ نفس دھوکے میں محض کھانے کے مکر پوشیدہ رکھنے کی وجہ سے واقع ہوا۔ ورنہ حقیقت میں علم شخص کا مقدم کرنا خبر دینے والے کے علم پر جائز ہے۔ جب ایک دوسرے کا مخالف ہو۔ اور جس چیز کی کہ حق سبحانہ نے اُس کو خبر دی ہے وہ اُس کے علم کے مخالف نہ ہو۔ کیونکہ نفس اپنی قابلیت اصلیہ کی وجہ سے اُس چیز کے بھید کو جس کو طبیعت کی ظلمت چاہتی ہے۔ اور جس سے ضرب المثل دانہ کے ساتھ بیان کی گئی ہے جانتا ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہے کہ طبیعتوں کے مقتضاء کے موافق عمل کرنا روح کی زمین کو تاریک کرنے والا ہے اور اُسکا شقی کرنے والا ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہے کہ ربوبیت کی یہ شان نہیں ہے۔ کہ جو چیزیں شقاوت پیدا کرنے والی ہیں اُن کو عمل میں لائے اور وہ چیزیں تقدیس ذاتی اور تنزیہہ الٰہی کی موجب شقاوت ہیں۔ اور جس چیز کی کہ حق سبحانہ نے اُس کو خبر دی ہے وہ چیز سوائے اُس کے کہ جس کو وہ بالذات جانتا ہے اور کچھ نہیں ہے۔ لیکن کھانے کا حیلہ پوشیدہ رکھنے نے کہ جس کو امر محکوم اور مقدور اجبی نے قائم کیا تھا اُسپر حال کو چھپا دیا۔ یہاں تک کہ اُس نے یہ دیکھا کہ اس دانہ سے باز رہنا ربوبیت کا فوت کرنے والا ہے وہ ربوبیت کہ جسپر وہ قائم تھا۔ اور جسکی نسبت ابلیس نے کہ جو اُس میں تلبیس کی حقیقت سے پیدا کیا گیا تھا۔ یہ کہا تھا کہ تم دونوں کو تمہارے رب نے اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کیا ہے۔ مگر یہ کہ تم دونوں فرشتے ہو تب ممانعت ہے۔ کیونکہ فرشتے پر ممانعت نہیں ہے۔ پس اگر تم دونوں منع کئے جاؤ گے تب ممانعت کے تحت میں داخل ہو گے۔ یا تم دونوں اسمیں ہمیشہ رہو گے۔ کیونکہ جب تم دونوں نے کھانے کی ممانعت کو قبول نہ کیا تو جنت سے نہیں نکالے جاؤ گے۔ اس لئے کہ تم نے وہی عمل کیا جسکی ربوبیت مقتضی تھی۔ اور اُن دونوں سے قسم کھائی کہ میں تمہارا ناصح ہوں۔ اور باہم قسم کھانا محض اسی واسطے ہوا کرتا ہے کہ جس امر کا کوئی شخص دعوے کرتا ہے اُس کو ظاہر کرکے حجت قاطع اور براہین ساطع سے مضبوط کر دے جیسا کہ ابلیس نے کیا۔ پھر پہلی امنیں بھی۔ اور جو لوگ کہ ہلاک ہو گئے وہ سب اسی نفسانی حیلہ سے ہلاک ہوئے۔ کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام مخلوق کی طرف امور معقول لیکر اسواسطے

آسکے کہ امور مجہول کو ظاہر کریں جیسے کہ صانع کو مصنوع کی دلیل سے ثابت کریں۔ اور اقتدار کو صنعت کی دلیل سے ثابت کریں۔ اور قیامت کو پہلی زندگی سے ثابت کریں جیسا کہ اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ۔ اور ایسے ہی بہت سے دلائل ہیں۔ پھر انہوں نے معجزات قاطعہ کو ظاہر کیا اور آیات کو دلیل میں لائے۔ اور کسی قسم کے خلاف عادات امور کو کہ جن پر مخلوق بغیر قدرت الٰہی کے قادر نہیں ہے نہ چھوڑا۔ جیسے کہ مردہ کو زندہ کیا اور اندھے مادر زاد اور مبروص کو اچھا کیا۔ اور دریا کو چیرا اور اس کے سوا بہت سے معجزات ظاہر کئے۔ پس انبیاء کے اتباع سے سوائے نفسانی حیلوں کے کسی نے منع نہ کیا۔ پس بعضے امت نے اُن میں سے یہ کہا۔ کہ میں اگر اُن پر ایمان لاؤنگا تو مجھ کو یہ ڈر ہے کہ عرب عار دلائیں گے کہ یہ بڑا ذلیل آدمی ہے۔ اور بعضوں نے یہ کہا کہ اُس کو جلاؤ اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ اور بعضوں نے یہ کہا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اپنے اُن معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی تمہارے باپ دادے پرستش کرتے تھے۔ پس اُن لوگوں کا یہ منع کرنا محض نفسانی حیلہ کی وجہ سے تھا ورنہ اخبارات الٰہی اُس چیز کے جو اُن کے نزدیک تھی موافق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ۔ اور یہ سب امور نفس کے کھانے کا حیلہ پوشیدہ رکھنے کے دھوکے کا بھید ہے۔ بلکہ امر الٰہی اور شان ذاتی جس چیز کی مقتضی تھی اُسکا مظہر ہیں ؀

فصل۔ اب جاننا چاہئے کہ اللہ تعالے نے جب نفس محمدی کو اپنی ذات سے پیدا کیا۔ اور خدا کی ذات دونوں ضدوں کی جامع ہے تو ملائکہ عالین کو صفات جمال اور نور اور ہدایت کی حیثیت سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نفس سے پیدا کیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ اور ابلیس اور اُس کی ذریات کو بحیثیت صفات جلال اور ظلمت اور گمراہی کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نفس سے پیدا کیا۔ اور اُسکا نام عزازیل تھا اُس نے اللہ تعالے کی عبادت مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے ہزار برس کی تھی اور حق سبحانہ نے اُس سے یہ کہا تھا کہ اے عزازیل تو سوائے میرے کسی کی عبادت نہ کر۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ تو اب شیطان کو یہ تذبذب ہوا اور اُس نے یہ گمان کیا کہ میں اگر آدم کو سجدہ کرونگا تو گویا خدا کے غیر کی عبادت ہوگی۔ اور اُس نے یہ نہ جانا کہ جس نے خدا کے حکم سے کسی کو سجدہ کیا تو گویا خدا ہی کے واسطے سجدہ کیا۔ پس اسی واسطے یہ نکالا گیا۔ اور اُسکا نام ابلیس جو رکھا گیا وہ اسی تلبیس کے نکتہ کی وجہ سے لکھا گیا۔ چونکہ یہ تلبیس اُس میں واقع ہوئی تھی۔ ورنہ اُسکا نام اس سے پہلے عزازیل تھا اور اُس کی کنیت

ابو مرہ تھی۔ پس تو اُس کو سمجھ لے۔ پس جب حق سبحانہ و تعالے نے اُس سے کہا کہ تجھ کو کس نے منع کیا اُس چیز کے سجدہ کرنے سے جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے۔ کیا تو نے تکبر کیا یا تو عالین سے ہے۔ اور عالین اُن ملائکہ کو کہتے ہیں کہ جو نور الٰہی سے پیدا ہیں۔ جیسے وہ فرشتہ جسکا نام نون ہے اور اُس کی مثل اور بھی ہیں۔ اور باقی ملائکہ عناصر سے پیدا ہوئے ہیں اور انہیں کو آدم کے سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔ پس شیطان نے جواب دیا کہ میں اُس سے بہتر ہوں مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اور یہ جواب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابلیس حضرت الٰہی کے آداب کو تمام مخلوق سے زیادہ جانتا تھا اور سوال اور جواب کو خوب پہچانتا تھا۔ کیونکہ اللہ سبحانہ نے اس سے منع کرنے والے کا سبب نہ پوچھا تھا۔ اور اگر ایسا ہوتا تو اُس کے لئے صیغہ یوں آتا لم امتنعت اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ یعنی کس سبب سے تو نے اُس چیز کو سجدہ نہ کیا جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ لیکن اللہ تعالی نے منع کرنے والے کی ماہیت پوچھی۔ پس ابلیس نے اس امر کے بھید پر کلام کیا اور یہ کہا کہ میں نے اس وجہ سے سجدہ نہیں کیا کہ میں اُس سے بہتر ہوں یعنی اس سبب سے کہ حقیقت نار یہ جس کو ظلمت طبیعت کہتے ہیں۔ اور جس سے تو نے مجھ کو پیدا کیا ہے وہ حقیقت طینیہ سے بہتر ہے کہ جس سے تو نے اُس کو پیدا کیا ہے۔ پس اسی وجہ سے میں نے اُس کو سجدہ نہیں کیا۔ کیونکہ نار اپنی حقیقت میں علو کو چاہتی ہے۔ اور طین اپنی حقیقت میں پستی کو چاہتی ہے۔ دیکھو جب تم موم کی بتی کو جلا کر ہاتھ میں لیلو اور اُسکا سر نیچے کو کرو تو شعلا اوپر کو اُٹھے گا برخلاف مٹی کے کہ اگر ایک مٹھی خاک کی ہاتھ میں اُٹھاؤ۔ اور اُس کو اوپر کو پھینکو تو وہ بمقابلہ اوپر جانے کے بہت جلد نیچے آئے گی چونکہ ہر ایک کی حقیقت اُسی کی مقتضی ہے اسی وجہ سے شیطان نے کہا تھا کہ میں اُس سے بہتر ہوں۔ چونکہ مجھ کو نار سے پیدا کیا ہے اور اُس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ لیکن اُس سے زیادہ اور کچھ نہ کہا تھا۔ چونکہ وہ یہ جانتا تھا کہ اللہ تعالےٰ اُسکے بھید پر مطلع ہے۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ یہ مقام مقام قبض ہے مقام بسط نہیں ہے۔ اگر مقام بسط ہوتا تو بیشک اُس کے بعد اور کچھ کہتا اور موافق حکم الٰہی کے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا کہ میرے سوا کسی کی عبادت نہ کر اُسپر بھروسہ کرتا لیکن جب اُس نے محل عتاب دیکھا تو ادب کیا اور اس عتاب سے یہ جانا کہ امر اصل میں مذبذب ہو گیا۔ کیونکہ حق سبحانہ نے اُس کو ابلیس کے لفظ سے پکارا ہے اور لفظ ابلیس الا بلاس سے مشتق ہے اور وہ پہلے اس نام سے نہیں پکارا جاتا تھا۔ پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس امر سے وہ فارغ ہے اور وہ نہ نادم ہوا اور نہ رویا پیٹا اور نہ توبہ کی اور نہ مغفرت چاہی۔ چونکہ وہ یہ جانتا

تھا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اُسی چیز کا ارادہ کرتا ہے جس کے امر کے اُسکے حقایق مقتضی ہیں۔ پس اُن میں تغییر اور تبدیل واقع نہیں ہوسکتی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُس کو اپنے حضرۃ قرب سے بعد طبیعی کے پستی کیطرف پھینک دیا اور فرمایا کہ اُخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ یعنی حضرۃ علیا سے مرکز سفلی کیطرف چلا جا۔ کیونکہ رجم کے معنی کسی چیز کو بلندی سے پستی کیطرف پھینکنا ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اور لعنت کے معنی دور کرنے اور نکال دینے کے ہیں۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

دغوت بہ القطا ونفیت عنہ	کہ میں نے اس سے مرغ سنگ خوار کو ڈرایا اور اُس سے
مقام الذئب کالرجل اللعین	نکال دیا بھیڑیئے کی جگہ مثل مرد ملعون کے ؛

یعنی اس مرد کی طرح جو دور کیا گیا ہے۔ اور وہ ایک تصویر ہوتی ہے بشکل مرد کی جس کو کھیت میں کھڑا کر دیتے ہیں تاکہ وحوش اور طیور اُس کو دیکھ کر بھاگ جائیں اور کھیت اور پھل سلامت رہیں۔ اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا تھا کہ وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ یعنی تیرے غیر پر لعنت نہیں ہے کیونکہ حروف جارہ اور ناصبہ جب پہلے آتے ہیں تو اُن سے حصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسے کہ نحویوں کا یہ قول ہے الی زید الدرهم یعنی زید کے سوا کسی پر درہم نہیں ہے اور جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ یعنی تیرے سوا کسی کی ہم عبادت نہیں کرتے ہیں اور نہ کسی سے مدد چاہتے ہیں۔ پس حق سبحانہ نے سوائے ابلیس کے کسی پر لعنت نہیں کی۔ اور ظالمین اور فاسقین وغیرہ پر جو لعنت کی گئی ہے یہ اُسکے اتباع کے طور پر ہے۔ پس لعنت اصل میں ابلیس پر ہے اور غیروں پر بطریق فرع ہے۔ اور یہ جو اُس کا قول ہے کہ الی یوم الدین یہ حصر ہے۔ پس جب قیامت کا دن گذر جائیگا تو اُسپر لعنت نہیں رہے گی۔ اس وجہ سے کہ قیامت کے دن میں ظلمت طبیعت کا حکم دور ہو جائیگا۔ اور یوم الدین کی تفسیر چالیسویں باب میں بیان ہو چکی۔ پس ابلیس پر لعنت نہیں کیجائے گی یعنی حضرۃ سے وہ دور نہیں کیا جائیگا۔ لیکن قیامت کے دن سے پہلے دور کیا جائیگا۔ چونکہ اُسکی اصل اس امر کی مقتضی ہے۔ اور وہ طبیعت کے کہ جو روح کو حقایق الٰہیہ کے ثابت کرنے سے منع کرتی ہے موانع ہیں۔ اور لیکن اس کے بعد طبیعتوں کے واسطے سب کمالات حاصل ہوں گے پس لعنت نہیں ہوگی بلکہ محض قرب ہوگا پس اُسوقت ابلیس کو جیسا کہ پہلے قرب الٰہی تھا ویسا ہی پھر ہو جائیگا۔ اور یہ امر جہنم کے زائل ہونے کے بعد ہوگا۔ کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے وہ ضرور اپنے اصل کیطرف لوٹے گی۔ یہ قاعدہ

یقینی ہے۔ پس اس کو سمجھ لے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب ابلیس پر لعنت کی گئی تو وہ خوشی کے مارے بڑھ گیا اور شیفتہ ہو گیا یہاں تک کہ تمام عالم میں بھر گیا۔ پس اُس سے کہا گیا کہ تو حالانکہ حضرۃ الٰہی سے دور کیا گیا ہے پھر اتنا کیوں خوش ہوتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ یہ لعنت میرے واسطے خلعت ہے جو خداوند تعالیٰ نے تنہا مجھی کو پہنایا ہے۔ اور کوئی فرشتہ مقرب اور کوئی نبی مرسل اس کو نہیں پہنچ گا پھر اُس نے اللہ سبحانہ کو پکارا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے قَالَ رَبِّ فَانْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ چونکہ وہ یہ جانتا تھا کہ یہ امر ممکن ہے۔ اس لئے کہ ظلمت طبیعت جو اُسکے رہنے کی جگہ ہے وہ یہاں تک وجود میں باقی رہے گی۔ کہ اللہ تعالیٰ اُس کے اہل کو اُٹھائیگا۔ پس وہ طبیعت کی ظلمت سے انوار ربوبیت کی طرف خلاصی پائیں گے۔ پس اللہ سبحانہ نے اُسکو جواب دیا اور تاکید فرمائی۔ جیسا کہ اُسکا یہ قول ہے فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ اور یہ وجود کا لوٹنا حضرۃ معبود کی طرف ہے۔ پس شیطان نے کہا کہ تیری عزت وجلال کی قسم کھاتا ہوں کہ میں اُن سب کو بہکاؤنگا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کل طبیعت کے حکم کے تحت میں ہیں اور ظلمانیت کے اقتضاآت حضرات نورانیت کیطرف جانے نہیں دیتے لیکن تیرے خالص بندے جو طبیعتوں کی ظلمت سے اور موانع کی کثافت سے تیری عبادت کی وجہ سے خلاص ہو گئے ہیں۔ وہ البتہ جائیں گے یعنی جو لوگ کہ طبیعتوں کی ظلمت سے آدمی کے وجود میں ناموس الٰہی قایم کرنے کی وجہ سے چھوٹ گئے ہیں۔ اُن کو یہ مرتبہ حاصل ہوگا۔ اگر مخلص اسم مفعول کا صیغہ ہے تو امر حقیقت الٰہیہ کیطرف منسوب ہے یعنی ان کو اللہ تعالےٰ اپنی طرف کھینچکر رہا کریگا۔ اور اگر اسم فاعل کا صیغہ ہے تو حقیقت عبدیہ کیطرف منسوب ہوگا یعنی وہ لوگ اچھے اعمال کرکر جیسے مجاہدات اور ریاضات اور مخالفات وغیرہ متخلص ہو جائیں گے یعنی خلاص ہو جائیں گے پس اُس نے یہ کلام کیا تو خدا نے جواب دیا اور کہا کہ تو سچا ہے اور میں بھی سچ کہتا ہوں کہ بیشک تجھ سے اور تیرے جو تابع ہیں اُن سے جہنم کو بھردونگا۔ پس جب ابلیس ملعون نے بحیثیت مقتضیات حقایق کے یہ کلام کیا تو خدا نے اُس کو حکمت الٰہی سے جیسا اُس نے کہا تھا ویسا ہی جواب دیا۔ اور یہ امر اس وجہ سے ہوا کہ ظلمت طبیعت جسکی وجہ سے کہ ابلیس اُنپر مسلّط ہوا۔ اور اُن کے بہکانے کی قسم کھائی وہ اُن کی ذات تھی کہ جو دوزخ کیطرف اُن کو کھینچتی تھی۔ بلکہ وہ بعینہٖ دوزخ تھی۔ کیونکہ طبیعت مظلمہ ایک آگ ہے کہ جس کو اللہ تعالےٰ مفسدوں کے دلوں پر مسلّط کرتا ہے۔ پس ابلیس کا اتباع بجز اُس میں داخل ہونے کے اور کوئی نہیں کرتا ہے۔ اور جو اسمیں داخل ہوا۔ وہ گویا کہ دوزخ میں داخل ہوا۔ پس اللہ کی اس حکمت کو دیکھ کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو کیسے رقیق اشارہ

اور دقیق عبارت سے ظاہر کیا تاکہ اُس کو سننے والا سمجھ لے۔ پس اُسمیں جو اچھی بات ہے اُسکی پیروی کرے۔ پس اگر تو سمجھنے والوں سے ہے تو اس کو سمجھ لے۔ میں اُسکے قربان ہوں جو میری رمز کو سمجھتا اور جانتا ہے +

فصل۔ اور اس سے پہلے کہ ہم حقیقت ابلیس میں کلام کریں یہ بات ضرور ہے کہ اُسکے مظاہر اور تنوعات اور آلات میں کہ جن سے وہ مخلوقات پر مدد چاہتا ہے گفتگو کریں۔ اور اُس کے شیاطین اور ذرّیات اور اُس کے سوار اور پیادوں کا جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں مذکور فرمایا ہے بیان کریں جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا +

اب جاننا چاہیئے کہ ابلیس کے وجود میں ننانوے ۹۹ مظہر ہیں اللہ تعالےٰ کے اسماء حسنیٰ کے عددوں کے موافق اُس کے مظہر ہیں۔ اور اُس کے ان مظاہر میں تنوعات بیشمار ہیں۔ پس ہم اُسکے مظاہر کی شرح پوری بیان نہیں کرسکتے صرف سات مظاہر پر ہی اکتفا کرتے ہیں جو اُن سب کی اصل میں جیسے کہ اللہ تعالےٰ کے اسماء میں سے سات نفسانی اسم تمام اسماء کی اصل ہے اور یہ امر عجیب ہے اور یہ اُس کے ایجاد کا اُس نفس سے کہ جو اللہ تعالےٰ کی ذات سے موجود ہے اُس کے بھید کا نکتہ ہے پس اس اشارہ کو سمجھ اور اس عبارت سے غفلت نہ کر +

اب جاننا چاہیئے کہ اُس کے مظاہر مذکورہ سات یہ ہیں یعنی پہلا مظہر دنیا اور جو چیز اُس میں بنائی گئی ہے جیسے کہ ستارے اور استقصات اور عناصر وغیرہ ہیں۔ پھر جاننا چاہیئے کہ ابلیس کا مظہر کسی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے لیکن ہر گروہ میں جیساکہ ہم اشارہ کریں گے۔ غالبا ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جب وہ کسی گروہ پر اپنے مظہر کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو اسپر منحصر نہیں رہتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ کل مظاہر میں انواع و اقسام کا ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسپر سب دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور کوئی رستہ اُس کے لوٹنے کیواسطے نہیں چھوڑا جاتا۔ لیکن ہم اُس کے مظاہر کا ہر گروہ میں ذکر نہیں کریں گے صرف اُسکا ذکر کریں گے جسپر کہ اغلب اُسکا تسلط ہوتا ہے اور باقی کو چھوڑ دیں گے۔ کیونکہ اُن کے ساتھ بھی وہی کرتا ہے جو اُن کے غیروں کے ساتھ باقی مظاہر میں کرتا ہے۔ پس اُسکا اہل شرک پر دنیا میں۔ اور جو چیز کہ اُس کے اندر ہے جیسے کہ عناصر اور افلاک اور استقصات اور اقالیم وغیرہ ظاہر ہوتا یہ ہے کہ وہ ان مظاہر میں کفار اور مشرکین کے واسطے ظاہر ہوتا ہے۔ پس اُن کو پہلے دنیا کی زینت اور اُسکی بیہودہ باتوں سے بہکاتا ہے یہاں تک کہ اُن لوگوں کی عقلیں جاتی رہتی ہیں اور وہ اندھے

ہوجاتے ہیں۔ پھر اُن کو ستاروں کے اسرار اور عناصر وغیرہ کے اصول بتاتا ہے پس اُن سے کہتا ہے کہ وجود میں بھی اثر کرنے والی ہیں۔ پس وہ افلاک کی عبادت کرتے ہیں۔ چونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ کواکب کے احکام صحیح ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ آفتاب کی تربیت منہ اُس کی حرارت کے وجود کے اجسام کے واسطے ہے اور یہ دیکھتے ہیں کہ مینہ کا برسنا طلوع وغروب کے حساب سے ہے پس اُس کے دلوں میں کوئی خطرہ ستاروں کی ربوبیت میں نہیں گذرتا ہے۔ پس جب اُن میں یہ اصول مضبوط ہوگئے تو اُن کو چارپایوں کی طرح چھوڑ دیا۔ اب اُن میں سوائے کھانے اور پینے کے کسی قسم کی صلاحیت نہیں ہے اور نہ وہ قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔ پس بعض بعض کو قتل کرتا ہے اور ایک دوسرے کو لوٹتا ہے۔ اور وہ لوگ طبیعتوں کی تاریکی کے دریا میں ڈوب گئے۔ اب وہ اُس سے کبھی نہیں نکل سکتے۔ اور اسی طرح سے اہل عناصر کے ساتھ ہی وہ کرتا ہے۔ پس اُن سے کہتا ہے کہ دیکھو جسم جوہر سے مرکب ہے اور جوہر سردی اور گرمی اور تری اور خشکی سے مرکب ہے۔ پس یہ چیزیں معبود ہیں جن پر وجود مترتب ہوا ہے۔ اور یہی چیزیں تمام عالم میں اثر کرنے والی ہیں۔ پھر اُن کے ساتھ وہی کرتا ہے کہ جو پہلے لوگوں کے ساتھ کیا ہے۔ اور اسی طرح آگ کے پوجنے والے ہیں کہ اُن سے کہتا ہے کہ دیکھو وجود کی دو قسمیں ہیں یعنی تاریکی اور نور۔ پس تاریکی ایک معبود ہے جس کا نام اہرمن ہے۔ اور دوسرا نور ہے جس کا نام یزدان ہے۔ اور تاریکی کی اصل نور ہے۔ پس اُسکی وہ لوگ عبادت کرتے ہیں۔ پھر اُن کے ساتھ بھی وہی کرتا ہے جو پہلے لوگوں کے ساتھ کیا۔ اور اسی طرح تمام مشرکین کے ساتھ کرتا ہے +

دوسرا مظہر طبیعت اور شہوات اور لذات ہیں۔ پس اُسمیں تمام مسلمانوں کے واسطے ظاہر ہوتا ہے اور اُن کو پہلے امور شہوانیہ اور لذات حیوانیہ کیطرف جیسے کہ اُن کی طبیعت طلب چاہتی ہے رغبت اور محبت دلاکر بہکاتا ہے یہاں تک کہ اُن کو اندھا کر دیتا ہے۔ پس اُسوقت اُن کو دنیا میں یہ بات ظاہر ہوتی ہے اور اُن کو یہ خبر دیتا ہے کہ یہ امور جن کو وہ چاہتے ہیں بغیر دنیا کے حاصل نہیں ہوسکتے۔ پس اُسکی محبت میں وہ محو ہوجاتے ہیں اور ہمیشہ اُس کے طلبگار رہتے ہیں۔ پس اُن کے ساتھ جب یہ کر لیتا ہے تب اُن کو اُسی حالت میں چھوڑ دیتا ہے۔ تب اُسکے بعد اُن کو کسی علاج کی حاجت نہیں رہتی۔ پس جب وہ اُس کے تابع ہوگئے تو کسی امر میں اُسکی نافرمانی نہیں کرتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ دنیا کی محبت میں وہ جاہل ہوجاتے ہیں۔ پس اگر اُن کو وہ کفر کا حکم کرتا ہے تو کافر ہوجاتے ہیں تو اسوقت شکوک اور وساوس غیب کے امور میں جن کی اللہ نے اُن کو خبر دی ہے

پڑ جاتے ہیں۔ پس اُن کو الحاد اور گمراہی میں ڈال دیتا ہے +
تیسرا مظہر اعمال میں نیک لوگوں کو ظاہر ہوتا ہے۔ پس اُن کو اپنے فعل اچھے معلوم ہوتے ہیں اور اُن پر عجب داخل ہوتا ہے۔ پس جب اُن کو اپنے اعمال اور اپنے نفوس اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ تب اُس پر اُن کو فریفتہ کر دیتا ہے۔ پس وہ کسی کی نصیحت کو نہیں مانتے۔ پس جب وہ ابلیس کے نزدیک ایسے ہو جاتے ہیں تب اُن سے کہتا ہے کہ تمہارے واسطے یہ اعمال کافی ہیں۔ اگر کوئی دوسرا شخص جتنے اعمال کہ تم کرتے ہو اُن کے دسویں حصہ کا دسواں حصہ بھی کرے تو بیشک نجات پائے۔ پس اعمال میں کمی کرو اور آرام کرو اور اپنے نفوس کو بڑا سمجھو اور دوسری امتوں کو ادنی سمجھو۔ پھر جب ان سے سب افعال سختی کے ساتھ جبر کر وہ تھے کرالیتا ہے جیسے کہ بدخلقی اور غیر کے ساتھ بدگمانی تب وہ غیبت کرنے لگتے ہیں اور بہت سے گناہ اُن سے سرزد ہوتے ہیں اور اُن سے کہتا ہے جو تمہارا جی چاہے سو کرو اللہ غفور ہے رحیم ہے اور کسی کو عذاب نہیں دیتا ہے اللہ بڈھے سے حیا کرتا ہے اور اللہ کریم ہے اور کریم اپنے حق کو نہیں چاہتا ہے۔ اور اس قسم کے بہت سے خیالات پیدا کرتا ہے جن سے ان کے اعمال صالحہ جو وہ پہلے کرتے تھے فسق و فجور سے بدل جاتے ہیں۔ پس اُن میں بلا حلول کرتی ہے ہم اُس سے پناہ مانگتے ہیں +
چوتھا مظہر نہایت اور اعمال کے ساتھ تفاضل ہے اُس میں شہداء پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اُن کی نیتوں کو فاسد کر دیتا ہے تاکہ اُن کے اعمال خراب ہو جائیں۔ پس اُن میں سے عمل کرنیوالا خدا کے واسطے عمل کرتا ہے۔ اور شیطان اُس کے دل میں پوشیدہ ہو کر یہ کہتا ہے کہ تیرے اعمال بہت اچھے ہیں۔ آدمی تیری پیروی کرتے ہیں یہ بات اُسوقت ہوتی ہے کہ جب وہ شخص اس امر کی طاقت نہ رکھتا ہو کہ اُس کو ریا اور سمعہ بنائے تاکہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص ایسا ایسا ہے۔ پس اُس پر خیر کی حیثیت سے داخل ہوتا ہے پھر اُسکے پاس ایسی حالت میں آتا ہے کہ وہ کوئی عمل کر رہا ہو جیسے قرآن پڑھ رہا ہو تو اُس سے یہ کہتا ہے کہ تو حج کیوں نہیں کرتا تاکہ اُسکے راستہ میں تیرا جی چاہے سو پڑھ تجھ کو حج اور قرأت دونوں کا ثواب ملے گا۔ یہاں تک کہ اُس کو راستہ پر لے آتا ہے پس اُس سے کہتا ہے کہ تو بھی اور آدمیوں کی طرح ہو جا۔ یعنی تو اسوقت مسافر ہے تجھ پر قرأت واجب نہیں ہے۔ پس وہ قرأت کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور اُسکی اس بدفالی سے فرایض بھی ترک ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی وہ حج کو بھی نہیں پہنچتا ہے۔ اور کبھی اُس کو تمام عبادات حج سے روک دیتا ہے اور کبھی اُس میں بخل اور بدخلقی اور کسی قسم کی تنگی وغیرہ پیدا کر دیتا ہے۔ پس جب شخص کے عمل

فاسد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اُس کو دوسرا عمل اُس سے افضل بتا دیتا ہے یہاں تک کہ اُس کو پہلے عمل سے خارج کر دیتا ہے اور اُس کے دوسرے عمل کو بھی باطل کر دیتا ہے ❖

پانچواں مظہر علم ہے اُس میں علماء کے واسطے ظاہر ہوتا ہے۔ اور ابلیس کو علم میں بہکانا بہت سہل ہے۔ روایت میں ہے کہ وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم ہزار عالم میرے نزدیک قوی الایمان ایک جاہل سے اُنکا بہکانا بہت سہل ہے۔ چونکہ جاہل کے بہکانے میں نہایت حیران ہوتا ہے برخلاف عالم کے کہ اُس سے کہتا ہے۔ اور اُسپر اُسکے علم سے دلیل لاتا ہے کہ یہ بات حق ہے۔ پس وہ اُسکا اتباع کرتا ہے۔ اور وہ اُس سے قوی ہو جاتا ہے۔ جیسے اُس کے علم کو شہوت کی جگہ لاتا ہے پس اُس سے کہتا ہے کہ اس عورت کے ساتھ موافق مذہب داؤد کے نکاح کر لے۔ حالانکہ وہ عالم حنفی ہے یا موافق مذہب ابو حنیفہؒ کے بغیر ولی کے نکاح کر لے حالانکہ وہ شافعیؒ ہے۔ یہاں تک کہ جب یہ کام کر لیتا ہے اور اُسکی بیوی اُس سے مہر اور کھانا اور لباس مانگتی ہے تو وہ اُس سے کہتا ہے کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ تجھ کو وہ دیگا۔ کہ اگر تو نہ کریگی تو مرد کے واسطے یہ جایز ہے کہ عورت سے یہاں تک قسم کھائے کہ وہ راضی ہو جائے۔ اگرچہ وہ قسم جھوٹی ہو۔ پس جب مدت گذر جاتی ہے اور وہ جھگڑا حاکم کے پاس جاتا ہے تو مرد سے کہتا ہے کہ تو اپنی زوجہ ہونے سے انکار کر دے کہ وہ میری زوجہ نہیں ہے یہ نکاح فاسد ہے۔ یعنی میرے مذہب میں جایز نہیں ہے۔ پس کھانا اور لباس وغیرہ دینے کی حاجت نہیں ہے۔ پس وہ قسم کھا لیتا ہے اور ایسا ہی کرتا ہے۔ اور اسکی مثالیں بیشمار ہیں اُس سے سوائے بعض آدمیوں کے کوئی سلامت نہیں رہ سکتا ہے ❖

چھٹا مظہر عادات اور طلب راحات میں سچے مریدوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ پس اُن کو عادت اور طلب راحت کی حیثیت سے طبیعت کی تاریکی کیطرف گرفتار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اُنکی ہمتوں کی قوت طلب اور شدت رغبت میں عبادت میں سلب کر دیتا ہے۔ پس جب اس کو مٹا دیتے ہیں تو اپنے نفوس کیطرف لوٹ آتے ہیں۔ پس اُن کے ساتھ وہ افعال کرتا ہے جو اُن کے غیروں کے ساتھ جن کا ارادہ ایسا نہیں ہے وہ افعال کرتا ہے۔ پس مریدین سے کسی چیز سے کہ جو بہت بڑی ہو ایسا نہیں ڈرتا ہے۔ جیسا کہ اُن سے راحات کی خواہش اور عادات کی طرف میل دلانے سے ڈرتا ہے ❖

ساتواں مظہر معارف آلہیہ ہے اُس میں صدیقین اور اولیاء اور عارفین کو ظاہر ہوتا ہے لیکن ان میں سے جس کو اللہ محفوظ رکھے وہ بچتا ہے۔ اور مقربین حضرت الٰہی پر اُسکا کچھ دخل نہیں ہوتا ہے

پس سب سے پہلے جو اُنپر حقیقت آلیہ میں ظاہر ہوتا ہے تو اُن سے کہتا ہے۔کہ کیا اللہ تعالے کل وجود کی حقیقت نہیں ہے۔اور تم وجود سے نہیں ہے۔اور حق تمہاری حقیقت نہیں ہے۔پس وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہاں پس وہ کہتا ہے کہ تم اپنے نفوس کا ان اعمال کے ساتھ کیوں اتباع کرتے ہو جن اعمال کو کہ یہ پیروی کرنے والے کر رہے ہیں۔پس وہ اعمال صالحہ بہت کرتے ہیں۔پس جب وہ اعمال کو چھوڑ دیتے ہیں تو اُن سے کہتا ہے جو تمہارا جی چاہے سو کرو۔کیونکہ اللہ تعالے تمہاری حقیقت ہے پس تم وہی ہو اور وہ اُس چیز سے نہیں سوال کیا جاتا ہے جو کرتا ہے۔پس وہ لوگ زنا کرتے ہیں اور چوری کرتے ہیں۔اور شراب پیتے ہیں یہاں تک کہ اُس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ اسلام اور ایمان کی رسّی اُن کی گردنوں سے نکل جاتی ہے۔اور زندیق اور ملحد ہو جاتے ہیں۔پس بعض اُن میں اتحاد کے قائل ہو جاتے ہیں۔اور بعضے افراد کا دعوے کرتے ہیں۔پھر جب قصاص طلب کئے جاتے ہیں۔اور وہ برائیاں جو اُنہوں نے کیں ہیں اُن کی پرستش ہوتی ہے تو اُن سے کہتا ہے کہ انکار کر جاؤ اور اپنے نفوس پر قدرت نہ دو۔اسلئے کہ تم نے کچھ نہیں کیا ہے۔اور فاعل حقیقۃً اللہ ہے۔اور تم موافق آدمیوں۔کے اعتقاد کے یہ امر ہے اور قسم لینے والے کی نیت پر ہے۔پس وہ اس بات کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔اور کبھی اُن کو حق کے لباس میں نجات دیتا ہے پس کسی سے کہتا ہے کہ میں اللہ ہوں۔اور میں نے تیرے واسطے حرام چیزیں مباح کر دی ہیں۔پس جو تیرا جی چاہے وہ کر کہ تجھ پر کچھ گناہ نہیں ہے۔اور یہ کل باتیں غلط نہیں ہوتی ہیں۔مگر جب ابلیس اُنپر ظاہر ہوتا ہے تب معلوم ہوتے ہیں۔اور حق سبحانہ کے پائے جانے کیواسطے اہل اللہ کے نزدیک علامتیں غیر منکور ہیں۔اور جس شخص کو کہ اُسکی معرفت باوجود اصول کے علم نہ ہونے کے نہیں ہے اُسپر بہت سی چیزوں میں دھوکا نہیں ہوتا۔ورنہ اس قسم کی چیزیں اُس شخص پر جسکو اصول کی معرفت ہے مخفی رہتی ہیں۔دیکھو سید الشیخ عبدالقادر کی حکایت ہے کہ وہ ایک جنگل میں تھے اور اُن سے کسی نے کہا کہ اے عبدالقادر میں اللہ ہوں۔میں نے تمہارے واسطے حرام چیزوں کو مباح کر دیا جو تمہارے جی میں آئے سو کرو۔اُنہوں نے اُس سے کہا کہ تو جھوٹا ہے اور تو شیطان ہے جب اُن سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے کیسے جانا کہ وہ شیطان ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے اس قول کی وجہ سے جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ پس جب مجھ کو اس ملعون نے اس کام کا حکم کیا تو میں نے جانا کہ وہ شیطان ہے میرے بہکانے کا ارادہ کرتا ہے۔علاوہ اس بات کے یہ امر ہے کہ اس قسم کے امور خدا کے بندوں کو حق تعالے کے ساتھ پیش آتے ہیں۔جیسا کہ اہل بد

وغیرہ کے ساتھ ہوا تھا۔ اور یہ وہ مقام ہے کہ اسکا ابتدائی وقت سے اب تک کبھی میں نے انکار نہیں کیا اور میں حق پر رہا۔ پس حق سبحانہ وتعالے نے مجھ کو اُس سے اپنے سید اور اپنے شیخ استاذ دنیا شرف الدین سید اولیا۔ محققین ابو المعروف شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم جبرتی کی برکت سے نقل کیا۔ اور میرے ساتھ اس حالت میں عنایت ربانی سے عنایت کی گئی۔ اور نفحات رحمانی سے میں مؤید رہا یہاں تک کہ حق سبحانہ نے اپنی آنکھ سے اپنے بندہ کو دیکھا۔ پس مجھ کو اپنا مقرب بنایا۔ پس سید فاضل اور شیخ کامل بہت اچھا ہے۔ اور اسی مضمون میں میں نے چند قصائد لکھے ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک یہ ہے +

وافی المحب فزارہ محبوبه بشراہ یا بشراہ ذا مطلوبه	وہ اپنے محب سے ملا پس اپنے معشوق کی زیارت کی اُسکو بشارت ہو اور خوشخبری ہو کہ یہی اُسکا مطلوب ہے +
قدم الحبیب بعید هجر یا لها من فرحة داوی السقیم طبیبه	دوست مدت کے بعد آیا اے کاش کہ طبیب نے بیمار کی فرحت سے دوا کی +
یاقدہ العسال هل هذا الفنا یبنا دام یا ردف انت کثیبه	اے کاش کہ شہد دینے والے نے اُسکو شہد دیا کیا یہ فنا ہمیشہ رہے گی یا تو اُسکے پیچھے اُسکا کثیب ہے +
وبخاله المسکی تهت عن التقی لکن هدانی للسلافة طیبه	اور اُسکی مشکیں تل سے تو اچھی بات کرتا ہے لیکن اُسکی خوشبو نے مجھ کو زمین ہموار کیطرف رہنمائی کی ہے +
ابرود تغر ذا الاقاح ولؤلؤ نظمت علی مرجان فیه حبوبه	کیا وہ اگلے دانتوں کا کند کرنیوالا ہے اور یہ سادہ موتی ہیں کہ میں نے اُن کو مرجان پر پرو دیا ہے اور اُسمیں اُسکے دانے ہیں +
اے شعر لیلك هل یضیٔ صباحه ای خد یومك هل تجئ غروبه.	اے شخص تیری رات کے بال کی صبح کیا روشن ہے اور اے شخص تیرے دن کا رخسارے کے غروب کا وقت کیا آگیا ہے +
السنة ام اسهم تلك المقی وتصیب قلبی ام فذاك نصیبه	آیا یہ بھالے ہیں اور کیا یہ تیر ہیں اور میرے دل کا یہ حصہ ہے یا اُسکا حصہ ہے +
اقسی حاجبه الے کم قسوة هب اننی هدف الست تصیبه	اُسکی ابرو کی کمان کیسی سخت ہے مجھ کو چھوڑ دے کہ میں اُسکا نشانہ ہوں کہیں تیرے نہ لگ جائے +
یا ایها الواشون لا کان الوشا یا ایها الرقبا امیت رقیبه	اے رنگین کپڑے والوں رنگین کپڑا نہیں ہے اور اے نگہبانو کیا اُسکا نگہبان مردہ ہے +

لله فقد كما عدمت لقاكما
لولاكما ضم الحبيب حبيبه

افلستما ترباه يرسل نشرة
سحرا فيحيى المستهام هبوبه

انا من يضم حبيبه عند اللقا
خوف الرقيب فلا يبين رقيبه

لم انس صبحا بالهنا آنسته
حتى اجترى خوض الدجى مركوبه

ركب الاسنة والذوابل شرع
ما صده عن حي مي خطوبه

كادت نجائب عزمه تكبو بها
فاشتد منها بالعنان نجيبه

وطرقت سعدى والسهام كانها
نيسان صدق برقه مسكوبه

حتى انخت مطيتي في منزل
لم يدع الا بالاهيل غريبه

دار بها السعاد مغنى مغرب
عنقاؤه فوق السماك تربيه

دار بها حل المكارم والعلا
فالجود جود فنائها وخصيبه

دار بها اسمعيل اسمى من سما
اسماء اسما راحه ونسيبه

مثلث الصفات وكاسل الذات الذي
تا سر الشمال بعطفه وجنوبه

خدا کیواسطے تم دونوں کو گم کیا اور تم دونوں کی ملاقات معدوم ہوگئی
اگر تمہارے واسطے دوست کیطرح دوست سے ملنا نہ ہوتا ✤

کیا تم دونوں اسکو نہیں دیکھتے ہو کہ وہ اسکو صبح کیوقت پراگندہ کرکے
بھیجے اور غمناک کو اسکی ہوا کا چلنا زندہ کرے ✤

میں وہ شخص ہوں کہ اپنے دوست سے ملاقات کے وقت ملتا ہوں
اس خوف سے کہ رقیب دوسرے رقیب کو نہ ظاہر کردے ✤

میں تجھ کو اسکی محبت گوارا نہیں کرتا ہوں یہاں تک کہ تاریکی میں
جانے کی اسکی سواری پر جرأت کروں ✤

وہ دبلے گھوڑوں پر کہ جو نیزہ سیدھا کئے ہوئے ہیں سوار ہوا
اور اس کو کسی نے زندہ و مردہ سے نہ روکا ✤

عنقریب اسکے ارادہ کے گھوڑے اوندھے گر جائیں گے۔ پس
اس سے اسکے گھوڑے کی باگ سخت ہو جائے گی ✤

اور میں نے اپنی نیکبختی کو اور تیروں کو توڑ ڈالا گویا کہ وہ صدق کے
نیساں ہیں اور اسکے آب جاری نے روشن کر دیا ہے ✤

یہاں تک کہ میں نے اپنے اونٹ کو ایسی جگہ بٹھال دیا کہ جہاں
سوائے اسکے رہنے والوں کے مسافر کو نہیں چھوڑتے تھے ✤

ایسا گھر تھا کہ اسمیں نیک بختوں کے رہنے کی جگہ مغرب تھی
اور اسکا عنقا بلندی کے اوپر اڑتا تھا ✤

اور ایسا گھر تھا کہ اسمیں مکارم اور علو حلول کئے ہوئے تھا
اور اسکے میدان میں خوش عیشی اور فرحت تھی ✤

اور ایسا گھر تھا کہ عالم بالا سے میرا نام اسمٰعیل تھا اور تمام اسماء سے
وہ اسم نسب والا اور راحت والا تھا ✤

فرشتہ کی سی صفتیں اور کامل الذات تھا کہ جس سے شمال
اور جنوب مسخر ہو گیا ✤

ملك ملوك الله تحت لوائه
ما بينما موهوبه وسليبه

اللہ کے سب بادشاہ اُسکے لواء کے نیچے تھے اور اُسکے بخشے گئے اور اُسکی محبت میں مدہوش تھے +

اسد دم الاساد غمد حسامه
نسر وفی مخ النسور خليبه

ایک شیر تھا کہ شیروں کا خون اُسکی تلوار کا میان ہے اور ایک نسر تھا کہ نسروں کے مغز میں اُسکا پنجہ تھا +

بحر لآلی التاج من امواجه
فوق الرؤس على الملوك هبيبه

ایک دریا تھا کہ تاج کے موتی اُسکی لہروں سے تھے اور بادشاہوں کے سروں پر اُسکے بخشے ہوئے تھے +

قطب الحقيقة محور الشرع الضيا
فلك الولاء محيطه وعجيبه

حقیقت کا قطب اور شریعت روشن کا محور رہنے والا کا آسمان اُسکا محیط اور عجیب ہے +

واخو التمكن من صفات طالما
حز الرقاب دونهم رقيبه

اور تمکن کا بھائی صفات سے ایک نخوان ہے کہ اُس کے نزدیک گردنوں کا ٹنا اُسکا رقیب ہے +

لله درك من مليك ناهب
بل واهب بدمی ولحمی ذيبه

خدا کیواسطے بادشاہی لوٹنے والے سے ادراک کرتا ہے بلکہ وہ میرے خون اور گوشت کو بھنڈی کو دینے والا ہے +

ويعز بالملك العقيم من ابتغى
ويذل من هو شاء فهو حسيبه

اور ملک ویران سب جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے مولت دیتا ہے پس وہی اُسکا شمار کرنیوالا ہے +

يا ابن ابراهيم يا بحر الندى
يا ذا الجبرتی الجبور طبيبه

اے ابراہیم کے بیٹے اور اے دریائے زخار اور اے ذالجبرتی کہ اُسکا طبیب درست کرنیوالا ہے +

العبد لك الجيلی منك عناية
صباغة صبغ المحب حبيبه

تیرا بندہ جیلی تیری عنایت سے ایسا رنگا ہوا ہے جیسے دوست اپنے محبوب کو رنگتا ہے +

انت الكريم بغير شك وهو ذا
عبد الكريم ومنك يرجى طيبه

تو بیشک کریم ہے اور وہ عبدالکریم ہے اور تجھ سے شفا کی امید کرتا ہے +

والسامعون تناشدوا تمتيهم
اضيافت جودك اذ يعم سكوبه

اے سننے والو تم سب اُسکی تعریف کرو کہ وہ سب تیری بخشش کے جب وہ عام لوگوں کو جاری ہو مہمان ہے +

ما انت يا غصن النقا بالمنحنى
الا الخزامى قد تنشر طيبه

اے پاکی کی شاخ تو سوائے مادہ گاؤ کے دوسرے کے ساتھ جھکنے والا نہیں ہے جو تیری خوشبو پھیل جائے +

قسما بمکة والمشاعر والذی	قسم مکہ کی اور اُن مشاعر کی کہ جن کی وجہ سے سونے کی جدائی
من اجلہ هجر المنام کئیبہ	اُسکا کثیب ہے ÷
ماحب قلبی قط شیئا غیرکم	میرے دل کی محبت سوائے تمہارے کسی کے ساتھ ہرگز نہیں
کلا ولیس سواکم مطلوبہ	ہے اور اُسکا مطلوب سوائے تمہارے اور کوئی نہیں ہے ÷

پس جاننا چاہئے کہ ابلیس کا حال اسی قدر کافی ہے اور اُس کے اقسام جو اُسکے مظاہر ہیں ہیں اُن کے اتنے ہی بیان پر ہم اکتفا کرتے ہیں ورنہ اگر ہم اُس کے تنوعات کا بیان ان ساتوں مظاہر سے ایک مظہر کا بھی کامل طور پر کریں تو بہت سے مجلدات کو بھر دیں جیسے کہ وہ اعلےٰ طبقات والوں کے واسطے اور وہ عارفین کے طبقات ہیں ظاہر ہوتا ہے۔ چہ جائے کہ ادنےٰ طبقات والے پس اُس میں یہ طاقت ہے کہ ادنیٰ پر اسی طرح سے ظاہر ہو جیسے کہ اعلےٰ پر ظاہر ہوتا ہے اور اُسکے برعکس نہیں ہے۔ پس بعض عارفین کے پاس آتا ہے اور اُنپر بحیثیت اسم الٰہی کے ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی وصف کی حیثیت سے ظاہر ہوتا ہے اور کبھی ذات کی حیثیت سے ظاہر ہوتا ہے اور کبھی عرش کی حیثیت سے ظاہر ہوتا ہے اور کبھی کرسی کی حیثیت سے اور کبھی لوح کی حیثیت سے اور کبھی قلم کی حیثیت سے اور کبھی عماں کی حیثیت سے اور کبھی الوہیت کی حیثیت سے اور اُنپر ہر مظہر میں اعلےٰ اور ادنےٰ وصف کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے پس اُسکو سوائے بعض اولیا کے کوئی نہیں پہچانتا ہے۔ پس جب ولی اُس کو پہچان لیتا ہے تو جب وہ اُسکے گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ گمراہی عارف کے حق میں ہدایت ہو جاتی ہے اور اُسکی وجہ سے اُسکو حضرۃ الٰہی میں تقرب حاصل ہو جاتا ہے اور ہمیشہ اسی طرح ولی کے ساتھ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ ولی کا وقت واجبی اور امر محکوم آجاتا ہے۔ پس وہ ولی حقائق الٰہیہ کو پہنچ جاتا ہے اور اُسمیں جگہ پاتا ہے۔ پس اُسوقت ابلیس کا حکم منقطع ہو جاتا ہے۔ اور یہ امر قیامت تک اُسکے حق میں رہتا ہے اِس لئے کہ یوم الدین قیامت کے دن کو کہتے ہیں۔ اور عارف جب فناء ثالث کیساتھ فانی فی اللہ ہو گیا اور اُس میں محق اور سحق ہو گیا تو گویا اُسکی قیامت صغرےٰ قائم ہو گئی۔ پس یہ یوم الدین ہے پس ہم اس امر کو اتنا ہی ظاہر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ اس بھید کا افشاء مناسب نہیں ہے ÷

پھر جاننا چاہئے کہ کل شیاطین ابلیس ملعون کی اولاد ہیں اور یہ امر اس وجہ سے ہے کہ جب وہ نفس طبیعہ پر قادر ہوا تو اُس سے عادات حیوانیہ میں دل کی شہوانی آگ سے نکاح کیا۔ پس اُس سے شیاطین پیدا ہوئے جیسے کہ شعلہ آگ سے پیدا ہوتا ہے اور گھاس زمین سے پیدا ہوتی ہے پس

وہ سب اُسکی ذریت ہیں کہ دلوں میں ایسے گھس جاتے ہیں جیسے وساوس نفسانی اور اُن سے آدمی گمراہ ہوتے ہیں اور وہ خناس کے ہی وساوس ہیں۔ اور اولاد آدم کے ساتھ اُسکی مشارکت بھی ہے جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ پس ان لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن پر طبیعت ناریہ غالب ہوجاتی ہے پس وہ ارواح عنصریہ کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جن پر طبیعت نباتیہ حیوانیہ غالب ہوجاتی ہے پس وہ اولاد آدم کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور وہ شیطان محض ہیں۔ جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اولاد آدم کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں اور وہ اُن کے گھوڑے ہیں۔ کیونکہ وہ اُن شیاطین سے زیادہ قوی ہیں جو ارواح کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ پس یہ لوگ فتنوں کی جڑیں اُس کے واسطے دنیا میں ہیں اور وہ لوگ اُس کے فروع ہیں اور وہ اُس کے پیادے ہیں جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ ✣

پھر جاننا چاہئے کہ اُس کے الات میں سے سب سے زیادہ زبردست غفلت ہے وہ بمنزلہ اُسکی تلوار کے ہے کہ اُس سے قطع کرتا ہے پھر شہوت ہے وہ بمنزلہ تیر کے ہے کہ اُس کے سبب سے مقتل میں پہنچتا ہے۔ پھر ریاست ہے وہ بمنزلہ قلعہ کے ہے اور قلعہ میں آدمی پناہ میں رہتا ہے پھر جہل ہے وہ بمنزلہ سواری کے ہے پس اُس پر چڑھ کر جہاں چاہتا ہے سیر کرتا ہے پھر اشعار اور مثلیں اور حکایتیں اور شرابیں اور کھیل کود کی باتیں اور اسکی مثل بہت سی چیزیں یہ اُسکے لئے باقی لڑائی کے ہتھیار ہیں۔ اور لیکن عورتیں پس وہ اُسکا گروہ اور اُس کے حبائل ہیں اُن سے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے پس اُس کے قبضہ میں بُرے کام کرانے کیواسطے ان سے زیادہ زبردست کوئی چیز نہیں ہے۔ پس یہ اُس کے وہ الات ہیں جن سے وہ لڑتا ہے اور اُس کے پاس اور بھی بہت سے آلات ہیں اور سب سے مواسم ہیں۔ پس منجملہ اور مواسم کے ایک رات ہے اور تہمت کی جگہ ہے اور جھگڑے کا وقت ہے اور اسی قدر جس شخص کا دل سچا اور صاف ہے اور کان سننے کی قابلیت رکھتا ہے اُس کو کافی ہے ✣

فصل۔ پھر جاننا چاہئے کہ نفس کا نام اصطلاح میں پانچ قسم پر ہے ایک نفس حیوانیہ دوسرا نفس امارہ۔ اور تیسرا نفس ملہمہ اور چوتھا نفس لوامہ اور پانچواں نفس مطمئنہ ہے۔ اور یہ سب روح کے اسماء ہیں اس لئے کہ نفس کی حقیقت روح ہے۔ اور روح کی حقیقت حق ہے۔ پس نفس حیوانیہ باعتبار بدن کی تدبیر کے روح کو بولا جاتا ہے لیکن فلسفیوں کے نزدیک نفس حیوانیہ اُس خون

کو کہتے ہیں جو رگوں میں جاری ہے لیکن ہمارا یہ مذہب نہیں ہے پھر نفس امارہ اُس کے ساتھ نام رکھا جاتا ہے اس اعتبار سے کہ اُس کو جو کچھ طبیعت شہوانیہ کے مقتضیات انہماک کے ساتھ حیوانیت کی پناہ کی جگہ ہیں اور اوامر اور نواہی کی بے پروائی نہ ہونے سے آتی ہیں۔ پھر نفس ملہمہ اُس کا نام رکھا جاتا ہے اس اعتبار سے کہ اُس کو اللہ تعالےٰ خیر کا الہام کرتا ہے پس جو خیر نفس کرتا ہے وہ الہام الٰہی سے کرتا ہے۔ اور جو شر کرتا ہے وہ اقتضاء طبیعی سے کرتا ہے اور اُسکا یہ اقتضاء بمنزلہ اُس کو حکم کرنے کے ہے۔ پس گویا کہ وہ اپنے نفس کو ان مقتضیات کے کرنیکا حکم کرنیوالا ہے اسی واسطے اُس کا نام امارہ رکھا گیا ہے اور الہام الٰہی کی وجہ سے اُسکا نام ملہمہ رکھا گیا پھر اُس کا نام نفس لوامہ رکھا گیا اس اعتبار سے کہ وہ رجوع ہوتا ہے اور توڑتا ہے۔ پس گویا کہ وہ اپنے نفس کو کسی امر میں مبتلا ہونے پر ملامت کرتا ہے اسی واسطے اُسکا نام لوامہ رکھا گیا۔ پھر نفس مطمئنہ کا یہ نام اس اعتبار سے رکھا گیا کہ اُس کو خدا کی طرف سکون اور اطمینان ہوتا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ اس وقت بُرے افعال اُس سے بالکل منقطع ہو جاتے ہیں اور بُرے وسوسہ اُس سے جاتے رہتے ہیں کیونکہ جب تک اُس سے یہ وساوس نہیں جاتے اُس کا نام مطمئنہ نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ وہ لوامہ ہے۔ پھر جب وہ وساوس بالکل منقطع ہو جاتے ہیں تو اُسکا نام مطمئنہ رکھا جاتا ہے پھر جب اُس کے جسم پر آثار روحی ظاہر ہوتے ہیں جیسے زمین کا طے کرنا اور غیب کا جاننا وغیرہ۔ تب اُسکا نام روح ہے۔ پھر جب اچھے خطرات ایسے ہی منقطع ہو جاتے ہیں جیسے کہ بُرے اور وہ اوصاف الٰہیہ کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے۔ اور حقائق ذاتیہ اُس میں پائے جاتے ہیں تو عارف کا نام اُسکے معروف کا نام ہو جاتا ہے اور اُسکے صفات اُسکے صفات ہو جاتے ہیں اور اُسکی ذات اُسکی ذات ہو جاتی ہے اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی سیدھے رستہ کیطرف ہدایت کرتا ہے +

ساٹھواں باب

انسان کامل کے بیان میں

اور انسان کامل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ حق اور خلق کے مقابل ہیں —

اب جاننا چاہئے کہ یہ باب اس کتاب کے کل ابواب سے عمدہ ہے۔ بلکہ تمام کتاب اول

سے آخر تک اسی باب کی شرح ہے پس تو اس خطاب کے معنی کو سمجھ۔ پھر اس نوع انسانی کے تمام افراد ایک دوسرے کیواسطے بحالہ نسخہ ہیں۔ جو اُن میں سے ایک میں پایا جاتا ہے وہ دوسرے میں عارضی طور پر پایا جاتا ہے جیسے کسی شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں۔ یا وہ کسی عارضہ سے اپنی ماں کے پیٹ سے اندھا پیدا ہوا اور جب تک کہ عارض نہیں حاصل ہوگا پس وہ مثل دو آئینوں کے ہیں جو ایک دوسرے کے سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ اور اُن میں ہر ایک پایا جاتا ہے لیکن بعض اُن میں سے ایسے ہیں کہ جن میں کل چیزیں بالقوہ ہوتی ہیں اور بعض میں بالفعل ہوتی ہیں اور وہ لوگ انبیاء کاملین اور اولیاء ہیں۔ اور وہ اپنے اپنے کمال میں مختلف ہیں۔ پس بعضے کامل اور اکمل ہیں لیکن اُن میں سے کسی کو ایسی خصوصیت جیسے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اس وجود میں کمال سے ہے نہیں ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ کمال ہے کہ تنہا آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس کمال پر آپ کے اخلاق اور احوال اور افعال اور بعض اقوال دلیل ہیں پس وہی انسان کامل ہیں۔ اور باقی انبیاء اولیاء کاملین صلوۃ اللہ علیہم اجمعین آپ کے ساتھ ایسے ملحق ہیں جیسے کامل اکمل کے ساتھ ملحق ہوتا ہے۔ اور آپ کے ساتھ ایسی نسبت رکھتے ہیں جیسے فاضل افضل کے ساتھ لیکن لفظ انسان کامل میری تصنیفات میں جہاں کہیں مطلقاً واقع ہوگا تو اُس سے میری مراد بوجہ اُن کے مقام اعلےٰ کے ادب کے اور اکمل اُنہی کے محل کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہونگے۔ اور میں نے جو یہ نام رکھا ہے اس میں اشارات اور تنبیہات ہیں۔ اور مطلق مقام انسان کامل پر ان اشارات کا نسبت کرنا جاری نہیں ہوسکتا۔ اور ان عبارات کی نسبت سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم کے دوسرے کے واسطے جائز نہیں ہے اسلئے کہ بالاتفاق انسان کامل وہی ہیں اور کسی کامل کیواسطے وہ خلق اور اخلاق نہیں ہیں جو آپ کے واسطے ہیں۔ اور میں نے اس مضمون میں ایک قصیدہ لکھا ہے جسکا نام الدرۃ الوحیدۃ فی اللجۃ السعیدۃ ہے؛

قلب اطاع الوجد فیه جنانه وعصى العواذل سره ولسانه	دل نے اُسمیں اُسکے غمگین ہونے کی اطاعت کی اور ملامت کرنے والوں کی اُسکے بھید اور زبان نے نافرمانی کی ؛
عقد العقیق من العیون لانه فقد العقیق ومن هموا عیانه	عقیق کی لڑی آنکھوں کے سامنے ہے کیونکہ اُس نے عقیق کو گم کیا ہے اور وہ اُسکی خدا تیں ہیں ؛
الف السهاد وما سها فکانما نظم السهى فی هدبه انسانه	اُس نے بیداری کے ساتھ الفت کی اور سہو نہ کیا پس گویا کہ اُس نے سہا کو نظم کیا اور اُسکے پلکوں کے بالوں میں انسان ہے ؛

یبکی علی بعد الدیار بمدمع
سل عنه سلعا کور وت غدرانه

بسبب دوری شہر کے آنسوؤں سے روتا ہے اس سے پہاڑ کو
پوچھ کہ اسمیں کتنے گڑھے جاری ہوئے ہیں +

فجنینه رعد و نار زفیره
برق و مزن المنحنی اجفانه

پس اُسکی بیوفائی رعد ہے اور آگ اُسکی پہلے آواز ہے اور
بجلی اور بادل جھکا ہوا اُسکی پلکیں ہیں +

فکان بحر الدمع یقذف دره
حتی نفدن وقد بدا مرجانه

پس گویا کہ آنسوؤں کا دریا اُسکے موتی کو پھینکتا ہے یہاں تک
کہ وہ ختم ہو جائیں اور اُسکا مرجان ظاہر ہو جائے +

ولئن تداعی فوق ایك طائر
داعی الحمام بانه خفقانه

اور اگر تو جنگل میں کسی طائر کو بلائے جیسے کہ کبوتر کا بولانے
والا اُسکا خفقان ظاہر ہو +

ویزیده شجوا حنین مطیة
رفلت بها نحو الحمی رکبانه

اور اُسکے رونے کے غم کو سواری زیادہ کرتی ہے میں اُس کے
ساتھ ایسا چلا جیسے سبزہ زار کیطرف اُسکے سوار جاتے ہیں +

یا سائق العیس المعمم فی السری
قف للذی تحدو کوا شجانه

اے جاری کرنیوالے کشتی کے پانی کے عمامہ باندھے ہوئے
رات میں ٹھہر جا اس شخص کیواسطے جسکو پائیگا اور اسکی آہیں ہیں

بلغ حدیثا قد روته مدامعی
اذ عنعنته مسلسلا فیضانه

اس حدیث کو پہنچا وے جسکو میری آنسوؤں نے روایت
کیا ہے کیونکہ اُسکا عنعنہ کا فیضان مسلسل ہے +

اسند لهم ضعفی وما قد صح من
متواتر الخبر الذی جریانه

اُن کی طرف میرے ضعف کی نسبت کر اور جو چیز کہ خبر
متواتر سے صحیح ہے اور جاری ہے +

یرویه عن عبراته عن مقلتی
عن اضلعی عما روت نیرانه

اُسکی عبرتوں کو میرے گوشۂ چشم سے روایت کرتا ہے اور میرے
پہلو سے وہ روایت کرتا ہے جو اُسکی آگ نے روایت کی ہے +

عن مهجتی عن شجوها عن خاطری
عن عشقتی عما حواه جنانه

میری جان سے اور اُسکے غم سے اور میری خاطر سے اور میرے
عشق سے جس کو اُسکے جنان نے احاطہ کیا ہے +

عن ذلك العهد القدیم عن الهوی
عمن هم روحی وهم سکانه

اس عہد قدیم سے اور اس خواہش سے اور اُس چیز سے کہ
وہ میری روح ہیں اور وہ اُسکے رہنے والے ہیں +

واسال سلمت احبتی بتلطف
المسکین عندهم وهم سلطانه

اور میں اپنے دوستوں کے سلامت رہنے کا مسکین کی مہربانی سے
جو اُن کے نزدیک ہے سوال کرتا ہوں اور وہ اُسکے بادشاہ ہیں

واستنجد العرب الکرام تعطفا
لمضیع فی ھجرھم ازمانه

اور میں عرب کرام سے مہربانی کے طور پر مدد چاہتا ہوں اُس شخص کیلئے جس نے اُن کے ہجر میں اپنی عمر کو ضایع کیا ہے *

لا یوحشنك عزھم وعلوھم
تلك الدیار لوفدھا اوطانه

اُنکا عجز اور علو تجھ کو وحشت میں نہ ڈالے یہ شہر اُسکے قاصدوں کے لئے اُسکے وطن ہیں *

کلا ولا تنس الحدیث فحبھم
قصص الصبابة لم تزل قرآنه

تو حدیث کو ہرگز مت بھول کیونکہ اُنکی محبت عشق بازی کے قصے ہیں کہ تو ہمیشہ اُن کو پڑھتا رہیگا *

ما ایسوا المقطوع من ایصالھم
بل انسوه بانھم خلانه

اُن کے پاس پہنچنے سے ناامید مت ہو بلکہ اُن سے محبت کرو کہ وہ دوست ہیں *

قد کنت اعھد منھم حفظ الودا
دفلیت شعری ھل ھم اخوانه

میں اُن سے دوستی کی حفاظت کا عہد کرتا تھا افسوس کہ میرا سا شعور ہوتا کیا وہ اُسکے بھائی ہیں *

ولقد انزه عن خیانة عھدنا
شان الحبیب وان یکن ھو شانه

میں اپنے عہد کی خیانت سے دوست کی شان کو منزہ کرتا ہوں اگرچہ وہ اُسکی شان ہے *

حیا الاله احبتی وسقاھمو
غیثا بجود بوبله سکبانه

معبود زندہ ہے اے میرے دوستو اُن کو سیراب کرو اُس بادل سے کہ جسکا مینہ ہرگز برسا ہوا ہے *

یحیا به الربع الخصیب ولم یزل
حیا تمیس بورقه اغصانه

اُس سے عیش کا گھر زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہیگا اور اُسکے پتوں سے اُسکی ڈالیاں چلتی رہیں گی *

عجبا [illegible]ك الحی کیف یھمه
قحط السنین واحمد نیسانه

اُس زندہ سے تعجب ہے کہ کیسے اُسکا قصد کرتا ہے برسوں کا قحط ہے اور احمد اُسکا نیسان ہے *

ا کیف یظما وفدکا ولدیھمو
بحر یموج بدره طفحانه

اُسکے قاصد کیسے پیاسے رہیں گے حالانکہ اُن کے نزدیک ایک دریا لبالب موج زن ہے *

شمس علی قطب الکمال مضیئة
بدر علی فلك العلا سیرانه

کمال کے قطب پر آفتاب روشن ہے اور علو کے آسمان پر سیر کرنیوالا ماہتاب ہے *

اوج التعاظم مرکز العز الذی
لرحی العلا من حوله دورانه

عظمت کی بلندی اُس شخص کی عزت کا مرکز ہے کہ جس کے واسطے علو کی چکی کے اردگرد اُسکی گردش ہے *

ملك وفوق الحضرة العليا على
العرش المكين مثبت امكانه
ليس الوجود باسره ان حققوا
الا حبابا طفحته دنانه
الكل فيه ومنه كان وعنده
تفنى الدهور ولم تزل ازمانه
فالخلق تحت سماء علاه كخردل
والامر يبرمه هناك اسانه
والكون اجمعه لديه كخاتم
فى اصبع منه اجل اكوانه
والملك والملكوت فى تياره
كالقطر بل من فوق ذاك مكانه
وتطيعه الاملاك من فوق السما
واللوح ينفذ ما قضاه بنانه
فلكم دعا بالنخلة الصما فجا
ءت مثل ما جاءت له غزلانه
ناهيك شق البدر منه باصبع
والبدر اعلى ان يزل قرانه
شهدت بمكنته الكيان وخير
بينة يكون الشاهدين كيانه
هو نقطة التحقيق وهو محيطة
هو مركز التشريع وهو مكانه
هو در بحر الوهة وخضمها
هو سيف ارض عبودة ومعانه

تمام وجود اگر تحقیق کرو تو سوائے حباب کے کہ جس کو اُسکے
مٹکوں نے بھر دیا ہے اور کچھ نہیں ہے +
کل اُسی میں ہیں اور اُسی سے ہیں اور اُسی کے نزدیک
سب زمانے فنا ہونگے اور وہ ہمیشہ رہیگا +
پس خلق اُسکے علو کے آسمان کے تحت میں ایک رائی کیطرح
ہے اور اس امر کو اُسکی زبان یہاں مضبوط کرتی ہے +
اور تمام موجودات اُسکے نزدیک ایسی ہے جیسے اُنگلی میں
انگوٹھی اور وہ تمام موجودات سے بہت بڑا ہے +
اور ملک اور ملکوت اُسکے دریا کی موج میں ایک قطرہ کی
طرح ہیں بلکہ اُسکا مرتبہ اُس سے بھی زیادہ ہے +
اور آسمان پر سب فرشتے اُسکی اطاعت کرتے ہیں اور جو کچھ
اُسکی اُنگلیوں نے لکھا ہے پس لوح وہی حکم جاری کرتی ہے
پس تمہارے لئے اُس نے خرمہ کے درخت کو سخت زمین
میں بلایا پس وہ ایسا آیا جیسے ہرن آتے ہیں +
اُس دلیر نے بدر کو اُنگلی سے شق کیا حالانکہ بدر اس بات
سے اعلےٰ ہے کہ اُسکی نزدیکی سے دور ہو جائے +
تمام موجودات نے اُسکے مرتبہ کی گواہی دی ہے اور سب
گواہوں میں بہتر تمام موجودات ہیں +
وہ تحقیق کا نقطہ ہے اور وہ اُسکا محیط ہے اور وہ شریعت
کا مرکز ہے اور وہی اُسکا مکان ہے +
وہ الوہیت کے دریا کا موتی ہے اور اُسکا کنارا ہے اور وہ
عبودیت کی زمین کی تلوار ہے اور اُسکا مکان ہے +

هو هاؤه هو واوه هو باؤه
هو سينه والعين بل انسانه

وہ اُسکی (ہ) ہے اور وہ اسکا واؤ ہے اور وہ اُسکی ب ہے وہ اسکا سین ہے اور عین ہے بلکہ اُسکی پتلی ہے ؛

هو قافه هو نونه هو طاؤه
هو نوره هو ناره هو رانه

وہ اُس کا قاف ہے اور وہ اُسکا نون ہے اور وہ اُسکی طاء ہے اور وہ اُسکا نور ہے اور وہ اُسکی نار ہے اور وہ اُسکا ران ہے

عقد اللوا بمحمد وثنائه
فالدهر دهر والاوان اوانه

نیزہ بندھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُس کی ثناء کا پس زمانہ زمانہ ہے اور وقت اُسکا وقت ہے +

وله الوساطة وهو عين وسيلة
هي للفتى يجلى بها رحمانه

اور اُسی کا وسیلہ ہے اور وہ بعینہ وسیلہ ہے اور وہ جوان کے لئے رحمٰن کو ظاہر کرتا ہے +

وله المقام وذلك المحمود ما
لم يدر من شان تعالى شانه

اور اُسکا ایک مقام ہے جس کو محمود کہتے ہیں اُسکی شان کوئی نہیں جان سکتا وہ بڑی شان والا ہے +

ميكال طست موجة من بحره
وكذاك روح امينه واما نه

میکال اُسکے دریا کی موج کا ایک طشت ہے اور ایسے ہی روح الامین اُسکا امین اور امان ہے +

وبقية الاملاك من مائية
كالثلج يعقده الصبا وحرانه

اور باقی فرشتے اُس کی مائیت سے پیدا ہیں جیسے کہ برف کو باد صبا جما دیتی ہے +

والعرش والكرسي ثم المنتهى
مجلاه ثم محله ومكانه

اور عرش اور کرسی اور منتہی اُس کا مجلا اور محل اور مکان ہے +

وطوى السموت العلا بعروجه
طي السجل لمدلج ركبانه

تمام آسمان اُسکے عروج کے مقابلہ میں قبالہ کیطرح طے ہو گئے جیسے کہ رات کو چلنے والا اپنی سواریوں کو باندھ دیتا ہے +

انبا عن الماضي وعن مستقبل
كشف القناع وكم اضا برهانه

اُس نے زمانہ ماضی اور مستقبل کی خبر بیان کی اور پردہ کو اُٹھا دیا اور اُسکے دلائل بہت روشن ہیں +

واتت يداه بمال قيصره
ففرقها وكسرى ساقط ايوانه

اور اُسکے دونوں ہاتھوں نے قیصر کے مال کو بانٹ دیا اور کسرے کے محل کو گرا دیا +

ولكم له خلق يضئ بنوره
يهدى بذكراه الهدى جيرانه

اور تمہارے واسطے اُسکا ایسا خلق ہے کہ جسکے نور سے روشنی حاصل ہوتی ہے اور اُسکے ذکر سے تمام قریب والے ہدایت پاتے ہیں

ولکم تطهر فی التزکی والتقی
اور تم کو تزکیہ اور تقویٰ میں پاک کرتا ہے یہاں تک کہ ایسی

حتی ارتقی مالا یرام عیانہ
بلندی حاصل ہوتی ہے کہ آنکھیں اُسکو نہیں دیکھ سکتی ہیں +

انباعن الاسرار اعلانا ولم
اسرار کی اُس نے ظاہر ظہور خبر دی اور بھید کو اعلان کے

یفش السریرۃ للوری اعلانہ
طور پر خلق میں افشا نہ کیا +

نظم الدراری فی عقود حدیثہ
اُس کی حدیث کی لڑیوں میں موتی پراگندہ پروئے ہوئے

متنثرات فوقہا عقیانہ
ہیں کہ جن کے اوپر اُسکا زر ہے +

حتی یبلغ فی الامانۃ حقہا
یہاں تک کہ اُس نے امانت میں اُس کے حق کو بغیر

من غیر ہتك رامہ خوانہ
ہتک کے ادا کر دیا +

اللہ حسبی مالاحمد منتہی
اللہ مجھ کو کافی ہے احمد کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اُس

وبمدحہ قد جاءنا فرقانہ
کی مدح میں ہمارے پاس فرقان آیا ہے +

حاشاہ لم تدرك لاحمد غایۃ
حاشاء احمد کی انتہاء کا کسی نے ادراک نہیں کیا کیونکہ کل

اذ کل غایات النہا بدانہ
انتہاء درجے اسکے ابتداء ہیں +

صلے علیہ اللہ مہما زمزمت
اللہ نے اُنپر درود بھیجا جب کلمات نے ایسے معانی

کلم علے معنی یریح بیانہ
پر کہ اُسکے بیان کو ختم کریں زمزمہ کیا +

والآل والاصحاب والانساب
اور اُن کی اولاد اور اصحاب اور انساب اور اقطاب علو میں

والاقطاب قوم فی العلا اخوانہ
ایک قوم کے آپس میں بھائی ہیں +

پس اب جاننا چاہیئے کہ اللہ تجھ کو اپنی حفاظت میں رکھے کہ انسان کامل وہ قطب ہے کہ جسپر وجود کے افلاک اول سے آخر تک گردش کرتے ہیں اور وہ جب سے کہ وجود ہوا ہے ابدالآباد تک ایک ہے پھر اُس کے واسطے لباسوں میں انواع واقسام کی حالت ہے اور کنیوں میں ظاہر ہوتا ہے پس لباس کے اعتبار سے اُسکا ایک نام رکھا جاتا ہے۔ اور دوسرے لباس کے اعتبار سے اُسکا وہ نام نہیں رکھا جاتا۔ پس اُسکا اصلی اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور اُسکی کنیت ابوالقاسم اور اُسکا وصف عبداللہ اور اُس کا لقب شمس الدین ہے۔ پھر دوسرے لباسوں کے اعتبار سے اُس کے اور نام ہیں اور ہر زمانہ میں اُس کا ایک اسم اس زمانہ کے لباس کے لائق ہے۔ پس میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے شیخ شرف الدین اسمٰعیل جبرتی کی صورت میں جمع ہوا ہوں اور میں اُن کو یہ نہیں جانتا ہوں کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں بلکہ میں یہ جانتا ہوں کہ وہ شیخ ہیں اور

یہ منجملہ اُن مشاہدہ کے ہے جن کو میں نے زبید میں ۷۹۶ھ ہجری میں مشاہدہ کیا ہے اور اس امر کا بھید یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر صورت میں متصور ہو سکتے ہیں۔ پس ادیب جب اُس کو اُس صورت محمدیہ میں دیکھے کہ جسپر وہ اپنی زندگی میں تھا تو اُس کا وہی نام رکھے گا۔ اور جب اُس کو کسی اور صورت میں دیکھے اور یہ جان لے کہ وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تو اُس کا نام وہی رکھے گا جو اس صورت کا نام ہے پھر یہ نام حقیقت محمدیہ کے واسطے ہوگا۔ دیکھو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب شبلی رضی اللہ عنہ کی صورت میں ظاہر ہوئے تو شبلی نے اپنے شاگرد سے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں اِس بات کی میں اللہ کا رسول ہوں اور شاگرد بھی صاحب کشف تھا پس اُس نے اُن کو پہچان لیا اور کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ تو بے شک اللہ کا رسول ہے اور یہ امر غیر معروف ہے۔ اور ایسا ہے جیسے کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ فلاں شخص فلاں شخص کی صورت ہے۔ اور کشف کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ بیداری میں بھی وہی ہو جو خواب میں ہوتا ہے۔ اور خواب اور کشف میں یہ فرق ہے کہ وہ صورت جس میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم خواب میں دکھائی دیتے ہیں اُس صورت کا نام بیداری میں حقیقت محمدیہ پر واقع نہیں ہو سکتا کیونکہ عالم مثال میں تعبیر واقع ہوتی ہے۔ پس حقیقت محمدیہ سے اس صورت کی حقیقت کی طرف بیداری میں تعبیر ہو سکتی ہے برخلاف کشف کے کہ جب تجھ کو حقیقت محمدیہ کا کشف ہو جائے اور یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ کسی آدمی کی صورت میں متجلی ہے تب تجھ کو اس صورت کا نام حقیقت محمدیہ پر واقع کرنا لازم ہے اور تجھ کو یہ بھی واجب ہے کہ اس صورت والے کا ایسا ادب کرے جیسے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب چاہئے کیونکہ تجھ کو کشف نے یہ بات عطا کی کہ اس صورت میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم متصور ہیں پھر اس امر کے ظہور کے بعد اب تیرے واسطے یہ جائز نہیں ہے کہ تو اُس کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جیسا کہ پہلے کرتا تھا۔ اب شاید تجھ کو میرے اس قول سے مذہب تناسخ کا وہم گذرے حاشاء اللہ و حاشا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ میری مراد ہرگز اس سے یہ نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر صورت میں متصور ہونے کی قوت ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس صورت میں تجلی کرتی ہیں۔ اور آپ کی عادت ہمیشہ سے یہ جاری ہے کہ اُن میں سے کسی اکمل کی صورت میں متصور ہوتے ہیں تاکہ اُن کی شان بلند ہو جائے اور اُن کی خواہش قائم ہو جائے پس وہ لوگ ظاہر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہیں۔ اور باطن میں آپ اُن کی حقیقت ہیں ❊

اب جاننا چاہئے کہ انسان کامل تمام حقایق وجودیہ کے بالذات مقابل ہیں۔ پس وہ اپنی لطافت

سے تمام حقایق علویہ کے مقابل ہیں اور اپنی کثافت سے تمام حقایق سفلیہ کے مقابل ہیں۔ پس سب سے پہلے جو اُس کے مقابلہ میں حقایق خلقیہ کے واسطے ظاہر ہوتا ہے وہ اپنے قلب کے ساتھ عرش کے مقابل ہے جیساکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے اور کرسی کے مقابل اپنی انیت سے ہیں اور اپنے مقام میں سدرۃ المنتہی کے مقابل ہیں اور اپنی عقل میں قلم اعلے کے مقابل ہیں اور بالذات لوح محفوظ کے مقابل ہیں۔ اور بالطبع عناصر کے مقابل ہیں اور اپنی قابلیت سے ہیولا کے مقابل ہیں اور اپنی ہیکل کی حیز سے ہبہ کے مقابل ہیں۔ اور اپنی رائے سے فلک اطلس کے مقابل ہیں۔ اور اپنے مدرکہ سے ستاروں والے آسمان کے مقابل ہیں اور اپنی ہمت سے ساتویں آسمان کے مقابل ہیں اور اپنے وہم سے چھٹے آسمان کے مقابل ہیں اور اپنے ہم سے پانچویں آسمان کے مقابل ہیں۔ اور اپنے فہم سے چوتھے آسمان کے مقابل ہیں۔ اور اپنے خیال سے تیسرے آسمان کے مقابل ہیں۔ اور اپنے فکر سے دوسرے آسمان کے مقابل ہیں۔ اور اپنے حافظہ سے پہلے آسمان کے مقابل ہیں اور اپنی قوت لامسہ سے زحل کے مقابل ہیں۔ اور اپنی قوت دافعہ سے مشتری کے مقابل ہیں۔ اور اپنی قوت محرکہ سے مریخ کے مقابل ہیں۔ اور قوت ناظرہ سے آفتاب کے مقابل ہیں۔ اور قوت متلذذہ سے زہرہ کے مقابل ہیں۔ اور قوت سامہ سے عطارد کے مقابل ہیں اور قوت سامعہ سے قمر کے مقابل ہیں۔ اور اپنی حرارت سے آگ کے آسمان کے مقابل ہیں۔ اور اپنی برودت سے پانی کے آسمان کے مقابل ہیں۔ اور اپنی رطوبت سے ہوا کے آسمان کے مقابل ہیں اور اپنی یبوست سے مٹی کے آسمان کے مقابل ہیں اور اپنے خطرات سے ملائکہ کے مقابل ہیں اور اپنے وساوس سے جن اور شیاطین کے مقابل ہیں۔ اور اپنی حیوانیت سے بہائم کے مقابل ہیں اور حملہ کی قوت سے شیر کے مقابل ہیں۔ اور مکر کی قوت سے لومڑی کے مقابل ہیں۔ اور قوت خادعہ سے بھیڑی کے مقابل ہیں۔ اور قوت حاسدہ سے بندر کے مقابل ہیں۔ اور قوت حریصہ سے چوہے کے مقابل ہیں علے ہذہ القیاس باقی قوتیں ہیں۔ پھر وہ اپنی روحانیت سے طیور کے مقابل ہیں۔ اور مادہ صفراویہ سے آگ کے مقابل ہیں۔ اور مادہ بلغمیہ سے پانی کے مقابل ہیں ہیں۔ .... اور مادہ دمویہ سے ہوا کے مقابل ہیں۔ اور مادہ سوداویہ سے مٹی کے مقابل ہیں۔ پھر اپنی تھوک اور اینٹ اور پسینے اور کان کی میل اور آنسو اور پیشاب سے ساتوں دریاؤں کے مقابل ہیں۔ اور سینے والا محیط وہ مادہ ہے کہ جو خون اور رگوں اور چمڑے میں جاری ہے اور بعضے اُن میں سے ایسے ہیں کہ ان چھ چیزوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک چیز کا مزا جدا ہے

پس بعض میٹھی ہیں اور بعض کھٹی۔ اور بعض کڑوی۔ اور بعض ملی ہوئی۔ اور بعض نمکین اور بعض بدبودار اور بعض خوشبودار۔ اور اپنی ہویت سے جوہر کے مقابل ہیں اور وہ اُن کی ذات ہے اور اپنی صفت سے عرض کے مقابل ہیں۔ اور اپنے دانتوں سے جمادات کے مقابل ہیں۔ کیونکہ دانت جب اپنی حد تک بڑھ کر پہنچ جاتا ہے تو جمادات کے مشابہ ہو جاتا ہے پھر اُس میں زیادتی اور کمی نہیں ہوتی ہے۔ اور جب اُس کو توڑا جائے تو وہ کسی چیز سے جڑ نہیں سکتا ہے۔ اور اپنے بال اور ناخون سے گھاس کے مقابل ہیں۔ اور اپنی شہوانیت سے حیوان کے مقابل ہیں۔ اور اپنی بشریت اور صورت سے اور آدمیوں کے مقابل ہیں پھر آدمیوں کی جنسوں کے مقابل ہیں۔ پس اپنی روح سے بادشاہ کے مقابل ہیں۔ اور اپنی نظر فکری سے وزیر کے مقابل ہیں۔ اور اپنے علم مسموع اور رائے مطبوع قاضی کے مقابل ہیں۔ اور اپنے گمان سے کوتوال کے مقابل ہیں۔ اور اپنی رگوں اور قوتوں سے جوانوں کے مقابل ہیں۔ اور اپنی تعین سے مومنین کے مقابل ہیں۔ اور اپنے شک و شبہ سے مشرکین کے مقابل ہیں۔ پس ہمیشہ کسی رقیقہ کے ساتھ وجود کی حقیقتوں سے ہر حقیقت کے مقابل ہیں ÷

پس پہلے ہم کسی باب میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ ہر فرشتۂ مقرب انسان کامل کی ایک ایک قوت سے پیدا ہوا ہے۔ اب ہم کو اسماء و صفات کے مقابلہ میں کلام کرنا باقی رہا ÷

پس اب جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کا نسخہ جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے وہ خبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السّلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ حی ہے اور علیم ہے اور قادر ہے اور مرید ہے اور سمیع ہے اور بصیر ہے اور متکلم ہے۔ ایسے ہی انسان بھی حی ہے اور علیم ہے اور سمیع اور بصیر اور متکلم ہے۔ پھر ہویت کے ساتھ مقابل ہے اور انیت کا انیت کے ساتھ ہے۔ اور کل کا کل کے ساتھ۔ اور شمول کا شمول کے ساتھ۔ اور خصوص کا خصوص کے ساتھ مقابل ہے۔ اور اُسکا ایک اور مقابلہ بھی ہے کہ حقایق ذاتیہ کے ساتھ حق کا مقابل بھی ہے اور ہم نے اس کتاب میں کئی جگہ اسکا ذکر کیا ہے یہاں اُسکا بیان کرنا اسی قدر کافی ہے ÷

پھر جاننا چاہیئے کہ انسان کامل وہ ہے کہ جو اسماء ذاتیہ اور صفات الٰہیہ کا اصلی اور ملک کے طور پر مقتضاء ذاتی کے حکم سے مستحق ہو۔ کیونکہ وہ ان عبارات کے ساتھ اپنی حقیقت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور ان اشارات کے ساتھ اپنے لطیفہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اُسکا وجود میں سوائے

انسان کامل کے کوئی مستند نہیں ہے۔ پس اُس کی مثال حق کے لئے ایسی ہے جیسے ایک آئینہ کہ اُسمیں کوئی شخص اپنی صورت بغیر اُس آئینہ کے نہیں دیکھ سکتا ہے ورنہ بغیر اللہ کے اسم کے اپنے نفس کی صورت دیکھنا اُس کو غیر ممکن ہے پس وہ اسکا آئینہ ہے اور انسان کامل بھی حق کا آئینہ ہے کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ امر واجب کر لیا ہے کہ اپنے اسماء اور صفات کو بغیر انسان کامل کے نہیں دکھاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا یعنی اُس نے اپنے نفس پر ظلم کیا کیونکہ اُس کو اس درجہ سے اپنے مرتبہ کا نہ جاننے والا نازل کیا۔ اسواسطے کہ وہ امانت الٰہی کی جگہ ہے مگر وہ نہیں جانتا +

پس اب جاننا چاہیے کہ انسان کامل کے تمام اسماء وصفات دو قسم پر ہیں۔ پس ایک قسم اُسکی سیدھی جانب سے ہے جیسے کہ حیات اور علم اور قدرت اور ارادہ اور سمع اور بصر وغیرہ۔ اور ایک قسم اُلٹی جانب سے ہے جیسے ازلیت اور ابدیت اور اولیت اور آخریت وغیرہ۔ اور اُس کو ان سب کے سوا ایک لذت سریانیہ ہے جسکا نام لذت الوہیت ہے اُس کو اپنے تمام وجود میں پاتا ہے یہاں تک کہ بعض فقراء نے اس لذت میں پڑے رہنے کی آرزو کی ہے۔ اور جو شخص کہ ان لوگوں کو بُرا سمجھتا ہے اُس کی بات پر توجہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ اس مقام کو نہیں پہچانتا ہے اور انسان کامل کو اُس کے متعلقات سے جیسے کہ اسماء اور صفات سے فراغت حاصل ہوجاتی ہے۔ پس اُس کی نظر اُن کی طرف نہیں رہتی ہے بلکہ وہ اسماء اور صفات اور ذات سے متجرد ہوجاتا ہے اور وہ وجود میں یقین اور کشف کے طور پر سوائے اُس کی ہویت کے اور کچھ نہیں جانتا ہے اور وجود کے صادر ہونے کا شہود اُس کے اعلےٰ اور اسفل میں ہوتا ہے اور امر وجود کو اپنی ذات میں متعدد طور سے دیکھتا ہے جیسے ہم میں سے کوئی اپنی خواطر اور حقایق کو دیکھتا ہے۔ اور انسان کامل کو اپنی ذات سے ہر ادنیٰ اور اعلےٰ خواطر کے باز رکھنے کی قدرت ہے۔ پھر سب چیزوں میں اُسکا تصرف نہ کسی چیز کے ساتھ موصوف ہونے کی وجہ سے ہے اور نہ کسی آلہ سے ہے اور نہ کسی اسم سے ہے اور نہ کسی قسم سے ہے بلکہ ایسا ہی ہے جیسے ہم میں سے کوئی شخص باتیں کرتا ہے اور کھاتا ہے اور پیتا ہے۔ اور انسان کامل کے تین برزخ ہیں۔ اور اُن کے بعد ایک مقام ہے جسکا نام ختام ہے۔ پس پہلے برزخ کا نام بدایت ہے اور وہ یہ ہے کہ اسماء اور صفات اُس میں متحقق ہوں۔ اور دوسرے برزخ کا نام توسط ہے اور وہ

حقایق رحمانیہ کے ساتھ رقایق انسانیہ کا آسمان ہے پس جب وہ مشہد کو پورا کر لیتا ہے تو تمام پوشیدہ امور کا اُس کو علم ہو جاتا ہے اور غیب کی باتیں جو چاہتا ہے اُنپر مطلع ہو جاتا ہے۔ تیسرا برزخ تنوعات حکمیہ کا امور قدریہ کے ایجاد کرنے میں پہچاننا ہے +

پس انسان سے ہمیشہ خلاف عادات امور ملکوت قدرت میں سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ خلاف عادت امر صادر کرنا فلک حکمت میں اُسکی عادت ہو جاتی ہے۔ پس اُسکو ظاہر موجودات میں قدرت کے ظاہر کرنے کا حکم دیا جاتا ہے پس جب اس برزخ پر قادر ہو جاتا ہے تب وہ ختام میں جاتا ہے اور وہ ختام جلال والاکرام کے ساتھ موصوف ہے اور اُس کے بعد سوائے کبریا کے اور کچھ نہیں ہے اور وہ ایسی انتہاء ہے کہ جسکی انتہاء کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ اور آدمی اس مقام میں مختلف درجات کے ہیں۔ پس بعضے کامل ہیں اور بعضے اکمل ہیں اور بعضے فاضل ہیں اور بعضے افضل ہیں اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

اکسٹھواں باب

علامات قیامت کے بیان میں

اور موت اور برزخ اور قیامت اور حساب اور میزان اور صراط اور جنت و نار اور اعراف اور وہ کثیب جس پر اہل جنت نکل کر کھڑے ہوں گے ان سب چیزوں کا ذکر ہے

اب جاننا چاہئے کہ عالم دنیاوی جس کا ہم اب ذکر کر رہے ہیں اُس کی ایک انتہاء ہے اور جسکی طرف اُسکا مرجع ہے۔ کیونکہ وہ محدث ہے اور یہ بدیہی امر ہے کہ محدث گذر جائیگا اور اس حکم کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔ پس اُسکا گذرنا اور اُسکا فنا ہونا حقیقت الہیہ کے سلطان کے تحت میں ہے اور حقیقت الہیہ اس عالم دنیاوی کے افراد کے لباس میں ظاہر ہے وہ اُسکی موت ہے۔ وہ حقیقت الہیہ کہ جو ہمارے نزدیک اُن احکام سے ظاہر ہے جن کا ذکر حق سبحانہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور وہ اس وجود کے لئے ساعت کبریٰ ہے پس اُسکا ظہور ہے پھر کل افراد عالم کے لئے ایک خاص ساعت ہے کہ ساعت عامہ میں سب جمع ہونگے۔ اس لئے کہ ہر فرد کیواسطے یہ بات ضروری ہے کہ وہ اپنی خاص ساعت میں حاصل ہو۔ اور یہ حکم تمام افراد کو جو اس عالم میں

موجود ہیں عام طور پر ہے اور اس عموم کا نام ساعت کبرٰے ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے پس جب تجھ کو یہ بات معلوم ہو گئی اور ثابت ہو گئی کہ تمام عالم اعلے اور ادنے سب کے لئے ایک وقت معلوم ہے کیونکہ اُسکی ہر فرد کا ایک وقت معلوم ہے اور سب کو دیکھتا ہے پس حکم کا عام ہونا ہی تمام عالم کا وقت ہے اور یہاں سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے +

پس میں نہیں جانتا کہ اس نکتہ کو موافق کتاب کی تصریح کے تو کیا سمجھا ہے۔ یا تیری سمجھ میری مراد کے خلاف ہے۔ لیکن جیسا کہ عام لوگ اُس کے ظاہر کے مفہوم کو سمجھے ہیں تو میں تجھ کو دوسری عبارت میں اسپر مطلع کرتا ہوں +

پس جاننا چاہئیے کہ اللہ تعالےٰ کے بہت سے عوالم ہیں۔ پس جس عالم کی طرف اللہ تعالےٰ انسان کے واسطے سے نظر کرتا ہے اُسکا نام شہادت وجودیہ رکھا جاتا ہے اور جس عالم کیطرف بغیر واسطہ انسان کے نظر کرتا ہے اُسکا نام غیب ہے۔ پھر اُس نے اس غیب کی دو قسمیں کی ہیں ایک غیب کو انسان کے علم میں مفصّل بنایا ہے۔ اور ایک غیب کو انسان کی قابلیت میں مجمل بنایا ہے۔ پس غیب مفصل کا نام انسان کے علم میں غیب وجودی رکھا جاتا ہے اور وہ عالم غیب اور وہ عالم ملکوت کی طرح سے ہے۔ اور غیب مجمل کا نام قابلیت میں غیب عدمی ہے اور وہ مثل اُن عوالم کی ہے کہ جن کو اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور تو نہیں جانتا ہے۔ پس وہ ہمارے نزدیک بمنزلہ عدم کے ہیں پس غیب عدمی کے یہی معنی ہیں۔ پھر یہ عالم دنیاوی جسکی طرف اللہ بواسطے اس انسان کے دیکھتا ہے تو ہمیشہ شہادت وجودیہ رہتی ہے جب تک کہ انسان خدا کے دیکھنے کا اُس میں واسطہ ہے۔ پس جب انسان اُس سے منتقل ہوتا ہے تب اللہ تعالےٰ اُس عالم کی طرف نظر کرتا ہے جسکی طرف انسان بواسطے اس انسان کے منتقل ہوا ہے۔ پس یہ عالم شہادت وجودیہ ہو گیا۔ اور عالم دنیاوی غیب عدمی ہو گیا۔ اور عالم دنیاوی کا وجود اُسوقت عالم الٰہی میں ہوتا ہے جیسے کہ جنت و دوزخ کا وجود آج خدا کے علم میں ہے۔ پس یہ بعینہٖ عالم دنیاوی کا فنا ہونا ہے اور بعینہٖ قیامت کبرٰے ہے اور اُس کو ساعت عامہ کہتے ہیں اور ہم اُسکا ذکر نہیں کرتے۔ بلکہ ہماری غرض یہ ہے کہ ساعت خاصہ کو اس عالم کے کل افراد کے ساتھ بیان کریں۔ اور اس امر میں انسان کی نسبت گفتگو کریں۔ کیونکہ وہ وجود کے تمام فردوں میں اکمل ہے۔ پس باقی موجودات کو بھی اسی پر قیاس کریں اور ساعت عامہ کے علم کا سمجھنا اللہ تعالےٰ کی کتاب سے تیرے سمجھنے پر حوالہ کریں اس خوف سے کہ تیرے ایمان کو شک کا شیطان سلب نہ کر دے۔ کیونکہ اگر ہم ساعت کبرٰے کے عجائبات کو تیرے

سامنے بیان کرینگے تو تجھ کو شک پیدا ہوگا اور وہ تیرے ایمان کی خرابی کا باعث ہوگا۔ پس ہم صرف ساعت صغرےٰ کا ذکر کرتے ہیں کہ جو ساعت کبریٰ سے پہلے ہوگی۔ اب تو یہ گمان نہ کر کہ وہ دو ساعتیں ہیں بلکہ ایک ہی ساعت ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کلی کہ جو اپنے جزئیات کے ہر فرد پر واقع ہوتی ہے جیسے تو یہ کہے کہ مطلق حیوان گھوڑے اور چوپائے اور انسان وغیرہ سب نوعوں پر واقع ہے پھر بالذات لفظ حیوان ہر نوع کے ہر فرد پر واقع ہے لیکن حیوانیت بالذات متعدد نہیں ہے کیونکہ وہ ایک کلیت تامہ ہے۔ اور کلیت تامہ اپنے افراد پر بغیر تعدد کے واقع ہوتی ہے۔ پس ایسی ہی ساعت کبریٰ ہے کہ جو ہر ساعت صغریٰ پر بغیر تعدد کے واقع ہے۔ پس پہلے ہم علامات ساعت کو بیان کرتے ہیں پھر ساعت کا ذکر کریں گے ۔

جاننا چاہیئے کہ ساعت صغریٰ کے بہت سے علامات اور اشراط ہیں جو ساعت کبرے کے علامات اور اشراط کے مناسب ہیں پس جیسے کہ ساعت کبرے کی ایک نشانی یہ ہے کہ لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور تو ننگے اور ننگے پیر والوں کو اور بکریاں چرانے والوں کو دیکھے گا کہ وہ محلوں میں فخر کرتے ہونگے۔ پس ایسے ہی انسان کی ساعت خاص قایم ہونے کی علامت خدا کی ربوبیت اُس کی ذات میں ظاہر ہونا ہے۔ پس انسان کی ذات لونڈی ہے اور اُسکا جنتا امر خفی کا ظاہر ہونا ہے کیونکہ بچہ کا محل پیٹ ہے اور ولادت کے معنی ظاہر ہونے کے ہیں۔ پس ایسے ہی حق سبحانہ وتعالے انسان میں بغیر حلول کے موجود ہے اور یہ وجود باطن ہے۔ پس جب اُس کے احکام ظاہر ہوئے اور عبد کی حقیقت ثابت ہوگئی تو تو اُسکا کان ہوگیا جس سے سنتا ہے اور اُسکی آنکھ ہوگیا جس سے دیکھتا ہے۔ اور اُسکا ہاتھ ہوگیا جس سے حملہ کرتا ہے۔ اور اُسکا پاؤں ہوگیا جس سے چلتا ہے۔

پس اس انسان کے وجود میں حق تعالے ظاہر ہوگیا۔ پس عالم موجودات میں تصرف کی قدرت حاصل ہوگئی۔ پس اُسکی ذات بمنزلہ لونڈی کے ہے اور حق سبحانہ کی ربوبیت کے آثار بمنزلہ اُس کے آقا کے ہیں اور اُن کا ظہور بمنزلہ جنی کے ہے۔ پھر عارف کا اسماء سے متجرد ہونا بمنزلہ ننگے پاؤں ہونے کے ہے۔ کیونکہ اسماء عارفین کی سواریاں ہیں۔ اور صفات سے اُسکا متجرد ہونا بمنزلہ ننگے حال والوں کے ہے اور اُسکا ہمیشہ انوار ازلیہ کو دیکھنا بمنزلہ بکریاں چرانے والوں کے ہے اور مجذوب کا معارف الٰہیہ پر ترقی کرنا بمنزلہ محلوں میں فخر کرنے کے ہے۔ پس جیسے کہ ظاہر حدیث سے ساعت کبرے کے علامات کہ جو وجود میں عام ہیں سمجھے جاتے ہیں ایسے ہی اُس کے باطن سے جیساکہ ہم نے بیان کیا ساعت صغرےٰ کے علامات کہ جو انسان کے ہر فرد کے ساتھ ہیں سمجھے جاتے ہیں اور

ساعت کبرٰے کے علامات سے یہ بھی ہے کہ یاجوج اور ماجوج زمین پر ظاہر ہونگے یہاں تک کہ
اُس کے مالک ہو جائیں گے۔ پس وہ پھلوں کو کھا لیں گے اور دریاؤں کو پی لیں گے۔ پھر اللہ
تعالےٰ اُنپر ایک رات میں ایک کیڑا بھیجے گا کہ اُس سے وہ مر جائیں گے۔ پس اُسوقت کھیتی کثرت
سے ہوگی اور جڑ اور ڈالی خالص ہو جائے گی۔ اور پھل پاک ہو جائیں گے اور اللہ تعالےٰ کی حمد کیا جائیگا
پس ایسے ہی ساعت صغرے کے قایم ہونے کے علامات انسان میں یہ ہیں کہ نفس فاسد اندیشوں
اور مخالف وسوسوں کے جوش میں آنے سے بالذات اُس کے قادر ہونے سے پہلے جوش میں
آئیگا۔ پس وہ اپنے دل کی زمین کے مالک ہو گے اور اپنے مغز کے پھلوں کو کھائیں گے اور
اپنے بھید کے دریاؤں کو پی لیں گے یہاں تک کہ اُس کے معارف اور اُس کے احوال کا
اُن میں کوئی اثر ظاہر نہ ہوگا۔ پس وہ نشہ سے ہوشیاری کی حقیقت کیطرف رجوع ہوگا پھر اُسپر
عنایت ربانی نفحات رحمانی کے تحفہ لیکر آئے گی کہ خبردار ہو کہ اللہ کا گروہ غالب ہے اور خبردار
ہو کہ اللہ کا گروہ فلاح کو پہنچنے والا ہے پس اُسکی ہدایت کی آنکھ میں سرمہ لگایا جائیگا۔ اللہ اپنے
بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے برگزیدہ کرتا ہے پس اُسوقت خطرات نفسانی فنا ہو جائیں گے
اور یہ وساوس شیطانی جاتے رہیں گے اور اُسکی جگہ اللہ کے ملائکہ علوم لدنی اور نفسات روحی
لیکر کمالات قلبی میں آئیں گے اور وہ بمنزلہ کھیت کثرت سے ہونے کے اور جڑ اور ڈالی سبز ہونے
کے ہے۔ پھر اُسکا تحقق مقام قرب میں اور اُسکا تلذذ مشاہدہ رب میں بمنزلہ اچھے پھلوں کے
اور خدا کی حمد کے ہے۔ پس جس سے کہ اُسکا ظاہر ساعت کبریٰ کے علامات ہیں۔ ایسا ہی اُس کا
باطن جو ہم نے بیان کیا ساعت صغرے کہ جو انسان کے ہر فرد کے ساتھ ہے اُسکی نشانیاں ہیں اور
ساعت کبرٰے کی ایک نشانی یہ ہے کہ دابۃ الارض خارج ہوگا جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَإِذَا
وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ یعنی جب امر الٰہی اس عالم کیطرف پھرنے
کے واسطے ہوگا۔ اور یہ عالم دنیا کا آخرت کی طرف امر کا تمام ہونا ہے تو ہم اُن کے واسطے زمین سے
ایک جانور پیدا کریں گے کہ وہ اُن سے کلام کریگا یعنی اُن کو اس بات کی خبر دیگا کہ اللہ نے جو تم سے
وعدہ کیا تھا کہ بعث اور نشور اور جنت اور نار وغیرہ ہیں یہ سب حق ہیں کیونکہ آدمی ہماری آیات سے
یعنی اُن امور سے کہ جن کی ہم نے اُن کو اپنی کلام میں خبر دی ہے منکر تھے۔ پس اسی واسطے ہم نے
اُن کے لئے یہ جانور پیدا کیا ہے تاکہ وہ جان لیں کہ ہم ہر چیز پر قادر ہیں۔ پس وہ اب اُس کے بعد
جو چیز آئے اُسکا یقین کریں۔ اور یہ جانور جسکی خبر دیتا ہے اُسکا یقین کریں۔ پس حق کی طرف رجوع

ہونیوالے رجوع ہونگے۔ اور اللہ کی خبر پر یقین کریں گے۔ پس ایسی ہی ساعت صغرےٰ کے
قایم ہونے کی نشانیاں انسان میں اُسکی روح انسیہ کا ظاہر ہونا حضرۃ قدس میں ہے کہ وہ طبیعت
بشریہ کی زمین سے امور عادیہ چھوڑنے کے لئے اور بُری خواہشیں نہ کرنے کے واسطے خارج
ہوگی۔ پس اُسوقت اُس کو بڑا کشف ثابت ہوگا اور روح القدس اُس کو ہر ادسنے اور اعلےٰ کی خبر
دیگا۔ پس وہ سب خبریں اُس سے بیان کریگا اور پوشیدہ بھید ظاہر کریگا تاکہ وہ تصدیق کے مقام
سے قرب کے مقام کی طرف رفیق اعلےٰ میں پہنچ جائے۔ اور یہ رفیق اچھا ہے اور یہ امر بندہ پر اللہ
کا احسان اور اُسکا افضل ہے تاکہ اُس کے ایمان کے لشکر ہمیشگی کے حجاب سے مغلوب نہ ہوجائیں
پس وہ صواب کی حقیقت سے خطا کی طرف رجوع ہوجائے۔ کیونکہ ربوبیت کے پوشیدہ امور اور
مرتبۂ الٰہیہ کے مقتضیات بڑے مرتبہ والے ہیں۔ اور دلوں میں اُنکا یقین بوجہ اُن کے شدت غلبہ کے
کشف کے بعد حاصل ہوتا ہے اسواسطے کہ خلق کو بالذات ان چیزوں کے قبول کرنے کی گنجائش
نہیں ہے۔ پس اُنکا یقین بعد کشف الٰہی کے ہوتا ہے جیسے کہ آدمیوں کو اس امر کی تصدیق بغیر
دابۃ الارض کے نکلے ہوئے نہیں ہوگی۔ اسی طرح عارف کو ان مقتضیات الٰہیہ کا قبول کرنا جب
ہوگا کہ جب طبیعتوں کی زمین سے روح نکل جائے اور قطع کرنیوالی چیزوں اور منع کرنیوالی چیزوں
سے اُس کو رہائی ہوجائے۔ اور ایک نشانی ساعت کبرےٰ کی یہ ہے کہ دجال نکلے گا۔ اور ایک
جنت اُس کی اُلٹی جانب ہوگی اور دوزخ اُس کی سیدھی جانب ہوگا اور اُسکی پیشانی پر کافر باللہ
لکھا ہوگا اور آدمی اُسوقت بھوکے اور پیاسے ہونگے۔ اور اُن کو کھانے اور پینے کے واسطے
سوائے اس ملعون کے پاس اور کہیں نہیں ملے گا۔ پس جو شخص اُسپر ایمان لائیگا اُس کو وہ کھانا کھلائیگا
اور پانی پلائیگا۔ اور جس نے اُسکا کھانا اور پانی پیا اور کھایا وہ کبھی فلاح کو نہیں پہنچے گا اور وہ اس
کی جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو شخص اُس کی جنت میں داخل ہوا اللہ تعالےٰ اُس کو دوزخ بنادیگا۔
اور جو اُسپر ایمان نہیں لائیگا وہ اُس کے دوزخ میں داخل ہوگا۔ اور جو اُس کے دوزخ میں داخل
ہوگیا اللہ اُس کو جنت بنادیگا۔ اور بعض آدمی گاجر کی سوکھی گھاس کو کھائیں گے یہاں تک کہ اللہ ان
سے اس نقصان کو دفع کردیگا۔ اور وہ ملعون تمام اطراف زمین میں پھریگا۔ لیکن مکہ اور مدینہ میں نہیں
جائیگا اور بیت المقدس کیطرف متوجہ ہوگا۔ جب رملہ لُدّ تک پہنچیگا اور لُدّ ایک گاؤں کا نام ہے جو بیت
المقدس کے قریب ہے اور بیت المقدس سے اس گاؤں تک ایک دن اور ایک رات کا راستہ ہے
پہنچیگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں ایک منارہ پر اُتریں گے اور اُن کے ہاتھ میں ایک نیزہ

ہوگا۔ جب یہ ملعون اُن کو دیکھے گا تو ایسا پگل جائیگا جیسے نمک پانی میں پگل جاتا ہے۔ پس اُس نیزہ سے وہ اُس کو مار ڈالیں گے۔ ایسے ہی ساعت صغریٰ کے قایم ہونے کے علامات انسان میں یہ ہیں کہ دجال کا نکلنا اُسکی حقیقت سے ہے اور وہ نفس دجالہ ہے یعنی اُسپر باطل غالب ہوتا ہے اور اُس کو حق کی جگہ ظاہر کرتا ہے اور اُس سے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں شخص پر غالب ہوگیا یعنی فلاں شخص پر اسم امر کا دھوکا ہوگیا اور اُس کو غلطی میں ڈال دیا۔ اور یہ نفس دجالہ جسکا نام بعض وجوہ سے شیطان الانس ہے اور وہ شیاطین اور وسواس کا محل ہے اور سرکشوں اور خناس کی جگہ ہے اور بعض وجوہ سے اُسکا نام نفس امارہ بالسوء بھی رکھا جاتا ہے۔ اور مطلق لفظ نفس اصطلاح صوفیہ میں اسکا نام ہے چونکہ صوفیہ جب نفس کا ذکر کرتے ہیں تو اُس سے وہ لوگ عید کے اوصاف معلولہ مراد لیتے ہیں۔ پس نفس بمنزلہ دجال کے ہے۔ اور اُس کے مقتضیات شہوانیہ بمنزلہ اُس جنت کے ہیں جو اُس کے اُلٹی جانب ہیں۔ کیونکہ وہ اہل شقاوت کا طریقہ ہے اور اُس کی مخالفت طبایع اور عادات کے ترک سے اور علایق اور تعلقات کے قطع کرنے سے بمنزلہ اُس دوزخ کے ہے کہ جو دجال کے سیدھی جانب ہوگی اس لئے کہ سیدھی جانب اہل سعادت کا طریقہ ہے اور امور نفسانیہ جو حجابات ظلمانیہ کی کثافت کو چاہتے ہیں وہ بمنزلہ اُس لکھے ہوئے کے ہے کہ جو دجال کی پیشانی پر ہوگا۔ اور عارف کا ایسی حالت میں ہوجانا کہ اُسپر صواب معدوم ہوجائے پس وہ اُس کے غلبہ کے وقت خطاب کے معنی کو نہ سمجھے یہ امر بمنزلہ آدمیوں کے بھوکے اور پیاسے رہنے کے دجال کے وقت میں ہے اور اُسکا قہر ذاتوں کے لئے بالخاصہ ہے یہاں تک کہ عارف اُسکی موافقت سے کوئی چارہ نہیں پائیگا۔ وہ بمنزلہ اس امر کے ہے کہ آدمی کوئی کھانے اور پینے کی چیز سوائے دجّال ملعون کے اور کسی کے پاس نہ پائیں گے جیساکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں اس امر کیطرف اشارہ فرماتے ہیں کہ آدمیوں پر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اپنے دین پر قایم رہنے والا ایسا ہوگا جیسے آگ پر قایم رہنے والا۔ پس جو شخص کہ اس مدت میں مجاہدہ سے ان مقتضیات نفسیہ کیطرف رجوع ہوا۔ اور امور طبیعہ کیطرف میل کیا اور لذات شہوانیہ کو استعمال میں لایا اور افعال عادیہ کرنا شروع کئے وہ بمنزلہ اُس شخص کے ہے کہ دجال کے عادات سیکھے۔ پس اُن مباحات کیطرف میل کرنا جو عارف کے نزدیک شراب حرام کی طرح ہیں وہ بمنزلہ اُس شخص کے ہے کہ جس کو دجال نے اس کھانہ میں سے کھانا کھلایا۔ اور اُس شخص کا نفس اور غفلتوں اور اُن امیدوں کیطرف جو شراب کی طرح ہیں رجوع ہوکر محو ہوجانا بمنزلہ اُس شخص کے

ہے جس کو اس ملعون نے اپنے پاس سے پانی پلایا۔ اور جو شخص ان چیزوں تک پہنچنے سے پہلے عارفین
سے رجوع ہو گیا پس وہ بمنزلہ اُس شخص کے ہے کہ جو کبھی فلاح کو نہ پہنچیگا۔ پھر اُس عالم کے مزخرفات
سے دھوکا کھانا جس کی بقا محال ہے اور جسکی لذتیں خیال ہی بمنزلہ اُس شخص کے ہے کہ جو دجال کی
جنت میں داخل ہوا اور اللہ تعالیٰ اُس کو دوزخ کر دیگا۔ اور وہ اُس میں ہمیشہ رہے گا۔ اور جس کو اللہ توفیق
کی سعادت دے اور سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے وہ شریعت کے انوار کے ذریعہ سے تحقیق
کی اندھیری رات میں مخالفات اور مجاہدات اور ریاضات کے گھوڑوں کے پیٹھوں پر سوار ہو کر
سیدھا چلا جائیگا۔ اور اکو ان کی سوکھی گھاس کھانا رحمٰن کے ظاہر ہونے کا جزء ہے پس وہ بمنزلہ اُس
شخص کے ہے کہ جو دجال کے دوزخ میں داخل ہوا اور اللہ نے اُس کو جنت بنا دیا کہ اُس میں وہ
ہمیشہ رہے گا۔ اور لیکن وہ ہمیشہ اطراف زمین میں پھریگا اور مکہ و مدینہ میں نہیں جائیگا۔ پس وہ بمنزلہ
اُس چیز کے ہے کہ بندہ پر تمام مقامات میں سوائے دو مقاموں کے نفس دھوکا کھاتا ہے۔ ایک مقام
اصطلاح ذاتی ہے اور اُس کے یہ معنی ہیں کہ بندہ اپنے وجود سے کسی جاذب کی وجہ سے حضرۃ الٰہیہ
ذاتیہ سے غائب ہو جائے اور اُس کا حس جاتا رہے۔ اور اُس کی ذات فنا ہو جائے اور یہ مقام
سکر کا ہے۔ اور دوسرا مقام مقام محمدی ہے جس کو اصطلاح صوفیہ میں صحو ثانی کہتے ہیں۔ پس ان دونو
مقاموں میں نفس کو مجال نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں علتوں کے طوارق سے غیب ازل میں محفوظ
ہیں۔ پس وہ دونوں اس مجال میں بمنزلہ اُن دو شہروں کے ہیں کہ جن میں دجال داخل نہیں ہو سکتا
اور بندہ پر جو کشوفات الٰہیہ ملتبس ہوتے ہیں پس وہ اُن کی وجہ سے مجعت الصوابیہ سے غلطی میں پڑ جاتا
ہے۔ پس یہ امر بمنزلہ اس ملعون کے بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونے کے ہے۔ پھر اُس کا امر
کے قریب جس کا نام رملہ ہے ٹھہرنا اسواسطے ہے کہ نفوس کا دجال جب عارف کو ہر لباس میں وغیرہ
ہوگا تو کبھی اُسکا ظہور مقام النفس کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ پس جس شخص کو اُس کی معرفت نہیں
ہے وہ یہ وہم کرتا ہے کہ وادی اقدس تک پہنچ گیا۔ پس وہ اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا ہے لیکن
وہ اُس کی حد کے قریب حجاب میں ٹھہر جاتا ہے۔ کیونکہ رملہ مٹی سے بنا ہوا ہے۔ پس روح کا عیسےٰ
نازل ہوتا ہے اور اُس کے ہاتھ میں فتوح کا نیزہ ہوتا ہے۔ پس وہ یہاں اُس کو مار ڈالتا ہے کیونکہ
عیسےٰ اللہ کی روح ہے۔ اور جب حق آگیا تو باطل جاتا رہا۔ اور دلابس اور مداجل کا حکم منقطع ہو گیا۔
پس جیسے کہ یہ سب امور ساعت کبرےٰ کی نشانیاں ہیں ایسے ہی اُن امور کے بواطن جن کا ہم نے
کیا ساعت صغرےٰ کے علامات ہیں کہ جو انسان کے ساتھ مخصوص ہیں ✿

اور قیامت کی علامت ایک یہ بھی ہے کہ مہدی علیہ السلام ظاہر ہونگے اور وہ چالیس برس تک دنیا میں عدل کریں گے۔ اور اُن کے زمانہ میں نہایت نزہت اور فرحت ہوگی اور کھیتیاں خوب ہونگی۔ اور دودھ کثرت سے ہوگا اور آدمی امن میں رہیں گے اور خدا کی عبادت میں مشغول رہیں گے پس ایسی ہی ساعت صغرےٰ کے قایم ہونے کے علامات انسان میں مہدی کا ظاہر ہونا ہے اور وہ صاحب مقام محمدی اور صاحب عدل اور بڑے کمال والا ہوگا۔ اور اُس کی دولت چالیس برس تک بغیر انکار کے رہے گی۔ اور یہ وجود کے مراتب کے عدد ہیں۔ اور اسکی شرح ہم نے اپنی کتاب الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم میں کی ہے جو چاہے دیکھ لے۔ اور اُن کے زمانہ میں جو فرحت اور نزہت ہوگی وہ بمنزلہ اُس چیز کے ہے کہ جس میں عارف سُکر اور صحو کے درمیان میں بدلتا رہیگا۔ اور دودھ اور کھیتوں کا کثرت سے ہونا بمنزلہ انعامات اور کرامات کے متواتر ہونے کے ہے اور امان بمنزلہ عارف کے مقام خلت میں داخل ہونے کے ہے اور اُس کا اس حلہ میں آنا ہے جیساکہ حق تعالےٰ مقام ابراہیم کی نسبت ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا یعنی وہ عذاب الیم سے امن میں رہیگا۔ پس جب مقام صورت میں آگ کے جلنے سے امان پائیگا تو مقام معنوی میں مکر رحمن سے بطریق اولےٰ امان حاصل ہوگی۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالےٰ نازل ہوئے ہیں۔ اور جب اس مقام میں آپ نازل ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے آپ سے ستر عہد کئے ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ اُن کے ساتھ مکر نہ کریگا۔ پس اُسکے بعد رحمن کی عبادت اور ملک دیان کی تعریف ہے۔ پس تو ان اشارات کیطرف نظر کر کہ ان عبارات کے کیسے مناسب ہے۔ پس جیسے کہ یہ امور ساعت کبرےٰ کے علامات ہیں۔ ایسے ہی یہ امور جو ہم نے بیان کئے ساعت صغرےٰ کے علامات ہیں +

اور ساعت کبرےٰ کی ایک یہ علامت ہے کہ آفتاب مغرب کی جانب سے نکلیگا اور توبہ کا دروازہ مغرب میں بند ہوجائیگا۔ اور کسی کو اُسکا ایمان کہ جو پہلے نہیں لایا تھا نفع نہیں دیگا۔ کیونکہ اُس دن وصل کا فرش طے کر دیا جاویگا اور توبہ نہیں قبول کی جاویگی اور گناہ نہیں بخشا جائیگا۔ پس ایسے ہی انسان میں ساعت صغرےٰ کے قایم ہونے کے علامات یہ ہیں کہ اُس کے شہود کا آفتاب اُس کے وجود کے مغرب سے طلوع ہوگا۔ اور اس سے مراد باطن کشفی ہے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ پوشیدہ بھید پر مطلع ہوجائیگا پس وہ اُسوقت یہ جان لے گا کہ وہ کیا چیز ہے اور کون ہے اور اُس کے سب اوصاف ثابت ہوجائیں گے۔ اور اُس کے اعراف کی جنت میں نفع پائیگا

تمام بھید کھل جائیں گے اور خزانے نکل آئیں گے اور الفاظ کو پہچان لے گا اور خدا تک پہنچنے والوں
کے ساتھ پہنچ جاویگا۔ پس اُسوقت اُس سے وصل اور فصل کا فرش طے ہو جائیگا۔ اور یہاں ایمان
کا حکم کچھ نفع نہیں دیگا۔ اس لئے کہ اُس کا حکم پہلے سے اعتبار کے قابل ہے کیونکہ ایمان غائب
چیزوں پر ہوتا ہے۔ اور اُسکا حکم حجاب کے دور ہونے کی وجہ سے رفع ہو جاویگا۔ پس توبہ نہیں
قبول کیجاوے گی اور نہ گناہ بخشا جائیگا۔ اسواسطے کہ گناہ اور بخشش اُس کے محل کے مقام سے
دو ہیں۔ اور احد اُسکی احدیت میں گنہگاری اور بخشش سے منزہ ہے۔ پس یہ ساعت صغریٰ کے
شروط ہیں کہ جو ساعت کبرےٰ کے شروط کے مقابل ہیں +

اور امام محی الدین ابن العربی نے ان عبارات سے تعبیر کی ہے اور اُن کو اُن کے ساتھ اشارات
کے طور پر مقابل کیا ہے۔ پس اُنہوں نے جانب مغرب سے آفتاب نکلنے کو روح کے مرکز اول
اور منصب کیطرف رجوع ہونے کا مقابل قرار دیا ہے اور اس سے مراد مرنا ہے یعنی موت سے
اور ایک امر کا آخرت کیطرف منتقل ہو جانا وفات سے ہوا کرتا ہے۔ اور اُنہوں نے خواب میں کسی چیز کو
کرنیکو اس امر کا مقابل قرار دیا ہے کہ گنہگار کی توبہ نہیں قبول ہوگی لئے کہ نہ وہ عالم شہادت میں ہے
اس امر کو اُس قول کے ساتھ مؤید کیا ہے کیونکہ ہے کہ جو کسی چیز کو دیکھ سکے۔ اور اُس کے وجود
وہ قیاس اور نظام کے اعتبار سے عام ہے اور اُس کی مثال آفتاب کے ساتھ بیان کی جاتی ہے
مقبول ہے اور اچھے طریقہ [illegible] سے چمکتا ہے تو یہ گھر اُسکی روشنی سے روشن ہو جاتا ہے لیکن
بحالت زندگی دنیا میں پاسے اور نہ اُس میں حلول کر جاتا ہے۔ پس ایسی ہی روشنی بمنزلہ نظر روح
نہیں کیا ہے۔ اور علامات حیوانات سے ہے۔ پھر ایسی ہی جب کوئی فانوس یا لال ٹین سبز یا سرخ
بیان کر چکے اور کوئی کا شعلہ گھر میں سبز یا سرخ ہوگا۔ اور اسی طرح جس رنگت کا یہ فانوس وغیرہ
حق کہتا ہے اور [illegible] میں اُسی ہیئت کا ہوگا۔ اور روح اسی طرح جب ہیکل انسانی وغیرہ کی طرف
فصل [illegible] اس کی ایسی صورت ہوتی ہے کہ متغیر نہیں ہوتی ہے۔ پھر گھر سے آفتاب کا
میں کچھ بیان بمنزلہ روح کی نظر کے جسم سے رفع ہو جانے کے ہے۔ اور موت بمنزلہ اس شعلہ سے
پس جلنا ع میں چھپ جانے کے ہے۔ پس جسم ہمیشہ مردہ رہتا ہے اور اُس کی نسبت
کا سبب جیسے کہ اس شعلہ کی عالم میں آفتاب کی شعاع کے اندر چھپ جاتا ہے۔ پھر برزخ
اور اس نظر ہے لیکن غیر تام اور غیر مستقل ہے۔ اگر وہ مستقل اور تام ہوتا تو بے شک دار الاقامت
پر رہتی ہے آخرت کے ہوتا۔ پس وہ مثال میں ایسا ہے جیسے ہم [illegible] شعلہ [illegible] اصلی سبزی کو

میں برابر ہو۔کیونکہ اُس کا پہلے درجہ میں متصرف ہونا حرارت عنصریہ کی قوت ہے اور وہ اس درجہ
میں مزاج کو ارکان عناصر سے کسی رکن کو نہیں قبول کرتی ہے۔پس وہ یہاں اپنی حد میں انتہاء سے
شروع ہونے والی ہے۔اور اُس کی مثل اور چیزیں دوسرے درجہ میں حرارت ناریہ ہیں۔کہ جو
امتزاج کے قابل ہیں۔اور اگر وہ باقی ارکان کے ساتھ نہ ملے ہوتے تو آگ کا وجود نہ ہوتا۔کیونکہ
پانی اور آگ اور ہوا اور مٹی سب عناصر اربعہ سے مرکب ہیں جن کو حرارت اور برودت اور یبوست
اور رطوبت کہتے ہیں۔اور جس میں حرارت کا رکن غالب ہے یہاں تک کہ اُس نے باقی کو مغلوب
کر دیا ہے تو اُسکا نام طبیعت ناریہ ہے۔اور جس میں برودت کا غلبہ ہے اور باقی کیفیتیں مغلوب
ہیں تو اُسکا نام طبیعت مائیہ ہے۔اور جسمیں کہ رطوبت کا رکن غالب ہے اور باقی مغلوب ہیں
اُسکا نام طبیعت ہوائیہ ہے۔اور جسمیں کہ یبوست کا حکم غالب ہے اُسکا نام طبیعت ترابیہ ہے
اس درجہ میں اُسکا نام ناری اور ہوائی اور مائی اور ترابی نہیں رکھا جاتا ہے۔مگر جب دوسرے
ہے جیسا کہ حق تعالےٰ نے مقام ساتھ مل جائے گی۔پس جس چیز میں کہ حرارت اور یبوست دوسرے درجہ
الیم سے امن میں رہیگا۔پس جب مقام صور سے بوجہ اپنے ضعف کے اس درجہ سے پوشیدہ ہوں
ہیں مکر رحمن سے بطریق اولےٰ امان حاصل ہوگی۔اور یبوست تیسرے درجہ میں اس حد تک ہو کہ دوسرے
ربانی رحمہ اللہ تعا[illegible]ل ہوئے ہیں۔اور جب اس مقام میں سے پوشیدہ ہوں تو اُسکا نام تراب
ملے آپ سے ستر عہد کئے ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ اُن کے سا[illegible] تک ہو کہ دوسرے دونوں
بندہ رحمن کی عبادت اور ملک دیان کی تعریف ہے۔پس تو ان اشارات [illegible]سکا نام ہوا ہے۔اور جس
کیسے مناسب ہے۔پس جیسے کہ یہ امور ساعت کبرےٰ کے علامات ہیں [illegible] رکن بسبب اپنے
ہم نے بیان کئے ساعت صغرےٰ کے علامات ہیں ✦ عناصر کو کہ وہ

اور ساعت کبرےٰ کی ایک یہ علامت ہے کہ آفتاب مغرب کی جانب سے نکلیگا اور توبہ کا
دروازہ مغرب میں بند ہو جائیگا۔اور کسی کو اُسکا ایمان کہ جو پہلے نہیں لایا تھا نفع نہیں دیگا۔کیونکہ
اُس دن وصل کا فرش طے کر دیا جاویگا اور توبہ نہیں قبول کی جاویگی اور گناہ نہیں بخشا جائیگا۔
پس ایسے ہی انسان میں ساعت صغرےٰ کے قایم ہونے کے علامات یہ ہیں کہ اُس کے شہود کا آفتاب
اُس کے وجود کے مغرب سے طلوع ہوگا۔اور اس سے مراد باطن کشفی ہے اور اس کے معنے
ہیں کہ وہ پوشیدہ بھید پر مطلع ہو جائیگا پس وہ اُسوقت یہ جان لے گا کہ وہ کیا چیز ہے اور ک[illegible]
اور اُس کے سب اوصاف ثابت ہو جائیں گے۔اور اُس کے اعراف کی جنت میں نعم[illegible]

اسی حرارت غریزیہ کے جاتے رہنے کو کہتے ہیں اس لئے کہ وہ ہیکل حیوانی سے اُس کے مخالف
جو چیزیں ہیں مثلاً برودت غریزیہ جاتی رہتی ہیں۔ پس یہ امر جسم کا نصیب ہے لیکن روح کا نصیب
یہ ہے کہ اُس کی ہیکل کی حیات اُس کے دیکھنے کی مدت اتحاد کی آنکھ سے ہیکل کیطرف ہے اور
اُس کی موت ہیکل سے اُس کے نفس کیطرف اس نظر کے ہٹ جانے کو کہتے ہیں۔ پس بالکل اپنے
عالم میں باقی رہتی ہے لیکن اُس ہیکل کی صورت پر رہتی ہے کہ جو عالم ارواح میں اُسکے واسطے
شکل جسد کے ساتھ تھی۔ پس اُس کو اُس کے ساتھ اس جسد کی وجہ سے وجود کا حکم دیا جاتا ہے
کیونکہ اُس کے احکام جسد نبی پر اس جگہ ظاہر ہیں۔ اور یہاں بہت سے اہل کشف نورانی نے
خطا کرکے یہ حکم کیا ہے کہ اجسام کو حشر نہیں ہے۔ اور ہم نے اطلاع الٰہی سے معلوم کر لیا ہے
کہ اجسام کا مع ارواح کے حشر ہوگا۔ اس لئے کہ ارواح کی موت کے یہ معنی کہ جسد ہیکلی کی ذات
سے روح جدا ہو جائے گی کیونکہ یہ اُسکا معدوم کرنا چاہتی ہے۔ پس وہ مدت معلوم تک وجود
میں گویا کہ بسیط ہے اور اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک سونے والا خواب میں کسی چیز کو
نہیں دیکھتا ہے۔ پس وہ اُسوقت معدوم کی طرح ہے اس لئے کہ نہ وہ عالم شہادت میں ہے
کہ اُس کو بیدار کہا جائے۔ اور نہ عالم غیب میں ہے کہ جو کسی چیز کو دیکھ سکے۔ اور اُس کے وجود
پر کوئی دلیل ہو۔ پس وہ موجود معدوم ہے اور اُس کی مثال آفتاب کے ساتھ بیان کی جاتی ہے
پس آفتاب جب گھر کے کسی گوشہ سے چمکتا ہے تو یہ گھر اُسکی روشنی سے روشن ہو جاتا ہے لیکن
اُس میں وہ اُتر نہیں آتا ہے اور نہ اُس میں حلول کر جاتا ہے۔ پس ایسی ہی روشنی بمنزلہ نظر روح
کے جسم مخصوص میں اجسام حیوانات سے ہے۔ پھر ایسی ہی جب کوئی فانوس یا لال ٹین سبز یا سرخ
شیشہ کا ہو تو آفتاب کا شعلہ گھر میں سبز یا سرخ ہوگا۔ اور اسی طرح جس رنگت کا یہ فانوس وغیرہ
ہوگا تو شعلہ بھی گھر میں اُسی ہیئت کا ہوگا۔ اور روح اسی طرح جب ہیکل انسانی وغیرہ کی طرف
نظر کرتی ہے تو اُس کی ایسی صورت ہوتی ہے کہ متغیر نہیں ہوتی ہے۔ پھر گھر سے آفتاب کا
سے
زائل ہونا بمنزلہ روح کی نظر کے جسم سے رفع ہو جانے کے ہے۔ اور موت بمنزلہ اس شعلہ
آفتاب کی شعاع میں چھپ جانے کے ہے۔ پس جسم ہمیشہ مردہ رہتا ہے اور اُس کی نسبت
ایسی ہے جیسے کہ اس شعلہ کی عالم میں آفتاب کی شعاع کے اندر چھپ جاتا ہے۔ پھر برزخ
ایک وجود ہے لیکن غیر تام اور غیر مستقل ہے۔ اگر وہ مستقل اور تام ہوتا تو بے شک دار الاقامت
مثل دنیا و آخرت کے ہوتا۔ پس وہ مثال میں ایسا ہے جیسے ہم [illegible] اصلی سبزی کو

بوجہ شیشہ کی سبزی کے تصور کرتے ہیں۔ پس ہم کو اُس کی ویسی ہی شکل معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ شکل عالم خیال میں معلوم ہوتی ہے کیونکہ عالم خیال اہل دنیا کے لئے غیر تام ہے۔ پس اہل دنیا کے خیال کو بالذات استقلال نہیں ہے۔ اور علاوہ اس کے یہ کہ عالم خیال بالذات عالم تام ہے لیکن وہ اپنی ذات کے اعتبار سے ہے اور باعتبار عالم حس اور معانی کے غیر تام ہے برخلاف اہل اللہ کے خیال کے کہ وہ کامل اور مستقل اور تام بالذات ہے۔ پس وہ بمنزلہ اہل دنیا کے آخرت کے ہے اور براہمہ[1] اور کفار اور مشرکین وغیرہ جن کا خیال مجاہدات اور ریاضات وغیرہ سے صاف ہو گیا ہے وہ بمنزلہ اہل دنیا کی خواب کے ہے۔ اور اہل دنیا کے خیال کا کچھ اعتبار نہیں ہے اگرچہ خیال کا مقام سب کے لئے بالذات ایک ہے لیکن جب اُن کے خیال کا خزانہ امور عادیہ اور مطلوبات جسدیہ کی وجہ سے خراب ہو گیا تو صفائی روحی اس سے منقطع ہو گئی۔ اور جب کہ براہمہ اور فلاسفہ اس سے علیحدہ ہیں لیکن امور عقلیات اور احکام طبیعات اُن کے خیال کے خزانہ میں ہیں۔ پس وہ اس وجہ سے معانی الٰہیہ کی طرف ترقی کرنے سے منقطع ہو گئے۔ برخلاف اہل اللہ کے خیال کے کہ وہ علتوں کے طوارق سے غیب ازل میں محفوظ ہیں۔ پس عالم برزخ کے لئے کوئی وجود تام نہیں ہے اور اسی واسطے اُسکا نام برزخ ہے۔ اور اسی طرح اہل دنیا کا خیال عالم وجودی اور عالم عدمی کے درمیان میں برزخ ہے۔ پھر قیامت کی نسبت ایسی ہے جیسے آفتاب کے لوٹنے کی نسبت اُس قانوس میں جس سے روشنی تھی اس سے زیادہ بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ ارواح جب تک ہیاکل میں جسدی صورت پر نہیں ہیں اُسوقت تک بساطت کے ساتھ ملحق ہیں اور یہی موت کی حقیقت ہے پس جب اُن کی جسدی صورت ہو گئی تو گویا وجود ہو گیا لیکن جب تک اس جسدی صورت میں لوازم جسد کے ساتھ مقید ہیں اُسوقت تک برزخ میں ہیں۔ کیونکہ وہ روح کی مرضی کے موافق مطلق رہنے سے قاصر ہیں۔ پس جب اللہ تعالےٰ اُن کو قیامت میں بھیجنے کا ارادہ کریگا تو مقتضیات جسد سے محشر کی زمین میں اُن کو مطلق کر کے بھیجے گا۔ پھر اُس کا اطلاق ایسا ہی ہوگا جیسے کہ دنیا میں تھا یعنی کہ وہ دنیا میں خیر کرتا تھا تو خیر پر رہے گا۔ اور اگر دنیا میں شر کرتا تھا تو مطلق شر میں رہے گا۔ کیونکہ اُس کے اطلاق سے دنیا میں وہی طلب کیا جائیگا جو وہ کرتا تھا جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۔

پس اب جاننا چاہئے کہ نسبت ارواح متعددہ کے نور حق سے پیدا ہونے کی ایسی ہے جیسے

---

[1] حکما کا ایک گروہ ہے جو اللہ تعالےٰ کیواسطے رسولوں کا بھیجنا جائز نہیں سمجھتے ہیں ۔

مختلف روشن کرنے والے شعاعوں کی نسبت آفتاب کی شعاع سے ہے اور محققین واحدیت عالم کی کہ جس نسبت کا دعوے کرتے ہیں وہ آفتاب کی واحدیت کی نسبت ہے۔ اور اگر وہ اُن تنیشوں میں اختلاف کے طور پر ظاہر ہو۔ پس وہ بعد تعدد اور بغیر تنوع کے واحد ہے۔ اگرچہ اُس کے مظاہر انواع واقسام کے ہیں۔ اور اس امر کی تنبیہ اسی قدر کافی ہے اس لئے کہ ہم ارواح کے قبض کرنے کی کیفیت۔ اور قبض کیواسطے عزرائیل علیہ السلام کے آنے کی حالت اس کتاب کے ایک باب میں بیان کر چکے ہیں +

پس اب جاننا چاہئے کہ برزخ میں آدمیوں کے احوال مختلف ہیں۔ پس بعضے حکمت کے ساتھ اُس ہیں معاملہ کرتے ہیں۔ اور بعضے قدرت کے ساتھ اُس ہیں معاملہ کرتے ہیں۔ اور جس کے ساتھ حکمت سے معاملہ کیا گیا وہ برزخ میں اپنے عمل کی حقیقت میں دنیا کے اندر بدلے گا۔ مثلاً دنیا میں اگر وہ اطاعت کرنے والا تھا تو اللہ تعالےٰ اُس کو برزخ میں طاعت کے معنی کی صورت پیدا کریگا۔ پس طاعت کی صورت اُس کے واسطے اللہ تعالےٰ قایم کریگا یا نماز کی صورت یا روزہ کی صورت یا صدقہ کی صورت یا سوائے اس کے اور کسی طاعت کی صورت قایم کریگا۔ اور وہ ہمیشہ ایک اچھے کام سے دوسرے اچھے کام کیطرف منتقل ہوتا رہے گا۔ اور وہ اچھا کام پہلے کے برابر ہوگا یا اُس سے زیادہ اچھا ہوگا جیسے کہ دنیا میں تھا یہاں تک کہ اُس کو کل امور کی حقیقت معلوم ہو جائیگی پس اُسکی قیامت قایم ہو جائے گی۔ پھر اس صورت کا حسن اور بہجت اور اُس کی روشنی بقدر اُس کی طاقت اور اجتماع خاطر کے اس میں ہے اور اُس کا حسن مقصد اس عمل میں اور صورت کا بُرا ہونا بقدر اس عمل کی بُرائی کے ہے۔ پس اگر وہ زنا کرتا ہے یا چوری کرتا ہے یا شراب پیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس کے واسطے ان افعال کے معانی کی صورتیں قایم کریگا کہ وہ اُن میں منتقل ہو جائیگا مثلاً زانی کے واسطے ایک آگ کی فرج پیدا کریگا کہ اُسمیں اپنے ذکر کو داخل کریگا۔ اور اُس کی آگ کی حرارت اور ہوا کی بدبو بقدر اُس کے اس گناہ میں محو ہونے کے ہوگی۔ اور اسی طرح شراب پینے والے کو ایک پیالہ کہ جس میں آگ کی شراب ہوگی دیا جائیگا۔ پس وہ اُس کو پی رہے گا۔ اور وہ اُس سے منتقل ہو کر اُس چیز کی طرف جائیگا کہ جو دنیا میں کرتا تھا۔ اور جو شخص طاعت اور معصیت دونوں کرتا تھا وہ دونوں کیطرف منتقل ہوگا یعنی ان معانی کی صورت سے جن کو اللہ تعالےٰ نے نور سے پیدا کیا ہے جیسے کہ طاعات۔ اور یا نار سے پیدا کیا ہے جیسے کہ معاصی کی صورتیں۔ پس وہ ہمیشہ اُس میں بدلتی رہیں گی۔ اور متواتر بدلنے سے اُن کو تمام حقیقتیں رفتہ رفتہ ظاہر ہو جائیں گی۔ یہاں تک کہ اُنپر وہ

حکموں میں سے ایک حکم تمام ہوجائیگا۔ پس اُنپر قیامت قایم ہوگی۔ لیکن جس کے ساتھ کہ قدرت کا معاملہ کیا گیا ہے وہ اپنے اعمال کے معانی میں نہیں واقع ہوگا۔ لیکن اُس کی صورت کے معانی میں قدرت کے ساتھ واقع ہوگا۔ پس اگر وہ گنہگار ہے اور اللہ نے اُسے بخشدیا تو محض طاعات کی صورت میں منتقل ہوگا۔ اور اللہ تعالے اُس کے واسطے ایک صورت قایم کردیگا۔ پس وہ ہمیشہ ایک اچھی صورت سے دوسری صورت کیطرف جو اُس سے بھی زیادہ اچھی ہوگی منتقل ہوتا رہیگا یہاں تک کہ اُس کی قیامت حقایق کے ظہور کے ساتھ ساق پر قایم ہوگی۔ مثلاً اگر وہ اطاعت کرنے والا تھا اور اللہ تعالے نے اُس کے اعمال کو حبط کردیا تو اللہ تعالے اُس کے واسطے وہ صورت جو ازل میں لکھ چکا ہے۔ یعنی شقاوت کی صورت قایم کریگا۔ پس اُسپر وہ ظاہر کریگا اور اُس کے واسطے اُس کی وہ ایک نوع بنائیگا۔ پس وہ ہمیشہ اُس میں بدلتا رہیگا یہاں تک کہ اُس کی قیامت بقدر اُس کے طبقہ دوزخ کے قایم ہوگی۔ پس وہ جہنم میں عذاب دیا جائیگا۔ پھر برزخ کو اللہ تعالے نے ایک قوم کے واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ اُس میں رہتے ہیں اور اُس میں آباد ہیں مگر وہ اہل دنیا سے نہیں ہیں۔ اور نہ وہ اہل قیامت سے ہیں لیکن وہ اہل آخرت سے ملحق ہیں کیونکہ جو لوگ اُس سے پیدا کئے گئے ہیں اُن کے رہنے کی جگہ ایک ہے۔ پس جو شخص روحیت میں اپنے مرنے کے بعد اُن کے ساتھ وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص ایک قوم سے جاکر ملا کہ وہ اُن کو پہچانتا ہے اور وہ اُس کو پہچانتے ہیں پس اُن کے ساتھ محبت کریگا اور اُن سے آرام پائیگا۔ اور جو شخص اُن کے ساتھ نہ بیٹھا پس وہ اُنکو غصہ سے دیکھتا ہے۔ اور وہ اُس کے ساتھ محبت نہیں کرتے اور نہ وہ اُن کے ساتھ الفت کرتا ہے۔ پھر اُن میں سے اللہ تعالے اُس شخص کو بھیجتا ہے جس کو اُس کے عذاب کا سبب بنایا ہے پس اُس کی صورت اُس سے بھی زیادہ بُری ہوتی ہے جیسے کہ دنیا میں تھی وہ اُس کے سامنے آتی ہے اور وہ اُس کے عمل کی صورت ہے۔ پس اُس سے اُس کو ایسی وحشت اور نفرت ہوتی ہے کہ جو غیر کے ساتھ نہیں ہوتی۔ اور بعضوں کے سامنے اُن کے عمل کی صورت بہت اچھی آتی ہے پس وہ اُس سے الفت اور محبت کرتے ہیں۔ اور یہ صورت اُس کے ساتھ یہاں تک انس کرتی ہے کہ اُس کی قیامت قایم ہوجاتی ہے +

پھر جاننا چاہیئے کہ قیامت اور برزخ اور دنیا ان سب کا ایک ہی وجود ہے اور اُسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک دائرہ فرض کیا جاوے کہ ادھا دنیا ہے۔ اور ادھا اُخری ہے اور ان دونوں کے درمیان میں برزخ ہے۔ اور یہ سب امور بطور فرض کے ہیں۔ پس تیری وہ ہویت کہ جس سے

تو موجود ہے بعینہ اُس کی وجہ سے تو برزخ میں ہے اور وہ بعینہا وہ ہے کہ جس سے تو قیامت میں ہے پس تو دنیا اور برزخ اور آخرت میں اس انیت کے ساتھ ہے۔ لیکن اُن دونوں میں فرق یہ ہے کہ برزخ کے امور ضروری ہیں۔ کیونکہ وہ دنیا پر مبنی ہے اور قیامت کے امور بھی ضروری ہیں۔ اس لئے کہ وہ برزخ پر مبنی ہیں اور دنیا کے امور اختیاری ہیں ÷

پھر جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جب یہ ارادہ کریگا کہ قیامت قایم ہو تو اسرافیل علیہ السلام کو حکم کریگا کہ دوسری پھونک صور میں پھونکیں۔ اس لئے کہ پہلی پھونک مار ڈالنے کے واسطے ہوگی۔ اور صور سے مراد عالم صور روحی ہے کہ اُس میں پہلا نفخہ بحیثیت اُس کے اسم مغنی اور ممیت کے پھونکا جائیگا۔ پس تمام صورتیں اُس سے معدوم ہوجائیں گی اور اُن کی ہیاکل کھل جائیں گی جیسے کہ خواب میں دیکھی ہوئی صورتیں بیداری کے بعد معلوم ہوجاتی ہیں۔ پس وہ اپنے اُس محل کیطرف جس سے پیدا ہُوا ہے رجوع ہوگا۔ پھر دوسرا نفخہ صور میں پھونکا جائیگا پس وہ جیسا کہ پہلے عالم ارواح میں تھا ویسا ہی ہوجائیگا۔ اور جسموں کے قالبوں میں داخل ہوگا جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ آفتاب کی روشنی اُسی کے شیشہ میں لوٹ آئے گی۔ اور یہ کل امور اُس کے اعتبار سے اُس کے وجود میں ہیں۔ کیونکہ عالم اُخروی عالم ارواح کو کہتے ہیں۔ اور تمام عالم ارواح مطلق روح سے مراد ہے جو انسان میں موجود ہے۔ پس انسان اپنی ذات سے خارج نہیں ہوگا کیونکہ آخرت عالم ارواح کو کہتے ہیں۔ اور عالم ارواح کو مطلق روح جمع کرتی ہے۔ چنانچہ پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ تمام عالم آئینوں کی طرح ہیں جو ایک دوسرے کے سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ اور ایک دوسرے میں پایا جاتا ہے جیسا کہ احدیت کا حکم ہے۔ اور یہ امر مشابہت کی وجہ سے نہیں ہے۔ پس تمام عالم جوہر فرد ہے اور حقیقت پر بالذات منقسم نہیں ہے۔ اور تو جو اس میں انقسام اور تعداد دیکھتا ہے وہ ایک خیال ہے جیسے کہ ہم اگر جوہر فرد میں انقسام کو فرض کریں۔ اور اللہ تعالےٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا۔ پس جب تونے اس نکتہ کو سمجھ لیا تو تونے وجود میں خدا کی احدیت کا بھید معلوم کر لیا۔ اور جس چیز کا اللہ نے وعدہ کیا ہے یعنی جنت اور دوزخ وغیرہ کا۔ اور آخرت کے امور کا یقین اور کشف کے طور پر تو ان سب کا شاہد ہوگیا۔ پس تیرا ایمان مثل ایمان زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہوگیا۔ جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حارثہ نے کہا کہ میں نے صبح ایسی حالت میں کی کہ میں مومن حق تھا۔ پس آپ نے فرمایا کہ تیرے ایمان کی کیا حقیقت ہے تو اُنہوں نے جواب دیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ قیامت قایم ہوگئی۔ اور میرے رب کا عرش ظاہر ہُوا جیسا کہ حدیث میں مذکور

ہے۔ اور قیامت صغرےٰ جو انسان کے ہر فرد کے ساتھ مخصوص ہے وہ یہ ہے کہ جب اُس کی عقل اول کی میزان اُس کے عدل اکمل کے قبہ میں قائم ہوگی اور مقتضیات حقایقہ اگر موافق ہر حقیقت کی خواہش کے اُس کا حساب کریں گے یا اُس کے واسطے احدیت کی صراط قایم کیجائے گی کہ وہ طبیعت کے جہنم کی پشت پر بال سے زیادہ باریک بسبب اپنے باریک ہونے کے ہوگی اور تلوار سے زیادہ تیز بسبب اپنے بعید ہونے کے ہوگی۔ پس یا اُسپر بجلی کیطرح سے نکل جائیگا اس وجہ سے کہ معارف میں اُس کی سواری قوی ہوگی۔ اور یا پہاڑ کی طرح بھاری ہوگا۔ چونکہ وہ پستی سے تعلق رکھتا ہے۔ پس جب صراط سے نکل جائیگا اور ترازو کا ناموس قائم ہوگا تو ذات کی جنت میں داخل ہوگا اور صفات کے میدانوں میں سیر کریگا اور اُس کی انیت اور ہوہت سے محق اور سحق ہوجائیگا۔ پھر اپنے نفس کا کوئی اثر اور خبر نہ دیکھے گا اور نہ پہچانیگا۔ اور جبار اُسوقت ندا دیگا پس کہے گا لمن الملک الیوم پس جب اپنے سوا کسی کو نہ پائیگا تو کہے گا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ۔ پس اُس کو اُس کے بعد نہ غفلت ہے اور نہ حقد رہے اور نہ اُس سے اُس کے بعد موت اور نشور کی امید کیجاتی ہے۔ اُس کی قیامت ساق پر قایم ہوگئی۔ اور اُس کی علانیت معدوم ہوگئی۔ پس یہ ساعت صغرےٰ ہے۔ اور ساعت کبرےٰ کے احوال بھی اسی پر قیاس کر۔ اور حساب اور میزان اور صراط یہ امور جو ہم نے اشارتاً بتلائے ہیں ان کو پہچان لے۔ اور عقلمند کو اسی قدر کافی ہے۔ اور اس کتاب کے اٹھاونویں باب میں جنت اور نار کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ اور عنقریب اُن دونوں کا بھید بطریق اشارہ کے ظاہر کریں گے۔ اگر تو عالی فہم اور قوی ارادہ والا ہے تو ہمارے اشارہ کو سمجھ لے گا ورنہ اپنے غیر کی طرح اُس کے ظاہر کے ساتھ واقف رہ ✠

پس اب جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے دار آخرت کو معہ اُن چیزوں کے جو اُس میں ہیں دار دنیا کا ایک نسخہ پیدا کیا ہے اور دنیا کو حق کا نسخہ پیدا کیا ہے۔ پس دنیا اصل ہے اور آخرت اُسکی فرع ہے جیساکہ وارد ہوا ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔ پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ دنیا میں جو عمل صادر ہوتا ہے وہ اصل ہے۔ اور جو امر کہ آخرت میں دیکھے گا وہ اُس کی فرع ہے۔ اور سب کی آخرت قیامت کے دن ہوگی اور وہ عمل کا نتیجہ ہوگا۔ اور نتیجہ مقدمہ کی فرع ہے۔ اور مقدمہ عمل ایزدی ہے اسی واسطے دنیا ایجاد میں آخرت سے پہلے ہے اور اس کا نام اولی اسی واسطے رکھا گیا ہے کہ یہ اصل ہے اور آخرت کا نام اخرے اسی واسطے رکھا گیا ہے کہ وہ اُس کے بعد ہے اور وہ

اُس کی فرع ہے اگر آخرت دنیا کی فرع نہ ہوتی تو اُس کے مؤخر کرنے میں حکمت میں نقص لازم آتا کیونکہ مقدم کا مؤخر کرنا اور مؤخر کا مقدم کرنا حکمت میں خرابی کا باعث ہے +

پھر جاننا چاہئے کہ آخرت کا محوس دنیا کے محوس سے زیادہ قوی ہے اور اُس کے ملذوذ میں دنیا کی لذت سے زیادہ لذت ہے۔ اور اُس کے مکروہ میں دنیا کی کراہت سے زیادہ کراہت ہے اور اُسکا سبب یہ ہے کہ آخرت میں روح پر محبوب اور مکروہ جو چیز وارد ہوتی ہے اُس کے قبول کرنے کے واسطے فارغ ہے برخلاف دنیا کے کہ جسم بسبب اپنی کثافت کے روح کو فارغ ہونے کی قوت سے منع کرتا ہے یعنی اُس کے مناسب اور غیر مناسب کو قبول نہیں کرنے دیتا۔ پس اُس سے تھوڑا سا حصہ حاصل کرتی ہے۔ مثلاً جیسے ایک شخص نے لذیذ کھانا کھایا اور وہ فارغ البال نہیں ہے بلکہ اُس سے زیادہ کسی بُرے کام میں مشغول ہے۔ پس وہ اس کھانا میں وہ لذت نہیں پائیگا جو دوسرا پائیگا۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ اُس کو دوسرا کام اُس کا اثر قبول کرنے سے منع کر رہا ہے اسی واسطے آخرت دنیا سے اشرف ہے اگرچہ وہ اُسکی اصل ہے۔ اور اس امر سے تعجب نہ کر کیونکہ اکثر اولاد اپنے والد سے اشرف ہوتی ہے۔ اور دنیا اگرچہ آخرت کی اصل ہے لیکن آخرت اُس سے خدا کے نزدیک افضل اور اشرف ہے جیساکہ آخرت کی حقیقت بالذات اس امر کی مقتضی ہے۔ دیکھو لفظ کے معانی جو اُس سے سمجھے جاتے ہیں وہ اُس لفظ سے کیسے اشرف اور اعلےٰ ہوتے ہیں۔ علاوہ اس کے یہ ہے کہ معانی لفظ کا نتیجہ اور اُس کی فرع ہوا کرتے ہیں۔ اگر وہ نہ ہو تو معنی کی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی ایسی ہی آخرت ہے اگرچہ وہ دنیا کا نتیجہ ہے لیکن وہ اُس سے افضل اور اشرف ہے۔ اور اُس کا یہ سبب ہے کہ وہ ارواح سے پیدا ہے اور ارواح لطایف نورانی ہیں۔ اور دنیا اجسام سے پیدا ہے اور اجسام کثایف ظلمانی ہیں اور لطایف کثایف سے بے شک افضل ہیں۔ پھر آخرت دار العزت اور دار القدرت ہے۔ پس جو شخص اُس میں موانع سے سلامت رہا وہ جو چاہے گا کریگا جس طرح کہ اہل جنت اور دنیا دار الذلت اور دار العجز ہے اُس میں بادشاہ بھی ایک چیونٹی کے دفع کرنے پر قادر نہیں ہے۔ اور باوجودیکہ اُس کی نعمتیں زایل ہیں لیکن اُنکا حساب کیا جائیگا اور اہل آخرت کو ہر نعمت دنیا کی نعمت سے افضل ملے گی کیونکہ اللہ تعالےٰ کی بخشش آخرت میں بیحساب ہوگی اور دنیا میں اُس کی بخشش حساب کے ساتھ ہے چونکہ حکمت الٰہی اُس کی ترتیب کی مقتضی ہے۔ پس جب تو اُس کو سمجھ لیا اور یہ بات ثابت ہو چکی تو مراد کو پہنچ گیا +

پس اب جاننا چاہئے کہ تمام آخرت یعنی جنت اور دوزخ اور اعراف اور کثیب یہ سب ایک ہی ہیں منقسم اور متعدد نہیں ہیں۔ پس جس شخص پر کہ اس گھر کی حقیقتوں کا حکم کیا گیا وہ دوزخی ہوا۔ کیونکہ اہل دوزخ

پر قہر کی ذلت کا حکم ہے اور جبپر اس گھر کی حقیقتوں کا نہیں ذکر کیا گیا وہ جنتی ہے۔ پس جس نے اس گھر میں اللہ تعالے کی اطاعت کی اور اُس کے حکم کو قبول کیا تو اللہ اُس کو اس گھر کے حقایق میں حاکم بنائیگا۔ اور اس میں جو وہ چاہے گا کریگا۔ اور جس نے اُس کے حکم کو اس گھر میں نہ مانا اور نافرمانی کی۔ پس اُسپر یہاں اس گھر کے حقایق ایسا حکم کریں گے جس کے خلاف کرنے کی اُس میں طاقت نہیں ہوگی جیسے کہ اہل دوزخ زبانیت کے حکم کے تحت میں ہیں۔ برخلاف اہل جنت کے کہ جو وہ چاہیں گے وہ کریں گے اور اُنپر کوئی کسی قسم کا حکم نہیں کر سکتے۔ اور جس کو اس گھر کی حقیقت معلوم ہوگئی اور اُس نے اپنے علم کے موافق اُس میں تصرف کیا وہ اعراف میں رہے گا۔ اور اعراف قرب الٰہی کا محل ہے کہ جس سے قرآن میں اللہ تعالے یوں تعبیر فرماتا ہے عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ اور اس منظر کا یہ نام معرفت کی وجہ سے رکھا گیا۔ اور وہ اُس علم کا ثابت ہونا ہے جس کا ہیں نے تجھ سے ذکر کیا۔ اور اہل اعراف عارفین باللہ لوگ ہیں۔ کیونکہ جس نے اللہ تعالے کو پہچان لیا اُس کو آخرت کا حال بخوبی معلوم ہوگیا۔ اور جس نے اُس کو نہ پہچانا اُس کو نہ معلوم ہے جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ یعنی اللہ کی معرفت کے مقام پر رجال ہیں اُن کو نکرہ اس وجہ سے ذکر کیا کہ اُن کی شان جلیل ہے اور اس وجہ سے کہ وہ غیروں کو معلوم نہیں ہیں اُن کو اُن کی پیشانیوں سے پہچانا جائیگا۔ کیونکہ اُنہوں نے اللہ تعالے کو پہچانا ہے۔ اور جس نے اللہ کو پہچانا اُسپر کوئی شئی مخفی نہیں رہتی۔ اور کثیب ایک مقام اعراف کے قریب ہے اور جنات النعیم سے اوپر ہے۔ پس جب اہل جنت کو اللہ کی زیادہ معرفت واقع ہوگی تو اُن کے درجات کثیب میں بلند ہوں گے۔ اور اہل کثیب اور اہل اعراف میں یہ فرق ہے کہ اہل کثیب دنیا سے اس بات سے پہلے کہ اللہ تعالے اُس میں اُنپر متجلی ہو نکلیں گے۔ پس جب آخرت کو جائیں گے تو اُنکا محل جنت میں ہوگا۔ اور اُنپر حق سبحانہ وتعالے اپنا فضل کریگا اور اُن کو کثیب کیطرف لیجائیگا۔ پس یہاں اُنپر تجلی کریگا اور ہر شخص پر بقدر اُس کے ایمان کے جو خدا کے ساتھ دنیا میں رکھتا تھا اور اُس کی معرفت کے ساتھ تھا تجلی فرمائیگا۔ اور اہل اعراف وہ قوم ہے جو دنیا سے نہ خارج ہوئے مگر ایسی حالت میں کہ اُنپر اللہ سبحانہ نے تجلی کی۔ اور اس میں اُنہوں نے اُس کو پہچانا۔ اور جب وہ آخرت میں داخل ہوئے تو اُنکا محل خدا کے نزدیک ہوا۔ کیونکہ جو شخص ایک شہر میں داخل ہوا اور اُس میں اُسکا کوئی دوست پہچاننے والا ہے تو وہ اُسی کے پاس جائیگا بلکہ اس دوست پر یہ واجب ہے کہ سوائے اُس کے دوسرے کے پاس نہ اُترے۔ پس جب یہ امور مخلوق میں ہوتے رہتے ہیں تو خالق کیواسطے بطریق اولے چاہئے دیکھو اللہ تعالے فرماتا ہے ان سمرقوماھم عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ اور یہاں بہت

سے عجائب وغرائب ہیں کہ جن کا ہم پورے طور پر ذکر نہیں کرتے بلکہ وہ امور بوجہ اپنے دقیق اور باریک ہونے کے بغیر اشارہ کے سمجھ میں نہیں آتے ہیں (اے اللہ میرے) مگر جب اس کتاب کا دیکھنے والا اس مرتبہ تک پہنچ گیا ہو اور اُس نے ان امور عجیبہ کا معائنہ کر لیا ہو تب وہ ادنے رمز سے سمجھ جائیگا۔ اور لغز سے پہچان جائیگا۔ اور ہماری غرض اس کتاب سے جاہل کا واقف کرنا مقصود ہے۔ اور جو شخص عالم ہے اُس کو ہمارے ان عجائبات کے ذکر سے کوئی فائدہ نہیں ہے بجز اس کے کہ اُس کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ ہم بھی اسکا علم رکھتے ہیں۔ اور ہم کو اس امر کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ پس اب ہم باگ کو روکتے ہیں اور اللہ سے مدد چاہتے ہیں اور اُسی پر بھروسہ ہے ✤

باسٹھواں باب

ساتوں آسمانوں اور جو کچھ اُنکے اوپر ہے اُسکے بیان میں

اور ساتوں زمینوں اور جو کچھ اُن کے نیچے ہے اور ساتوں دریاؤں اور جو کچھ اُن میں عجائب و غرائب ہیں اور جتنی اقسام مخلوقات اُس میں رہتی ہیں ان سب چیزوں کا ذکر ہے

پس اب جاننا چاہئیے کہ اللہ تعالےٰ تجھ کو اپنے روح سے قوت دے کہ اللہ تعالےٰ بالذات خلق کے پیدا کرنے سے پہلے تھا۔ اور تمام موجودات اُس میں مستہلک تھی۔ اور وجود کی کسی چیز میں اُسکا ظہور نہیں تھا اور وہ کنز مخفی تھا جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کی عماء کے ساتھ تعبیر کی ہے کہ جس کے اوپر ہوا ہے اور نیچے بھی ہوا ہے کیونکہ حقایق کی حقیقت اُس کے وجود میں اُن کو کسی نسبت کے ساتھ خصوصیت نہیں ہے نہ اعلے کے ساتھ اور نہ ادنے کے ساتھ اور وہ سفید یاقوت ہے جس کی نسبت حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حق سبحانہ وتعالےٰ خلق کے پیدا کرنے سے پہلے سفید یاقوت میں تھا۔ پس جب حق سبحانہ وتعالےٰ نے اس عالم کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو حقایق کی حقیقت کو دیکھا اور اگر تو چاہے تو یوں کہہ کہ وہ سفید یاقوت کیطرف کہ جو کمال کے اعتبار سے وجود کی اصل ہے۔ پس وہ پگل گیا اور پانی ہو گیا۔ اسی واسطے وجود میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جو خدا کے ظہور کے کمال کو اُٹھا سکے مگر وہی ذات تنہا ایسی ہے کیونکہ اُن حقایق کی حقیقت کہ جو اصل وجود میں

اس امر کا بغیر بطون کے تحمل نہیں کر سکتے۔ پس جب اُسپر ظاہر ہوا تو وہ اُس کی وجہ سے پگھل گیا۔ پھر اُس کو عظمت کی نظر سے دیکھا۔ پس اُس کی وجہ سے وہ ایسا موجزن ہوا جیسے دریا ہواؤں سے موجزن ہوتا ہے۔ پس اُس کے کثایف جوش میں آکر باہر نکل گئے جیسے کہ دریا سے جھاگ باہر نکل جاتی ہیں۔ پس اللہ نے اس جوش سے سات طبقے زمین کے پیدا کیئے۔ پھر ہر طبقے کے رہنے والوں کو اُس کی زمین کی جنس سے پیدا کیا۔ پھر اس پانی کے لطائف اوپر کو ایسے چڑھ گئے جیسے کہ دریاؤں سے بخار اوپر چڑھتے ہیں۔ پس اللہ تعالے نے سات آسمانوں کو اُس سے پیدا کیا۔ اور ہر آسمان کے فرشتوں کو اُس کی جنس سے پیدا کیا۔ پھر اللہ نے اس پانی کو سات دریا بنا دیا کہ وہ تمام عالم کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ پس تمام وجود کی اصل یہ ہے۔ پھر حق تعالے جیساکہ پہلے قدم میں اُس عماء کے اندر جس کو حقیقۃ الحقایق اور کنز مخفی اور یاقوت بیضا کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں موجود تھا ایسا ہی اب ہے اُس چیز میں جس کو اللہ نے اس یاقوت سے پیدا کیا ہے بغیر حلول اور بلا امتزاج کے موجود ہے۔ پس وہ ذرات عالم کے اجزاء میں بغیر تعدد اور بلا اتصال وانفصال کے متجلی ہے۔ پس وہ ان سب میں متجلی ہے کیونکہ اللہ سبحانہ ویسا ہی ہے جیساکہ پہلے عماء اور یاقوت بیضاء میں تھا اور اُس کا یہ کل وجود بھی یاقوت اور عماء ہے اور اگر اللہ تعالے تمام وجود میں متجلی نہ ہوتا تو بے شک جیساکہ وہ ہے اُس سے متغیر ہو جاتا۔ اور حاشا ہر گز یہ بات نہیں ہے۔ پس تغیر بجز اُس مجلا کے جس کو یاقوت بیضا کہتے ہیں اور کسی میں نہیں ہے۔ اور حق سبحانہ کی تجلی میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہے پس وہ اپنی مخلوقات میں ظاہر ہونے کے بعد بھی اپنی کنزیت پر عماء نفسی میں باقی ہے۔ پس تو اُس کو سوجھ لے۔ اور پہلے ہم عماء کا حال اور حقیقۃ الحقایق کا ذکر کر چکے ہیں۔ اور یہ وقت اُن اشیاء کے ذکر کا ہے کہ جو حقیقۃ الحقایق میں موجود ہیں۔ پس پہلے ہم ساتوں آسمانوں کا ذکر کرتے ہیں ٭

پس جاننا چاہئیے کہ یہ آسمان جس کو ہم اپنی نظر سے دیکھ رہے ہیں یہ آسمان دنیا نہیں ہے اور نہ اُس کی رنگت آسمان کی سی رنگت ہے۔ اور نہ اُسکا وصف آسمان کا سا وصف ہے۔ بلکہ یہ ایک بخار زمین کی یبوست اور پانی کی رطوبت سے آفتاب کی حرارت کی وجہ سے ہوا کی طرف بحکم طبیعت چڑھ گیا ہے۔ پس وہ میدان کہ جو آسمان اور زمین کے بیچ میں خالی ہے وہ اُس بخار سے بھرا ہوا ہے۔ اور اسی واسطے ہم اُس کو کبھی نیلا دیکھتے ہیں اور کبھی غبار آلود دیکھتے ہیں اور کبھی سفید و سیاہ ملا ہوا دیکھتے ہیں یہ کل امور اُسی بخار کی وجہ سے ہیں جو زمین سے چڑھتے ہیں اور بقدر روشنی کم ہونے کے ان بخارات میں یہ امور ہیں۔ پس وہ بسبب اپنے متصل ہونے کے آسمان دنیا سے اُسکا نام

آسمان رکھا گیا ہے لیکن آسمان دنیا پر بالذات نظر نہیں پہنچتی کیونکہ وہ نہایت بعید اور لطیف ہے اور دودھ سے زیادہ سفید ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ زمین سے آسمان دنیا تک پانچ صد برس کی مسافت ہے اور یہ بات بالاتفاق ثابت ہے کہ نظر پانچ سو برس کی مسافت طے نہیں کر سکتی پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ جو چیز ہم کو دکھائی دیتی ہے وہ آسمان نہیں ہے۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ستاروں کی شعاع زمین پر نہ گرتی تو وہ نہ دکھائی دیتے۔ اور بہت سے آسمانوں میں ستارے روشن ایسے ہیں کہ جن کی شعاع زمین تک نہیں پہنچتی۔ پس ہم اُن کو بوجہ لطافت اور دوری کے نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن اہل کشف اُن کو دیکھتے ہیں اور اہل زمین سے بیان کرتے ہیں اور اُن کو سمجھا دیتے ہیں +

پس اب جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالے نے سب رزقوں اور غذاؤں کو چار دن میں پیدا کیا ہے اور اُن کو زمین اور آسمان کے درمیان میں چار آسمانوں کے قلب میں پوشیدہ رکھا۔ اُن میں پہلا آسمان فلک حرارت ہے۔ اور دوسرا آسمان فلک یبوست ہے۔ اور تیسرا آسمان فلک برودت ہے اور چوتھا آسمان فلک رطوبت ہے۔ اور اللہ تعالے کے اس قول کے یہی معنی ہیں وقدر فیہا اقواتہا فی اربعۃ ایام سواء للسائلین یعنی برابری کے حکم سے بقدر سوال ذاتی کے واسطے کہ حقایق بالذات اُس چیز سے سوال کئے جاتے ہیں جس کی وہ مقتضی ہے جب مخلوقات کی حقایق سے کوئی حقیقت کسی چیز کی مقتضی ہوتی ہے تو اُس کے واسطے ان خزانوں میں سے بقدر اُس کے سوال کے وہ چیز نازل ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے وان من شیئ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم۔ پھر اللہ تعالے نے اُن فرشتوں کو جو رزق پہنچانے کے لئے موکل ہیں ساتوں آسمانوں میں رکھا ہے۔ پھر ہر آسمان میں ایک فرشتہ ہے جو رزق پہنچانیوالے فرشتوں کو حکم کرتا ہے اور اُسکا نام ملک الحوادث ہے۔ اور اس فرشتہ کے واسطے اس آسمان میں جو ستارے موجود ہیں اُس کی روحانیت بنائی ہے۔ پس آسمان سے ملائکہ ارزاق میں سے کوئی فرشتہ بغیر حکم اُس فرشتہ کے جو اس آسمان کے ستاروں کی روحانیت کو پیدا کیا گیا ہے نہیں اُترتا ہے۔ پس آسمان دنیا کا ستارا چاند ہے۔ اور دوسرے آسمان کا ستارا عطارد ہے۔ اور تیسرے آسمان کا ستارہ زہرہ ہے۔ اور چوتھے آسمان کا ستارا آفتاب ہے۔ اور پانچویں آسمان کا ستارہ مریخ ہے۔ اور چھٹے آسمان کا ستارہ مشتری ہے۔ اور ساتویں آسمان کا ستارا زحل ہے۔ اور آسمان دنیا چاندی سے زیادہ سفید ہے۔ چونکہ اللہ نے اُس کو روح کی حقیقت سے پیدا کیا ہے اس لئے کہ اُس کی نسبت زمین کے ساتھ ایسی ہے

جیسے روح کی جسم کے ساتھ ہے۔ اور ایسے ہی چاند کے آسمان میں کیا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے چاند کے آسمان کو اپنے اسم حی کا مظہر بنایا ہے۔ اور اُس کے آسمان کو بروج کے آسمان میں وجود کی حیات دائر کیا ہے اور اُسپر موہوم اور شہود کا مدار ہے۔ پھر قمری ستارہ کے آسمان کو زمین کی تدبیر کا متولی بنایا ہے جیسے کہ روح جسم کی تدبیر کی متولی ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ آسمان دنیا کو روح کی حقیقت سے نہ پیدا کرتا تو حکمت حیوان کی زمین سے پیدا ہونے کی مقتضی نہ ہوتی۔ بلکہ وہ جمادات کا محل ہوتا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اس آسمان میں آدم علیہ السلام کو رکھا۔ کیونکہ آدم عالم دنیوی کی روح ہے کیونکہ اُس کے سبب سے اللہ تعالےٰ نے موجودات پر نظر رحم کی۔ اور اُس کو آدم کی زندگی سے زندہ کیا۔ پس عالم دنیوی جب تک کہ نوع انسانی زندہ ہے ہمیشہ زندہ رہے گا اور جب اُس سے منتقل ہو جائیگا تو دنیا ہلاک ہو جائیگی اور بعض بعض کے ساتھ مل جائیں گے جیسے کہ جب حیوان کی روح اُس کے جسم سے نکل جاتی ہے تو اُسکا جسم خراب ہو جاتا ہے اور بعض بعض کے ساتھ مل جاتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے اس آسمان کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا ہے جیسے کہ روح کو اُن سب چیزوں سے جو ہیکل انسانی میں ظاہر طور پر موجود ہیں مزین کیا ہے جیسے حواس خمسہ ظاہرہ اور لطایف باطنہ ہیں۔ اور وہ سات قوتیں ہیں۔ یعنی عقل اور ہمت اور فہم اور وہم اور قلب اور فکر اور خیال۔ پس جیسے کہ آسمان دنیا کے ستارے شیاطین کے دفع کرنے والے ہیں۔ ایسی ہی یہ قوتیں جب انسان کی صحیح ہوتی ہیں تو اُس سے وساوس کے شیاطین دفع رہتے ہیں۔ اور اُسکا باطن ان قوتوں کی وجہوں سے محفوظ رہتا ہے جیسے کہ آسمان دنیا شہاب ثاقب سے محفوظ رہتا ہے اور اس آسمان کے فرشتے ارواح بسیط ہیں جو ہمیشہ اس میں خدا کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ پس جب اُس سے کوئی فرشتہ موکل کے حکم سے اُترتا ہے تو وہ اس امر کی صورت بن جاتا ہے جس کے واسطے وہ نازل ہوا ہے۔ پس وہ اس چیز کی جس کا موکل ہے روحانیت ہو جاتا ہے پس ہمیشہ اُس کو اُس محل کیطرف جس کا خدا نے اُس کو حکم کیا ہے رواں کرتا رہتا ہے۔ پس اگر وہ رزق ہے تو اُس کو مرزوق کی طرف پہنچاتا رہتا ہے۔ اور اگر کوئی امر قضائی ہے تو اُس کو جس شخص کے واسطے اللہ نے اُس کو مقدر کیا ہے خواہ وہ خیر ہو یا شر رواں کرتا ہے۔ پھر اس آسمان میں اللہ تعالےٰ کی ہمیشہ تسبیح کرتا رہتا ہے۔ اور اُسکے بعد کبھی کسی نام کے واسطے نہیں اُترتا ہے پس اللہ تعالےٰ نے اسمٰعیل فرشتہ کو اس آسمان کے تمام فرشتوں کا حاکم بنایا ہے اور وہ قمر کی روحانیت ہے۔ پس جب اللہ تعالےٰ اسپر کوئی حکم کرتا ہے اور وہ فرشتہ اس حکم کو پورا کرتا ہے پس وہ کرسی پر بیٹھتا ہے جسکا نام منصۃ الصور ہے۔ پس وہ اُسپر اُس حکم کی صورت بنا کر بیٹھتا ہے اور اپنی بساطت

کیطرف کبھی نہیں لوٹتا ہے بلکہ وہ اُسی شکل اور صورت جرمی اور جزئی پر کہ جس کے ساتھ وجود میں
خدا کی عبادت کرتا تھا قایم رہتا ہے کیونکہ ارواح جب کسی صورت کے ساتھ متشکل ہوجاتے ہیں تو وہ
اس صورت سے بالذات جدا نہیں ہوسکتے۔ اور اپنی بساطت اصلیہ کیطرف لوٹ نہیں سکتے کیونکہ
یہ امر ممتنع ہے لیکن وہ اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ ہر صورت کے ساتھ متشکل بغیر صورت اصلیہ کو
چھوڑے ہوئے ہوسکتا ہے۔ اور وہ صورت اصلی اللہ کی حکمت سے ہے اور یہ روحانی صورت
اللہ تعالے کے وہ کلمات ہیں کہ جو موجودات کے ساتھ قایم ہیں جیسے کہ روح جسم کے ساتھ قایم ہے
پس جب وہ غوض علمی سے جلاء عینی کیطرف ظاہر ہونگے تو بالذات وجود میں قایم اور باقی رہتے ہیں
پس مخلوقات کے تمام اجسام عالم معدن اور نبات اور حیوانات اور الفاظ وغیرہ کے واسطے ایسے
ارواح ہیں کہ جو اُن کے ساتھ اُس صورت پر جسپر اُس کے اجسام تھے قایم رہتے ہیں یہاں تک کہ جب
جسم زایل ہوجاتا ہے تو روح اللہ تعالے کی تسبیح کرتی رہتی ہے۔ اور خدا اُس کو اسی حالت میں باقی
رکھتا ہے کیونکہ حق سبحانہ وتعالے نے ارواح کو فنا کے واسطے نہیں کیا ہے بلکہ بقا کے واسطے پیدا کیا
ہے۔ پس مکاشف جب کسی امر وجود کے کشف کا ارادہ کرتا ہے تو اُسپر یہ ارواح جو اللہ تعالے کے
کلمات ہیں متجلی ہوتے ہیں۔ پس وہ اُن کو معہ اُن کے اسماء اور اوصاف کے پہچانتا ہے پس وجود کی
ہر روح اُن لباسوں میں متجلی ہے کہ جو اوصاف اور رنعوت اور اخلاق اُس جسم کے ہیں جو اُس کا تدبر
تھا۔ اور وہ حیوان اور معدن اور نبات اور مرکب اور بسیط ہے یا اُس صورت پر کہ جس کے معنی روح
تھے اور وہ الفاظ اور اعمال اور اعراض اور اغراض اور جو چیزیں اُس کے مشابہ ہیں وہ سب ہیں۔ اور
یہ امر اُسوقت ہے کہ جب وہ عالم علمی سے عالم عینی کیطرف ظاہر ہو۔ اور لیکن جب عالم علمی میں اپنے
حال پر باقی رہے تو وہ اُن کی ایسی اُسپر انواع خلع سے صورتیں قایم دیکھتا ہے جو عنقریب اعمال اور
اوصاف اُس منظر کے جو جسم یا صورت ہے ہوجائیں گے لیکن وہ یہ بات جانتا ہے کہ اُن کا اسوقت
کوئی وجود سوائے حیثیت ذات کے نہیں ہے۔ پس اُن سے جو چاہتا ہے علوم لیتا ہے لیکن نہ اس
حیثیت سے کہ وہ ہیں بلکہ بحیثیت ذات کے لیکن اُس کے حقایق جس امر کے کہ مقتضی ہیں اس حیثیت
سے علوم کو حاصل کرتا ہے برخلاف اُس صورت کے کہ اگر اُس کو عالم عینی کیطرف ظاہر ہونے کے بعد
دیکھے تو وہ جانتا ہے کہ اُس کا وجود اُسوقت میں بحیثیت اُس کی ذات کے ہے۔ پس وہ اُس سے
کلام کرتا ہے۔ اور علوم اور حقایق کے انواع سے جواب پاتا ہے۔ اور اس مشہد میں انبیاء اور
اولیا جمع ہوتے ہیں۔ پس میں نے اُس میں شہر زبید میں سنہ ہجری ماہ ربیع الاول میں قیام کیا۔ پس

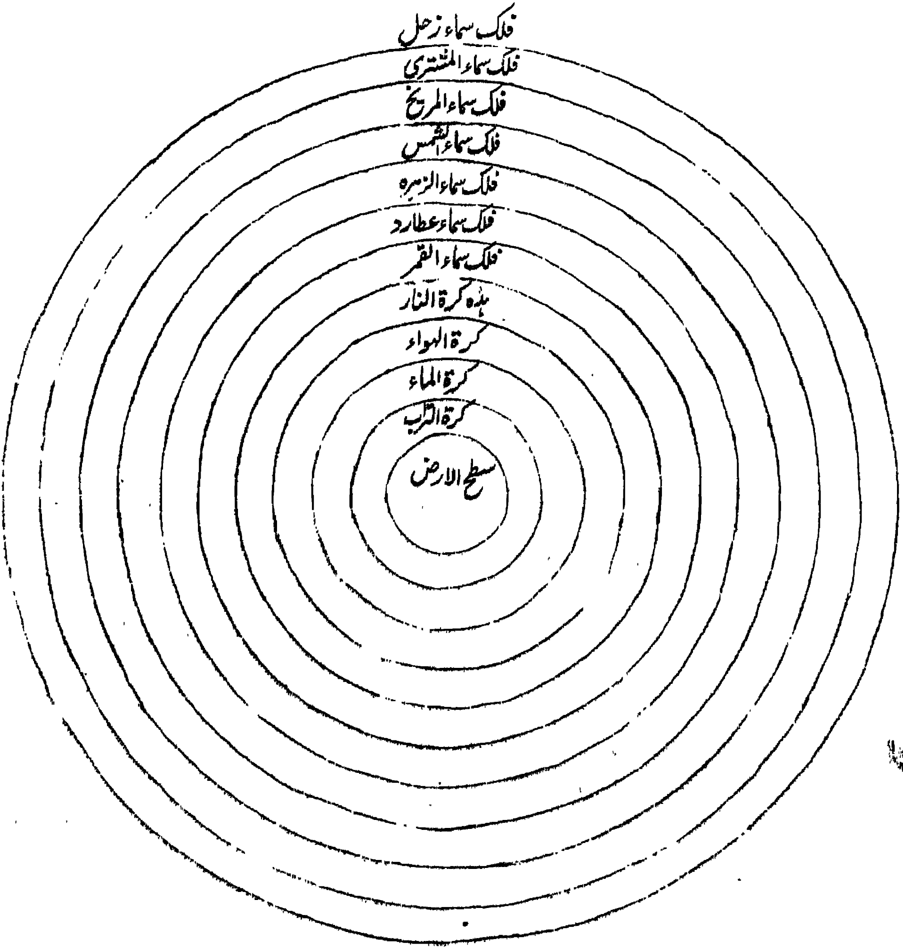
ہیں۔ نے تمام رسل اور انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اور ملائکہ عالین اور مقربین اور ملائکہ تسخیر کو
دیکھا۔ اور تمام موجودات کی روحانیت کو دیکھا اور میں نے تمام امور کے حقایق واقعی طور پر ازل
سے ابد تک معلوم کئے اور علوم الٰہیہ کی حقیقت کو جسکا اس جہان میں ہم ذکر نہیں کر سکتے معلوم کیا۔
اور اس مشہد میں تھا جو کچھ کہ تھا اور دیکھا جو کچھ کہ دیکھا۔ پس تو نیک گمان کر اور خبر مت پوچھ۔
اور بیان کے غوطہ خور نے اس تبیان کے دریا میں یہاں تک غوطے لگائے کہ ان موتیوں کو نکال
لایا۔ پس اب ہم اسی امر پر جو اُس میں ظاہر ہوا۔ اور اُس کا ظاہر کرنا کبھی مناسب نہیں ہے اکتفا کرتے
ہیں۔ اور پھر ہم سماء دنیا کا ذکر کرتے ہیں +

پس جاننا چاہئیے کہ اللہ تعالے نے اس آسمان کے دور کو گیارہ ہزار برس کی راہ کا پیدا کیا
ہے۔ اور یہ آسمان اور آسمانوں سے بہت چھوٹا ہے۔ پس چاند اس آسمان کے دور کو چوبیس گھنٹہ
میں کہ جو معتدل اور مستقیم ہیں طے کرتا ہے۔ پس ہر گھنٹہ میں چار سو اٹھاون برس اور ایک سو بیس
دن کی راہ طے کرتا ہے۔ اور اس آسمان کا قطر چار ہزار اور پانچ سو برس کی راہ کا ہے۔ اور چاند کا
آسمان میں ایک اور آسمان ہے اور اسی طرح ہر ستارہ کے واسطے ایک چھوٹا آسمان ہے کہ وہ بڑے
آسمان پر بالذات گردش کرتا ہے۔ پس بڑا آسمان دیر میں گردش کرتا ہے اور چھوٹا آسمان جلد گردش
کرتا ہے۔ اور جو ستارے کہ تو گردش کرنیوالے دیکھتا ہے وہ بسبب اُن کے آسمان کے گردش کے
اختلاف کے بڑے آسمان کی گردش میں ہیں۔ پس وہ دور میں اُس سے اول ہیں۔ پس اُن کو دیکھنے
والا یہ گمان کرتا ہے کہ وہ لوٹنے والے ہیں حالانکہ وہ لوٹتا نہیں ہے کیونکہ اگر وہ لوٹے تو تمام عالم
خراب ہو جاوے +

اب جاننا چاہئیے کہ قمر کا جرم کمودی ہے اور اُس میں بالذات روشنی نہیں ہے بلکہ جب وہ
اپنے نصف سے آفتاب کے مقابل ہوتا ہے تو اُس سے نور اُس کو حاصل ہو جاتا ہے۔ پس اُس کا
نصف ہمیشہ روشن رہتا ہے۔ اور وہ نصف جو آفتاب کے مقابل نہیں ہے وہ تاریک رہتا ہے اور
اسی واسطے قمر کا نور بغیر جہت آفتاب کے کبھی نہیں دکھائی دیتا۔ برخلاف باقی کواکب سیارہ کے
کہ اُن میں ہر ایک ستارہ بالکل آفتاب کے نور کے مقابل ہوتا ہے۔ اور اُس کی مثال ایسی ہے
جیسے شفاف بلور کہ جب اُس میں نور واقع ہوتا ہے تو اُس کے ظاہر و باطن میں سرایت کر جاتا ہے
برخلاف چاند کے کہ وہ مثل کرہ معدنیہ صیقل کئے ہوئے کے ہے کہ بغیر مقابلہ آفتاب کے نور کو نہیں
قبول کرتا ہے اور اسی واسطے زمین میں اُس کا نور کبھی کم ہوتا ہے کبھی زیادہ ہوتا ہے۔ اور برخلاف

باقی ستاروں کے کہ اُن کا نور ہمیشہ یکساں رہتا ہے ✤

پس اب جاننا چاہئے کہ تمام آسمان ایک دوسرے کو احاطہ کئے ہوئے ہے اُن میں سب سے بڑا آسمان زحل ہے اور سب سے چھوٹا آسمان قمر ہے اور اُن کی یہ صورت ہے ✤



اور ہر ایک آسمان اپنے نیچے والے آسمان کے ساتھ بڑا ہوا ہے اور یہ ایک امر معنوی ہے اس لئے کہ وہ کواکب کی گردش جو وجود میں ہے یعنی اطراف میں اُس کی سمت کا نام ہے اور کواکب اس جسم کا نام ہے جو شفاف اور روشن ہر آسمان میں ہے۔ اور اگر ہم رقایق اور ثوانی اور دقایق اور دخول اور حلول اور سمت اور سیر کا بیان کریں یا ان کے خواص اور مقتضیات کی شرح کریں تو بہت مجلدات کی ہم کو حاجت پڑے۔ اب ہم اس سے اعراض کرتے ہیں کیونکہ ہم کو سوائے معرفت الٰہی

کے دوسری چیز مطلوب نہیں ہے۔ اور یہ ظاہری چیزیں جو ہم نے ذکر کیں ان میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے تحت میں اسرار الٰہیہ کو مثل مغز کی پوست میں نہ رکھدیا ہے اور اللہ حق کہتا ہے۔ اور وہی راہ راست بتلاتا ہے +

اور دوسرا آسمان ایک جوہر شفاف اور لطیف ہے اور اُس کا رنگ سفید وسیاہ ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اُس کو حقیقت فکریہ سے پیدا کیا ہے پس وہ وجود کے لئے ایسا ہے جیسے انسان کے لئے فکر۔ اسی واسطے وہ فلک کاتب کے لئے محل ہے اور کاتب عطارد کو کہتے ہیں یعنی منشی فلک اُس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نام قدیر کا مظہر بنایا ہے اور اُس کی بلندی کو اپنے اسم علیم اور خبیر کے نور سے پیدا کیا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُن ملائکہ کو جو اہل صنعت کے مددگار ہیں اس آسمان میں رکھا ہے اور اُن کے ساتھ ایک فرشتہ کہ جس کو اس ستارہ کی روحانیت بنایا ہے موکل کردیا ہے اور اس آسمان میں تمام آسمانوں سے زیادہ فرشتے ہیں۔ اور اُسی سے عالم موجودات کی طرف علم نازل ہوتا ہے۔ اور جن آسمان دنیا کے میدان کی طرف آتے تھے پس اُس سے دوسرے آسمان کے فرشتوں کی آوازیں سنتے تھے۔ کیونکہ ارواح کو دور کی بات سننے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے لیکن جب وہ اپنے عالم میں ہو۔ اور جب وہ اپنے عالم میں نہیں ہے۔ تو اُن کا حال اس عالم کا سایہ ہے۔ اور جب کہ جن ارواح تھے اور عالم اجسام اور کثافت کی حالت میں تھے تو اُنہوں نے ترقی کی یہاں تک کہ وہ عالم روحی میں پہنچ گئے اور وہ آسمان دنیا کا سطح ہے۔ پس اس بلندی کی وجہ سے دوسرے آسمان کے ملائک کی باتیں سننے اس وجہ سے کہ کوئی چیز فاصل نہیں تھی۔ اور تیسرے آسمان کی باتیں سننا فاصلہ کی وجہ سے غیر ممکن ہے پس اسی طرح سے کل مقام والے بجز اُس چیز کے جو اُن کے اوپر ایک درجہ ہے کشف سے معلوم نہیں کرسکتے۔ پس جب فاصلہ ہوجاتا ہے اور مراتب متعدد ہوتے ہیں تو اُس میں ادنےٰ اور اعلےٰ کو کوئی نہیں پہنچاتا ہے اسی وجہ سے جن آسمان دنیا سے قریب ہوکر دوسرے آسمان کے فرشتوں کی آوازیں سنتے تھے تاکہ کچھ باتیں چراکر یاد کرلائیں اور مشرکین کو غیب کی باتوں کی خبر دیں۔ پس وہ اب جب اس محل تک پہنچتے ہیں تو شہاب ثاقب اُن کو جلادیتا ہے اور وہ نور محمدی ہے جو حجابات ظلمانی والوں کو اُن کے وطن کی کثافت سے ظاہر کرنیوالا ہے۔ پس اُن کو ہمت کے طائر کے بازو جلانے کی طاقت نہیں ہے۔ پس وہ ناامید ہوکر لوٹتے ہیں۔ اور میں نے نوح علیہ السلام کو اس آسمان میں ایک تخت پر جو کبریا کے نور سے بنا ہوا تھا اہل مجد اور ثنا میں بیٹھا ہوا دیکھا۔ پس میں صورت مثالی بن کر اُن کے سامنے گیا اور سلام کیا اُنہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ اور مجھ کو بیٹھنے کیواسطے جگہ خالی کردی اور کھڑے ہوگئے

پس میں نے اُن سے آسمان فکر اور اُن کے مقام بلند کا حال پہنچا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ آسمان ایک جوہر معارف کی لڑی ہے۔ اور اُس میں عوارف کے ابکار متجلی ہوتے ہیں اور نور قدرت سے اس آسمان کے فرشتے پیدا ہیں اور عالم وجود میں ایسی کوئی چیز متصور نہیں ہے کہ جس کے اُس کے ملائکہ اس مشہود کی صورت بنانے کیواسطے متولی نہ ہوں۔ پس وہ تقدیر کے دقایق ہیں کہ جو تصویر کے رقایق کو مضبوط کرنے والے ہیں۔ اور آیات قاہرہ اور معجزات ظاہرہ کا امر اُنپر دور کرتا ہے۔ اور اُن میں سے کرامات باہرہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اس آسمان میں اللہ تعالے نے ایسے فرشتے پیدا کئے ہیں کہ اُن کو خلق کی انوار الٰہی کیطرف رہنمائی کرنے کے سوا کوئی عبادت نہیں ہے۔ اور قدرت کے بازؤں سے عبرت کے آسمان میں وہ اُڑتے رہتے ہیں۔ اور اُن کے سروں پر انوار کے تاج اور اسرار کی باریکیوں سے جڑاؤ رکھی ہوئی ہے۔ پس جو شخص ان میں سے کسی فرشتہ کے پیٹ پر سوار ہؤا تو وہ اپنے بازؤں سے ساتوں آسمانوں پر اُڑا اور روحانی صورتوں کو جسمانی قالبوں میں جب چاہا اور جس طرح چاہا اُتارا۔ پس اگر اُس سے خطاب کیا تو اُس نے اُس سے باتیں کیں۔ اور اگر اُن سے کوئی بات دریافت کی تو اُس کا حال بتا دیا۔ اور اللہ نے اس آسمان کو تیرہ ہزار تین سو تینتیس برس اور ایک سو بیس دن کی راہ کا پیدا کیا ہے اُس کا ستارا جس کا نام عطارد ہے اُس کو ہر گھنٹہ میں پانچ سو چپن برس اور بیس دن کی راہ طے کرتا ہے۔ پس تمام آسمان کو چوبیس گھنٹہ معتدل میں طے کرتا ہے اور بڑے آسمان کو ایک سال پورے گذرنے کے بعد طے کرتا ہے۔ اور اُس فرشتہ کی روحانیت ہے جو اس آسمان کے تمام فرشتوں کا حاکم ہے اور جس کا نام نوحائیل علیہ السلام ہے۔ پھر میں نے اس آسمان میں خدا کی آیات کے عجائب اور اسرار موجودات کے غرائب ایسے دیکھے جن کا اس زمانہ کے لوگوں پر ظاہر کرنا گنجایش نہیں رکھتا ہے۔ پس ہمارے اشارے اور رموز کو سوچ اور فکر کر کہ یہ امر تجھ سے خارج نہیں ہے بلکہ تیرے وجود سے ہے۔ پس ہماری اس رمز کو حل کر +

اور تیسرے آسمان کی رنگت زرد ہے اور وہ زہرہ کا آسمان ہے اُس کا جوہر شفاف ہے اور اُس کے رہنے والے تمام اوصاف میں رنگ برنگ ہیں اور وہ خیال کی حقیقت سے پیدا ہے اور عالم مثال کا محل بنایا گیا ہے اللہ نے اُس کے ستارہ کو اپنے اسم علیم کا مظہر بنایا ہے اور اُس کے آسمان کو صانع اور حکیم کی قدرت کا مجلا بنایا ہے اور اُس کے ملائکہ عجائب اور غرائب اشکال پر پیدا کئے ہیں جو دل میں نہیں گذرتیں ہیں اس میں محال رواں ہے۔ اور بسا اوقات اُس میں جائز حلال بھی ممتنع ہے اور اللہ تعالے نے اس آسمان کے دور کو پندرہ ہزار چھتیس برس اور بیس دن

کی راہ کا پیدا کیا ہے اور اُس کا ستارا جس کا نام زہرہ ہے ہر گھنٹہ میں چھ سو برس اکتیس برس اور ایک ثلث اور اٹھارہ دن کی راہ طے کرتا ہے پس تمام آسمان کو جو بیس گھنٹہ میں طے کرتا ہے۔ اور بڑے آسمان کی سب منزلوں کو تین سو چوبیس دن میں طے کرتا ہے۔ اور اس آسمان کے ملائک اس فرشتہ کے حکم کے تحت میں ہیں جس کا نام صورائیل ہے اور وہ زہرہ کی روحانیت ہے اور اُس کے تمام ملائک تمام عالم کو محیط ہیں۔ اور جو آدمی اُن کو بلاتا ہے وہ اُس کو جواب دیتے ہیں۔ میں نے اس آسمان کے فرشتوں کو الفت کرنے والا دیکھا لیکن مختلف قسموں کے ہیں۔ پس ان میں سے بعض کو اللہ تعالٰی نے سونے والے کی طرف وحی بھیجنے کیواسطے موکل کیا ہے۔ یا صریحًا وحی بھیجتا ہے اور یا ایک ایسی صورت کے ساتھ کہ جس کو جاننے والا سمجھ لے۔ اور بعضوں کو اللہ تعالےٰ نے بچوں کی پرورش اور اُن کو معانی اور اقوال کی تعلیم کے واسطے موکل کیا ہے۔ اور بعضوں کو غمگین کی تسلی اور تفریح کے واسطے پیدا کیا ہے۔ اور بعضوں کو وحشت ناک آدمیوں کی محبت اور تنہا رہنے والوں سے باتیں کرنے کے لئے موکل کیا ہے اور بعضوں کو اللہ تعالےٰ نے اہل تمکین کے احکام بجالانے کے واسطے موکل کیا ہے تاکہ اُن کو بہشت کے پھل حور العین کے ہاتھوں سے پہنچاتے اور بعضوں کو اللہ تعالےٰ نے محبت کی آگ عاشقوں کے دلوں میں روشن کرنے کے واسطے موکل کیا ہے۔ اور بعضوں کو اللہ تعالٰی نے معشوق کی صورت کی حفاظت کے واسطے موکل کیا ہے تاکہ وہ اپنے بیقرار عاشق سے غائب نہ ہو جائے۔ اور بعضوں کو اللہ تعالٰی نے وسیلہ والوں کو خطوط پہنچانے کے لئے موکل کیا ہے۔ اور میں اس آسمان میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوا پس میں نے اُن کو ایک تخت پر کہ جو اسرار کا تھا اور رموز انوار کا ظاہر کرنے والا تھا اور اُس چیز کی حقیقت کا جاننے والا تھا جس کو عقلمندوں کا گروہ نہیں جانتا ہے۔ اور معانی کے حال کا ثابت کرنیوالا تھا۔ اور ربانی اور برتنوں کی قید سے علیحدہ تھا بیٹھا ہوا دیکھا۔ پس میں نے اُن کو سلام کیا اور انہوں نے مجھے جواب دیا اور میرے واسطے جگہ چھوڑ دی اور میں نے اُن سے پوچھا کہ اے میرے آقا تمہارے اس قول کے کیا معنی ہیں کہ اے اللہ میرے تو نے مجھ کو ملک دیا ہے اور احادیث کی تعبیر کا علم سکھایا ہے تو دونوں بادشاہوں سے کون سی مراد لیتا ہے۔ اور کون سی احادیث کی تعبیر سے کنایہ کرتا ہے۔ پس انہوں نے جواب دیا کہ میں مملکت رحمانی کو چاہتا ہوں کہ جو نکتۂ انسانی میں رکھی ہوئی ہے اور احادیث کی تعبیر وہ امانتیں ہیں کہ جو حیوانات کی زبانوں میں دائر نہیں۔ پس میں نے اُن سے کہا کہ اے میرے آقا کیا یہ چیز جو ظاہر رکھی ہوئی ہے بیان اور تصریح کا لباس نہیں

ہے۔ پس انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالے کے بندوں میں ایک امانت ہے جس کو متکلمین اہل رشاد کی طرف پہنچاتے ہیں تو میں نے کہا کہ خدا کی امانت کیسی ہوتی ہے حالانکہ وہ ظہور میں وجود کی اصل ہے۔ پس انہوں نے جواب دیا کہ یہ اُس کا وصف ہے اور یہ اُسکی شان ہے اور یہ اُس کا حکم ہے اور یہ اُس کی عبارت ہے۔ اور امانت کو جاہل زبان میں رکھتا ہے اور عالم اُس کو پوشیدہ دل میں رکھتا ہے اور اُس سے سب متحیر ہیں۔ اور سوائے عارف کے اُس سے کوئی چیز نہیں پا سکتا۔ پس میں نے اُن سے کہا کہ یہ امر کیسا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ جاننا چاہئے کہ اللہ تیری مدد کرے کہ اللہ تعالے نے اپنے اسرار کو مثل اشارات کے موتیوں کی کہ جو عبارات کے اسرار میں رکھے ہوئے ہیں بنایا ہے۔ پس وہ راستہ میں پڑے ہوئے ہیں اور رفیق کی زبانوں پر دائر ہیں اور عام لوگ اُس کے اشارہ کو نہیں جانتے اور اُس کی عبارت کے مطالب کو خاص لوگ پہچانتے ہیں پس اُس کے مقتضاء کے موافق اُس کی تاویل کرتے ہیں۔ اور بحیثیت اُس کی مرضی کے تعبیر کرتے ہیں اور خوابوں کی تعبیر اس دریا کی تھوڑی سی تری ہے یا اس جنگل کے پتھروں میں سے ایک سنگریزہ ہے۔ پس میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اشارہ کو معلوم کیا۔ حالانکہ اس تحقیق کو میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ اور پھر میں نے اُس کو چھوڑ دیا اور میں رفیق اعلےٰ کی طرف لوٹا اور وہ رفیق اچھا ہے +

اور چوتھا آسمان ایک جوہر روشن رنگ والا ہے اور وہ آفتاب کا آسمان ہے اور وہ سب آسمانوں کا قطب ہے اللہ تعالے نے اس آسمان کو نور قلبی سے پیدا کیا ہے اور اُس میں آفتاب کو بمنزلہ فلک کے اُس چیز کے واسطے کہ جس کی عمارت موجود ہے بنایا ہے اور اُس سے اُس کی تروتازگی ہے۔ اور اُس سے تمام ستارے اپنے انوار کو حاصل کرتے ہیں اور اپنی بلندی مراتب کو اُسی سے چاہتے ہیں۔ پس اللہ تعالے نے اس ستارہ شمسی کو اس فلک قلبی میں الوہیت کا مظہر اور اپنے اوصاف مقدس کے انواع کا مجلا بنایا ہے۔ پس آفتاب تمام مخلوقات عندیہ کی اصل ہے جیسے کہ اسم اللہ تمام مراتب علیا کا اسم ہے اور حضرت ادریس علیہ السلام اس مقام نفیس میں بوجہ اپنی حقیقت قلبیہ کے علم کے نازل ہوئے ہیں۔ پس مرتبہ رتبی میں اپنے غیر سے متمیز ہوئے اور اللہ نے اس آسمان کو انوار کا جائے نزول اور اسرار کی کان بنایا ہے۔ پھر فرشتہ جلیل کہ جس کا نام اسرافیل ہے وہ اس آسمان کے ملائکہ کا حاکم ہے اور وہ شمس کی روحانیت ہے اور وجود میں کوئی پستی رفع نہیں ہوتی اور اُس میں بسط اور قبض پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اس فرشتہ کے تصرف سے جس کو اللہ تعالے نے اس آسمان میں رہنے کا حکم دیا ہے

اور وہ سب فرشتوں سے ہیبت میں بڑا ہے اور وسعت میں اور رحمت میں بہت قوی ہے۔ اور سدرۃ المنتہیٰ سے تحت الثریٰ تک تمام امور میں اُسی کا تصرف ہے اور ہر شریف و صنیع پر قادر ہے اور اُس کا جلوہ گاہ کرسی کے قریب ہے۔ اور اُس کے رہنے کی جگہ ہی فلک شمسی ہے اور اُس کا عالم تمام آسمان و زمین اور جو کچھ اُس میں عقل اور حس ہے سب ہیں +

پھر جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے فلک شمسی کو سترہ ہزار اور انتیس برس اور ساٹھ دن کی راہ کا بنایا ہے پس وہ تمام آسمان کو چوبیس گھنٹہ معتدل میں طے کرتا ہے اور بڑے آسمان کو تین سو اور پینسٹھ اور چہارم حصہ دن اور تین دقیقہ میں طے کرتا ہے +

پس اب جاننا چاہیئے کہ یہ مقام جس میں ادریس علیہ السلام تھے وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مقامات میں سے ایک مقام ہے دیکھو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شب اسرٰے میں چوتھے آسمان پر پہنچے ہیں تو اُس کے بعد اور اوپر گئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ادریسی تک پہنچنے کی وجہ سے مقامات علیا میں مرتبہ مربوبیت کی تحقیق کا مشاہدہ کیا اور اُس سے متجاوز ہو کر جو چیز کہ اعلے تھی اُس کو دیکھا یہاں تک کہ اُن کی سعادت کا فرمان معہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ کی خلعت کے ظاہر ہوا پس عبودیت کا مقام محمود ہے اور وہ لواء الحمد بلند اور مرتبہ والا ہے +

پس اب جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام وجود کو آفتاب کی قرص میں پوشیدہ کیا ہے اور قوائے طبیعہ وجود میں خدا کے حکم سے اُس کو تھوڑا تھوڑا ظاہر کرتے ہیں پس آفتاب اسرار کا نقطہ اور انوار کا دائرہ ہے اور اکثر انبیاء علیہم السلام جو اہل تمکین ہیں وہ اس آسمان بلند کے دائرہ میں مثل عیسیٰ علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام اور داؤد اور ادریس اور جرجیس علیہم السلام وغیرہ کے سب اس منزل میں نازل ہیں اور اس مقام بلند میں قایم ہیں اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے +

اور پانچواں آسمان اُس ستارہ کا آسمان ہے جس کا نام بہرام ہے اور وہ عظمت الٰہی اور انتقام کا مظہر ہے۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اُس کی عظمت اور جبروت اور اُس کی عزت اور ملکوت دیکھنے کے واسطے اُس میں نازل ہوئے۔ اور اسی واسطے کسی نے لغزش کا ارادہ نہیں کیا اور اُن میں سے کوئی بغیر ہم یا خلعت کے نہیں ہے۔ اور اُس کا آسمان وہم کے نور سے پیدا ہوا ہے۔ اور اُس کی رنگت خون کی طرح سرخ ہے۔ اور اس آسمان کے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے کمال کے آئینہ اور جلال کے مظاہر پیدا کیا ہے اور اُنہیں کے سبب سے اس وجود میں اللہ تعالےٰ کی عبادت کی۔ اور

اُنھیں کی وجہ سے اہل تقلید نے حق سبحانہ کو سجدہ کیا اور اللہ تعالے نے ان فرشتوں کی عبادت کو بعید کے واسطے قریب کرنا اور ناپید کو پیدا کرنا بنایا ہے۔پس بعضے اُن میں سے ایسے ہیں کہ جن کی عبادت ایمان کے قواعد کی دل میں مضبوط کرنے والی ہے۔اور بعضوں کی عبادت عالم اسرار سے کفار کی دفع کرنے والی ہے۔اور بعضوں کی عبادت مریض کی شفا دینے والی اور ٹوٹی ہوئی ہڈی کی جوڑنیوالی ہے۔اور بعضوں کو قبض ارواح کے واسطے پیدا کیا ہے۔پس وہ حاکم کے حکم سے بے قصور قبض ارواح کرتے ہیں۔اور اس آسمان کے حاکم عزرائیل علیہ السلام ہیں اور وہ مریخ کی روحانیت ہیں کہ جو صاحب انتقام اور توبیخ ہے۔اور اللہ تعالے نے اس آسمان کو اس فرشتہ کا وطن بنایا ہے اور اُس کا مقام علم اعلے کے نزدیک ہے۔اور انتقام اور قبض ارواح اور انتقام کے واسطے زمین پہ کوئی فرشتہ بغیر اس فرشتہ کے حکم کے نازل نہیں ہوتا ہے اور وہ بہرام کی روحانیت ہے ❊

پس اب جاننا چاہئے کہ اللہ تعالے نے اس آسمان کے دور کو انیس ہزار آٹھ سو اور تینتیس برس اور ایک سو بیس دن کی راہ کا بنایا ہے یہ ستارہ اُس سے ہر گھنٹہ میں آٹھ سو ۲۶ برس اور ایک سو چالیس دن کی راہ طے کرتا ہے۔پس تمام آسمان کو چوبیس گھنٹہ میں طے کرتا ہے۔اور بڑے آسمان کو تقریباً پانچ سو چالیس دن میں طے کرتا ہے۔اور اُس کی روحانیت وہی چیز ہے جو تلوار والوں اور بدلا لینے والوں کی مددگار ہے۔اور وہ اُس شخص کا موکل ہے جس کی مدد کا اللہ تعالے ارادہ کرتا ہے ❊

اور چھٹے آسمان کے رہنے کی جگہ نور ہمت ہے اور وہ ایک جوہر شفاف روحانی نیلگون رنگ والا ہے اور اُس کا ستارا قیومیت کا مظہر اور دیمومیت کا منظر ہے اور بڑے نور والا ہے اور اُس کا نام مشتری ہے اور میں نے موسیٰ علیہ السلام کو اس مقام میں متمکن اس آسمان کی سطح پر اپنا قدم رکھے ہوئے دیکھا اور سدرۃ المنتہی کی ساق کو اپنے نیدھے ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھے۔اور ربوبیت کے تجلی کی شراب سے بیہوش تھے۔اور الوہیت کی عزت سے حیران تھے اور اُن کے علم کے آئینہ میں تمام موجودات کی شکلیں منطبع تھیں۔اور اُن کی انیت میں ملک دیان کی ربوبیت متجلی تھی اور اُن کی منظر کو دیکھنے والا دہشت کھاتا تھا۔اور اُن کے حال سے وارد وصادر برانگیختہ ہوتا تھا۔پس میں ادب سے اُن کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اُن کے مرتبہ کو تحقیق کرنے کے بعد اُن کو سلام کیا۔ پس اُنھوں نے اپنے سر کو ازل کی بیہوشی سے اُٹھایا۔اور میرے واسطے جگہ خالی کی۔پس میں نے اُن سے کہا کہ اے میرے آقا ناطق صواب نے خبر دی ہے کہ جو خطاب میں صادق ہے کہ تم کو

لن ترانی کا خلعت اہل استانہ سے عنایت ہوا ہے۔ اور یہ تمہاری حالت اہل حجاب کی حالت کے غیر ہے
پس اُنہوں نے مجھ کو اس امر عجیب کی حقیقت بتائی اور یہ کہا کہ میں جب اپنی زمین کے مصر سے
نکل کر حقیقت فرض کیطرف گیا اور اپنے قلب کے طور سے مجھ کو رب کی زبان سے اور احدیت کے
درخت کی طرف سے وادئ مقدس میں انوار ازلی کے ساتھ ندا دی گئی کہ میں اللہ ہوں اور کوئی معبود
سوائے میرے نہیں ہے۔ پس میری عبادت کر و پس جب میں نے اُس کے حکم کے موافق
عبادت کی اور اُس کے اسماء و صفات کی جیساکہ وہ مستحق ہے ثنا کی تو ربوبیت کے انوار نے مجھ
تجلی کی۔ پس اُس نے مجھ کو مجھ سے لے لیا۔ پس میں نے مقام فنا میں بقا کو طلب کیا اور محدث کا ثابت
تجلی کی۔ پس اُس نے مجھ کو مجھ سے لے لیا پس میں نے مقام فنا میں بقا کو طلب کیا اور محدث کا ثابت رہنا قدیم کے ظہور کے وقت
محال ہے پس زبان سری نے اس امر عظیم کو بیان کر کر ندا دے پس میں نے کہا کہ رب میرے مجھ کو اپنا نور دکھا کہ میں تیری انیت کیطرف
حضرت قدس میں داخل ہوں پس میں نے اس استانہ سے لن ترانی ولکن انظر الی الجبل کا جواب سنا۔ اور وہ تیری ذات ہے کہ
ظاہر کر دے قایم ہو جائے پس عنقریب تو مجھ کو دیکھے گا۔ پس جب اُس کے رب نے پہاڑ پر تجلی
کی اور مجھ کو حقیقت ازل نے اپنی طرف کھینچا اور قدیم حادث پر ظاہر ہوا تو پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا
اور موسیٰ علیہ السلام اُس کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پس قدیم میں سوائے قدیم کے کچھ باقی نہ
رہا اور عظیم نے عظمت کے ساتھ تجلی کی۔ اور یہ امر اس بنا پر ہے کہ اُس کا ادراک کرنا غیر ممکن ہے
اور اُس کا حصر جائز نہیں ہے پس اُس کی معیت کا ادراک نہیں ہو سکتا ہے اور نہ وہ دکھائی
دیتی ہے اور نہ اُس کی کُنہ علم میں آسکتی ہے۔ پس جب ازل کا ترجمان اس خطاب پر مطلع ہوا
تو تم کو اُس کی ام الکتاب سے خبر دی پس حق اور صواب بیان کیا۔ پھر میں نے اُس کو چھوڑ دیا۔
اور لوٹ آیا اور اُس کے دریا سے چلو میں جو کچھ لینا تھا وہ لے لیا +

پس اب جاننا چاہئے کہ اللہ نے اس آسمان کے دور کو بائیس ہزار اور چھیاسٹھ برس اور
آٹھ مہینے کی راہ کا بنایا ہے پس اُس کا ستارہ جس کو مشتری کہتے ہیں ہر گھنٹہ میں نو سو انیس برس
اور پانچ مہینے اور ساڑھے ستائیس دن کی راہ طے کرتا ہے پس تمام آسمان کو چوبیس گھنٹہ میں طے
کرتا ہے اور بڑے آسمان کو بارہ برس میں طے کرتا ہے اور ہر سال بڑے آسمان کا ایک برج طے
کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس آسمان کو نور رحمت سے پیدا کیا ہے۔ اور میکائیل کو اُس کے
ملائک کا موکل بنایا ہے اور وہ رحمت کے ملائک ہیں اور اللہ تعالےٰ نے اُن کو انبیاء علیہم السلام
کا معارج اور اولیاء رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا مراقی بنایا ہے اور اُن کو اللہ تعالےٰ نے

رقایق کے پہنچانے کے لئے جس کے کہ حقایق مقتضی ہیں اُسکی طرف پیدا کیا ہے۔ اور اُن کا طریقہ پست کو بلند کرتا ہے اور مشکل کو آسان کرتا ہے اور تمام زمین میں بسبب اہل زمین کے بلند ہونے کے پستی کی تاریکی سے دوڑتے ہیں۔ پس وہ ملائکہ میں اہل بسط و قبض ہیں۔ اور وہ ارزاق کے پہنچانے کیواسطے بقدر حیثیت کے موکل ہیں اور اُن کو اللہ تعالے نے صاحب تعرف بنایا ہے پس وہ ملائکہ میں ایسے ہیں کہ اُن کی دعا قبول ہوتی ہے۔ وہ جس کے لئے دعا کرتے ہیں وہ اُن کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ اور جس بیمار پر گذرتے ہیں وہ اچھا اور تندرست ہوجاتا ہے اور اُنہیں کیطرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اس قول میں اشارہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا آمین ملائکہ کی آمین کہنے کے ساتھ موافق ہوگیا تو اُس دعا قبول ہوگئی اور اُس کی خواہش پوری ہوگئی۔ پس ہر فرشتے کی دعا مقبول نہیں ہوتی۔ اور نہ ہر حمد کرنے والے کی ثنا اچھی ہوتی ہے۔ پھر میں نے اس آسمان کے ملائک کو دیکھا کہ تمام اقسام حیوانات پر پیدا کئے گئے ہیں اُن میں بعضوں کو اللہ تعالے نے طائر کی صورت میں پیدا کیا ہے کہ اُس کے بیشمار بازو ہیں اور اس قسم کے ملائکہ کی عبادت اسرار کی خدمت ہے اور اُن کا ظلمت کی پستی سے عالم انوار کیطرف بلند کرتا ہے اور بعضوں کو اللہ تعالی نے داغی گھوڑوں کی صورت میں پیدا کیا ہے اور اس گروہ مکرم کی عبادت یہ ہے کہ قلوب کو شہادت کی قید سے غیوب کے میدان میں لیجاتے ہیں۔ اور بعضوں کو اللہ تعالے نے اچھے اونٹوں اور اُن کے سواروں کی صورت میں پیدا کیا ہے۔ اور اس نوع کی عبادت یہ ہے کہ نفوس کو عالم محسوس سے عالم معانی کیطرف لیجاتے ہیں۔ اور بعضوں کو اللہ تعالے نے خچروں اور گدھوں کی صورت میں پیدا کیا ہے۔ اور اس نوع کی عبادت حقیر کا بلند کرنا اور ٹوٹی ہوئی کا جوڑنا اور قلیل کو کثیر کرنا ہے۔ اور بعضوں کو اللہ تعالے نے بصورت انسان پیدا کیا ہے۔ اور ان کی عبادت دینوں کے قواعد کی حفاظت کرنا ہے۔ اور بعضوں کو اللہ تعالے نے جواہر اور اعراض کی صفت پر پیدا کیا ہے۔ اور انکی عبادت مریضوں کے جسم کو صحت پہنچانا ہے۔ اور بعضوں کو اللہ تعالے نے دانہ اور پانی اور تمام کھانے اور پینے کی اشکال پر پیدا کیا ہے۔ اور ان کی عبادت تمام مخلوقات کو ارزاق پہنچانا ہے۔ پھر میں نے اس آسمان میں ایسے ملائکہ کو دیکھا کہ جو دو چیزوں سے ملکر پیدا ہوئے ہیں۔ پس آدھی آگ سے اور آدھی برف کے پانی سے۔ پس وہ پانی نہ آگ کو بجھاتا ہے اور نہ یہ آگ اس پانی کی حالت کو بدلتی ہے +

پس اب جاننا چاہئے کہ میکائیل علیہ السلام اس آسمان کے ستارہ کی روحانیت ہیں اور وہ اس

آسمان کے تمام فرشتوں کے حاکم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس آسمان کو اُن کا وطن بنایا ہے اور اُن کا جلوہ گاہ سدرۃ المنتہیٰ کی سیدھی جانب ہے +

پس میں نے اُن سے براق محمدیؐ کا حال پوچھا کہ آیا وہ اس جگہ سے پیدا تھا اُنہوں نے جواب دیا کہ نہیں اِس لئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑدے پڑے ہوئے نہیں تھے۔ پس انکا بھید نور کے آسمان سے نہ نازل ہؤا۔ اور یہ عقل اول کے رہنے کی جگہ اور روح افضل کا منشا ہے۔ پس اُن کا براق اس مقام عالی کے آسمان سے ہے اور اُن کے ترجمان جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اور وہ روح الامین ہیں اور اُن کے سوا دوسرے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کاملین کی سواریاں سفیر اسفلے میں اس آسمان کے اونٹوں پر ہیں۔ پس وہ اُنپر طبایع کی زمین کی پستی سے اوپر کو چڑھتے ہیں یہاں تک کہ وہ ساتویں آسمان سے اوپر نکل جاتے ہیں۔ اور سوائے صفات کے ان کی کوئی سواری نہیں ہے اور نہ سوائے ذات کے کوئی ترجمان ہے +

اور ساتواں آسمان زحل مکرم کی جگہ ہے اور اُسکا جوہر شفاف سیاہ اندھیری رات کیطرح ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو عقل اول کے نور سے پیدا کیا ہے اور اُس کو منزل افضل بنایا ہے پس وہ سیاہی کے ساتھ رنگ برنگ ہے اس سے اشارہ اُس کے بھیدوں اور بھیدوں کیطرف ہے پس اسی واسطے عقل اوّل بجز کل عالم کے کسی کو نہیں پہچانتی ہے۔ اور یہ کیوان کا آسمان ہے کہ تمام عالم موجودات کو محیط ہے اور تمام آسمانوں میں افضل اور تمام موجودات سے اعلے ہے۔ اور تمام ثابت ستارے اُس میں آہستہ سیر کرتے رہتے ہیں اور اُس کے آسمان کا دورہ چوبیس ہزار پانسو برس کا ہے اور اُس کا ستارہ ہر گھنٹہ میں ایک ہزار بیس برس اور دس مہینے کی راہ طے کرتا ہے۔ اور بڑے آسمان کو تیس برس کی مدت میں طے کرتا ہے۔ اور تمام ستارے ثابت جو اُس میں موجود ہیں اُن کا سیر ایسا مخفی ہے کہ ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ اور بعضے ان میں سے اس آسمان کے ہر برج کو تیس برس میں طے کرتے ہیں۔ اور بعضے اُن میں سے اس سے کم یا زیادہ میں طے کرتے ہیں اور بہ سبب ان کے کثیر اور باریک ہونے کے پہچان میں نہیں آتے ہیں۔ اور منجمین کے نزدیک اُن کے کچھ نام نہیں ہیں لیکن اہل کشف ہر ستارہ کے نام کو پہچانتے ہیں اور اُس سے اُس کا نام لیکر خطاب کرتے ہیں اور اُس کے سیر کا حال پوچھتے ہیں پس وہ اُن کو جواب دیتا ہے اور اُن کو اپنے آسمان کی خبر بیان کرتا ہے۔ پھر اس آسمان کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا ہے کہ جو تمام عالم موجودات کو محیط ہے اور تمام آسمانوں کو جو اُس کے نیچے ہیں اُس کے بعد پیدا کیا ہے پس وہ اُس عقل اول کا نور ہیں کہ جو عالم محدثات

ہیں سب سے پہلے پیدا ہوئی ہے۔ اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو اس آسمان میں کھڑے ہوئے دیکھا کہ اُن کا ایک جلوہ گاہ تھا کہ جو عرش کی سیدھی جانب کرسی کے اوپر تھا اور وہ اُس پر بیٹھے ہوئے یہ آیت پڑھتے تھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ علے الکبر اسمعیل واسحاق الآیۃ +

اب جاننا چاہیئے کہ اس آسمان کے ملائکہ کل مقربین ہیں اور ہر ایک کے واسطے بقدر اُس کے مرتبہ کے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے واسطے معین کیا ہے منزل ہے اور اُس کے اوپر سوائے فلک اطلس کے اور کچھ نہیں ہے اور وہ بڑا آسمان ہے کہ جس کا سطح کرسی اعلےٰ ہے اور فلک اطلس اور فلک کوکب کے درمیان میں تین افلاک وہمی اور حکمی ہیں کہ جن کا وجود سوائے حکم کے قریب عین فلک اول کے ہے اور کچھ نہیں ہے اور وہ فلک اعلے فلک ہیولا پر ہے۔ اور دوسرا فلک فلک ہوا ہے۔ اور تیسرا فلک فلک عناصر ہے اور وہ سب سے آخر کار آسمان ہے کہ جو فلک کوکب سے ملا ہوا ہے۔ اور بعض حکما کہتے ہیں کہ پھر چوتھا آسمان ہے جس کو فلک طبایع کہتے ہیں +

پس اب جاننا چاہیئے کہ فلک اطلس سدرۃ المنتہیٰ کا میدان ہے اور وہ کرسی کے نیچے ہے اُس کا بیان پہلے گذر چکا ہے اور سدرۃ المنتہیٰ میں ملائکہ کروبیوں رہتے ہیں پس میں نے اُن کو مختلف صورتوں میں دیکھا ہے اور اُن کے شمار کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا ہے۔ اور تجلیات کے انوار اُن پر یہاں تک منطبق ہیں کہ اُن میں سے کوئی اپنی آنکھ کے پلک کو نہیں ہلا سکتا ہے۔ پس بعضے اُن میں سے اپنے مُنہ کے بل پڑے ہوئے ہیں۔ اور بعضے اُن میں سے اپنے زانوؤں پر پڑے ہوئے ہیں اور وہ اکمل ہیں۔ اور بعضے اپنے پہلو کے بل پڑے ہوئے ہیں۔ اور بعضے کھڑے ہوئے ہیں اور وہ بہت زبردست ہیں۔ اور اُس کی ہویت میں حیران ہیں۔ اور بعضے اُس کی انیت میں متحیر ہیں اور میں نے اُن میں سے سو فرشتوں کو دیکھا جو ان سب پر اپنے ہاتھوں میں نور کے ستون۔ لئے ہوئے مقدم ہیں۔ اور ہر ایک ستون پر اللہ تعالےٰ کے اسما حسنیٰ سے ایک ایک نام لکھا ہوا ہے۔ اور وہ اپنے قریب کے فرشتوں کروبیوں کو اُس سے ڈراتے ہیں اور اہل اللہ میں سے جو اُن کے مرتبہ کو پہنچ گیا ہے اس کو بھی ڈراتے ہیں۔ پھر میں نے ان سو فرشتوں میں سے سات کو دیکھا کہ وہ اُن سب سے آگے ہیں اور اُن کا نام قایمۃ الکروبین ہے اور میں نے ان سات میں سے تین کو دیکھا کہ جن کا نام اہل المراتب والتمکین ہے۔ اور ان تین میں سے ایک کو دیکھا جو سب سے آگے ہے اور اُس کا نام عبد اللہ ہے اور یہ کل ملائکہ عالین ہیں جن کو آدم کے سجدہ کرنے کا حکم نہیں کیا گیا تھا۔ اور اُن کے اوپر وہ فرشتہ جس کا نام قلم وغیرہ ہے یہ بھی عالین ہیں اور باقی ملائکہ مقربین جو اُن کے قریب اور ان کے ماتحت ہیں۔

جیسے جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل وغیرہ علیہم السلام ہیں۔ اور میں نے اس آسمان میں ایسے عجائب وغرائب دیکھے کہ جن کا بیان نہیں ہو سکتا ہے ۔

پس اب جاننا چاہیئے کہ تمام آسمان جن کو اللہ تعالےٰ نے اس عالم میں پیدا کیا ہے وہ اٹھارہ ہیں۔ اُن میں پہلا آسمان عرش محیط ہے۔ اور دوسرا آسمان کرسی ہے۔ اور تیسرا آسمان فلک اطلس ہے اور اُس کو فلک سدرۃ المنتہیٰ بھی کہتے ہیں۔ اور چوتھا فلک ہیولا ہے۔ اور پانچواں آسمان ہوا ہے۔ اور چھٹا آسمان عناصر ہے۔ اور ساتواں آسمان طبایع ہیں۔ اور آٹھواں آسمان مکوکب ہے اور وہ فلک زحل ہے اور اُس کا نام فلک الافلاک ہے۔ اور نواں آسمان فلک مشتری ہے۔ اور دسواں آسمان فلک مریخ ہے۔ اور گیارھواں آسمان فلک شمس ہے۔ اور بارھواں آسمان فلک زہرہ ہے۔ اور تیرھواں آسمان فلک عطارد ہے۔ اور چودھواں آسمان فلک قمر ہے۔ اور پندرھواں آسمان فلک اثیر اور وہ فلک نار ہے۔ اور سولھواں آسمان فلک ہوا ہے۔ اور سترھواں آسمان فلک آگ ہے۔ اور اٹھارھواں آسمان فلک تراب ہے اور وہ دریائے محیط جس میں بہموت رہتی ہے۔ اور وہ ایک مچھلی ہے کہ جو زمین کو اپنے دونوں مونڈھوں پر اُٹھائے ہوئے ہے۔ پھر فلک ہوا پھر فلک نار پھر فلک قمر اور اوپر کو شمار کرتا چلا جا جیسے کہ نیچے کو اُترتا آیا ہے۔ پھر عالم کے ہر موجود کے لئے ایک وسیع آسمان ہے جس کو مکاشف دیکھتا ہے اور وہ اُسمیں پہنچ کرتا ہے۔ اور وہ اُسکی خواہش کو جانتا ہے۔ پس یہ افلاک بسبب اپنی کثرت کے بیشمار ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُلٌّ فِی فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ۔

پس اب جاننا چاہیئے کہ فلک نار اور فلک ماء اور فلک ہوا ان سب کے چار طبقے ہیں۔ اور فلک تراب سات طبقوں پر ہے اور عنقریب ان سب کا بیان اس باب میں آئے گا۔ اُن سب میں سے پہلے ہم زمین اور اُس کے طبقات کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے ذکر کے بعد زمین کا ذکر کیا ہے چنانچہ ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ پس زمین کے پہلے طبقہ کو اللہ تعالےٰ نے دودھ سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار پیدا کیا تھا۔ پس چونکہ آدم علیہ السلام اللہ کی نافرمانی کرنے کے بعد اس پر چلے اور پھرے تو وہ غبار آلود ہو گیا۔ اور اس زمین کا نام ارض النفوس ہے اسی وجہ سے اُس میں حیوانات رہتے تھے۔ اور اس زمین کے کرہ کا دور گیارہ سو چھیاسٹھ برس اور دو سو چالیس دن کی راہ کا ہے اس کے تین حصوں میں احاطہ کے طور پر پانی ہے اور ایک حصہ بیچ کی زمین کا بجز اُسکے کچھ جو جانب شمال سے ملا ہوا ہے باقی رہ گیا ہے اور جنوب کی کل جانب پانی کے نیچے آدھی زمین ڈھکی ہوئی ہے پھر اُسکا ربع جانب شمالی سے پانی کے نیچے ہے پس اب چہارم باقی رہ گیا اور اُس چہارم میں سے تین حصے خراب ہے۔ پس اب چہارم میں سے چہارم رہ گیا پھر

چہارم جو باقی رہ گیا ہے اُس کے رہنے کی مدت چوبیس برس کی راہ کے سوا زیادہ نہیں ہے اور باقی جنگل اور خشکی اور آبادی ہے اور اُن میں ایسے راستہ ہیں جنمیں آمد و رفت ممکن ہے۔ اور سکندر ذوالقرنین اس چہارم کو جو باقی ہے اُس میں پہنچا ہے اور اُس کے قطر کا شرق سے غرب تک سیر کیا ہے اس واسطے کہ اُس کے شہر مغرب میں سے تھے اور وہ روم کا بادشاہ تھا۔ پس اُس نے پہلے اُسکے پہلو کے جو چیز متصل تھی اسپر چلنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ زمین کے باطن کو پہنچا۔ پس وہ آفتاب کے غروب ہونے کی جگہ تک پہنچ گیا۔ پھر وہ جنوب کی طرف چلا اور وہ اُس کے یہاں تک مقابل ہؤا کہ اُس نے ان سب چیزوں کے ظہور کی حقیقت کو معلوم کر لیا اور آفتاب کے نکلنے کی جگہ تک پہنچ گیا۔ پھر جانب جنوبی کیطرف چلا جہاں تاریکی ہے یہاں تک کہ یاجوج و ماجوج کے قریب پہنچا اور وہ زمین کی جانب جنوبی میں ہیں اور اُن کی نسبت زمین سے ایسی ہے جیسے وساوس کی نسبت نفس سے ہے اور وہ بیشمار ہیں اُن کی زمین میں آفتاب کبھی نہیں نکلتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ بہت ضعیف ہیں یہاں تک کہ وہ اس زمانہ میں دیوار خراب کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر وہ جانب شمال کیطرف چلا یہاں تک کہ ایسی جگہ پہنچا کہ جہاں آفتاب غروب نہیں ہوتا تھا اور اس زمین کو اللہ تعالے نے سفید پیدا کیا ہے اور وہ رجال الغیب کا مسکن ہے اور اُس زمین کے بادشاہ خضر علیہ السلام ہیں۔ اور اس شہر کے رہنے والوں سے ملائک باتیں کرتے ہیں۔ اور اُس میں کبھی کوئی آدمی نہیں پہنچا ہے اور نہ کوئی خدا کا نافرمان پہنچا ہے وہ اپنی اصلی پیدائش پر ہے اور بلغار کے قریب ہے جو عجم میں ایک شہر ہے اُس میں جاڑوں کے موسم میں عشاء کی نماز واجب نہیں ہوتی ہے کیونکہ فجر کا شفق اُس میں مغرب کا شفق غروب ہونے سے پہلے نکل آتا ہے اسی وجہ سے نماز عشاء واجب نہیں ہے۔ اور اس زمین کے عجائبات بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کے عجائبات کے اخبار پہلے بیان ہو چکے اور یہ زمین باعتبار مرتبہ کے خدا تعالے کے نزدیک سب زمینوں سے اشرف ہے اسواسطے کہ وہ انبیاء اور مرسلین اور اولیاء و صالحین کا محل ہے۔ پس اگر آدمی اُسکی معرفت سے غافل نہ ہوتے تو تو اُن کو غیب کی باتیں کرتے ہوئے دیکھتے اور مشکل کاموں میں تصرف کرنیوالا پاتا۔ اور خدا کی قدرت سے جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں پس ہمارے اشارہ کو سمجھ لے اور خوب پہچان لے۔ اور ظاہر کیطرف خیال نہ کر کیونکہ ہر ظاہر کا باطن ہؤا کرتا ہے۔ اور ہر حق کے واسطے حقیقت ہے والسلام۔

اور زمین کے دوسرے طبقے کا رنگ سبز زمرد کا سا ہے اُس کا نام ارض العبادات ہے اور اُس کے رہنے والے مؤمنین جنات ہیں۔ اور اُن کی رات پہلی زمین کا دن ہے۔ اور اُنکا دن پہلی زمین

کی رات ہے اور اُس کے رہنے والے ہمیشہ اُس میں قایم رہتے ہیں یہاں تک کہ آفتاب جب دنیا کی زمین سے غائب ہوجاتا ہے تو وہ بظاہر زمین پر نکلتے ہیں اور بنی آدم سے ایسا تعشق کرتے ہیں جیسے مقناطیس سے لوہا تعشق کرتا ہے اور اُن سے اُس سے بھی زیادہ ڈرتے ہیں جیسے شیروں سے شکار ڈرتا ہے۔ اور اس زمین کے کرہ کا دور ایک ہزار دو سو برس اور چار مہینے کا ہے۔ اور اُسمیں کوئی جگہ خراب اور ویران نہیں ہے بلکہ سب آباد ہے اور اکثر مؤمنین جن اہل ارادات اور مخالفات کا حسد کرتے ہیں۔ اور اکثر جن اس زمین کے راہ چلنے والے مسافرین کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ اور کسی شخص کو اس طرح سے پکڑ لیتے ہیں کہ وہ اُن کو نہیں پہچان سکتا ہے۔ اور میں نے ایک جماعت اس زمانہ کے سادات متصوفین کی دیکھی کہ اُن کو اس زمین کے جنات نے مقید کر لیا تھا۔ پس وہ اندھی اور بہری ہوگئی تھی حالانکہ وہ کلمات حضرت کو اپنے دونوں کانوں سے سنتے تھے۔ پس جب وہ اس زمین کی دوسری جانب سے خطاب کئے جاتے تھے تو وہ نہ سنتے تھے اور نہ سمجھتے تھے۔ اور وہ اُس چیز سے محجوب ہیں جسمیں کہ ہیں۔ پس اگر اُن سے وہ چیز کہ جسپر وہ ہیں بیان کی جائے تو بیشک وہ اُس سے انکار کریں گے۔ پس تو میرے اشارہ کو سمجھ لے اور جس کی طرف میں نے رہنمائی کی ہے اُس کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ سے راستہ کے احکام میں مدد مانگ لے کہ وہ تجھ کو اس فریق کے مکر سے نجات دیگا +

اور زمین کے تیسرے طبقہ کی رنگت زعفران کی طرح زرد ہے اور اُس کا نام ارض الطبع ہے اُس میں مشرکین جن رہتے ہیں اور اللہ پر ایمان لانے والا کوئی نہیں ہے اور وہ شرک اور کفر کے واسطے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور آدمیوں کے سامنے بنی آدم کی طرح بن کر آتے ہیں۔ اور سوائے اولیاء اللہ کے اُن کو کوئی نہیں پہچانتا ہے۔ اور جس شہر میں کوئی شخص اہل تحقیق اپنے انوار کی شعاع پر قادر ہوتا ہے تو اُس میں وہ نہیں جاتے ہیں۔ اور اس سے پہلے وہ اُس میں جاتے ہیں اور وہ شخص اُن سے یہاں تک لڑتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اُس کو فتح نصیب کر دیتا ہے۔ پھر وہ اُس کی زمین کے قریب نہیں جاتے ہیں پھر اگر اُن میں سے کوئی اُس شخص کیطرف متوجہ ہوتا ہے تو اُس کے انوار کی شعاع سے جل جاتا ہے۔ اور زمین میں اُن لوگوں کا یہ کام ہے کہ مخلوق کو خدا کی عبادت سے غافل کر کر باز رکھتے ہیں۔ اور اس زمین کے کرہ کا دور چار ہزار چار سو اور دو برس اور آٹھ مہینے کی راہ کا ہے اور وہ سب آباد ہے اور اُس میں کوئی جگہ ویران نہیں ہے جب سے کہ اللہ نے اُس کو پیدا کیا ہے اُسمیں اُسکا ذکر سوائے ایک مرتبہ کے اور کبھی نہیں ہوا ہے اور وہ بھی

اُس کے رہنے والوں کی غیر زبانوں میں تھا۔ پس ہمارے اشارہ کو سمجھ لے اور جو چیز کہ ہم نے بتائی ہے اُس کو پہچان لے ؛

اور زمین کے چوتھے طبقے کی رنگت خون کی طرح سرخ ہے اُس کا نام ارض الشہوات ہے اس زمین کے کرہ کا دور اٹھ ہزار پینسٹھ برس اور ایک سو بیس دن کی راہ کا ہے اور کل آباد ہے اُسمیں شیاطین رہتے ہیں اور وہ بہت قسموں کے ہیں۔ اور وہ سب ابلیس کی ذات سے پیدا ہیں۔ اور جب وہ سب اُس کے سامنے جاتے ہیں تو وہ اُن کو ایک ایک گروہ علیحدہ بناتا ہے اور ایک ایک گروہ کو قتل کی تعلیم دیتا ہے تاکہ وہ سب اللہ کے بندوں کو قتل پر امادہ کریں۔ پھر کسی گروہ کو شرک کی تعلیم دیتا ہے اور اُن کو یہ حکم کرتا ہے کہ مشرکین کے علوم سیکھنے کی رغبت دلاؤ تاکہ کفر کے میل اُن کے قلوب میں قایم ہوں۔ اور کسی گروہ کو علم کی تعلیم دیتا ہے تاکہ علماء سے لڑیں۔ اور کسی گروہ کو مکر سکھاتا ہے۔ اور کسی گروہ کو خدع سکھاتا ہے۔ اور کسی کو زنا اور کسی کو چوری۔ یہاں تک کہ صغیرہ اور کبیرہ گناہ کوئی نہیں چھوڑتا ہے کہ جو اپنی اولاد کو نہ سکھاتا ہو۔ پھر اُن کو یہ حکم کرتا ہے کہ وہ مشہور جگہوں پر بیٹھیں۔ اور اہل خدع اور مکر وغیرہ کو یہ تعلیم کریں کہ وہ طمع کے درجے پر قایم رہیں۔ اور اہل قتل اور اہل طعن وغیرہ کو یہ تعلیم کریں کہ وہ ریاست کے درجہ پر قایم رہیں۔ اور اہل شرک کو یہ تعلیم کریں کہ وہ شرک کے درجے پر قایم رہیں۔ اور اہل علم کو یہ تعلیم کریں کہ وہ مناجات اور عبادات پر قایم رہیں۔ اور اہل زنا اور اہل سرقہ کو یہ تعلیم کریں کہ وہ طبیعت کے درجے پر قایم رہیں پھر اُن کے ہاتھوں میں زنجیریں اور طوق وغیرہ دیکر یہ حکم کرتا ہے کہ اُن کو اُن لوگوں کی گردنوں میں ڈالو جو سات مرتبہ برابر تمہارا حکم قبول کریں۔ اور وہ سات مرتبہ اس طرح سے حکم کو مانیں کہ اُن کے درمیان میں کبھی توبہ نہ کریں۔ پھر اُن کو اُس کے بعد بڑے بڑے خبیث شیاطین کے سپرد کر دیتے ہیں۔ پس وہ اُس کے نیچے جو زمین ہے اُس میں لیکر چلے جاتے ہیں۔ اور اُن زنجیروں کے سر اُن میں بندھے ہوئے رکھتے ہیں۔ پس وہ بعد ان زنجیروں کے گردن سے نکالنے کے اُن کی مخالفت نہیں کر سکتے ہیں۔ اور اللہ حق کہتا ہے۔ اور وہی سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے ؛

اور زمین کے پانچویں طبقہ کی رنگت نیل کی طرح نیلگون ہے اور اُسکا نام ارض الطغیان ہے اور اُس کے کرہ کا دور سترہ ہزار چھ سو دس برس اور آٹھ مہینے کی راہ کا ہے اور وہ کل آباد ہے اُسمیں بڑے خبیث اور شیاطین رہتے ہیں اور اُن کا یہی کام ہے کہ گنہگاروں کو گناہوں کیطرف اور زیادہ رغبت دلاتے ہیں۔ اور یہ سب برعکس کام کرتے ہیں اگر اُن سے کہا جائے کہ چلے جاؤ تو وہ

آجاتے ہیں۔ اور اگر اُن سے کچھ کام تو وہ چلے جاتے ہیں۔ اور یہ سب شیاطین سے زیادہ مکار ہیں اور ان سے اوپر کے جو چوتھے طبقے والے ہیں اُنکا مکر ضعیف ہے اور ادنی حرکت میں دفع ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطَانِ کَانَ ضَعِیْفًا اور ان کا مکر بہت بُرا ہے اور بنی آدم پر قہر کے غلبہ کا حکم کرتے ہیں پس وہ اُن کی مخالفت ہرگز نہیں کر سکتے ہیں اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کیطرف ہدایت کرتا ہے۔

اور چھٹے طبقہ کی زمین ارض الالحاد ہے اسکا رنگ اندھیری رات کیطرح سیاہ ہے۔ اس زمین کے کرہ کا دور ستائیس ہزار دو سو اکیس برس اور ایک سو بیس دن کی راہ کا ہے اور یہ کل آباد ہے اور اُس میں سرکش شیاطین اور اللہ کے بندوں کا حکم نہ ماننے والے رہتے ہیں۔

پس اب جاننا چاہیے کہ تمام جنات کی جنسیں مختلف ہیں اور سب جن چار قسم کے ہیں اُن میں سے ایک قسم عنصریوں ہے۔ اور دوسری قسم ناریوں ہے اگرچہ آگ وہ عنصروں کیطرف راجع ہے پس یہاں ایک نکتہ ہے اور تیسری قسم ہوائیوں ہے اور چوتھی قسم ترابیوں ہے لیکن عنصریوں عالم ارواح سے نہیں نکلتے ہیں اور اُن پر بساطت غالب ہے اور وہ سب جنوں سے زیادہ قوی ہیں اور اُنکا نام اسی وجہ سے رکھا گیا ہے کہ ملائکہ کے ساتھ اُن کی مناسبت قوی ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ امور روحانیہ امور طبیعیہ سفلیہ پر اُن سے غالب ہے اور اُنکا ظہور خواطر میں ہوا کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ پس اس کو سمجھ لے۔ اور وہ تجرد لیا ہے کہ کسی کو نہیں دکھائی دیتے ہیں۔ اور ناریوں غالباً عالم ارواح سے خارج ہوتے ہیں۔ اور وہ ہر صورت میں بن کر عالم مثال میں انسان کے سامنے آتے ہیں پس اس عالم میں اُن کے ساتھ جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ اور انکا مکر بہت سخت ہے پس بعض اُن میں سے جسم کو اُٹھا کر دوسری جگہ لیجاتے ہیں۔ اور بعضے آدمی سے ایسے ملتے ہیں کہ جو اُس کے ساتھ قایم ہو جاتے ہیں پس دیکھنے والا جب تک کہ اُن کے پاس رہتا ہے ہمیشہ مرگی کی سی حالت میں رہتا ہے۔ اور ہوائیوں عالم محسوس میں دکھائی دیتے ہیں۔ اور وہ روح کے قابل میں ہیں پس وہ اپنی صورتوں کو دیکھنے والے کے سامنے منعکس کر دیتے ہیں تو اُسکی حالت مرگی کی سی ہو جاتی ہے۔ اور ترابیوں شخص کو اپنی مٹی سے خاک آلود کر دیتے ہیں۔ اور یہ جنات اپنی قوت اور مکر میں سب سے زیادہ ضعیف ہیں۔

اور زمین کے ساتویں طبقہ کا نام ارض الشقاوۃ ہے اور وہ جہنم کا سطح ہے تمام سفلیات طبیعت سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اُس میں سانپ اور بچھو اور بعض جہنم کی چنگاریاں اُس میں رہتی ہیں

اور اس زمین کے کرہ کا دور ستر ہزار چار سو بیالیس برس اور چار مہینے کی راہ کا ہے اور اس کے سانپ اور بچھو پہاڑوں اور اونٹ کی گردنوں کی طرح ہیں۔ اور وہ جہنم سے ملا ہوا ہے۔ نعوذ باللہ منہا *

اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو اس زمین میں اسلئے رکھا ہے کہ وہ دنیا میں جہنم کے عذاب کا نمونہ ہوں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے رہنے والے گروہ کو فلک مکوکب پر اس لئے رکھا ہے کہ وہ دنیا میں جنت کی نعمتوں کا نمونہ ہیں۔ اور اسکی مثال انسان کے خیال میں ہے اور وہ چیز کہ جو اسکی الٹی جانب بنی ہوئی صورتیں ہیں وہ اس زمین کا نسخہ ہیں۔ اور جو اسکی سیدھی جانب ہیں جیسے کہ حوریں وغیرہ وہ فلک اطلس کا نسخہ ہے۔ پس یہ کل امور اس لئے ہیں کہ اسکی حجت مخلوق پر قایم ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ اگر یہاں جنت اور دوزخ کی کوئی چیز پیدا نہ کرتا تو آدمیوں کی عقول بوجہ مناسبت نہ ہونے کے ان کو نہ سمجھتیں اور انپر ایمان نہ لاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جنت و دوزخ وغیرہ کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ آدمیوں کی عقول کے واسطے ان چیزوں کی معرفت کا ذریعہ ہوں جو اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ وغیرہ کی نعمتیں اور عذاب پیدا کئے ہیں۔ پس ہمارے اشارہ کو سمجھ لے۔ اور ظاہری لفظ پر مت ٹھہر۔ اور اس کے معنی کے باطن پر نہ رک جا بلکہ اس چیز کی حقیقت کو معلوم کر کہ جسکی طرف اسکا باطن اشارہ کرتا ہے اور جس چیز کی طرف اس کا ظاہر تجھ کو رہنمائی کرے اس کو یقین کر کیونکہ ہر ظاہر کا باطن ضرور ہوتا ہے اور ہر حق کیواسطے حقیقت ہوتی ہے۔ اور مرد وہ ہے کہ جس نے قول کو سنا اور اس میں سے جو اچھا ہے اسکی پیروی کی۔ اور اللہ ہم کو اور تم کو ان لوگوں میں سے کرے کہ جو نصیحت قبول کر کے صاحب بصارت ہو جاتے ہیں *

پھر جاننا چاہیئے کہ زمین کے تمام طبقات جب انتہا میں لئے جائیں تو انپر اوپر چڑھنے میں دور ہوگا جیسے کہ اہل دوزخ جب اپنے اعمال کی سزا پاکر اس سے نکلیں گے تو اہل جنت کی طرح خدا کا مشاہدہ کریں گے۔ اور عظمت الٰہی کے انوار کا مطالعہ کریں گے۔ پس جیسے کہ پانی اول فلک ہے کہ جو فلک تراب سے پہلے ہے اسی طرح وہ اول اس آسمان کا ہے جو فلک تراب کے بعد ہے۔ پھر اس کے بعد ہوا ہے پھر نار ہے پھر قمر ہے۔ پھر ہر آسمان فلک الافلاک تک بلکہ عرش محیط تک اسی ترتیب مذکور پر ہے *

اب جاننا چاہیئے کہ ساتوں دریا اصل میں دو دریا ہیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب سفید موتی کو جو پانی ہو گیا تھا دیکھا تو جو چیز کہ اسکے علم میں ہیبت اور عظمت اور کبریائی نظر کے واسطے

مقابل تھی اُس کا مزا شدت ہیبت کی وجہ سے سخت کھاری ہوگیا۔ اور جو چیز کہ خدا کے علم میں لطف اور رحمت کی نظر سے اُس کے مقابل تھی تو اُسکا مزا شیریں ہوگیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے شیریں کا ذکر اپنے اس قول میں پہلے کیا ہے ھٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُہٗ وَھٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ کیونکہ رحمت غضب سے پہلے ہے اسی واسطے اصل میں دو دریا تھے اُن میں ایک میٹھا اور ایک کھاری تھا۔ پس میٹھے سے ایک نہر جانب مشرق جاری ہوئی اور زمین کی گھاس کے ساتھ مل گئی۔ پس اُس میں بدبو ہوگئی۔ پس وہ ایک دریا علیحدہ ہے۔ پھر میٹھے سے ایک جدول جانب مغرب نکلی کہ وہ کھارے دریا کے قریب ہے۔ اور اُسکا مزا کھاری اور میٹھا دونو مل گئے وہ ایک دریا علیحدہ ہے۔ اور کھارے دریا سے تین نہریں نکلیں اُس میں ایک نہر زمین کے بیچ میں قایم ہوئی۔ پس اُسکا مزا پہلے کی طرح کھاری باقی رہا اُس میں کچھ تغیر نہ ہوا۔ وہ ایک علیحدہ دریا ہے اور ایک جدول سیدھی جانب جاری یعنی جانب جنوبی۔ پس اُسپر اُس زمین کا مزا غالب ہوا کہ جس میں وہ جاری ہے۔ پس وہ کھٹی ہوگئی اور وہ ایک علیحدہ دریا ہے۔ اور ایک جدول شام کیطرف جس کو جانب شمالی کہتے ہیں جاری ہوئی۔ پس اُسپر اُس زمین کا مزا غالب ہوا جس میں کہ وہ جاری رہے پس وہ سخت کڑوی ہوگئی اور وہ ایک علیحدہ دریا ہے اور تمام کوہ قاف کو احاطہ کئے ہوئی رہے اور تمام زمین معہ اُس چیز کے جو اُس میں رہے اُسکا کوئی خاص مزا پہچان میں نہیں آتا لیکن وہ خوشبودار ہے۔ اور اُس کے سونگنے سے اپنی حالت پر باقی نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اُسکی خوشبو سے آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایسا دریائے محیط ہے کہ اُسکی آواز سنائی نہیں دیتی ہے۔ پس ان اشارات کو سمجھ لے اور ان عبارات کے مضامین کو پہچان لے۔ اب ہم اس اجمال کی تفصیل کرتے ہیں اور اللہ کے اسرار اُس میں بیان کرتے ہیں ٭

پس جاننا چاہئے کہ دریائے شیریں کا مزا نہایت اچھا ہے خاص اور عام سب اُس سے نفع پاتے ہیں۔ اور افکار و افہام سب اُس سے متعلق ہوتے ہیں۔ اور قریب اور بعید اور ضعیف اور شدید سب اُس سے پانی لیتے ہیں۔ اور جسموں کی تراز و اُس کے سبب سے قایم ہے اور سب دینوں کی عزت اُسی کی وجہ سے ہے اور اُسکی رنگت نہایت سپید اور شفاف ہے۔ اور لڑکا اور جوان اُسکی راہوں میں سب تیز رو ہیں۔ اور اُس کے دسترخوان پر طالب اور مغتنم سب بہرہ ور ہیں۔ اور اُسکی مچھلیاں سہل طور پر گرفتار ہو جاتی ہیں۔ اور وہ نور تعظیم احترام سے پیدا کیا گیا ہے اور اُسمیں حلال حرام سے ظاہر ہوگیا ہے۔ اور اُسی کے سبب سے حکم ظاہر مرتبط ہوگیا

ہے اور اُسی کے سبب سے اول اور آخر کا امر صلاح پذیر ہؤا۔ اور وہ بہت سفر کرنیوالا ہے
اور بہت کم اندیشہ کرنیوالا ہے اور اُسپر چلنے والے بہت کم ہلاک ہوتے ہیں۔ اور اُسکی موج سے
بہت کم ڈوبتے ہیں۔ اور بھاگنے والے کیواسطے وہ نجات کا راستہ ہے۔ اور طالب کیلئے اُس کی
آرزووں کا طریق ہے۔ اور اُس سے اشارات کے موتی عبارات کی سپیوں سے نکلتے ہیں
اور اُس سے حکم کا مرجان کلمات کے جال میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اُس کی سواریاں منقول ہیں
اور اُسکی منازل معلوم ہیں۔ اور اُسکی گہرائی قریب ہے اور اُسکی تہ بعید ہے۔ اور اُس کے رہنے
والے مختلف مذاہب کے ہیں اور اُس کے رؤساء مسلمان ہیں۔ اور اُس کے حکام فقہاء عاملین ہیں
اللہ تعالےٰ نے نعیم کے ملائکہ کو اُسکی حفاظت کیواسطے موکل کیا ہے اور اُن کو صاحب تصرف بنایا
ہے اور اُسکی چار شاخیں مشتہر ہیں۔ اور چالیس ہزار شاخیں پوشیدہ ہیں۔ پس مشتہر شاخیں یہ ہیں
فراتؔ اور نیلؔ اور سیحونؔ اور جیحونؔ اور وہ شاخیں جو پوشیدہ ہیں اُن میں سے اکثر زمین ہند اور
ترکمان میں ہیں۔ اور ملک حبش میں اُسکی دو شاخیں اور ان دریاؤں کے محیط کا دور چوبیس برس
کی راہ کا ہے۔ اور وہ انحراف زمین میں شاخ در شاخ پھیلا ہؤا ہے۔ اور اُس سے دو شاخیں
نکلی ہیں کہ پہلے اُن میں سے ارم ذات العماد میں ہے اور دوسری نعمان میں ہے۔ لیکن اُس کو اگر
چوڑائی کے اعتبار سے لیا جائے اور زمین کے ساتھ ملی ہوئی ہونے کا اعتبار کیا جائے تو وہ تمام
شہروں کا آباد کرنیوالا ہے۔ اور بکنے والوں اور اہل عملہ کے سامنے ظاہر ہے لیکن وہ کہ جو طول
میں لیا جائے۔ اور ارم ذات العماد جس میں ہے وہ ملا ہوا دریا ہے اور اُس میں ملے ہوئے
موتی ہیں۔ پس تو ان اشارات کو سمجھ لے اور ان عبارات کو پہچان لے۔ اور اُس کے ظاہر کا اعتبار
نہ کر۔ اور اللہ اُس کے اول و آخر کو خوب جانتا ہے لیکن وہ دریائے بد بودار سخت راہوں والا
ہے اور اُس کے مہالک قریب ہیں۔ اور وہ سالکین کا راستہ ہے۔ اور سیر کرنے والوں کی جگہ
ہے اور اُس کے گذرنے کا ہر شخص ارادہ کرتا ہے لیکن اُس کے بندہ ہی اُسکی طرف پہنچتے ہیں
اور اُسکی رنگت سفید و سیاہ ملی ہوئی ہے۔ اور اُسکی خلقت عجیب طرح کی ہے۔ اور اُسکی موجیں
انواع خشکی میں موجزن ہیں۔ اور اُسکی ہوائیں اصناف فضایل کے ساتھ صبح اور شام کو ظاہر ہوتے
ہیں۔ اور اُسکی مچھلیاں خچروں اور اونٹوں کیطرح ہیں۔ اور کل بھاری بوجھوں کو اُٹھا کر شہر
دُبرالنفس کی طرف لیجاتا ہے۔ اور وہ اُس کو سوائے شق انفس کے نہیں پہنچتی ہیں۔ لیکن وہ
مشکل سے شکار کی جاتی ہیں۔ اور اُن کی سواریاں بغیر مضبوط ارادہ والوں کے اُس سے عبور

نہیں کرتی ہیں۔ اور اُسکی ہوائیں جانب شرق ظاہر سے چلتی ہیں۔ پس اُسکے افلاک پر دریائے ناج کے کنارے تک سیر کرتی ہیں۔ اور اُس کے رہنے والے صادق الافعال ہیں اور اُن کے اقوال اور احوال اچھے ہیں۔ اور اُس کے رہنے والے عابدین اور زاہدین اور صالحین ہیں۔ اور اس دریا سے بقا کے موتی اور صفائی کے مرجان نکلتے ہیں۔ اور اُن سے وہ شخص آراستہ ہوتا ہے کہ جو پاک وصاف ہے۔ اور صاحب فلق اور صاحب حقیقت اور صاحب تجلی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے عذاب کے ملائک کو اس دریائے عجیب کی حفاظت کیواسطے موکل کیا ہے۔ اور اس دریا کے محیط کا دورہ پانچ ہزار برس کی راہ کا ہے۔ اور اُسکی درز چوڑائی میں سلی ہوئی ہے اور وہ زمین میں پھیلی ہوئی نہیں ہے لیکن وہ دریا جو ملا ہوا ہے۔ اور جسمیں موتی ملے ہوئے ہیں اُسکی رنگت زرد ہے۔ اور اُسکی موجیں سرخ پتھر کیطرح بستہ ہیں اور کوئی اُسکا پانی نہیں پی سکتا ہے اور نہ کسی میں اسپر چلنے کی طاقت ہے۔ اور وہ دریائے ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلھا فی البلاد ہے۔ اور اُسکی راہ بہت سخت ہے اور نہایت ہلاک کرنے والی ہے۔ اور اُسمیں سوائے بعض مؤمنین کے کوئی سالم نہیں رہ سکتا ہے اور اُسکے حال کو سوائے بعض افراد معتقدین کے کوئی نہیں جانتا ہے۔ اور کافروں میں سے جو شخص اُسکی کشتی پر سوار ہوا وہ نہایت ذلت کے ساتھ ڈوب گیا۔ اور اکثر مسلمانوں کی سواریوں کو اس دریائے جاری کی مچھلیاں نگل جاتی ہیں۔ اور اُسکی سواریوں پر بڑے عقلمند سوار ہوتے ہیں۔ اور لیکن اُن کے سوا جو لوگ ہیں وہ بہت ذلت اُٹھاتے ہیں اور اقامت میں فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اور اس دریا کی مچھلیاں کثرۃ العلل اور مکار ہیں اُن کا شکار بغیر ابریشم کے یقیناً نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اُس کے متولی سوائے مؤمنین آدمیوں کے دوسرے نہیں کر سکتے۔ اور اُس سے وہ موتی نکلتے ہیں کہ جن کا ٹھکانہ مقام لاہوت ہے اور وہ مرجان نکلتی ہیں کہ جن کا مقام ناسوت ہے۔ اور اس دریا کے فوائد بیشمار ہیں کہ اُنکا حال پہچان میں نہیں آسکتا ہے۔ اور اُسکی ہلاکت سخت نقصان پہنچانے والی ہے۔ اور ابدان اور وادیاں میں مؤثر ہے۔ اور اس دریا کے رہنے والے اہل صدیقۃ الصغرٰے ہیں۔ اور اہل صدیقۃ الکبرٰے کی محنت کے اُٹھانے والے ہیں ÷

پس میں نے اس دریا کے رہنے والوں کو خوش اعتقاد اور اچھے گمان والا دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ تسخیر کو اس دریا کی حفاظت کے واسطے موکل کیا ہے کہ وہ ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلھا فی البلاد کے اہل ہیں۔ اور اس دریا کی موج اس شہر قریب کے کنارے پر پہنچی ہے

اور اُسکی مچھلیوں سے اُس شہر کے رہنے والے نفع اُٹھاتے ہیں۔ اور اس دریا کے محیط کا قطر سات ہزار برس کی راہ کا ہے۔ اور مسافر اُس کو ایک برس کی برابر میں طے کرتا ہے اور وہ طول دار ہیں شاخ در شاخ ہے اور اُسکی آبادی ویران ہے۔ لیکن دریائے شور تمام عالم کو محیط ہے اور اُسکی رنگت نیلی ہے اور نہایت گہرا ہے۔ جو شخص اُسکا پانی پی لیتا ہے مارے پیاس کے مر جاتا ہے اور جو شخص اُس کے میدان میں گذرتا ہے ہلاک ہو جاتا ہے اور اُس کے مغارب میں ازل کی ہوائیں چلتی ہیں۔ پس اُس کے اطراف کو اُسکی موجیں صدمہ پہنچاتی ہیں۔ پس اُس میں تیرنے والا سالم نہیں رہتا ہے اور اُس میں صبح اور شام کرنے والا ہدایت نہیں پاتا ہے۔ لیکن جب اللہ کی توفیق اُسکی دستگیری کرے تو اُسکی کشتی اس گہرے دریا میں کنارے پر لگ جاتی ہے۔ اور اُس کی سواریاں صبح کو چلتی ہیں۔ اور اُسکی ہوائیں سیدھی اور اُلٹی جانب سے چلتی ہیں۔ اور اُسکی کشتی ناموس کے تختوں سے بنی ہوئی ہے اور اُس میں قاموس کی کیلیں جڑی ہوئی ہیں اُس کے راستہ میں افکار گم ہیں۔ اور اُسکی گہرائی میں عقلیں حیران ہیں۔ اور اُسکی سواریاں نہایت جلد ہلاک کرنیوالی ہیں۔ اور اُسمیں سوائے بعض آدمیوں کے کوئی سلامت نہیں رہتا ہے۔ اور اُس کے مہالک سے سوائے افراد کے کوئی نجات نہیں پاتا ہے۔ اور اس دریا کی مچھلیاں سواری اور سوار دونوں کو نگل لیتی ہیں۔ اور مقیم اور مسافر دونوں کو ہلاک کر دیتی ہیں۔ اور مسافر راستہ میں ہزاروں مصیبتیں اُٹھاتا ہے اور اُسمیں حرام و حلال مبہم ہو جاتا ہے اور آغاز و انجام مختلط ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی گہرائی کی کچھ نہیں ہے اور اُس کے آخر کی ابتداء نہیں ہے۔ اور بڑے زبردست ارادے والے اُسمیں غوطہ لگا سکتے ہیں۔ اور بڑی ہمت والے اُس کے موتی کو لا سکتے ہیں اور اُسکا حال محصول کی حقیقت پر مبنی ہے اور اسپر فروع اور اصول کی بنیاد ہے اور اُس کی موجیں نہایت زوالی ہیں۔ اور اُسکی جنت نہایت صدمہ پہنچانے والی ہے اور اُسکی دہشت بہت بڑی ہے۔ اور اُس کے میمنہ کے ساحل بہت ہیں اور اُس کے اہل کی دلیل سوائے روشن ستاروں کے اور کچھ نہیں ہے اور اُسکی سواریوں کی جگہ سوائے تاریکیوں کے جنگل کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور اُسکی مچھلیاں تمام مخلوقات کی صورت ہیں اور وہ انواع و اقسام کے زہروں کے ساتھ اُس کی اصل ہے اللہ تعالے نے اس دریا کے جواہرات کو اپنے اسم قادر کے نور سے پیدا کیا ہے اور اُن کو حکمت اعزالٰہیہ کی حقیقت بنایا ہے اور خواص اُس دریا سے نکلتے ہیں۔ اور جب وہ اپنی حد و جزا سے سلامت رہتے ہیں اور اُس میں مُتقیم پیولے ہیں۔ اور اُس کے رہنے والوں کو اللہ تعالے نے ملاء اعلے

کاایک گروہ بنایا ہے کہ جو بڑی طاقت والا ہے۔ اور اُن کی حفاظت کے لئے وحی لانے والے ملائکہ کو موکل کیا ہے ۞

اب جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب قدم میں اُس یاقوت کی طرف دیکھا کہ جو عدم میں موجود تھا تو اس دریا کو اس یاقوت کا نور اور اسکی بہجت حاصل ہوئی۔ اور تشبیہ میں اُسکی جدولوں اور صورت اور ہیئت سے تھا۔ پس جب وہ یاقوت پانی ہوگیا تو دونوں دریا تاریکی اور روشنی ہوگئے۔ اور جب وہ دونوں دریا مل گئے تو اللہ تعالےٰ نے اُن دونوں کے درمیان میں آب حیات کو برزخ قائم کیا۔ اور یہ پانی مجمع البحرین اور ملتقی الحکمین والادین میں ہے اور وہ ایک چشمہ ہے کہ جو جانب مغرب اُس شہر کے نزدیک جس کا نام ازیل المغرب ہے۔ اور اس دریائے جاری کی خاصیت یہ ہے کہ جو اُسکا پانی پی لیتا ہے وہ مرتا نہیں ہے۔ اور جو اُس میں تیرتا ہے وہ بہموت کے کلیجے کو کھاتا ہے۔ اور بہموت دریائے شور میں ایک مچھلی ہے کہ جو تمام دنیا و مافیہا کو اُٹھائے ہوئے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پھیلایا تو اُس کو ایک بیل کے دونوں سینگوں پر جسکا نام برہوت ہے رکھدیا اور اُس بیل کو اس مچھلی کی پشت پر کھڑا کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس قول میں اشارہ کرتا ہے "وما تحت الثری" و مجمع البحرین یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے اُس کے کنارے پر ملاقات کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ تم کو ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین کے کنارے پر ملے گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھ جو ایک جوان تھا وہ اپنی غذا کو لیکر مجمع البحرین پر پہنچے تو اُن کو موسیٰ علیہ السلام نے اس مچھلی سے جس کو وہ جوان پتھر پر رکھ کر بھول آیا تھا پہچانا۔ اور وہ دریا اُسوقت چڑھا ہوا تھا جب پانی اُس دریا کا کم ہوا اور اُس پتھر تک پہنچا تو وہ مچھلی زندہ ہوکر دریا کو دوڑی پس موسیٰ علیہ السلام اس مردہ مچھلی کو کہ جو آگ میں پکائی گئی تھی زندہ دیکھ کر متعجب ہوئے۔ اور اس جوان کا نام یوشع بن نون تھا۔ اور وہ موسیٰ علیہ السلام سے عمر میں ایک برس بڑا تھا۔ اور اُن دونوں کا قصہ مشہور ہے۔ اور ہم نے اُسکی تفصیل اپنے رسالہ میں کہ جس کا نام مسامرۃ الحبیب و مسائرۃ الصحیب ہے کی ہے اُس کو دیکھ لے ۞

اور سکندر نے اس ارادہ سے سفر کیا تھا کہ وہ اُسکا پانی پئے۔ اور وہ افلاطون کی بات پر بھروسہ کر کے چلا تھا چونکہ اُس نے یہ کہا تھا کہ جو شخص آب حیات پی لیتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا ہے اس لئے کہ افلاطون اس جگہ تک پہنچا تھا اور اُس نے اس دریا کا پانی پی لیا تھا چنانچہ وہ آج تک اُس پہاڑ میں جسکا نام ورآوند ہے زندہ ہے۔ اور ارسطو افلاطون کا شاگرد تھا اور وہ سکندر کا استاد اور

مصاحب اُس کے سفر میں مجمع البحرین تک دیتا۔ پس جب وہ ظلمات کی زمین تک پہنچا تو تھوڑا سا لشکر
وہ اُس کے ساتھ ظلمات میں گئے اور باقی لوگ شہر ثبت میں ٹھہرے رہے اور وہ آفتاب کے نکلنے
کی حد ہے۔ اور سکندر کے مصاحبوں میں سے خضر علیہ السلام بھی تھے پس اُنہوں نے اُس دریا کی
سیر کی جس کی شمار معلوم نہیں ہے۔ اور وہ دریا کے کنارے پر تھے۔ اور جب وہ کسی جگہ اُترے تو
اُسکا پانی پیا۔ اور جب سفر میں تھک گئے تو جہاں لشکر ٹھیرا ہوا تھا وہاں لوٹ کر آئے اور وہ مجمع البحرین
پر اپنے راستہ سے بغیر کسی کے خبر کئے ہوئے گذرے تھے پس وہاں نہ ٹھیرے اور نہ اُترے کیونکہ
کوئی علامت نہ تھی اور خضر علیہ السلام کو یہ الہام ہوا کہ ایک طائر پکڑ کر ذبح کریں اور اُس کو اپنی ساق
پر باندھ کر چلیں اور اُن کے پیر پانی میں رہیں۔ پس جب وہ اس جگہ تک پہنچے تو وہ طائر پھڑکنے لگا
پس وہ وہیں ٹھیر گئے اور یہ پانی پی لیا اور اُس سے نہائے اور اُسمیں تیرے اور سکندر سے اس
کو چھپا دیا اور یہاں تک چھپایا کہ وہ اُس سے نکل آیا جب ارسطو نے خضر علیہ السلام کو دیکھا تو معلوم
کر لیا کہ وہ مقصود کو پہنچ گئے اور اُن کے ساتھ والے اپنے مقصد کو نہ پہنچے پس وہ مرتے وقت
تک اُن کی خدمت کرتا رہا۔ اور ارسطو اور اسکندر دونوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے بڑے بڑے
علوم حاصل کئے +

اب جاننا چاہیئے کہ چشمہ حیات اس وجود کی حقیقت ذاتیہ کا مظہر ہے پس اِن اشارات کو سمجھ لے
اور اِن عبارات کے رموز کو حل کرے اور امر کو اپنی ذات سے بعد انیت سے خارج ہونے کے
طلب کرے شاید کہ تو اُن زندہ لوگوں کے درجہ کو پہنچ جائے جو اپنے رب کے پاس رزق کھاتے ہیں
اور وقت تیرے ساتھ اسطرح سے جوانمردی کرے کہ تو اُن کے زمرہ میں داخل ہو جائے
مراد اُس کی خضرؑ اور موسیٰؑ اور اسکندر اور ظلمات اور اُسکی نہر سے وہی ہونگے +

اب جاننا چاہیئے کہ خضر علیہ السلام کو اللہ تعالے نے وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي کی حقیقت سے پیدا
کیا ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی روح ہیں اسی وجہ سے قیامت تک زندہ رہیں گے۔ میں نے ایک دفعہ
اُن سے ملاقات کی اور پوچھا کہ اس دریائے محیط میں کیا ہے +

پس اب جاننا چاہیئے کہ یہ دریائے محیط جسکا پہلے ذکر ہو چکا اور وہ چیز جو اس سے علیحدہ ہے
جیسے کوہ قاف کہ جو دنیا کے متصل ہے وہ کھاری ہے۔ اور وہ دریائے مذکور اور وہ چیز کہ جو
سے متصل ہے وہ کھاری سے علیحدہ ہے وہ دریائے سرخ خوشبودار ہے اور جو کوہ قاف کے
سوا سیاہ پہاڑ سے متصل ہے وہ سبز دریا ہے اور وہ زہر قاتل کی طرح کڑوا ہے جس نے ایک

اُسکا پی لیا وہ فوراً ہلاک ہوگیا۔ اور جو چیز پہاڑ سے علیحدہ بطور انفصال اور احاطہ کے تمام موجودات کو شامل ہے وہ دریائے سیاہ ہے جسکا مزا اور بو نہیں معلوم ہوتا ہے اور وہاں تک کوئی نہیں پہنچا ہے بلکہ اخبار سے معلوم ہو کر یقین ہوا ہے اور آثار سے ظاہر ہوا ہے مگر وہ پوشیدہ ہے۔ اور دریائے سرخ کہ جسکی خوشبو مشک خالص کی سی ہے وہ دریائے بلند موج والے سے پہچانا جاتا ہے اور میں نے اس دریا کے کنارے پر مومن مرد دیکھے کہ اُن کی عبادت سوائے خلق کے خدا کی طرف قریب کرنے کے اور کچھ نہیں ہے اور وہ اسی کے واسطے پیدا کئے گئے ہیں۔ پس جس شخص نے اُن کے ساتھ معاشرت یا مصاحبت کی تو اُس نے اللہ تعالےٰ کو بقدر اُن کی معاشرت کے پہچان لیا اور بقدر اُن کے سیر کے اُس کو خدا کے ساتھ قربت حاصل ہوگئی۔ اور اُن کے چہرہ آفتاب کی طرح چمکنے والے اور بجلی کیطرح کوندنی والے ہیں۔ اُن سے جنگل میں حیران ہونے والا روشنی حاصل کرتا ہے اور دریاؤں کی تاریکی میں پھنسا ہوا ہدایت پاتا ہے۔ اور جب وہ اس دریا میں سفر کا ارادہ کرتے ہیں تو اُسکی مچھلیوں کا شکار کرنے کو جال قایم کرتے ہیں۔ پس جب وہ اُن کو شکار کرتے ہیں تو اُنپر سوار ہوتے ہیں اس لئے کہ اس دریا کی مچھلیاں اُنکی سواریاں ہیں۔ اور اس دریا کے موتی اور مرجان اُنکی کمائی ہیں۔ لیکن وہ جب اُس مچھلی کی پشت پر بیٹھتے ہیں تب وہ اس دریا کی خوشبو سے برانگیختہ ہوتی ہیں۔ پس وہ بیہوش ہو جاتے ہیں اور اپنے نفوس کو نہیں جانتے ہیں۔ اور اپنے نفوس سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اور جب تک وہ اس دریا میں سوار رہتے ہیں اُن کے ساتھ مچھلیاں اُسکے کنارے کی حد تک جاتے ہیں۔ پس وہ کسی منزل میں ٹھیر جاتے ہیں۔ پس جب وہ خشکی میں پہنچتے ہیں تو پھر ہوش میں آجاتے ہیں۔ اور اپنا حال اُن کو ظاہر ہو جاتا ہے۔ پس بیشمار عجائب اور غرائب جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے اور نہ کسی کان نے سنے اور نہ کسی آدمی کے قلب میں گذرے اُن کو پاتے ہیں۔

پس اب جاننا چاہئے کہ اس دریا کی ہر موج ہزاروں مرتبہ تمام آسمان و زمین کو بھر دیتی ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام عالم قدرت اس دریا کی گنجایش رکھتا تو وجود میں کوئی چیز نہ پائی جاتی۔ پس اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کرّبیوں کو اس دریا کی حفاظت کے واسطے موکل کیا ہے۔ پس وہ اسکے کنارے پر کھڑے رہتے ہیں اور اُن کو اُسکے بیچ میں قرار نہیں ہے۔ اور اس دریا میں سوائے مچھلیوں اور دریائی جانوروں کے اور کوئی رہنے والا نہیں ہے۔ اور دریائے سبز کا مزا کڑوا ہے اور وہ ہلاکت اور ڈوبنے کی جگہ ہے۔ اور علماء کے نزدیک اُسکی اچھی صفات بیان کیجاتی ہیں۔

اور اُس کے پہچاننے والے اُسکی اچھی نشانیاں بتاتے ہیں اور اُسمیں کوئی مچھلی نہیں ہے اور جو شخص اُس میں سوار ہوتا ہے وہ مرجاتا ہے +

میں نے اُس کو دیکھا ہے کہ اُسکے کنارے پر ایک شہر نہایت اطمینان اور امانت کا ہے اور اُس میں حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہم السلام گئے ہیں۔ اور وہاں کے رہنے والوں سے ان دونوں نے کھانا مانگا تھا پس اُنھوں نے ان دونوں کو اپنا مہمان نہ کیا کیونکہ یہ فقیروں کے سے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اُس شہر میں یہ قاعدہ تھا کہ وہاں کا کھانا بادشاہ اور امراء کھایا کرتے تھے۔ پھر میں نے اُس کے رہنے والوں کو دیکھا کہ وہ اس دریا کی سواریوں میں مشغول ہیں اور اس امر کی محبت سے متعلق ہیں یہاں تک کہ وہ اغاز سال میں کہ وہ دن اُنکی عید کا ہوتا تھا جمع ہوتے تھے اور رنگ برنگ کے گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے۔ کوئی سبز کوئی سرخ کوئی زرد ہوتا تھا۔ اور اپنے نفوس کو اُسپر مشکل سے پہنچاننے تھے اور گھوڑوں کی آنکھوں پر پٹی باندھتے تھے۔ پھر دریا کی طرف جاتے تھے۔ پس جس شخص کا گھوڑا دریا تک چلا جاتا تھا وہ اور اُسکا گھوڑا دونوں ہلاک ہوجاتے تھے۔ اور جس نے اپنے گھوڑے کو دریا کی طرف سے پھیر لیا وہ زندہ لوٹ آتا تھا۔ لیکن وہ بالذات مثل مردود اور نا امید کی اپنے آپ کو سمجھتا تھا۔ پس وہ ہمیشہ دوسرے گھوڑے کو پالتا تھا اور کھلاتا پلاتا تھا یہاں تک کہ جب دوسرا سال شروع ہوتا تھا پھر وہ ویسا ہی کرتا تھا جیسا کہ پہلے سال کیا تھا یہاں تک کہ وہ اس دریا میں بوجہ اُسکے نہایت عشق و محبت کے مرجاتا تھا جیسے کہ پروانہ چراغ کی روشنی پر عاشق ہوتا تھا۔ پس وہ اپنے نفس کو اُسمیں یہاں تک ڈالتا ہے کہ فنا ہوجاتا ہے اور ساتواں سخت سیاہ ہے اُسکے رہنے والے پہچان میں نہیں آتے ہیں اور نہ اُسکی مچھلیاں معلوم ہوتی ہیں۔ اور اُسمیں پہنچنا غیر ممکن ہے کیونکہ وہ اطوار سے سوا ہے۔ اور سب زمانوں اور مدتوں سے آخر ہے اُسکے عجائب و غرائب کی کوئی انتہا نہیں ہے اور زمانہ اُس سے کم ہوگیا ہے پس وہ طول ہوگیا ہے اور عجائبات اُسمیں اسقدر ہیں کہ اُنکا ادراک محال ہے۔ پس وہ اُس ذات کا دریا ہے کہ جس کے قریب صفات متحیر ہیں اور وہ معدوم ہے اور موجود ہے اور موسوم ہے اور مفقود ہے اور معلوم ہے اور مجہول ہے اور محکوم ہے اور منقول ہے اور محتوم اور معقول ہے اور اُسکا وجود اُسکا گم ہونا ہے اور اُسکا گم ہونا اُسکا پانا ہے۔ اور اُسکا اول اُسکے آخر کو محیط ہے اور اُسکا باطن اُسکے ظاہر پر غالب ہے۔ اور اُسمیں جو چیز ہے اُسکا ادراک نہیں ہوسکتا ہے۔ اور نہ اُس کو کوئی جان سکتا ہے کہ حاصل کرسکے۔ پس اب ہم اُسمیں غوطہ لگانے سے بیان کی باگ کو روکتے ہیں۔ اور اللہ حق کہتا ہے۔ اور وہی سیدھے راستہ کو ہدایت کرتا ہے اور

اُسی پر بھروسہ ہے ٭

ترسٹھواں باب

تمام ادیان اور عباادت اور تمام احوال اور مقامات کے نکتہ کے بیان میں

اب جاننا چاہئیے کہ اللہ تعالے نے تمام موجودات کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے پس وہ اصل میں اسی کیواسطے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور موجودات میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جو خدا کی عبادت اپنے حال اور مقال سے نہ کرتے ہو بلکہ بذاتہ وصفاتہ نہ کرتے ہو پس موجودات میں سب چیز خدا کی اطاعت کرنیوالی ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے آسمانوں اور زمینوں کو حکم دیا تھا کہ ہمارے پاس خوش اور ناخوش آؤ تو اُنہوں نے جواب دیا تھا کہ ہم خوشی سے آئے اور آسمانوں سے اُس کے رہنے والے مراد ہیں۔ اسی طرح زمینوں سے اُسکے رہنے والے مراد ہیں۔ اور اللہ تعالے فرماتا ہو وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ پھر اُن کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی کہ وہ خدا کی عبادت کریں گے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہر چیز اُسی کے واسطے ہے جس کے لئے پیدا کی گئی ہے اس لئے کہ جن اور انس خدا کی عبادت کے واسطے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور وہ جس امر کے واسطے پیدا کئے گئے ہیں وہی اُنپر آسان ہے۔ پس وہ بالہدایۃ خدا کے بندے ہیں لیکن عبادتیں مختلف ہیں چونکہ اسماء الصفات کے مقتضیات مختلف ہیں اس لئے کہ اللہ تعالے اپنے اسم مضل کے ساتھ متجلی ہے جیسے کہ وہ اپنے اسم ہادی کے ساتھ متجلی ہے۔ پس جیسے اُسکے اسم منعم کے اثر کا ظاہر ہونا واجب ہے ایسے اُس کے اسم منتقم کے اثر کا ظاہر ہونا واجب ہے۔ اور اُن کے احوال میں بسبب اسماء وصفات والوں کے اور مختلف ہونے کے آدمیوں کا اختلاف ہے اللہ تعالے فرماتا ہے کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً یعنی اللہ کے بندے باعتبار فطرت اصلی کے طاعت کے واسطے پیدا کئے گئے ہیں۔ پھر اللہ نے انبیاء علیہم السلام کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کر کے بھیجا تھا کہ جس شخص نے بحیثیت اُسکے اسم ہادی کے رسولوں کا اتباع کیا وہ اُسکی عبادت کرے۔ اور جس شخص نے بحیثیت اُسکے اسم مضل کے رسولوں کی مخالفت کی اُس کو ڈرائیں۔ پس آدمی مختلف ہو گئے اور مذاہب جدا جدا ہو گئے۔ اور ہر گروہ نے وہ امر اختیار کیا جو اُس کے نزدیک صحیح اور تندرست تھا اگرچہ یہ امر دوسروں کے نزدیک غلط تھا لیکن

اللہ تعالیٰ نے اُس کو اُس گروہ کے نزدیک بہتر کر دیا تاکہ وہ خدا کی عبادت اُس اعتبار سے جس کی یہ صفت مؤثرہ اس امر میں مقتضی ہے کریں۔ اور اللہ تعالے کے اس قول کے یہی معنی ہیں جیساکہ اللہ تعالے فرماتا ہے مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا۔ پس وہ اُن کے ساتھ موافق اُسکی خواہش کے کرنے والا ہے۔ اور وہ بعینہ اُسکی صفات کا مقتضاء ہے۔ پس اللہ تعالےٰ اُن کو موافق اپنے اسماء و صفات کے مقتضاء کے جزا دیگا۔ پس اُس کو خدا کی ربوبیت کا اقرار نفع نہیں دیگا۔ اور نہ کسی کا اس سے انکار نقصان پہنچائیگا۔ بلکہ اللہ تعالے اُن میں جس چیز کے کہ وہ مستحق ہیں اقسام عبادات سے کہ جو اُس کے کمال کے واسطے لایق ہیں تصرف کریگا۔ پس موجودات میں ہر چیز اللہ تعالے کی عبادت اور اطاعت کرنے والی ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ کیونکہ اُن کی تسبیح وہ ہے کہ جس کا نام مخالفت اور معصیت اور انکار رکھا جاتا ہے۔ پس اُس کو ہر شخص نہیں سمجھتا ہے۔ پھر نفی جملہ پر واقع ہوئی ہے تو یہ بات صحیح ہے کہ بعضے اُس کو سمجھتے ہیں۔ پس یہ جو اللہ تعالے کا قول ہے کہ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ یعنی جملہ کی حیثیت سے کوئی نہیں سمجھتا ہے۔ لیکن بعض لوگ اُس کو سمجھتے ہیں +

پھر جاننا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ نے اس وجود کو پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو جنت سے اُتارا۔ اور آدم دنیا میں اُترنے سے پہلے ولی تھے جب دنیا میں آئے تو اللہ تعالے نے اُن کو نبوت عطا کی۔ کیونکہ نبوت تشریع اور تکلیف کا نام ہے۔ اور دنیا تکلیف کا گھر ہے برخلاف جنت کے کہ اُسمیں وہ ولی تھے کیونکہ وہ کرامت اور مشاہدہ کا گھر ہے۔ اور یہ ولایت ہے۔ پھر ہمارے باپ آدم علیہ السلام بالذات ہمیشہ ولی رہے یہاں تک کہ اُن کی ذریت ظاہر ہوئی۔ پس اُن کی طرف اُس کو بھیجدیا۔ اور اللہ تعالے جو حکم کرتا تھا وہ اُن کو تعلیم کرتے تھے۔ اور اُن کے پاس چند صحیفے خدا کے بھیجے ہوئے تھے اور اپنی اولاد میں سے جس کو اُن صحیفوں کا پڑھنا سکھایا وہ ایمان لے آیا۔ کیونکہ اُن میں وہ بیان تھا کہ غور کرنے والا اس کو رد نہیں کر سکتا تھا۔ پس جن لوگوں نے اُن کو ذریت میں سے اُنکا اتباع کیا اور ان صحیفوں کی قرأت سیکھنے کی لذتوں سے روگردانی کی اور اپنی خواہش کا اتباع کیا اُسپر غفلت کا پردہ پڑگیا اور وہ دنیا کے فریب میں مبتلا ہو گیا۔ پھر اُس نے ان صحیفوں کا انکار کیا اور ایمان نہ لایا اور وہ کافر ہو گئے۔ پھر جب آدم علیہ السلام نے وفات پائی تو اُن کی ذریت سب متفرق ہوگئی۔ پس ایک گروہ جو آدم علیہ السلام پر اُنکی قربت کی وجہ سے ایمان لایا تھا اُس نے ایک تصویر پتھر کی آدم کی بنائی تاکہ اُن کی خدمت کرے اور اُس کے ساتھ ہمیشہ اُس کو دیکھکر محبت قایم رکھے اس امید پر کہ شاید اُسکی قربت سے اُس کو خدا مل جائے

اسواسطے کہ وہ یہ بات جانتا تھا کہ آدم علیہ السلام کی خدمت اُن کی زندگی کے وقت خدا کیطرف پہنچانیوالی تھی پس اُس نے یہ گمان گیا کہ اگر آدمؑ کی تصویر کی خدمت کرونگا تب بھی ایسا ہی ہوگا۔ پھر ایک گروہ سے جو اُس کے بعد پیدا ہوا اُنہیں کا اتباع کیا۔ پس چونکہ اُنہوں نے صورت کی عبادت کی لہذا خدمت میں وہ گمراہ ہو گئے پس یہ لوگ بت پرست ہیں۔ پھر دوسرا گروہ اپنے عقول سے قیاس کی طرف گیا اور اُنہوں نے بُت پرستوں کو بُرا سمجھا اور یہ کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم چار طبیعتوں کی عبادت کریں۔ کیونکہ وہ تمام موجودات کی اصل ہیں اس لئے کہ تمام عالم حرارت اور برودت اور یبوست اور رطوبت سے مرکب ہے۔ پس اصل کی عبادت فرع کی عبادت سے بہتر ہے اسواسطے کہ بُت عبادت کرنیوالے کی فرع ہے کیونکہ وہ اُس کے تحت میں ہے۔ پس عابد اُن کی اصل ہے پس اُنہوں نے عناصر اربعہ کی عبادت کی۔ اور یہ لوگ طبیعون کہلاتے ہیں۔ پھر ایک گروہ نے سبع سیارہ کی عبادت کی اور یہ کہا کہ حرارت اور برودت اور یبوست اور رطوبت اُن میں سے کسی چیز کو بالذات حرکت اختیاری نہیں ہے اور اُنکی عبادت سے کچھ فائدہ نہیں ہے اس سے سبع سیارہ کی عبادت بہتر ہے۔ اور وہ زحل اور مشتری اور مریخ اور شمس اور زہرہ اور عطارد اور قمر ہیں کیونکہ اُن میں سے ہر ایک بالذات مستقل ہے۔ اور اپنے آسمان میں گردش کرتا ہے اور تمام موجودات میں اُنکی حرکت مؤثر ہے۔ اور کبھی نفع پہنچاتی ہے اور کبھی نقصان پہنچاتی ہے۔ پس جسکا تصرف ہو اُسکی عبادت بہتر ہے چنانچہ اُنہوں نے ان ستاروں کی پرستش کی اور اُن کو فلاسفہ کہتے ہیں۔ اور ایک گروہ نے نور اور ظلمت کی عبادت کی۔ کیونکہ اُنہوں نے یہ کہا کہ عبادت کے ساتھ انوار کا خاص کرنا گویا دوسری جانب کا ضایع کرنا ہے۔ اس لئے کہ تمام موجودات نور اور ظلمت ہی میں منحصر ہے۔ پس ان کی عبادت بہتر ہے چنانچہ انہوں نے مطلق نور کی جہاں کہیں پایا جائے عبادت کی۔ اور وہ نور کچھ ستارہ وغیرہ کا ہی مخصوص نہیں ہے۔ اور مطلق ظلمت متجلیہ کی عبادت کی جہاں کہیں کہ وہ ظلمت پائی جائے پس نور کا نام یزدان رکھا اور ظلمت کا نام اہرمن رکھا۔ اور یہ لوگ ثانویہ کہلاتے ہیں۔ پھر ایک گروہ نے آگ کی عبادت کی۔ اور اُنہوں نے یہ کہا کہ زندگی حرارت غریبیہ پر منحصر ہے اور وہ پوشیدہ ہے اور اُسکی صورت وجودیہ آگ ہے۔ پس وہ تمام موجودات کی تنہا اصل ہے لہذا آگ کی پرستش کی اور یہ فرقہ مجوس کہلاتا ہے۔ پھر ایک گروہ نے قطعاً عبادت کو ترک کر دیا اس گمان سے کہ وہ کچھ مفید نہیں ہے اور زمانہ بحیثیت فطرت آلیہ جیسا کہ وہ واقع میں وہ ہے پیدا کیا گیا ہے۔ پس یہاں کوئی ارحام نہیں ہیں کہ دفع کریں۔ اور نہ کوئی زمین ہے کہ نگل جائے اور ان لوگوں کو دہریہ کہتے ہیں۔ اور انکا نام ملاحدہ بھی ہے۔ پھر اہل کتاب متفرق ہیں۔ پس بعضے براہمہ

ہیں اور یہ لوگ اپنے آپ کو ابراہیم علیہ السلام کے دین پر گمان کرتے ہیں اور اُن کی ذریت کہتے ہیں۔ اور اُن کی عبادت ایک خاص طرح پر ہے۔ اور بعضے یہود ہیں اور یہ لوگ موسویوں ہیں۔ اور بعضے نصاریٰ ہیں اور یہ لوگ عیسویوں ہیں۔ اور بعضے مسلمان ہیں اور وہ محمدیوں ہیں۔ پس یہ دس مذاہب والے ہیں کہ تمام مختلف مذہب والوں کے اصول ہیں۔ اور باقی مذہب والے غیر متناہی ہیں۔ اور ان سب کا مدار انہیں دس مذہب والوں پر ہے اور وہ کفار اور طبائعیہ اور فلاسفہ اور ثانویہ اور مجوس اور دہریہ اور براہمہ اور یہود اور نصاریٰ اور مسلمان ہیں اور یہاں کوئی طائفہ ایسا نہیں ہے جس سے اللہ تعالےٰ نے بعضوں کو جنتی اور بعضوں کو دوزخی نہ پیدا کیا ہو۔ دیکھو پہلے زمانہ میں کفار اُن شہروں سے جہاں اسوقت کے رسولوں کی دعوت نہیں پہنچی تھی بعضے نیکی کرنے والے تھے جن کو اللہ تعالےٰ نے اُس کے بدلے میں جنت دی۔ اور بعضے بُرائی کرتے والے تھے جن کو اللہ نے اُس کے بدلے میں دوزخ میں ڈال دیا۔ اور ایسا ہی اہل کتاب کا حال ہے پس نیکی کو شریعتوں کے نازل ہونے سے پہلے دلوں نے اور نفوس نے قبول نہ کیا اور ارواح اُس سے خوش ہوئے۔ اور شریعتوں کے نازل ہونے کے بعد اللہ کے بندوں نے اُسکی عبادت کی اور شریعتوں کے نازل ہونے سے پہلے برائی کو قلوب نے نہ قبول کیا۔ اور نفوس نے بُرا سمجھا اور ارواح اُس سے رنجیدہ ہوئیں۔ اور شریعتوں کے نازل ہونے کے بعد اللہ نے اپنے بندوں کو اُس سے منع نہ کیا۔ پس یہ سب گروہ اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں اور اُسکی کماحقہ عبادت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ نے اُن کو اپنی عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے اور نہ اُن کو اُن کے واسطے پیدا کیا ہے پس وہ ہر طرح سے اُسی کے واسطے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ان مذہبوں میں اپنے اسماء وصفات کے حقایق کو ظاہر کیا۔ اور اُن سب میں بالذات متجلی ہوا۔ پس ہر گروہ نے اُسکی عبادت کی اور کفار اُسکی بالذات عبادت کرتے ہیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ جب تمام موجودات کی حقیقت ہے تو کفار بھی موجودات میں داخل ہیں اور وہ اُنکی حقیقت ہے۔ پس اُنہوں نے اس بات سے انکار کیا کہ وہ اُنکا رب ہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اُنکی حقیقت ہے اور اور اُسکا کوئی رب نہیں ہے بلکہ وہ خود ربِ مطلق ہے۔ پس اُنہوں نے اُسکی جیسا وہ چاہتے تھے اپنی ذاتوں کے اعتبار سے کہ وہ اُنکی عین ہیں اُسکی عبادت کی۔ پھر اُن میں سے جس نے بتوں کی عبادت کی تو اسوجہ سے کہ خدا کے وجود کا سِر اُنمیں کامل طور پر بغیر حلول اور امتزاج کے تمام ذرات وجود میں موجود تھا۔ پس اللہ تعالےٰ ان بتوں کی جن کی وہ عبادت کرتے ہیں حقیقت ہے۔ پس انہوں نے سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہیں۔ اور اس امر میں اُن کو اپنے جاننے کی حاجت نہیں ہے اور نہ

وہ اپنی نیتوں کے محتاج ہیں۔کیونکہ حقایق کا پوشیدہ کرنا اگرچہ طول ہوجائے لیکن اُنکا ظاہر ہونا قطعی طور پر ضروری ہے۔اور یہ اُن کے واسطے خدا کے اتباع کا اپنی ذاتوں میں بھید ہے اس لئے کہ اُن کے قلوب نے اُن کی گواہی دی ہے کہ اس امر میں بھلائی ہے۔پس اُن کے عقاید اسکی حقیقت پر جم گئے ہیں۔اور اللہ تعالے اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہے جیسے کہ حدیث میں وارد ہے کہ اپنے قلب سے فتویٰ طلب کر اگرچہ مفتی تجھ کو فتوے دے۔اور یہ امر قلب کے عام ہونے کی بنا پر ہے اور لیکن خاص طور پر یہ بات ہے کہ ہر قلب فتوے لینے کے قابل نہیں ہوتا ہے اور نہ ہر قلب کا فتویٰ صحیح دیتا ہے۔پس اس سے بعض قلوب مراد ہیں کل مراد نہیں ہیں۔پس یہ لطیفہ اعتقادیہ اس امر کی حقیقت کے ساتھ ہے کہ جس کے وہ کرنیوالے ہیں۔اور اُن کو حقیقت امر کے ظاہر کرنے کیطرف آخرت میں اس راستہ پر کھینچتا ہے جیساکہ اللہ تعالے فرماتا ہے کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ یعنی دنیا و آخرت میں خوش ہیں۔کیونکہ اسم اپنے مسمّیٰ سے جدا نہیں ہوتا ہے۔پس اللہ نے اُنکا نام فرحون رکھا ہے اور اُن کا یہ وصف بیان کیا ہے اور وصف اپنے موصوف کا غیر نہیں ہوتا ہے۔ برخلاف اُس صورت کے کہ اگر خدا یوں کہتا کہ فَرِحَ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ تو وہ فعل ماضی کا صیغہ ہے اور اگر یفرح مضارع کا صیغہ کہتا تو تمام ہونے کو چاہتا کہ یہ امر گویا انجام کو پہنچ گیا۔اور اسم ہمیشگی کے واسطے آیا کرتا ہے۔پس وہ دنیا میں اپنے افعال سے خوش ہیں اور آخرت میں اپنے احوال سے خوش ہیں۔پس وہ جو چیز اُن کے پاس ہے اُس سے ہمیشہ خوش ہیں۔اور اسی وجہ سے وہ اگر مردود ہوجاتے ہیں تو وہ اُسی چیز کیطرف لوٹ آتے ہیں جس سے وہ منع کئے گئے ہیں۔اور جب اُن کو یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ اُسکا نتیجہ عذاب ہے تو وہ چونکہ اُسمیں نہایت لذت پاتے ہیں اس وجہ سے پھر اُس کام کو کرتے ہیں۔اور اُسمیں اُنکی زندگی کا سبب یہی ہے۔اسواسطے کہ اللہ تعالے اپنی رحمت سے جب کسی بندہ کو آخرت میں عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس عذاب میں اُسکے واسطے ایک ایسی لذت پیدا کردیتا ہے جس سے اُس کے بدن کو عشق پیدا ہوجاتا ہے تاکہ وہ اُس عذاب سے خدا سے پناہ نہ مانگے پس وہ ہمیشہ جب تک کہ لذت اُسمیں موجود رہتی ہے عذاب میں رہتا ہے۔پس جب اللہ تعالے اُس سے عذاب کم کرنا چاہتا ہے تو وہ اس لذت کو اُس سے دور کردیتا ہے تو وہ رحمت کا امیدوار ہوتا ہے۔پس اللہ تعالے کو جب وہ پکارتا ہے تو اللہ اُسکی دعا کو قبول کرتا ہے پس اُس وقت خدا سے اُسکا پناہ مانگنا صحیح ہے۔اور اللہ اس عذاب سے اُس کو پناہ دیتا ہے۔پس کفار کی عبادت اُسکے واسطے عبادت ذاتیہ ہے۔اور وہ اگرچہ سعادت کیطرف رجوع کرتی ہے لیکن وہ

گواہی کا طریقہ ہے چونکہ سعادت کا حصول بہت دور ہے۔ پس اُسکے صاحب کو حقایق کا انکشاف نہیں
ہوتا ہے لیکن جب وہ تمام آخرت کی آگ کے طبقوں میں سیر کر لیتا ہے جیسا کہ اُس نے دنیا میں
طبیعت کی آگ کے طبقوں میں سیر کی تھی یعنی افعال اور احوال اور اقوال کے ساتھ باقتضاے بشر
کے تب اُس کو حقایق کا انکشاف ہوتا ہے۔ پس جب یہ امر پورا کر چکا تب اُس کو خدا کا راستہ مل گیا۔
کیونکہ اب وہ سعادت الٰہیہ کیطرف پہنچ گیا پس اُس کو وہ بات حاصل ہوئی کہ جو مقربین کو ابتداے
قدم سے حاصل ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ قرب سے پکارے گئے ہیں پس اُس کو سمجھ لے۔ اور گروہ طبایعہ نے
خدا کی عبادت اُس کے صفات اربعہ کے اعتبار سے کی۔ کیونکہ چاروں اوصاف الٰہیہ کہ جن کا نام حیات
اور علم اور قدرت اور ارادہ ہیں یہ تمام موجودات کی اصل ہیں۔ پس حرارت اور برودت اور رطوبت
اور یبوست عالم موجودات میں اُن کے مظاہر ہیں۔ پس رطوبت حیات کا مظہر ہے اور برودت علم
کا مظہر ہے اور حرارت ارادہ کا مظہر ہے اور یبوست قدرت کا مظہر ہے۔ اور ان مظاہر کی حقیقت
وہ ذات ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ موصوف ہے۔ پس جب تمام ارواح طبیعین کے واسطے
لطیفہ الٰہیہ ظاہر ہو گیا جو ان مظاہر میں موجود ہے۔ اور اُنہوں نے اُس کے اوصاف اربعہ الٰہیہ کے
اثر کو دیکھا پھر وجود میں اُس کے ساتھ حرارت اور برودت اور یبوست اور رطوبت کے طور پر
تو اُس نے قوابل کو بحیثیت استعداد الٰہی کے یہ جانا کہ یہ صفات ان صورتوں کے معانی ہیں۔ یا یوں کہنا چاہیے
کہ ان اجسام کی ارواح ہیں یا یوں سمجھنا چاہیے کہ ان مظاہر کے ظواہر ہیں۔ پس اُنہوں نے ان طبایع اس
بھید کی وجہ سے عبادت کی۔ پس بعضوں کو معلوم ہو گیا اور بعض کو نہ معلوم ہوا۔ پس جاننے والا پہلے ہے
اور جاہل اُس کے بعد ہے پس وہ خدا کی بحیثیت صفات کے عبادت کرنے والے ہیں اور اُنکا انجام
کار سعادت ہے جیسے کہ پہلے لوگوں کا انجام کار اُن حقایق کے ظہور کے ساتھ ہے جن پر اُنکا حال مبنی
ہوا۔ اور فلاسفہ نے خدا کی عبادت بحیثیت اُس کے اسماء کے کی کیونکہ ستارے خدا کے اسماء کے مظاہر
ہیں اور اللہ تعالیٰ بالذات اُن کی حقیقت ہے پس آفتاب اُس کے اسم اللہ کا مظہر ہے۔ کیونکہ وہ تمام
ستاروں کو اپنے نور سے مدد دینے والا ہے جیسے کہ اسم اللہ تمام اسماء کے حقایق کو مدد دینے والا ہے
اور اُن اسماء کے حقایق اُسی سے ہیں۔ اور قمر اُس کے اسم رحمٰن کا مظہر ہے کیونکہ وہ سب سے بڑا ستارہ
ہے کہ جو آفتاب کے نور کو اُٹھاتا ہے جیسے کہ اسم رحمٰن اسم اللہ میں تمام اسماء سے اعلیٰ مرتبہ کا ہے
جیسا کہ اُسکا بیان اُس کے باب میں گذر چکا ہے اور مشتری اُس کے اسم رب کا مظہر ہے۔ کیونکہ وہ
آسمان میں سب ستاروں میں زیادہ سعید ہے جیسے کہ اسم رب تمام مراتب میں زیادہ خاص ہے

اس وجہ سے کہ وہ کمال کبریا کو شامل ہے کیونکہ وہ مربوب کو چاہتا ہے اور زحل واحدیت کا مظہر ہے اس لئے کہ تمام افلاک اُس کے احاطہ کے تحت میں ہیں جیسے کہ اسم واحد کے تحت میں تمام اسماء وصفات ہیں اور مریخ قدرت کا مظہر ہے اس لئے کہ وہ ایسا ستارہ ہے کہ جو افعال قہاریہ کے ساتھ مخصوص ہے اور زہرہ ارادہ کا مظہر ہے کیونکہ وہ بالذات جلد لوٹ پوٹ ہونیوالا ہے۔ پس اسی طرح اللہ تعالےٰ ہر آن میں دوسری چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ اور عطارد علم کا مظہر ہے کیونکہ وہ آسمان میں کاتب ہے۔ اور باقی ستارے اُس کے اسماء حسنیٰ کے مظاہر ہیں جو شمار کے تحت میں داخل ہیں۔ اور باقی وہ ستارے کہ جو نامعلوم ہیں اُس کے اُن اسماء کے مظاہر ہیں کہ جو بیشمار ہیں۔ پس جب فلاسفہ کی ارواح نے بحیثیت ادراک استعدادی کے کہ جو اُن میں فطرت الٰہی سے موجود ہے یہ مزا چکھا تب اُن ستاروں کے اس لطیفۂ آلہیہ کی وجہ سے کہ جو ہر ایک ستارہ میں موجود ہے عبادت کی پھر جب اللہ تعالےٰ ان ستاروں کی حقیقت تھا تو اُس نے بالذات معبود ہونا چاہا۔ پس اُنہوں نے اُسکے اس بھید کی وجہ سے عبادت کی۔ پس وجود میں ایسی چیز کوئی نہیں ہے کہ جس کو بنی آدم اور حیوانات وغیرہ جیسے کرگٹ کہ وہ آفتاب کی پرستش کرتا ہے۔ اور جعل کہ جو گوبر یا بدبودار چیزوں کی پرستش کرتا ہے اُسکی عبادت نہ کرتا ہو۔ غرض کہ تمام موجودات میں کوئی حیوان ایسا نہیں ہے کہ جو خدا کی عبادت نہ کرتا ہو یا تو کسی مظہر یا محدث کے ساتھ مقید کر کے عبادت کرتا ہے یا مطلق عبادت کرتا ہے۔ پس جس نے اُس کی مطلق عبادت کی وہ موحد ہے اور جس نے مقید کر کے عبادت کی وہ مشرک ہے۔ اور حقیقت میں وہ سب اللہ کے بندے ہیں۔ کیونکہ اُن میں خدا کا وجود پایا جاتا ہے اس لئے کہ اللہ سبحانہ بحیثیت اپنی ذات کے ایسی چیز میں ظاہر ہونا نہیں چاہتا کہ جو یہ چیز اُس کی عبادت نہ کرتی ہو حالانکہ وہ وجود کے تمام ذررات میں ظاہر ہے۔ پس بعض آدمیوں نے طبیعتوں کی عبادت کی کہ جو عالم کی اصل ہیں۔ اور بعض نے ستاروں کی عبادت کی۔ اور بعض نے معدن کی عبادت کی۔ اور بعض نے آگ کی عبادت کی۔ غرض یہ ہے کہ سوائے محمدیوں کے کوئی چیز ایسی موجودات میں باقی نہیں ہے۔ جس نے کسی نہ کسی چیز کی عبادت نہ کی ہو اور محمدیوں نے خدا کی عبادت مطلق طور پر بغیر مقید کرنے کے کسی محدث چیز کے ساتھ کی ہے اُنہوں نے مجموعی حیثیت سے عبادت کی ہے پھر اُنکی عبادت ظاہر اور باطن وغیرہ کے ساتھ متعلق ہونے سے منزہ ہے۔ پس اُسکا طریق خدا کی ذات کیطرف راستہ ہے اسی وجہ سے یہ لوگ اول قدم سے تقرب کے درجہ کو پہنچے ہیں۔ پس یہ وہی لوگ ہیں جن کیطرف اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے اولئك ینادون من مكان قریب اور بر خلاف اُس شخص کے

کہ جس نے خدا کی عبادت باجہت کی حیثیت سے کی اور اُس کو کسی مظہر کے ساتھ مقید کیا جیسے کہ طبایع یا جیسے کہ ستارے یا بت وغیرہ۔ پس وہ لوگ خدا کے اس قول سے اشارہ کئے گئے ہیں اُولٰٓئِكَ يُنَادُوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ط کیونکہ وہ خدا کیطرف اس مظہر کے اعتبار سے رجوع ہوتے ہیں جسکی انہوں نے اُسکی حیثیت سے عبادت کی ہے۔ اور اُنپر سوائے اُسچیز کے دوسری چیز میں ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ بعینہ وہ بعد ہے کہ جہاں سے وہ پکارے گئے ہیں۔ اور منزل پر پہنچنے کے بعد وہ شخص کہ جو پاس سے پکارا گیا ہے۔ اور وہ شخص کہ جو دور سے پکارا گیا ہے دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔ اور ثانویہ نے خدا کی عبادت اُسکی ذات کی حیثیت سے کی ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ضدوں کو بالذات جمع کیا ہے۔ پس وہ مراتب حقیہ اور مراتب خلقیہ دونوں کو شامل ہے۔ اور دونوں وصفوں میں دو حکموں سے ظاہر ہے۔ اور دونوں جہان میں دو صفتوں سے ظاہر ہے۔ پس جو چیز حقیقت حقیہ کی طرف منسوب ہے وہ انوار میں ظاہر ہے اور جو چیز حقیقت خلقیہ کیطرف منسوب ہے وہ ظلمت ہے۔ پس اُنہوں نے اس سِرّ الٰہی کی وجہ سے کہ جو دونوں وصفوں اور دونوں ضدوں اور دونوں اعتباروں اور دونوں حکموں کا جامع ہے نور اور ظلمت کی عبادت کی جس طرح تو چاہے اور جس حکم سے تو چاہے اللہ تعالےٰ دونوں ضدوں کو بالذات جمع کرتا ہے۔ پس ثانویہ نے اس لطیفہ الٰہیہ کی حیثیت سے جس کو اللہ سبحانہ وتعالےٰ بالذات چاہتا ہے اُسکی عبادت کی پس اُسی کا نام حق ہے اور اُسی کا نام خلق ہے اور وہی نور ہے اور وہی ظلمت ہے۔ اور مجوس نے احدیت کی حیثیت سے اُسکی عبادت کی جیسے کہ احدیت تمام اسماء اور اوصاف کے مراتب کو فنا کرنے والی ہے ایسی ہی آگ بھی فنا کرنیوالی ہے۔ اور آگ سب عناصر سے زیادہ زبردست ہے اپنے مقابلہ میں سب طبیعتوں کی فنا کرنے والی ہے۔ اور جو طبیعت اُس کے قریب ہوتی ہے وہ بوجہ اُس کے غلبہ قوت کے آگ ہو جاتی ہے۔ پس ایسے ہی احدیت کے مقابل کوئی اسم اور وصف ایسا نہیں ہوتا ہے کہ جو اُس میں داخل نہ ہو جاتا ہو۔ پس اسی لطیفہ کی وجہ سے اُنہوں نے آگ کی پرستش کی۔ اور اُسکی حقیقت خدا کی ذات ہے ✤

اب جاننا چاہئے کہ ہیولا ارکان طبایع میں سے کسی رکن میں اپنے ظاہر ہونے سے پہلے جس رکن کی صورت کو چاہے قبول کر سکتا ہے۔ اور ارکان طبایع یہ ہیں۔ آگ۔ پانی۔ اور ہوا۔ اور مٹی اور کسی رکن میں ظاہر ہونے کے بعد اس صورت کو چھوڑ کر دوسری صورت قبول نہیں کر سکتا۔ پس اسی طرح اسماء وصفات عین واحدیت میں ہیں کہ اُن میں سے ہر ایک کے دوسرے معنی ہیں

پس منعم وہی منتقم ہے اور جب اسماء مرتبہ الٰہیہ میں ظاہر ہوئے تو ہر ایک اسم اپنی حقیقت کے مقتضاء کے موافق فائدہ دیگا تو منعم منتقم کی ضد ہے۔ پس آگ ان طبایع میں اسماء کے اندر واحدیت کا مظہر ہے۔ پس جب مجوس کی ارواح کا مغز اس مشک کی خوشبو سے معطر ہوگیا تب اُسکی بدبانی سونگنے سے زکام ہوگیا۔ پس اُنہوں نے آگ کی پرستش کی۔ اور حقیقتہً اُنہوں نے واحد قہار کی عبادت کی۔ اور براہمہ خدا کی عبادت مطلقاً کرتے ہیں کسی نبی اور رسول کی حیثیت سے نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ تمام موجودات میں سب چیز خدا کے واسطے پیدا کی گئی ہے۔ پس وہ وجود میں اسکی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں لیکن انبیاء اور رسولوں کے مطلقاً منکر ہیں۔ پس خدا کی عبادت رسولوں کی عبادت سے اُن کے بھیجنے سے پہلے ایک قسم ہے اور وہ اپنے آپ کو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد گمان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک کتاب ہے کہ جس کو ابراہیم علیہ السلام نے بالذات بنایا ہے اور وہ خدا کی کتاب نہیں بتاتے اُسمیں حقایق کا ذکر ہے۔ اور اس کے پانچ حصے ہیں اُسمیں چار حصوں کا پڑھنا ہر شخص کو مباح سمجھتے ہیں۔ اور پانچویں حصے کا پڑھنا سوائے اُن میں سے بعض آدمیوں کے کسی کو مباح نہیں سمجھتے چونکہ اُس کے مطالب نہایت دقیق ہیں اور اُن میں یہ بات مشہور ہے کہ جس نے اس کتاب کے پانچویں حصہ کو پڑھا وہ آخر کار ضرور مسلمان ہو جائیگا۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو جائیگا۔ اور یہ گروہ ہند کے شہروں میں اکثر پایا جاتا ہے۔ اور یہاں بعض آدمی اُن کی صورت بنتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں کہ ہم براہمہ ہیں حالانکہ وہ اُن میں سے نہیں ہیں اور وہ اُن لوگوں کے درمیان میں بُت پرستی کے ساتھ مشہور ہیں۔ پس اُن میں سے جو شخص بت پرستی کرتا ہے وہ اُن کے نزدیک اس گروہ سے نہیں شمار کیا جاتا ہے۔ اور یہ سب جنسیں جن کا پہلے ذکر ہوچکا اور جنہوں نے ان عبادات کو بالذات ایجاد کیا جاتا ہے وہ اُن کی شقاوت کا سبب ہیں اگرچہ اُنکا انجام کار سعادت ہو۔ لیکن شقاوت سوائے اس دوری کے جس میں وہ سعادت کے ظاہر ہونے سے پہلے ثابت ہیں اور کچھ نہیں ہے۔ پس وہ شقاوت ہے اس کو سمجھ لے۔ اور جس شخص نے خدا کی عبادت موافق اُس قانون کے کی جس کو اُسکے کسی نبیؐ نے اُس کے حکم کے موافق بنایا ہے تو وہ شقی نہیں ہے بلکہ اُسکی سعادت ہمیشہ رفتہ رفتہ ظاہر ہوتی رہے گی۔ اور اہل کتاب پر جو احکام آئے اُنہوں نے خدا کے کلام کو بدل کر اپنی طرف سے کوئی چیز گھڑ لی۔ پس یہی امر اُنکی شقاوت کا سبب ہوا۔ اور وہ بقدر اپنی مخالفت کے خدا کے احکام سے شقاوت میں ہیں۔ اور اُن کی سعادت بقدر خدا کی کتاب

کی موافقت کے ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جس نبی یا رسول کو کسی امت کیطرف بھیجا تو اُس نے اُس کی رسالت میں اُسکے متبعین کی سعادت کو قرار دیا۔ اور یہود اللہ کی توحید کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر ہر روز دو مرتبہ نماز پڑھتے اور عنقریب نماز کے بھید کا بیان اُسکی جگہ پر انشاء اللہ تعالےٰ آئیگا اور وہ کنوار کے دن روزہ رکھتے ہیں اِس لئے کہ وہ اغاز سال کا دسواں دن ہے جس کو یوم عاشورا کہتے ہیں اور عنقریب اسکا بیان بھی آئیگا۔ اور سنیچر کے دن اعتکاف کرتے ہیں۔ اور اُن کے یہاں اعتکاف کی یہ شرط ہے کہ اُس گھر میں ایسی کوئی چیز نہ آئے کہ جو مال یا کھانا کی قسم سے ہو اور نہ اُس سے کوئی چیز باہر نکلے۔ اور اُس گھر میں نکاح اور خرید و فروخت وغیرہ کچھ نکیجائے اور وہ گھر خاص خدا کی عبادت کے واسطے تیار کیا گیا ہو جیسا کہ اللہ تعالےٰ توراۃ میں فرماتا ہے کہ تو اور تیرا غلام اور تیری لونڈی سنیچر کے روز سب خدا تعالےٰ کے واسطے ہیں۔ اسی واسطے اُنپر سنیچر کے روز دنیا کے متعلق باتیں کرنا حرام ہیں۔ اور اُنکا کھانا جو جمع کیا ہے وہ جمعہ کے دن ہوتا ہے اور اُسکا اول وقت اُن کے یہاں اُسوقت ہے کہ جب آفتاب جمعہ کے دن غروب ہو جائے اور اُسکا آخر وقت سنیچر کے روز جب آفتاب میں زردی آجائے۔ اور اسمیں بہت بڑی حکمت ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا کیا۔ اور اُنکی پیدایش کی ابتدا اتوار کے دن کی۔ پھر ساتویں دن کہ وہ سنیچر کا روز تھا عرش پر چڑھ گیا۔ اور اُسی دن اُسکی پیدائش سے فارغ ہوا۔ پس اسی وجہ سے اس دن میں یہود نے خدا کی یہ عبادت کی پس اس سے اشارہ استواء رحمانی اور اُسکے حاصل ہونے کیطرف اس دن میں ہے پس اس کو سمجھ لے۔ اور اگر ہم اُن کے کھانے اور پینے کا حال جو موسیٰ علیہ السلام نے اُن کے واسطے مقرر کیا تھا بیان کریں۔ یا اُن کی عیدوں کا حال۔ اور جس چیز کا اُن کے نبی نے اُن کی عبادات میں حکم کیا تھا اور اُسمیں جو کچھ اسرار الٰہیہ ہیں اُنکا حال بیان کریں تو اکثر جاہلوں سے ڈرتے ہیں کہ وہ دھوکا کھا جائیں گے۔ اور اپنے دین سے اُسکے اسرار کی عدم واقفیت کی وجہ سے خارج ہو جائیں گے۔ پس اب ہم اہل کی عبادات کے اسرار ظاہر کرنے سے زبان کو بند کرتے ہیں۔ اور وہ چیز بیان کرتے ہیں کہ جو اس سے افضل ہے یعنی اہل اسلام کی عبادات کے اسرار کو بیان کرتے ہیں۔ پس میں نے تمام متفرقات کو جمع کر دیا ہے اور خدا کے اسرار میں سے ایسی کوئی چیز باقی نہیں ہے کہ جسکی طرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری رہنمائی نہ کی ہو۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دین اکمل الادیان ہے۔ اور آپ کی امت خیر الامم ہے۔ اور نصاریٰ سے تمام پہلی امتوں سے خدا تعالےٰ کیطرف اقرب

ہیں اور وہ محمدیوں کے قریب ہیں۔ اور اسکا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالے کو طلب کیا پس انہوں نے عیسیٰ اور مریم اور روح القدس میں خدا کی عبادت کی۔ پھر انہوں نے یہ کہا کہ خدا کا کوئی خبر نہیں ہے پھر انہوں نے یہ کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حادث ہونے میں خدا کا قدیم ہونا اس کے وجود پر ہے اور یہ کل امور تشبیہ میں تنزیہ ہے اور جناب الٰہی کو لائق ہے لیکن چونکہ انہوں نے اس امر کا ان تینوں میں حصر کیا اس وجہ سے وہ موحدین کے درجہ سے گر گئے۔ مگر وہ اور مذاہب والوں سے محمدیوں کی طرف بہت قریب ہیں کیونکہ جو شخص انسان میں خدا کے سامنے شاہد ہوا تو اسکا شہود تمام مخلوقات سے اکمل ہوا۔ پس انکا یہ شہود حقیقت عیسویہ میں انہیں کیطرف راجع ہوتا ہے اور جب اس امر کا انکشاف بخوبی ہوگیا تو انہوں نے یہ جان لیا کہ بنی آدم آئینوں کی طرح ہیں جو ایک دوسروں کے سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ اور ان میں ایک دوسرا پایا جاتا ہے پس وہ بالذات خدا کے سامنے بیٹھا ہے اور اس کو مطلقاً واحد جانتے ہیں پس وہ موحدین کے درجے کو پہنچ گئے ہیں لیکن اس دور راستہ سے متجاوز ہونے کے بعد ہیں اور وہ راستہ یہی تقید اور حصر کرنا ہے کہ جو ان کے عقاید میں ہے۔ اور نصاریٰ کی عبادت انچاس دن کے روزے ہیں یعنی اتوار کے دن سے وہ شروع کرتے ہیں اور اسی دن میں ختم کرتے ہیں۔ اور ان کو یہ امر مباح ہے کہ اتوار کے باقی دن روزہ نہ رکھیں۔ پس ان سے اٹھ اکائیاں خارج ہیں پس اکتالیس دن باقی رہ گئے اور یہی ان کے روزہ رکھنے کی مدت ہے۔ اور ان کے روزہ رکھنے کی کیفیت یہ ہے کہ وہ تیئیس گھنٹے عصر سے ایک گھنٹہ پہلے تک نہیں کھاتے ہیں اور وہی ان کے کھانے کا وقت ہے اور ان کے واسطے یہ امر جایز ہے کہ باقی اوقات میں جن میں روزہ رکھتے ہیں شراب اور پانی پی لیں۔ اور میوہ جات وغیرہ اور جو چیزیں کھانے کے قایم مقام ہیں ان کو نہ کھائیں اور اس کے ہر نکتہ کے تحت میں اللہ تعالے کے اسرار پوشیدہ ہیں پھر اللہ تعالے نے ان کو اتوار کے روز اعتکاف کا حکم دیا ہے اور نو عیدوں میں بھی یہی حکم ہے ہم کو ان کا ذکر کرنا مقصود نہیں ہے اور اس کے ہر لطیفے کے تحت میں بڑے بڑے علوم پوشیدہ ہیں پس اب ہم ان کو بیان کرنا نہیں چاہتے اور ان عبادات کا ذکر کرتے ہیں کہ جو مسلمانوں کی عبادتیں اہم ہیں اور مسلمان موافق اللہ تعالے کے حکم کے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کیونکہ ان کے نبی یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم خیر الانبیاء ہیں اور ان کا دین خیر الادیان ہے اور جو شخص تمام امتوں میں سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور بعثت کے بعد ان کے خلاف ہوا پس وہ گواہ ہے اور وہ شقی ہے اس کو دوزخ میں عذاب دیا جاویگا جیسے کہ خدا نے خبر دی ہے پس وہ خدا کی رحمت کیطرف

ابدالاباد کے بعد رجوع ہوگا کیونکہ خدا کی رحمت اُس کے غضب پر سبقت لے گئی ہے ورنہ وہ مغضوب ہے کیونکہ وہ راستہ جس کیطرف خداتعالے اُن کو بلاتا ہے وہ شقاوت اور غضب اور الم اور تعب کا راستہ ہے پس وہ سب ہلاک ہونے والے ہیں جیساکہ اللہ تعالے فرماتا ہے وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ یعنی کون سا ٹوٹا اُس ٹوٹے سے بڑھ کر ہے جسمیں وہ سعادت جو کسی شخص کے واسطے قرب الٰہی کے درجہ میں حاصل ہو فوت ہوجائے۔ پس اور سے اُنکا پکارا جانا یہ اُن کے لئے ٹوٹا ہے اور بعینہٖ شقاوت اور عذاب الیم ہے اور اُن کے دین کا کچھ اعتبار نہیں ہے اگرچہ اُن مذہب والوں کو وہ دین نہایت مشقت اور دشواری سے حاصل ہُوا ہو کیونکہ وہ شقاوت کا دین ہے۔ اور وہ اس دین ہی کی وجہ سے شقی ہوگئے دیکھو مثلاً جو شخص دنیا میں عذاب دیا جاتا ہے اگرچہ وہ ایک ہی دن عذاب دیا جائے اور اُسپر دنیا کے انواع اور اقسام کے عذاب ہوں حالانکہ وہ آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں ایک رائی کے دانہ کی برابر ہیں تو وہ اس عذاب کی وجہ سے کیسا شقی ہوتا ہے پس اُس شخص کا کیا حال ہوگا کہ جو جہنم کی آگ میں ابدالاباد تک رہے گا اور تجھ کو اللہ تعالے خبر دے چکا ہے کہ وہ اُس میں اُسوقت تک رہیں گے کہ جب تک آسمان و زمین قایم ہے۔ پس رحمت کیطرف آسمان اور زمین دور ہونے کے بعد متصل ہوں گے پس اُس وقت ان کی حالت بدل جائےگی۔ اور جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہوجائیں گے اور وہ اللہ تعالے ہے پس اُس کو سمجھ لے۔ اور سب مسلمان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی وجہ سے سعید ہیں جیساکہ آپ نے ایک اعرابی سے فرمایا تھا جب اُس اعرابی نے آپ سے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھ کو خبر دیجئے کہ جب میں حلال کو حلال سمجھوں اور حرام کو حرام سمجھوں اور مفروضات کو ادا کروں اور اس سے زیادتی اور کمی کچھ نہ کروں تو آیا میں جنت میں داخل ہونگا۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے ارشاد فرمایا کہ ہاں تو داخل ہوگا اور اُس کو کسی شرط پر موقوف نہیں کیا بلکہ مطلقاً اس عمل سے اُسکے جنت میں داخل ہونے کو تصریحاً ارشاد فرمایا ہے اور جو شخص جنت میں داخل ہُوا وہ قرب کے درجات میں سے پہلے درجہ کو پہنچ گیا جیساکہ اللہ تعالے فرماتا ہے فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ۔ پس مسلمان صراط مستقیم پر ہیں اور یہ راستہ بغیر مشقت کے سعادت کو پہنچانے والا ہے اور مسلمانوں میں سے جو موحدین ہیں یعنی توحید کی حقیقت والے وہ خدا کے راستہ پر ہیں۔ اور یہ راستہ پہلے سے افضل اور اخص ہے کیونکہ وہ خدا کی بالذات اپنے نفس کے واسطے انواع تجلیات سے مراد ہے۔ اور صراط مستقیم اُس راستہ کو کہتے ہیں کہ جو اُس سے

کشف کیطرف پہنچا دے پس مسلمان اہل توحید ہیں اور عارفین اہل حقیقت اور اہل توحید ہیں اور ان لوگوں کے سوا سب مشرک ہیں اُنہیں تو مذہب والے جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں سب برابر ہیں۔ پس سوائے مسلمانوں کے موحد کوئی نہیں ہے۔ پھر مسلمانوں نے خدائیتعالے کی عبادت بحیثیت اُس کے اسم رَبّ کے کی پس وہ خدا کے اوامر اور نواہی میں پیشوا ہیں کیونکہ سب سے پہلے جو آیت خدا نے اپنے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل کی وہ یہ ہے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ پس حکم کو ربوبیت کے ساتھ متصل کر دیا کیونکہ وہ اُسکا محل ہے اسی وجہ سے اُنپر تمام عبادات فرض ہوئیں کیونکہ مربوب کو اپنے رَبّ کی عبادت لازم ہے پس تمام عوام مسلمان خدا کی عبادت بحیثیت اسما کے اسم رَبّ کے کرنے والے ہیں بغیر اسکے اُس کی عبادت نہیں کر سکتے برخلاف عارفین کے کہ وہ خدا کی عبادت اُس کے اسم رحمٰن کی حیثیت سے کرتے ہیں چونکہ تمام موجودات میں اُنپر اس کے وجود سارے کی تجلی ہے پس وہ رحمٰن کے دیکھنے والے ہیں۔ اور وہ اُسکی عبادت مرتبہ رحمانیہ کی حیثیت سے کرتے ہیں برخلاف محققین کے کہ اُن کی عبادت خدا کے واسطے اُسکے اسم اللہ کی حیثیت سے ہے چونکہ وہ اُن اسماء اور صفات سے کہ جن کے ساتھ وہ اُس کو موصوف کرنے کا مستحق سمجھتے ہیں اُسکی حمد و ثنا کرتے ہیں اس لئے کہ ثنا کی حقیقت یہ ہے کہ تو کسی ایسے اسم یا صفت کے ساتھ اُس کو متصف کرے جس کے ساتھ تو نے اُسکی حمد و ثنا کی ہے۔ پس وہ اللہ کے بندے محققین ہیں۔ اور عارفین رحمٰن کے بندے ہیں۔ اور عام مسلمان رَبّ کے بندے ہیں۔ پس محققین کا مقام الحمد للہ ہے۔ اور عارفین کا مقام اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ہے۔ اور عام مسلمانوں کا مقام رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ اور عام مسلمانوں سے مراد سوائے عارفین کے شہداء اور صالحین اور علماء اور عاملین ہیں۔ پس یہ لوگ قرب الٰہی والوں کے اعتبار سے عوام ہیں اور وہ محققین ہیں جن پر اللہ نے وجود کی بنیاد قایم کی ہے اور اُن کے انفاس پر تمام عالم کے افلاک گردش کرتے ہیں پس وہ عالم میں خدا کی نظر کے محل ہیں بلکہ وہ تمام موجودات میں اللہ کے محل ہیں۔ اور لفظ محل سے میری مراد حلول اور تشبیہ اور جہت نہیں ہے بلکہ اُس سے مراد یہ ہے کہ وہ حق تعالےٰ کے ظہور کا محل ہیں اس طرح سے کہ اُن میں اُسکے اسماء اور صفات کے آثار کا اظہار ہوتا ہے۔ پس وہ انواع اسرار کے ساتھ مخاطب ہیں اور وہ ماسوا سب پردوں کے برگزیدہ ہیں۔ اور اُن کو اللہ

تعالے نے دین کے قواعد بلکہ سب دینوں کے قواعد بنایا ہے جو اُن کی معرفتوں کی زمین پر بنی ہوئی ہیں۔ پس وہ انواع لطایف سے بھرے ہوئے ہیں جن کو سوائے اُن کے کوئی نہیں پہچانتا ہے۔ پس خدا کا کلام اُن کیواسطے عبارات ہیں کہ اُسمیں حقایق کی طرف اشارات ہیں اور اُس کے حکم اور عبارات کے واسطے اُن کے معارف آلہیہ سے کچھ رموز ہیں کہ وہ خزانہ ہیں اور اُن کو اللہ تعالے اُس چیز کی معرفت سے کہ جس کا اُنہوں نے وصف بیان کیا ہے ایک مرتبہ سے دوسری مرتبہ کیطرف۔ اور ایک حضرت سے دوسرے حضرت کیطرف اور علم سے عیان کیطرف اور عیان سے تحقق کیطرف۔ اور پھر اُس جگہ سے جہاں کہ مکان نہیں ہے نقل کریگا۔ پس تمام خلق اُن کے لئے ایک آلہ کی طرح ہے کہ ان امانتوں کی اُٹھانے والی ہے کہ جن کو اللہ تعالے نے اس گروہ کی بادشاہی بنایا ہے۔ پس وہ امانت کے اُٹھانے ولے مجازاً ہیں۔ اور حقیقۃً خدا کی امانت کے یہ لوگ اُٹھانے والے ہیں۔ پس وہ خدا کے کلام کے خطاب کے محل ہیں۔ اور اُس کے اشارات کے مورد ہیں اور بیان کے مجلی ہیں اور باقی لوگ بھی بطور مجاز کے اُن کے ساتھ ملحق ہیں پس وہ اللہ کے بندے ہیں کہ جو خالص کافور کے چشمہ سے پانی پیتے ہیں اور باقی اُن کے واسطے اس چشمہ سے خارج ہے پس ہر شخص بمقدار اپنے پیالے کے اس سے لے گا جیساکہ اللہ تعالے فرماتا ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُھَا کَافُوْرًا عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا عِبَادُ اللّٰہِ یُفَجِّرُوْنَھَا تَفْجِیْرًا۔ پس اللہ کے بندے حقیقت میں اللہ کے ساتھ ہیں۔ اور ابرار مجازاً اللہ کے ساتھ ہیں۔ اور باقی لوگ ان کے اتباع میں اللہ کے ساتھ ہیں۔ اور حکم حقیقت پر ہوا کرتا ہے پس کل اللہ کے ساتھ ہیں جیساکہ اللہ کو لایق ہے اور کل اللہ کے بندے ہیں اور کل رحمت کے بندے ہیں۔ اور کل رب کے بندے ہیں ✣

پھر جاننا چاہئے کہ اللہ تعالی نے مطلق امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سات مرتبہ کئے ہیں ان میں پہلا مرتبہ اسلام ہے اور دوسرا مرتبہ ایمان ہے اور تیسرا مرتبہ صلاح ہے اور چوتھا مرتبہ احسان ہے۔ اور پانچواں مرتبہ شہادت ہے۔ اور چھٹا مرتبہ صدیقیت ہے۔ اور ساتواں مرتبہ قربت ہے اور ان سب مراتب کے بعد نبوت کا مرتبہ ہے اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔ پھر اسلام پانچ اصول پر مبنی ہے۔ اُسمیں پہلے اصل یہ ہے کہ اس بات کی شہادت کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور دوسرے اصل کا نماز کا قایم کرنا ہے۔ اور تیسرے اصل زکوٰۃ کا دینا ہے اور چوتھے اصل رمضان کے روزے رکھنا ہے۔ اور پانچویں اصل بیت الحرام کا حج کرنا اُس شخص کے واسطے جسکو زاد راہ کی استطاعت ہو۔ اور ایمان کے دو رکن ہیں۔ اُس میں پہلا رکن

خدا کی وحدانیت اور اُس کے ملائکہ اور اُسکی کتابوں اور اُس کے رسولوں اور قیامت کے دن کی تصدیق یقینی کرنا اور اس امر کی تصدیق کرنا کہ خیر و شر سب اللہ تعالے کیطرف سے ہے اور اس تصدیق یقینی سے یہ مراد ہے کہ غیب کی جو خبریں کہ اُس کو دی گئی ہیں اُن کی تحقیق سے قلب کو ایسا سکون حاصل ہوجائے جیسے کسی چیز کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر سکون ہوجاتا ہے اور اُسمیں کچھ شک وشبہ باقی نہ رہے۔ اور دوسرا رکن یہ ہے کہ اسلام جن امور پر مبنی ہے اُن کو عمل میں لائے۔ اور صلاح تین رکنوں پر مبنی ہے اُسمیں پہلا اسلام۔ اور دوسرا ایمان۔ اور تیسرا ہمیشہ خدا کی عبادت کرنا اس شرط پر کہ خدا سے خوف اور امید رکھے۔ اور احسان کے چار رکن ہیں اُسمیں اسلام اور ایمان اور صلاح اور چوتھا رکن ساتوں مقامات میں قایم رہنا۔ اور وہ ساتوں یہ ہیں یعنی توبہ اور انابت اور زہد اور توکل اور رضا اور تفویض اور تمام احوال میں اخلاص اور شہادت کے پانچ رکن ہیں۔ اُسمیں ایک اسلام ہے۔ اور دوسرا ایمان ہے۔ اور تیسرا اصلاح ہے۔ اور چوتھا احسان ہے اور پانچواں ارادہ ہے اور اُسکی تین شرطیں ہیں۔ اُسمیں پہلی شرط یہ ہے کہ محبت خالص خدا کے واسطے بغیر کسی سبب کے ہو اور ہمیشہ اُسکا ذکر کرتا رہے اور نفس کے بغیر رخصت کی مخالفت کرتا رہے۔ اور صدیقیت چھ رکنوں پر مبنی ہے اُسمیں اسلام اور ایمان اور صلاح اور احسان اور شہادت ہے۔ اور چھٹا رکن معرفت ہے اور اُسکی تین حضرتیں ہیں۔ اُسمیں پہلے حضرت علم الیقین ہے۔ اور دوسرے حضرت عین الیقین ہے۔ اور تیسرے حضرت حق الیقین ہے۔ اور ہر حضرت کی اُسکی جنس سے سات شرطیں ہیں اُسمیں پہلی فنا۔ اور دوسری بقا۔ اور تیسری ذات کی معرفت بحیثیت اسماء کی تجلی کے۔ اور چوتھی ذات کی معرفت بحیثیت صفات کی تجلی کے۔ اور پانچویں ذات کی معرفت ذات کی حیثیت سے اور چھٹی اسماء وصفات کی بالذات معرفت ہے۔ اور ساتویں اسماء و صفات کے ساتھ موصوف ہوتا ہے اور قربت کے سات رکن ہیں اُسمیں اسلام اور ایمان اور صلاح اور احسان اور شہادت اور صدیقیت ہے۔ اور ساتواں رکن ولایت کبرٰے ہے اور اُسکی چار حضرتیں ہیں۔ اسمیں پہلے حضرت حضرت خلت ہے اور وہ مقام ابراہیم ہے کہ جو اُس میں داخل ہوا وہ امن میں ہوگیا۔ اور دوسرے حضرت حضرت حب ہے اُسمیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حبیب اللہ نام رکھنے کا خلعت ملتا ہے۔ اور تیسرے حضرت حضرت الختام ہے اور وہ مقام محمدی ہے کہ اُسمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے لواء الحمد بلند کیا گیا ہے۔ اور چوتھے حضرت حضرت عبودیت ہے اُسمیں اللہ تعالے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام بعبدہ رکھا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ اور اس

میں بنیٔ ہے اور اُس کو خلق کیطرف اس لئے بھیجا ہے تاکہ وہ عالمین کے واسطے رحمت ہو۔ پس محققین کے واسطے اس مقام سے سوائے بعبدہ نام رکھنے کے اور کچھ نہیں ہے پس وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سب حضرات میں خلفاء ہیں سوائے اُس کے کہ جو اُس کے ساتھ اللہ میں مخصوص ہے۔ اور اُسکا ٹھکانا ان سے الگ ہے۔ پس جو شخص محققین سے بالذات علیحدہ ہوا وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے رجوع ہوکر مقام نبوت میں پہنچا ہے۔ اور جو شخص اللہ کیطرف ہدایت پاتا ہے جیسے کہ ہمارے سادات مشائخین ہیں وہ اُن سے مرجوع ہوکر مقام رسالت میں پہنچا اور جب تک اس گروہ سے روئے زمین پر ایک شخص بھی قایم رہے گا اسوقت تک یہ دین ہمیشہ قایم رہے گا۔ کیونکہ وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہیں جو اپنے دین سے ایسے دور ہوتے ہیں جیسے چرواہا بکریوں سے دور ہوتا ہے۔ پس وہ لوگ اُن لوگوں کے بھائی ہیں جن کی طرف اس قول میں اشارہ ہے اور وہ حدیث یہ ہے۔ میرا انتہا درجہ کا شوق ہے ان بھائیوں کیطرف کہ جو میرے بعد آئیں گے۔ پس یہ لوگ اولیاء کے انبیاء ہیں اس سے مراد قرب اور اعلام اور حکم آلہی کی نبوت ہے اور شریعت کی نبوت مراد نہیں ہے کیونکہ شریعت کی نبوت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔ پس یہ لوگ انبیاء کے علوم کی بلاواسطہ خبر دینے والے ہیں +

پھر جاننا چاہیئے کہ ولایت کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالے اپنے بندے کو اپنے اسماء اور صفات اُسپر بطور علم اور عین اور حال کے ظاہر کرکے متولی کردے اور لذت کا اثر اور تصرف کے طور پر وہ اُسکا متولی ہو۔ اور ولایت کی نبوت یہ ہے کہ خدا تعالے اپنے بندہ کو خلق میں اسواسطے مقرر کردے کہ اُن کے امور مصلحت کو اس زمانہ کے حال کے موافق بشرط حال کے وہ بندہ قایم کرے اور تمام خلق کے حال کی تدبیر کرے۔ اور اُن کو جو اُن کے حق میں نہایت بہتر ہے اُسکی طرف کھینچے۔ پس جس شخص نے خلق کو اُن میں سے خدا کی طرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے بلایا وہ رسول ہوا۔ اور جس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بلایا وہ اُنکا خلیفہ ہوا یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہُوا۔ لیکن وہ بالذات اپنے دعوی میں مستقل نہیں ہے بلکہ وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا تابع ہے۔ جیسا کہ ہم نے سادات صوفیہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ لوگ ہیں جیسے حضرت بایزید بسطامی اور حضرت جنید بغدادی اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت محی الدین ابن العربی وغیرہ رضی اللہ عنہم اور جس شخص نے خدا کی طرف نہ بلایا بلکہ خلق کے کاموں کی تدبیر کے ساتھ ٹھیرا رہا جیسے کہ اُس کو اللہ تعالی نے اُن کے احوال کی خبر دی ہے پس وہ ولایت کی نبوت کا نبی ہے۔ اور پھر یہ امر اُسوقت سے ہے

کہ جب وہ مستقل طریقہ پر بغیر اتباع اُس شخص کے کہ جو اُس سے پہلے تھا ہے پس وہ شریعت کی نبوت کا نبی ہے اور وہ نبوت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔ پس ان سب امور سے یہ بات ظاہر ہوگئی۔ کہ ولایت ایسی وجہ خاص کا نام ہے کہ جو عبد اور رَبّ کے درمیان میں ہے اور ولایت کی نبوت اُس وجہ مشترک کا نام ہے کہ جو خلق اور حق کے درمیان ولی میں ہے۔ اور شریعت کی نبوت وجہ استقلال کا نام ہے جو اُسکی عبادتوں میں بالذات ہوتی ہے اور دوسرے کی اُسمیں حاجت نہیں ہوتی ہے اور رسالت اُس وجہ کا نام ہے کہ جو عبد اور باقی خلق کے درمیان میں ہے پس اس بات سے یہ معلوم ہوگیا کہ نبی کی ولایت اُسکی نبوت سے مطلقًا افضل ہے اور اُسکی ولایت کی نبوت اُسکی شریعت کی نبوت سے افضل ہے اور اُسکی شریعت کی نبوت اُسکی رسالت سے افضل ہے کیونکہ شریعت کی نبوت اُس کے ساتھ مخصوص ہے اور رسالت اُس کے غیر کو بھی عام ہے اور جو عبادتیں کہ اُسکے ساتھ مخصوص ہیں وہ اُن عبادتوں سے کہ جو دوسرے کے ساتھ متعلق ہیں افضل ہیں کیونکہ اکثر انبیاء علیہم السلام کی نبوت ولایت کی نبوت تھی جیسے کہ خضر علیہ السلام کہ بعضے اُن کو ولی کہتے ہیں اور جیسے کہ عیسی علیہ السلام جب دنیا میں نازل ہوں گے تو اُن کی نبوت شریعت کی نہیں ہوگی۔ اور اسی طرح اور انبیاء بنی اسرائیل کہ اُن میں اکثر رسول نہیں تھے بلکہ نبی تھے اور اُن کی شریعت اپنی ذات کیواسطے تھی۔ اور بعضے اُن میں سے ایک شخص کیطرف بھیجے گئے تھے۔ اور بعضے اُن میں سے ایک گروہ مخصوص کیطرف رسول بناکر بھیجے گئے تھے۔ اور بعضے اُن میں سے فقط انسان کیطرف رسول بناکر بھیجے گئے تھے نہ جن وغیرہ کیطرف۔ اور اللہ تعالے نے سیاہ اور سرخ اور قریب اور بعید تمام مخلوقات کی طرف رسول بناکر سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کو نہیں بھیجا ہے اسی واسطے وہ رحمتہ اللعالمین تھے۔ پس تجھ کو جب یہ بات معلوم ہوگئی تو مطلقًا تجھ کو یوں کہنا چاہئے کہ مطلقا نبوت سے نبی میں ولایت افضل ہے۔ اور ولایت کی نبوت شریعت کی نبوت سے افضل ہے۔ اور شریعت کی نبوت رسالت کی نبوت سے افضل ہے +

پس اب جاننا چاہئے کہ ہر رسول شریعت کا نبی ہے اور ہر شریعت کا نبی ولایت کا نبی ہے اور ہر ولایت کا نبی مطلق ولی سے افضل ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ نبی کی ابتداء ولی کی انتہاء ہے پس تو اس کو سمجھ لے اور اسمیں غور کر کیونکہ ہمارے مذہب۔ کے اکثر آدمیوں پر یہ امر پوشیدہ ہے اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کیطرف ہدایت کرتا ہے +

فصل۔ اس فصل میں ہم اُن اسرار کا ذکر کرتے ہیں جن کے ساتھ خدا کے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم

کی زبان سے عبادت کرتے ہیں۔ اور وہ پانچ ہیں جن پر اسلام کی بنیاد قایم ہے۔ پھر اُن کے بعد ایمان کے اسرار کا ذکر کریں گے اور ان معانی کے اسرار کو ظاہر کریں گے جن کو اللہ تعالے نے صلاح کے مقام میں عبادت کی ہمیشگی سے خوف اور امید کے طور پر بنایا ہے۔ پھر ہم ساتوں مقامات کے اسرار کی طرف اشارہ کریں گے کہ جن کا احسان میں ذکر ہو چکا اور وہ یہ ہیں۔ یعنی توبہ اور انابت اور زہد اور توکل اور رضا اور تفویض اور اخلاص اور تھوڑا سا شہادت کے مقامات کا بھی ذکر کریں گے اور کچھ صاحب علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کے علامات بھی بیان کریں گے۔ اور ہم مقام خلت اور حب اور ختام اور عبودیت کے غرائب میں فصیح جملے لکھیں گے۔ اور یہ کل امور مجمل اور مختصر طور پر لکھیں گے۔ اور اگر ہم اسکی تفصیل کریں تو ہم کو بہت مجلدات کی حاجت پڑے ہم اسکے درپے نہیں ہیں۔ پس پہلے ہم کلمہ شہادت کا سر بیان کرتے ہیں +

اب جاننا چاہئیے کہ جب وجود خلق کے درمیان میں منقسم ہے کہ جس کا حکم معدوم ہونا اور فنا اور سلب ہے۔ اور حق کے درمیان میں کہ جس کا حکم ایجاد اور وجود اور بقا ہے تو کلمہ شہادت سلب پر مبنی ہے۔ اور وہ سلب لا ہے اور ایجاب الا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ کسی چیز کا وجود سوائے اللہ کے نہیں ہے اور لفظ الٰہ جو اُسکے قول لا الہ میں واقع ہوا ہے اُس سے یہ بت مراد ہیں۔ کہ جن کی وہ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالے نے اُنکا نام الٰہ رکھا ہے جیسا کہ اُنہوں نے اُن بتوں کا نام الٰہ رکھا تھا۔ اور اُنہیں کے موافق یہ نام رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اُس کے وجود کا بھید اُنکی ذاتوں میں پایا جاتا ہے۔ پس وہ اپنے وجود کے اعتبار سے الٰہ حق ہیں پس ہر معبود اُن میں سے بہ سبب اُسکی ذات میں حق ظاہر ہونے کے الٰہ ہے کیونکہ اللہ تعالے اُن کا عین ہے اور وہ اللہ ہے جہاں کہیں ظاہر ہو الوہیت کا مستحق ہے۔ پھر سب کے افراد مستثنیٰ ہیں جیسا کہ وہ کہتا ہے اِلَّا اللّٰہ یعنی یہ الٰہیت سوائے اللہ کے کسی کو نہیں ہے پس سوائے خدا کے مطلقاً بغیر مقید کرنے کے کسی جہت کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو کیونکہ وہ ہر طرف ہے پس تمام موجودات میں بجز خدا کے کوئی چیز نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمام موجودات کا عین ہے۔ اور چونکہ یہ امر شہود اور کشف پر موقوف تھا اس وجہ سے لفظ شہادت اُس کے ساتھ ملا دیا گیا اور یوں کہا گیا کہ اشہد اور اُس کے معنی یہ ہیں کہ اَنْظُرُ بِعَیْنِیْ شُہُوْدًا اَنْ لَا فِی الْوُجُوْدِ شَیْءٌ اِلَّا اللّٰہ یعنی میں اپنی آنکھ سے ظاہر ظہور دیکھتا ہوں کہ تمام موجودات میں سوائے خدا کے کوئی چیز نہیں ہے۔ اور یہاں استثناء کے بیان میں بہت سی بحثیں ہیں کہ آیا وہ متصل ہے یا منقطع اور وہ الٰہ جن کی نفی کی گئی ہے آیا وہ حق ہیں یا الٰہ باطل ہیں۔ اور اُس صورت میں

کہ جب وہ آلہ بطلان ہون گے توباوجود اُس کے نہ جایز ہونے کے اُس صورت میں کہ اگر وہ حق ہو نگے
تو معنی سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور جمع اور موافقت ان دونوں میں کیسے ہوسکتی ہے حالانکہ مسائل
متفرق ہیں اور ہر ایک کے جوابات قاطع اور براہین ساطع موجود ہیں۔ اور نماز خدا کی واحدیت سے مراد
ہے اور اُس کے قایم کرنے سے ناموس واحدیت کے قایم کرنے کیطرف اشارہ ہے اس طرح پر
کہ وہ تمام اسماء اور صفات کے ساتھ موصوف ہو۔ پس طہر نقایص کونیہ کی پاکی سے مراد ہے اور
پانی سے جو پاک کرنا شرط ہے اس سے یہ اشارہ ہے کہ وہ نقایص بغیر آثار صفات آلہیہ کے ظہور کے
زایل نہیں ہوتے ہیں۔ اور وہ صفات آلہیہ وجود کی حیات ہے۔ کیونکہ پانی حیات کا سِر ہے۔ اور تیمم کا
قایم مقام طہارت کے ہونا ضرورت کے وقت اس سے اشارہ اس طرف ہے کہ مخالفات اور مجاہدات
اور ریاضات کرکے نفس کو پاک وصاف کرلے۔ پس اس نے اگر پاک اور صاف کرلیا تو عنقریب
اُس شخص کے درجہ کو پہنچ جائیگا کہ جس نے اپنے نفس کو کھینچا ہے پس وہ نقایص سے حیات ازل
آلہی کے پانی سے پاک ہوجائیگا۔ اور اسی کیطرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول
میں اشارہ فرمایا ہے کہ اپنے نفس کو تقوے کی طرف لاؤ اور اُس کو پاک کرو تو اُس شخص سے اچھا ہے
کہ جس نے اُس کو پاک کیا اور اپنے نفس کو تقوے کیطرف لایا اس سے اشارہ مجاہدات اور مخالفات
اور ریاضات کی طرف ہے۔ اور یہ جو آپ کا قول ہے کہ اُس کو پاک کر تو اُس شخص سے اچھا ہے
جس نے اُس کو پاک کیا اس سے جذبہ آلہی کیطرف اشارہ ہے۔ کیونکہ وہ اعمال اور مجاہدات کے
ساتھ پاک کرنے سے بہت اچھا ہے۔ پھر قبلہ کیطرف مُنہہ کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ
طلب حق میں ہمہ تن متوجہ ہو۔ پھر نیت سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس توجہ میں دل کو باندھ لے۔ پھر
تکبیر احرام سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی جنت اُس چیز سے جس کے ساتھ اللہ تعالے اُسپر متجلی ہوگا
بہت بڑی اور بہت وسیع ہے۔ پس وہ کسی مشہد کے ساتھ مقید نہیں ہے بلکہ وہ ہر مشہد اور منظر کہ
کہ جس کے ساتھ اپنے بندہ پر ظاہر ہوا ہے بہت بڑا ہے پس اُسکی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اور سورہ فاتحہ
پڑھنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اُس کے کمال کا وجود انسان میں ہے اس لئے کہ انسان فاتحۃ
الوجود ہے۔ پس اللہ تعالے نے اُس کے ذریعہ سے تمام موجودات کے قفل کھول دیئے۔ پس
اس کے پڑھنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اسرار ربانی کا ظہور اسرار انسانی کے تحت میں ہوجائے
پھر رکوع سے اس طرف اشارہ ہے کہ موجودات کونیہ کے معدوم ہونے کا شہود تجلیات آلہیہ کے
وجود کے تحت میں ہو۔ پھر قیام سے مقام بقا مراد ہے۔ اسی واسطے اُس میں سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہ کہا جاتا ہے

اور اس کلمہ کا بندہ مستحق نہیں ہے اس لئے کہ وہ اللہ کے حال سے خبر دیتا ہے پس بندہ اُس قیام میں جس سے بقا کی طرف اشارہ ہے خدا کا خلیفہ ہے اور خواہ یوں کہو کہ وہ اُسکا عین ہے تاکہ اعتراض دفع ہو جائے اسی واسطے اُس نے اپنے حال کی بالذات خبر دی ہے یعنی خلق سے اپنی تعریف سننے کو بیان کیا اور وہ دونوں حالتوں میں واحد ہے متعدد نہیں ہے۔ پھر سجدہ سے بشریت کے آثار کا مٹ جانا مراد ہے اس طرح سے کہ ذات مقدس کا ظہور ہمیشہ ہوتا ہے پھر دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اسماء و صفات کی حقیقتیں ثابت ہو جاتی ہیں۔ چونکہ بیٹھنا قعدہ میں برابر ہونا ہے اور اس سے اُس کے قول الرحمن علے العرش استوےٰ کی حقیقت کیطرف اشارہ ہے۔ پھر دوسرے سجدہ سے مقام عبودیت کی طرف اشارہ ہے جس کو حق سے خلق کیطرف رجوع ہونا کہتے ہیں۔ پھر التحیات سے کمال حقی اور خلقی کیطرف اشارہ ہے۔ کیونکہ اُس سے اللہ تعالے کی ثنا مراد ہے اور اُس کے نبی اور بندگان صالحین کی تعریف مراد ہے اور یہ کمال کا مقام ہے۔ پس ولی بغیر حقایق الٰہیہ کے ثابت ہونے کے کامل نہیں ہوتا ہے۔ اور تا وقتیکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کرے اور تمام بندگان صالحین کے سے اداب نہ قبول کرے کامل نہیں ہو سکتا۔ اور یہاں بہت سے اسرار ہیں لیکن ہمارا قصد اختصار ہے۔ اور زکوۃ سے یہ مراد ہے کہ حق سبحانہ و تعالے کو تزکیہ کر کر خلق پر اختیار کرے یعنی خدا کے شہود کو تمام موجودات میں خلق کے شہود پر ترجیح دے۔ پس جب اس بات کا ارادہ کرے کہ اُسکا نفس شاہد ہو تو حق کو اختیار کرے پس اللہ سبحانہ و تعالے اُسکا شاہد ہو گا اور جب وہ یہ ارادہ کرے کہ اپنے نفس کی کسی صفت کے ساتھ موصوف ہو تو حق کو ترجیح دے پس اُسکی صفات کے ساتھ متصف ہو جائیگا اور جب اُسکی ذات کے جاننے کا ارادہ کرے تاکہ انیت کو پالے تو حق سبحانہ و تعالے کو ترجیح دے۔ پس اُسکی ذات کو جان جائیگا اور ہویت کو پالیگا۔ پس یہ زکوۃ کا اشارہ ہے اور اُسکا ہر چالیس میں عین کے اندر ایک ہونا اسواسطے ہے کہ وجود کے چالیس مرتبے ہیں اور یہاں مرتبہ الٰہیہ مطلوب ہے پس وہ مرتبہ علیا ہے اور وہ چالیس میں ایک ہے۔ اور ان سب امور کو ہم نے اپنی کتاب الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم میں مفصل بیان کیا ہے جو چاہے اُسمیں دیکھ لے۔ اور روزہ سے اشارہ اس طرف ہے کہ بشری خواہشوں کو روکے تاکہ صفات صمدیت کے ساتھ موصوف ہو جائے۔ پس جتنا مقتضیات بشریت کو روکے گا اُتنا ہی حق سبحانہ کے آثار اُسمیں ظاہر ہوں گے۔ اور اُسکا ایک مہینا کامل ہونا اس سے اشارہ اس طرف ہے کہ دنیا کی تمام زندگی کی مدت عین اُسکی حاجت ہوتی ہے۔ پس وہ یہ نہیں کہتا ہے کہ میں پہنچ گیا۔ اور

بشری خواہشوں کے چھوڑنے کی حاجت نہیں ہوتی۔ اور مٹی ہوئی اور معدوم کیطرف بشریات کے پہنچنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے کیونکہ جس نے ایسا کیا وہ مکر اور فریب میں پڑا ہوا ہے پس بندہ کو یہ لائق ہے کہ روزہ کو لازم کرے یعنی بشری خواہشوں کو جب تک کہ دنیا میں ہے چھوڑ دے تاکہ خدا کی ذات کی حقیقتوں کو پہنچ جائے۔ اور یہاں روزہ کی نیت اور افطار اور سحری اور تراویح وغیرہ میں جو باتیں رمضان شریف کے ساتھ مخصوص ہیں وہ بہت سی بحثیں ہیں ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور حج سے اشارہ اس طرف ہے کہ ہمیشہ خدا کی طلب کا ارادہ کرتا رہے۔ اور احرام سے اس طرف اشارہ ہے کہ مخلوقات کے شہود کو چھوڑ دے اور بغیر سلے ہوئے پہننے سے اس طرف اشارہ ہے کہ بری صفات سے مجرد ہو کر اچھی صفات اختیار کرے۔ پھر سر نہ منڈوانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ بشریت کی ریاست کو چھوڑ دے۔ اور ناخن نہ کٹوانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس سے جتنے افعال صادر ہوں سب میں اللہ کے فعل کا شہود ہو۔ اور خوشبو کے چھوڑ دینے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اسماء اور صفات سے مجرد ہو جائے کیونکہ ذات کی حقیقت کے ساتھ وہ متحقق ہو گیا۔ اور نکاح نہ کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ موجودات میں تصرف کرنے سے پاک ہو گیا۔ اور سرمہ نہ لگانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ احدیت میں عادی ہو کر کشف کے طلب کرنے سے باز رہے۔ اور میقات قلب سے مراد ہے۔ اور مکہ مرتبہ الٰہیہ سے مراد ہے۔ اور کعبہ ذات سے مراد ہے۔ اور حجر اسود لطیفہ انسانیہ سے مراد ہے۔ اور اس کے سیاہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ مقتضیات طبیعہ کے ساتھ رنگ برنگ ہے چنانچہ حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے کہ حجر اسود سے زیادہ سفید نازل ہوا تھا لیکن اسکو بنی آدم کی خطاؤں نے سیاہ کر دیا ہے۔ پس اس حدیث سے لطیفہ انسانیہ مراد ہے کیونکہ وہ اصل میں حقیقت الٰہیہ پر پیدا کیا گیا تھا چنانچہ اللہ تعالےٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اور اسکا طبایع اور عادت اور علایق اور قواطع کی طرف ہونا گویا اسکا سیاہ ہونا ہے اور یہ کل امور بنی آدم کی خطائیں ہیں اور اس کے اس قول کے یہی معنی ہیں ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ پس جب اس کو تو سمجھ لیا تو جاننا چاہئے کہ طواف اس چیز سے مراد ہے کہ اس کے واسطے اسکی ہویت کا ادراک کرنا لائق ہے اور اس کے ٹھکانے اور منشاء اور مشہد کا معلوم کرنا ریا ہے اور اس کا ساتھ مرتبہ طواف کرنے اس طرف اشارہ ہے کہ جن اوصاف سے اسکی ذات تمام و کمال کو پہنچی ہے وہ سات ہیں یعنی حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت اور سمع اور بصر اور کلام۔ اور یہاں طواف کے ساتھ اس عدد کو لانے میں ایک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ شخص ان صفات سے خدا کی صفات کیطرف رجوع

ہوجائے پس اُسکی حیات اللہ کی طرف منسوب ہو اور اُسکا علم اللہ کیطرف منسوب ہو اور اُس کا ارادہ اور اُسکی قدرت اور اُسکا سمع اور اُسکا بصر اور اسکا کلام سب اللہ کی طرف منسوب ہوں۔ پس وہ ایسا ہوجائے جیساکہ حدیث میں وارد ہے میں اُسکا کان ہوجاتا ہوں جس سے کہ وہ سنتا ہے۔ اور میں اسکی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے کہ وہ دیکھتا ہے آخر حدیث تک۔ پھر مطلقاً صلوۃ طواف کے بعد اس سے اشارہ احدیت کے ظاہر ہونے کیطرف۔ اور اُس کا ناموس اُس شخص میں کہ جسمیں یہ امر تمام اور کمال کو پہنچ گیا قایم ہونے کیطرف ہے۔ اور مقام ابراہیم کے پیچھے اُسکا مستحب ہونا اس سے اشارہ مقام خلت کیطرف ہے پس اس سے یہ مراد ہے کہ اُس کے جسم میں آثار کا ظہور ہوجائے اگر اپنے ہاتھ سے کسی کو چھوئے تو مادرزاد اندھے کو اور ابرص کو اچھا کردے۔ اور اگر اپنے پیر سے چلے تو زمین اُس کے لئے طے کردیجائے اور اسی طرح اُس کے باقی اعضا کا حال ہے کیونکہ اُسمیں بغیر حلول کے انوار آلہیہ موجود ہیں۔ پس زمزم سے علوم حقایق کیطرف اشارہ ہے۔ اور اُسکے پینے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اُس کو پیٹ بھر کر اور سیراب ہوکر پئے اور صفا سے اس طرف اشارہ ہے کہ صفات خلقیہ سے پاک وصاف ہوجائے اور مروہ سے اس طرف اشارہ ہے کہ اسماء اور صفات آلہیہ کے پیالوں سے سیراب ہوکر پئے۔ پھر اُسوقت سر منڈوانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس مقام میں ریاست الٰہی متحقق ہوگئی۔ پھر بالوں کے کم کرانے سے اُس شخص کیطرف اشارہ ہے کہ جس نے کمی کی اور وہ اُس تحقیق کے درجہ سے کہ جو اہل قربت کا مرتبہ ہے اُتر گیا۔ پس وہ اعیان کے درجہ میں ہے اور یہ گروہ صدیقین کا حصہ ہے۔ اور احرام سے نکلنا اس سے یہ مراد ہے کہ خلق کیواسطے گنجایش کرے اور اُن کیطرف مقعد صدق میں بغیر نزدیکی کے اُترے۔ اور عرفات سے خدا کی معرفت کا مقام مراد ہے۔ اور دونوں علموں سے جمال اور جلال مراد ہے کہ جن پر خدا کی معرفت کا راستہ ہے اس لئے کہ وہ دونوں خدا کیطرف رہنمائی کرنے والے ہیں مزدلفہ مقام کے برتر ہونے اور شایع ہونے سے مراد ہے۔ اور مشعر حرام خدا کے حرمات کی تعظیم سے مراد ہے کہ امور شریعہ پر قایم رہکر اُن کی تعظیم کرے۔ اور منا سے مراد مقام قربت والوں کے واسطے منا میں پہنچنا ہے اور جمار ثلاثہ سے مراد نفس اور طبیعت اور عادت ہے۔ پس ہر ایک کے ساتھ کنکریاں ماری جائیں یعنی اُن کو صفات آلہیہ کی ساتوں قوتوں کے آثار سے اُن کو فنا کردے اور مٹا دے اور دور کردے۔ اور طواف افاضت سے یہ مراد ہے کہ فیض الٰہی کی ہمیشگی سے ہمیشہ ترقی کرتا رہے۔ کیونکہ وہ کمال انسانی کے بعد منقطع نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ خدا کی کچھ انتہا نہیں ہے۔ اور طواف وداع سے اشارہ خدا کی ہدایت کیطرف بطور حال کے ہے اسواسطے کہ وہ اللہ کے بھید کا اُسکے حقدار میں رکھدینا

ہے۔ پس اللہ تعالی کے اسرار ولی کے پاس اُس شخص کے لئے جو اُنکا مستحق ہے امانت ہیں جیساکہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ اور یہاں اُن دعاؤں کے ذکر میں جو ان مناسک میں پڑھی جاتی ہیں بہت سے اسرار ہیں ہم اُن کا ذکر بقصد اختصار کرنا نہیں چاہتے اور ایمان درجات کشف کا عالم غیب سے پہلا درجہ ہے۔ اور وہ ایسی سواری ہے کہ اپنے سوار کو مقامات علیا اور حضرات سنیہ کیطرف پہنچاتی ہے پس ایمان قلب کے موافق ہونے سے مراد ہے اُس چیز پر کہ جس کا عقل ادراک نہیں کر سکتی ہے۔ پس جو چیز عقل سے معلوم ہوتی ہے تو اُسپر قلب کا برابر ہونا ایمان نہیں ہوتا بلکہ وہ علم نظری ہے کہ مشہود کے دلایل سے حاصل ہُوا ہے پس وہ ایمان نہیں ہے اس واسطے کہ ایمان میں یہ شرط ہے کہ قلب کسی چیز کو بغیر دلیل کے قبول کرے بلکہ ایمان تصدیق محض کا نام ہے۔ اسی واسطے عقل کا نور ایمان کے نور سے کم ہے کیونکہ عقل کا طائر حکمت کے بازوؤں سے اُڑتا ہے اور وہ دلایل ہیں۔ اور دلایل ظاہری چیزوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور باطنی چیزوں میں ہرگز کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے۔ اور ایمان کا طائر قدرت کے بازوؤں سے اُڑتا ہے۔ اور وہ کسی بلندی پر نہیں ٹھیرتا ہے بلکہ تمام عوالم میں اُڑتا پھرتا ہے کیونکہ قدرت سب کو محیط ہے پس سب سے پہلے مومن کو اُسکا ایمان یہ فائدہ دیتا ہے کہ وہ اپنی بصیرت سے اختیار کی حقیقتوں کو دیکھتا ہے پس یہ دیکھنا ایمان کے نور سے منکشف ہوتا ہے۔ پھر ہمیشہ مومن کو تحقیق کی حقیقت کیطرف جس چیز پر وہ ایمان لایا ہے ترقی کرتا رہتا ہے جیساکہ اللہ تعالے فرماتا ہے الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰۤئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰۤئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٭

پس شک کتاب سے مومنین کیواسطے جاتا رہا کیونکہ وہ اُسپر ایمان لائے ہیں اور دلیل کی اُن کو حاجت نہیں ہے اور وہ اُس چیز کے ساتھ متقید نہیں ہوئے کہ جس کے ساتھ عقل نے اُن کو مقید کیا تھا۔ بلکہ اُنہوں نے اُس کو قبول کیا اور اُس کے واقع میں ہونے کا بغیر شک کے یقین کیا۔ پس جس شخص کا ایمان دلایل پر موقوف ہے اور عقل سے اُس کو ثابت کرنا چاہتا ہے تو وہ کتاب میں شک کرتا ہے اور علم کلام اسی واسطے بنایا گیا ہے کہ ملحدین وغیرہ جو اہل بدعت ہیں اُن کی تردید کیجائے۔ اور اسواسطے نہیں بنایا گیا ہے کہ دلوں میں ایمان ڈالا جائے۔ اپس ایمان اللہ کے انوار سے ایک نور ہے جس سے بندہ ماقبل اور مابعد کی سب چیزیں دیکھتا ہے۔ اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور آپ نے یہ نہ فرمایا کہ مسلم کی فراست سے ڈرو یا عاقل وغیرہ کی فراست سے ڈرو بلکہ اُس کو مومن کے ساتھ مقید کیا ۔

اب جاننا چاہئیے کہ اس آیت کے بہت سے معنی ہیں ہم انکا ذکر کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن ہم وہ بات بیان کرتے ہیں جسکی طرف الف اور لام اور میم اور کاف اور کتاب وغیرہ سے اشارہ ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ مجھ کو قرآن کی ایک ایسی تفسیر لکھنے کی اجازت مل جائے کہ جسمیں اُن اسرار عجیبہ کا بیان ہو کہ جو اللہ تعالے نے اُس میں ظاہر کئے ہوں۔ پس اُس سے وہ تمام وعدہ خدا کا جو اُس نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے حاصل ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ اور یہ امر اس کتاب کیواسطے ضروری ہے پس میں امید کرتا ہوں کہ اس خدمت سے خدا کی کتاب کے واسطے میں مشرف ہونگا۔ پس آیت میں یہ جو اُسکا قول ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ اس سے اشارہ الف اور لام اور میم کی حقیقت کیطرف ہے اور اس سے بطور اجمال کے ذات اور اسماء اور صفات مراد ہیں۔ اور کتاب سے انسان کامل مراد ہے پس الف اور لام اور میم جیسا کہ اُسکی طرف اشارہ ہے وہ انسان کی حقیقت ہے کہ جسمیں کچھ شک نہیں ہے۔ اور وہ اُن متقیوں کی ہدایت کرنے والی ہے کہ جو حق سے نگاہ رکھے گئے ہیں اور حق اُن سے محفوظ ہے۔ پس اگر تو نے حق کو پکارا تو گویا اُس کے ساتھ اُن سے کنایہ کیا۔ اور اگر تو نے اُن کو پکارا تو گویا اُن کے ساتھ حق سے کنایہ کیا اور وہ لوگ غیب پر ایمان لانے والے ہیں۔ اور غیب اللہ ہے کیونکہ وہ اُنکا غیب ہے جسپر وہ ایمان لائے ہیں وہ اُن کی ہویت ہے اور وہ اُس کے عین ہیں۔ اور نماز کو قایم رکھتے ہیں یعنی مرتبہ الٰہیہ کے ناموس کو اپنے وجود میں اسماء اور صفات کی حقیقت کے ساتھ موصوف کرنے سے قایم رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے وہ صرف کرتے ہیں یعنی وہ لوگ وجود میں اس حدیث الٰہیہ کے نتیجہ میں تصرف کرتے ہیں۔ اور یہ تصرف اپنی ذاتوں میں ہے پس گویا کہ اُن لوگوں کو یہ امر احدیت الٰہیہ کے ملاحظہ کیواسطے سے اُن میں دیا گیا ہے۔ پس یہ لوگ سب سے پہلے اور تنہا ہیں کہ جن کیطرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے یوں اشارہ فرمایا ہے کہ تم سابقین مفردین کو دیکھو گے۔ اور لاحقین وہ لوگ ہیں کہ جو غیب پر ایمان لائے ہیں یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً جو چیز تم پر نازل ہوئی ہے اور تم سے جو اور انبیاء پر نازل ہوئی ہے۔ اور آخرت پر وہ لوگ یقین کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ اپنے رب کیطرف سے ہدایت پر ہیں۔ اور وہی فلاح کو پہنچنے والے ہیں۔ پس یہی لوگ ملائکہ پر اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کے دن پر۔ اور خدا

کے خیر و شر پر قادر ہونے پر ایمان لانے والے ہیں۔ اور وہی خدا پر ایمان لانے والے ہیں۔ اور اُن لوگوں کو ملائکہ اور کتب و رسولوں کے بھیجنے کی حقیقت معلوم ہے۔ اور قیامت کے دن کو دیکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے خیر و شر پر قادر ہونے کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس وہ ان سب پر ایمان لانیوالے نہیں ہیں۔ بلکہ بطور علم اور معرفت عیانیہ اور شہودیہ کے جاننے والے ہیں۔ پس وہ تنہا خدا پر ایمان لانیوالے ہیں۔ کیونکہ اُنکا علم اُس کے ماسوا کے ساتھ علم شہودی ہے پس وہ ایمان نہیں ہے کیونکہ ایمان کی شرط یہ ہے کہ جس چیز کو وہ جانتا ہے وہ غیب ہو شہادت نہ ہو۔ اور اُن کے نزدیک خدا کی ذات کے کنہ کے سوا کوئی غیب نہیں ہے۔ پس وہ لوگ اگرچہ خدا کو بطور شہود جلی غیبی کے جانتے ہیں لیکن وہ لوگ غیر متناہی پر ایمان لانے والے ہیں۔ پس اُنکا ایمان تنہا خدا کے ساتھ مخصوص ہے اور جو شخص ان کے ساتھ مل گیا وہ اللہ پر اور ان تمام چیزوں پر جن کا ایمان کی تعریف میں ذکر ہو چکا ایمان لانے والا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ تو اللہ پر اور اُس کے ملائکہ اور کتابوں اور رسولوں اور روز قیامت اور خیر و شر پر خدا کا قادر ہونا ان سب امور پر ایمان لا۔ پس یہ لوگ لاحقین ہیں اور وہی سابقین ہیں اور صلاح ہمیشہ عبادت کے کرنے کو کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اچھے کام خدا سے ثواب چاہنے کی غرض سے کرے اور اُس کے عذاب سے ڈرے۔ پس وہ سب کام خدا کیواسطے کرے لیکن اُن کے ذریعہ سے دُنیا اور آخرت میں خدا سے زیادتی چاہے پس وہ خدا کی عبادت دوزخ کے ڈر سے اور جنت کے لالچ سے کرتا ہے پس اس وجہ سے اُس کے دل میں خدا کی عظمت مضبوط ہو گئی ہے اور اپنے دل سے خدا کی نافرمانیاں کے دور کرنے کا ارادہ مضبوط کر لیا ہے۔ پس وہ بُری باتوں سے پاک ہو جاتا ہے اور کچھ عبادت کرنیکا فایدہ یہ ہے کہ نکتہ آلہیہ عابد کے قلب میں جگہ پکڑ جاتا ہے۔ پس اگر اسکے بعد پردہ اُٹھا دیا جائے تو اُسمیں مطلقاً در زنہ کھلی نہ رہے گی۔ پس وہ اپنی حقیقتوں میں نعمت کے ساتھ مقید رہے گا۔ اور یہ ہمیشہ عبادت کا نتیجہ ہے کہ جو اُس نے بشرط امید کے کی تھی۔ کیونکہ صالحین کی عبادت اسی کے ساتھ مشروط ہے برخلاف محسن کے کہ وہ خدا کی عبادت اُس کے ڈر سے کرتا ہے اور اُسکی عبادت میں رغبت کرتا ہے۔ اور محسن اور صالح میں یہ فرق ہے کہ صالح اپنے نفس پر دوزخ کے عذاب سے ڈرتا ہے اور ثواب جنت کا اپنے واسطے خواہشمند رہتا ہے پس اُس کے ڈر اور امید کا سبب نفس ہے۔ اور محسن خدا کے جلال سے ڈرتا ہے۔ اور اُس کے جمال کی رغبت کرتا ہے اور اُس کے ڈر اور رغبت کا سبب اللہ کا جمال اور جلال ہے۔ پس محسن خالص اللہ کیواسطے ہے۔ اور صالح صادق فی اللہ ہے۔ اور محسن کی یہ شرط ہے کہ اُسپر کوئی گناہ

کبیرہ نہ ہو برخلاف صالح کے کہ اُس کے واسطے یہ شرط نہیں ہے پس اس کو سمجھ لے۔ اور احسان اُس مقام کا نام ہے جس میں بندہ خدا کے اسماء اور صفات کے آثار کو دیکھتا ہے پس وہ اپنی عبادت میں یہ تصور کرتا ہے کہ میں خدا کے سامنے ہوں۔ پس ہمیشہ اس وجود کو دیکھتا رہتا ہے۔ اور کم سے کم اُسکا یہ درجہ ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ اللہ تعالےٰ میری طرف دیکھتا ہے۔ اور یہ مراقبہ کا پہلا درجہ ہے۔ اور یہ امر سات شرطوں سے صحیح ہوتا ہے یعنی توبہ اور انابت اور زہد اور توکل اور تفویض اور رضا اور اخلاص۔ پس توبہ اسواسطے ہے کہ جب گناہ کیا تو مراقب نہیں ہوا۔ اور نہ حق تعالےٰ کی نظر کو اپنی طرف دیکھا۔ اسواسطے کہ جو شخص خدا کی نظر کو اپنی طرف دیکھتا ہے اُس کے قلب اور قوتوں میں گناہ کی طاقت نہیں رہتی ہے۔ پس محسن کی توبہ اور صالحین اور مؤمنین اور مسلمین جو مقام احسان کے تحت میں ہیں اُن سب کی توبہ گناہ سے ہے۔ اور مقام شہادت والوں کی توبہ معصیت کے دل میں گذرنے سے ہے۔ اور مقام صدیقیت والوں کی توبہ اس بات سے ہے کہ اللہ کے سوا اُن کے دل میں کوئی چیز نہ گذرے۔ اور جو لوگ کہ مقربین ہیں اُن کے حال کے حکم کے تحت میں داخل ہونے سے توبہ ہے۔ پس اُن کو احوال پر قبضہ نہیں ہوتا ہے۔ اور اس سے استواء رحمانی میں متحقق ہونا مراد ہے کہ وہ ہر حال میں اُس کے اہل کی معرفت کے ساتھ قدرت رکھتے ہیں۔ اور انابت مقام احسان میں مشروط ہے اس لئے کہ جب تک وہ خدا کے خوف سے نقایص سے نہ پھریگا اور اللہ تعالےٰ کیطرف رجوع نہ ہوگا اُسوقت تک اُسکا مراقبہ صحیح نہ ہوگا پس محسنین کی انابت اور جو لوگ اُن کے نیچے ہیں صالحین اور مؤمنین اور مسلمین وہ اللہ تعالیٰ کے تمام مناہی سے باز رہ کر اس کے اوامر اور حدود کی حفاظت ہے۔ اور شہداء کی انابت اُنکا پھر جانا اپنے نفوس کے ارادہ سے حق تعالےٰ کی مراد کیطرف ہے۔ پس وہ اپنے ارادہ کو چھوڑنے والے ہیں اور خدا کے ارادہ کے چاہنے والے ہیں۔ اور صدیقین کی انابت اُنکا حق سے پھر جانا حق کیطرف ہے۔ اور مقربین کی انابت اُنکا اسماء و صفات سے پھر جانا ذات کیطرف۔ اور یہ مقام صدیقین کو مشکل سے حاصل ہوتا ہے اُن میں سے ہر شخص یہ گمان کرتا ہے کہ میں ذات کے ساتھ ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہوتا ہے اور وہ اسماء و صفات کے ساتھ ہوتے ہیں۔ کیونکہ واحدیت کی شراب کا نشہ اُن کو اس امر کے سمجھنے سے باز رکھتا ہے اور اگر تو یوں کہے کہ وہ ذات کے ساتھ ہیں تو گویا تو نے اُن کو مقید کر دیا۔ اور یوں کہو کہ بواسطے اسماء اور صفات کے ہیں برخلاف محققین کے کہ وہ ذات کے ساتھ بغیر قید کے ہیں۔ بلکہ ذات کے ساتھ بالذات ذات میں ہیں۔ اور محققین مقام قربت والے

ہیں اور عنقریب اُسکا بیان انشاء اللہ تعالےٰ آئیگا۔ اور زہد کا مقام احسان میں ہونا شرط ہے اسواسطے کہ خدا کے مراقب کی یہ شرط ہے کہ دنیا کیطرف التفات نہ کرے۔ دیکھو غلام جب اپنے آقا کے سامنے حاضر ہوتا ہے تو وہ یہ جانتا ہے کہ آقا مجھ سے خدمت لینے کو بلاتا ہے اور وہ اپنے نفس کی خوبیوں میں کیساز ہد کرتا ہے اور اُس کے حکم کے مطابق اُس کے کاموں میں مشغول ہوتا ہے پس محسنین کا زہد اور جو لوگ اُن کے نیچے درجہ کے ہیں یعنی صالحین اور مؤمنین اور مسلمین وہ دنیا میں اور اس کی لذتوں میں ہیں۔ اور شہداء کا زہد دنیا و آخرت سب میں ہے۔ اور صدیقین کا زہد تمام مخلوقات میں ہے پس وہ سوائے حق تعالےٰ اور اُس کے اسماء اور صفات کے کسی چیز میں شاہد نہیں ہوتے ہیں۔ اور مقربین کا زہد بقا میں معہ السماء اور صفات کے ہے پس وہ لوگ ذات کی حقیقت میں ہیں اور توکل کا مقام احسان میں ہونا شرط ہے اسواسطے کہ جو شخص یہ امر دیکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نظر میری طرف ہے اُسکی یہ شرط ہے کہ اپنے امور کو اُسکی طرف رجوع کردے اس لئے کہ وہ اسکی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ پس بیفایدہ چیزوں میں اپنے نفس کو ہلاک نہ کرے۔ اور توکل کی یہ شرط ہے کہ غلام اُس امر پر توکل کرے جو اُسکا آقا اُس کے لئے چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی اگر تم مومن ہو تو توکل اختیار کرو کیونکہ جو وہ ارادہ کرتا ہے وہی کرتا ہے۔ پس تم اپنے تمام امور اُسی کی سپرد کردو اور اسپر اعتراض نہ کرو۔ اور یہ امر صالحین کے واسطے نہیں ہے کیونکہ صالح اور اُس کے سوا اور لوگ خدا پر توکل کرتے ہیں لیکن اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اُسکی مصلحتوں کے موافق کرے اور اللہ تعالےٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور پہلا یعنی وہ شخص کہ جو اللہ پر اس لئے توکل کرتا ہے کہ اللہ اُس کے ساتھ جو چاہے سو کرے وہ گروہ ہے جو اس آیت کے آخر میں مذکور ہے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ یعنی یہ بات ضروری ہے کہ اللہ جو ارادہ کرتا ہے وہی کرتا ہے قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا۔ پس محسنین کے توکل سے یہ مراد ہے کہ اپنے سب کام خدا کیطرف رجوع کردے۔ اور شہداء کے توکل سے یہ مراد ہے کہ اسباب اور وسیلوں کو دور کرکے اللہ تعالےٰ کی طرف کہ جو مسبب ہے نظر رکھیں اور وہ اُن میں متصرف ہے اور اُسی پر اُنہوں نے توکل کیا ہے اور خدا کے ارادہ کو بعینہ اپنی مراد جانتے ہیں۔ پس اُنکا اختیار نہیں ہے کہ جس سے وہ طلب میں تمیز کرسکیں۔ بلکہ جو اللہ تعالےٰ ارادہ کرتا ہے وہی اُنکا اختیار اور ارادہ ہے۔ اور صدیقین کا توکل اپنی ذاتوں کے حال

سے پھر جانا خدا کی ذات کے حال کیطرف ہے۔ پس اُن کی نظر اپنی ذاتوں کیطرف نہیں پڑتی ہے
پس وہ اللہ تعالے پر بہ سبب اُس کے شہود میں مستغرق ہونے کے اور اُس کے وجود میں ہلاک
ہونے کے متوکل ہیں۔ اور محققین کا توکل کرنا یہ ہے کہ بساط میں جگہ پکڑنے کے بعد خوش نہیں ہوتے
ہیں۔ اور تفویض اور تسلیم دونوں ایک ہی ہیں مگر ان میں تھوڑا سا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلم کبھی
اُس شخص سے راضی نہیں ہوتا ہے جسکی طرف اُسکا کام سپرد کیا گیا ہے اور اُس سے کوئی فعل
صادر ہوا ہے برخلاف مفوض کے کہ وہ اُس چیز سے راضی ہوتا ہے کہ جو عنقریب اس کام کو کریگا
کہ جو کام مفوض نے اُس کو تفویض کیا ہے۔ اور تسلیم اور تفویض وکالت کے قریب ہیں۔ اور تسلیم
اور تفویض اور وکالت میں یہ فرق ہے کہ وکالت میں ملکیت کے دعوے کی موکل کیواسطے بو
ہوتی ہے جس امر میں کہ اُس کو وکیل کیا گیا ہے برخلاف تسلیم اور تفویض کے کہ وہ دونوں اُس
سے خارج ہیں۔ پس محسنین وغیرہ کی تفویض حق کے واسطے اُن کے سب کاموں میں یہ ہے
کہ وہ اپنے اُن امور کو جن کو اللہ تعالے نے اُن کے واسطے بنایا ہے خدا کیطرف رجوع کر دیتے
ہیں پس وہ ملکیت کے دعوے سے بری ہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے اپنے سب کاموں کو خدا کیطرف
رجوع کر دیا اسی کو تفویض کہتے ہیں اور شہداء کی تفویض یہ ہے کہ وہ حق تعالے کی طرف اس
امر میں کہ جسمیں اُن کو اللہ تعالے بدلتا رہتا ہے ساکن رہتے ہیں۔ پس وہ خدا کے افعال کو اپنی
ذاتوں میں اور اپنے غیروں میں دیکھنے والے ہیں۔ اور اُسکی طرف سب کاموں کی باگ سپرد
کر دی ہے۔ اور وہ یہ بات دیکھتے ہیں کہ تمام مخلوقات خدا کے قبضہ میں ہے۔ اور وہ مخصوص
اُس کے قبضہ میں ہیں۔ اور اُن کے ساتھ اللہ تعالے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ پس وہ اپنے
اعمال میں فاعلیت کے دعوے سے بری ہیں۔ اسی واسطے وہ اجر کی امید نہیں رکھتے ہیں۔
اور نہ بدلا چاہتے ہیں اسواسطے کہ وہ اپنی طرف سے کوئی فعل نہیں دیکھتے ہیں کہ جس سے اجرا
کے مستحق ہوں۔ اور صدیقین کی تفویض یہ ہے کہ جمال الٰہی کو باعتبار انواع تجلیات کے
دیکھتے ہیں۔ پس وہ کسی تجلی کے ساتھ مقید نہیں ہیں۔ اور وہ اُسکی تجلیات کے حال کو اُسکے
ظہور کیطرف تفویض کرنے والے ہیں۔ پس وہ ان دونوں میں سے جسمیں ظاہر ہوتا ہے اپنے
مقام اور اسم اور صفت اور مطلق اور مقید ہونے کے موافق اُسکا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور مقربین
کی تفویض یہ ہے کہ وہ جب اُس امر پر اطلاع پاتے ہیں کہ مخلوقات میں قلم جسپر چل گیا ہے تو
وہ پریشان نہیں ہوتے ہیں۔ پس وہ موجودات میں کسی قسم کا تصرف نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ خدا

کے سپرد کر دیتے ہیں کہ وہ اپنے ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے اور یہ لوگ امین اور باادب ہیں۔ اور اللہ کے اسرار کو افشاء نہیں کرتے ہیں۔ اور نہ اس سے اور لوگوں پر اپنی بلندی چاہتے ہیں۔ اور نہ آدمیوں کے کاموں میں کوئی فساد ڈالتے ہیں بلکہ مخلوقات کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں جیسا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ پس وہ کسی کا پردہ نہیں پھاڑتے ہیں۔ اور نہ کسی امر کے جاری کرنے میں وہ خوض کرتے ہیں۔ بلکہ خلق میں اپنے اجسام کے ساتھ رہتے ہیں ہیں۔ اور اپنے ارواح کے ساتھ حضرت قرب الٰہی میں اُن سے جدا رہتے ہیں۔
اور رضا کی یہ شرط ہے کہ قضا کے بعد ہو اور اُس سے پہلے رضا کا ارادہ ہے چنانچہ اسکی اکثر آئمہ صوفیہ نے تصریح کی ہے۔ پس محسنین کی رضا اللہ تعالےٰ سے قضا کے ساتھ ہے۔ مگر اس سے یہ اعتراض لازم نہیں آتا ہے کہ وہ اُس چیز پر جس کے واسطے قضا جاری کی گئی ہے راضی ہو گئے ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ مثلاً کبھی شقاوت کا حکم کرتا ہے تو اُن کی رضا خدا سے قضا کے ساتھ ہے۔ اس لئے کہ قضا حکم الٰہی کو کہتے ہیں۔ پس اُس کے حکم پر راضی رہنا واجب ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ شقاوت پر راضی ہو گئے۔ بلکہ اُنپر یہ واجب ہے کہ وہ اُس سے راضی نہ ہوں۔ اور شہداء کی رضا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی محبت بغیر پہنچنے کی خواہش کے یا جدائی کی نفرت کے یا دوری کے کریں۔ بلکہ دوری اور ملاقات اور غصہ اور رضا کی حالت میں بھی اپنی محبت سے نہ پھریں اور اپنے آرام کیطرف توجہ نہ کریں۔ اور صدیقین کی رضا یہ ہے کہ جو چیزیں اُن کے سامنے ہیں اُن کے ساتھ خوش ہو کر اعلےٰ مناظر میں تعشق کریں۔ اور یہ اس وجہ سے کہ وہ ہمیشہ ترقی کرتے رہتے ہیں۔ اور بندہ جتنی ترقی کرتا جاتا ہے اُسکا راستہ اتنا ہی حضرت الٰہی میں تنگ ہوتا جاتا ہے کیونکہ بندہ سب سے پہلے خدا کے ساتھ تجلی افعال میں ہوتا ہے۔ پس تمام مخلوقات میں خدا اس کے سامنے ہوتا ہے۔ پھر جب وہ ترقی کرتا ہے تو اُسکا مشہد تنگ ہوتا جاتا ہے۔ اور ہمیشہ جتنی ترقی کرتا رہتا ہے اُس کے مناظر تنگ ہوتے جاتے ہیں۔ پس صدیقین کی رضا اُنکا سکون خدا کی طرف اس تنگی میں ہے۔ اور یہ امر عقل سے معلوم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ کشفی اور ذوقی ہے۔
اور مقربین کی رضا اُن کے رجوع ہونے میں حق سے خلق کیطرف ہے۔ اور اخلاص صالحین وغیرہ سے یہ ہے کہ وہ عبادات میں مخلوقات کے دیکھنے کیطرف توجہ نہ کریں۔ اور محسنین کا اخلاص یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی عبادت دونوں جہان میں بغیر بدلا طلب کئے ہوئے کریں۔ پس اُنکا خدا کی عبادت کرنا اس وجہ سے ہے کہ خدا نے اُن کو عبادت کا حکم کیا ہے۔ پس صالحین وغیرہ کی نسبت

محسنین کے ساتھ ایسی ہے جیسے کہ ایک مزدور کی نسبت اُس غلام کی طرف جو اپنے کام کا بدلا نہیں چاہتا ہے۔ اور شہداء کا اخلاص یہ ہے کہ وہ وجود میں خدائیتعالے مفرد جانتے ہیں۔ اور محققین صدیقین کا اخلاص یہ ہے کہ اُن کو ذات کے پہچاننے میں اسماء و صفات کی کچھ حاجت نہیں ہوتی ہے اور مقربین کا اخلاص یہ ہے کہ باقی تلوین سے آثار تمکین کے ظہور کے تحت میں بری ہوتے ہیں اور یہ امر بعینہ سحق اور محق کی حقیقت ہے۔ اور اللہ حق کہتا ہے۔ اور وہی سیدھے راستہ کیطرف ہدایت کرتا ہے +

اور شہادت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شہادت کبرے۔ اور دوسری شہادت صغرے۔ اور شہادت صغرے کی کئی قسمیں ہیں۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص مسافرت میں مرا یا ڈوب کر مرا یا عارضہ اسہال سے مرا وہ شہید ہے۔ اور اس کے سوا بہت سی قسمیں ہیں۔ اور سب سے اعلے شہادت صغرے کا مقام اللہ کی راہ میں دو صفوں کے درمیان میں غازی ہوکر قتل ہونا ہے اور شہادت کبرے دو قسم کی ہے۔ ایک اعلے اور دوسری ادنے۔ پس اعلے یہ ہے کہ حق تعالے کا شہود تعین کی آنکھ سے اُس کی تمام مخلوقات میں ہو۔ مثلاً مخلوقات میں جب کسی چیز کو دیکھے تو اُس چیز میں بغیر حلول اور بلا اتصال و انفصال کے حق تعالے کو دیکھے بلکہ اللہ تعالے نے جو خبر دی ہے فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ۔ اور یہ وہ چیز ہے کہ جس کیطرف ہم نے اپنے اس قول سے شہادت میں اشارہ کیا ہے۔ اور وہ قول یہ ہے اِنَّ من شروطها دوام المراقبة من غير فترة یعنی شہادت کی یہ شرط ہے کہ ہمیشہ مراقب رہے بغیر سستی کے۔ پس جب بندہ کے واسطے یہ مشہد صحیح ہوا تو وہ خدا کا دیکھنے والا ہے۔ اور یہ مقام شہادت کے مناظر سے اعلے ہے۔ اور اُس کے بعد صدیقیت کا پہلا مرتبہ ہے اور وہ وجد ہے۔ پس اپنے رب کے وجود کے سبب سے وہ بالذات فنا ہوجاتا ہے اور اُسوقت صدیقیت کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے۔ اور شہادت کبرے کی ادنے قسم یہ ہے کہ اللہ تعالے کے ساتھ بغیر کسی علت کے محبت رکھے۔ پس اُسکی محبت خدا کے ساتھ اُس کی صفات کی وجہ سے ہو اور اس وجہ سے ہو کہ وہ محبت کرنے کے لائق ہے +

اب جاننا چاہئے کہ محبت کی تین قسمیں ہیں یعنی محبت فعلیہ اور محبت صفاتیہ اور محبت ذاتیہ۔ پس محبت فعلیہ عوام کی محبت ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالے کو بوجہ اپنے اُوپر احسان کرنے کے دوست رکھے۔ اور اس وجہ سے دوست رکھے کہ اللہ تعالے نے جو چیز اُس کو دی ہے

وہ اُس کو اور زیادہ کریگا۔ اور محبت ذاتیہ خواص کی محبت ہے۔ اور یہ لوگ اُس کو بوجہ اُس کے
جمال و جلال کے دوست رکھتے ہیں اور پردہ کا اُٹھنا نہیں چاہتے ہیں اور نہ نقاب کا کھولنا چاہتے
ہیں۔ بلکہ خدا کے واسطے محبت خالص نفوس کی ملاوٹ سے کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ محبت خالص خدا
کے واسطے نہیں ہے۔ بلکہ وہ علت نفسی کی وجہ سے ہے۔ پس محب مخلص اس سے منزہ ہے
اور خاص کی محبت تعشق ذاتی ہے جو اپنی قوت سے عاشق نے معہ تمام معشوق کے انوار کے
منطبع ہوتی ہے۔ پس عاشق معشوق کی صفت میں ظاہر ہوتا ہے جیسے روح جسم کی صورت میں
متشکل ہو جاتی ہے کیونکہ ان دونوں میں تعشق ہوتا ہے۔ اور عنقریب اسکا بیان آخر کتاب میں
مقربین کے ذکر کے پاس آئیگا۔ پس عوام کی محبت محبت فعلیہ ہے۔ اور شہداء کی محبت محبت
ذاتیہ صفاتیہ ہے۔ اور مقربین کی محبت محبت ذاتیہ ہے۔ اور شہادت کبرےٰ والوں کی شرط یہ ہے
کہ نفس پر مخالفات کے ساتھ بغیر رخصت کے قایم رہیں یعنی نفس کے ارادوں کی ہمیشہ مخالفت
کریں اور اُس کو کبھی اجازت نہ دیں۔ کیونکہ ہمارے گروہ میں سے اکثر آدمیوں نے تحقیق مخالفات
میں خطا کی ہے اور اس بات کا دعوے کیا ہے کہ اگر میرا نفس روزہ رکھنے کا ارادہ کرے یا نماز
پڑھنا چاہے تو اُسپر یہ واجب ہے کہ کھانے پینے میں اور نماز کے چھوڑ دینے میں اُسکی مخالفت
کرے حالانکہ یہ خطا ہے کیونکہ نفوس اصلی حیثیت سے وہ امر چاہتے ہیں جسمیں اُن کے واسطے
بالفعل آرام ملے۔ پس اصل میں جو اُ [illegible] کھانا۔ اور روزہ رکھنا۔ اور اچھے کام وہ
روح کے واسطے ہیں۔ اور طریق [illegible] ہے کہ روح کی مخالفت کرے۔ کیونکہ
روح فرشتہ کی ہمنشین ہے۔ او [illegible] ہمنشین ہے۔ اور برخلاف نفس کے کہ وہ خواہش
کا جلیس ہے۔ اور خواہش شیطان کی جلیس ہے اسی واسطے اُسکی مخالفت کرنا چاہئے۔ تاکہ
اطمینان حاصل ہو جائے اور روح کے ساتھ اللہ کی طرف اس کو سکون ہو جائے۔ اور یہ وہ
مخالفت ہے جس کیطرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاد اکبر کے ساتھ اشارہ فرمایا ہے
اور وہ حدیث یہ ہے کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کیطرف رجوع ہوئے۔ پس اسی واسطے ہم نے
تلوار کی شہادت کو شہادت صغریٰ قرار دیا۔ اور محبت کی شہادت کو شہادت کبریٰ قرار دیا ہے
اور صدیقیت مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کے مقام کی حقیقت سے مراد ہے۔ یعنی جس
شخص نے اپنی ذات کو پہچانا اُس نے گویا اپنے رب کو پہچانا۔ اور اس معرفت کے لئے تین
حضرات ہیں۔ اُس میں پہلے حضرۃ حضرت علم الیقین ہے۔ اور دوسرے حضرۃ حضرت عین الیقین ہے

اور تیسرے حضرۃ حضرت حق الیقین ہے۔ پس صدیق کی علامت ان حضرات سے متجاوز ہونے میں یہ ہے کہ وجود کا غیب اُس کو موجود ہو جائے پس وہ تعین کے نور سے اس چیز کو دیکھ لے کہ جو مخلوقات کی آنکھ سے غائب ہے۔ اور وہ خدا کے اسرار ہیں۔ پس وہ اُسوقت اُس کی حقیقت سے خبردار ہو جائے پس اُسکا فنا ہونا انوار جمال کے سلطان کے تحت میں حاضر ہو۔ اور اس فنا سے بقائے ہبہ کو حاصل کرے اور یہ جو میرا قول ہے کہ حاصل کرے اس سے یہ مراد ہے کہ اس کو بقائے الٰہی ایسی ظاہر ہو گئی جیسے کہ وہ ہمیشہ تھا یعنی کہ جب سے موجودات پیدا ہوئی ہے کبھی زایل نہیں ہوا اور یہ بات نہیں ہے کہ اُس نے اس حضرۃ میں کچھ فائدہ حاصل کیا ہے۔ پس جب وہ خدا کے بقا کے ساتھ باقی ہُوا تو اُسپر تمام اسماء ایک ایک ہو کر متجلی ہو گئے پس اُس نے اُسوقت ذات کو اسماء کی حیثیت سے پہچانا۔ اور یہ علم الیقین کے پہنچنے کی حد ہے اور اسی وجہ سے وہ عین ہوتا ہے۔ پھر اس سے تجلیات صفات کیطرف ترقی کرتا ہے۔ پس اُس کو ایک صفت کا دوسری صفت کے بعد شہود ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ ذات کے ساتھ معہ اُس کی صفات کے ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے بھی ترقی کر کے یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اُس کو اپنے وجود میں ذات کے ساتھ اسماء و صفات کی بھی حاجت نہیں رہتی ہے۔ پھر اس سے یہاں تک ترقی کرتا ہے کہ ذات کے اسماء و صفات کے مواقع کو پہچان جاتا ہے پس بالذات ذات کو پہچان جاتا ہے پس اُس کے سامنے اسماء و صفات کی حضرۃ قایم ہو جاتی ہے اور اُس کے حقایق کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اُن کے اجمال کا تفصیل میں ادراک کرتا ہے اور اُن کی تفصیل کا اجمال میں ادراک کرتا ہے۔ پس وہ ہمیشہ ربوبیت کی خلعت میں یہاں تک لوٹ پلٹ کرتا ہے کہ اُس کو عنایت کا ہاتھ اسماء و صفات کے ساتھ موصوف کر دیتا ہے۔ پس جب وقت وجہی آگیا اور شراب مختدم کا پیالہ پی لیا تو وہ صاحب حق الیقین ہو گیا۔ پس جب مہر توڑ دی گئی اور پیالہ شراب کے رنگ میں رنگین ہو گیا تو وہ صاحب حقیقت الیقین ہو گیا۔ اور یہ مقربین کا پہلا مقام ہے۔ اور قربت اُس کو کہتے ہیں کہ ولی خدا کی صفات میں اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ جو خدا کے مرتبہ کے قریب ہے۔ اور یہ مجاز ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں عالم فلاں کے قریب ہے یعنی اور معرفت میں اُس کے قریب ہے۔ اور فلاں مسلم تاجر موسیٰ کے قارون کے قریب ہوا یعنی مالیت میں اُس کے قریب ہوا۔ پس قربت کے یہ معنی ہیں کہ تنوعات اسماء اور صفات میں بندہ ظہور حق کے قریب ہو گیا۔ کیونکہ یہ بات محال ہے کہ بندہ کسی صفت کی

حقیقت کو پورا جان سکے۔ لیکن جب اُس نے بطور تمکین کے اُس میں تصرف کیا اس حیثیت سے کہ جس چیز کو وہ طلب کرتا ہے اور اُس سے وہ چیز منہہ نہیں موڑتی ہے۔ اور اُس نے اس چیز کو جان لیا جو اُس کے علم کو زائل کر دیتی ہے۔ اور اُس امر کو کر لیا کہ جس کے پیدا کرنے کا عالم میں ارادہ کرتا ہے جس طرح مردہ کا زندہ کرنا اور مادر زاد اندھے اور ابرص کا اچھا کرنا۔ اور دوسرے امور جو خدائیتعالے کے واسطے زیبا ہیں۔ پس گویا وہ حق کے قریب ہو گیا یعنی اللہ تعالے کا پڑوسی ہو گیا۔ پس یہ قرب ہمسائگی کا نام ہے۔ دیکھو اہل جنت جب اللہ تعالے کے ہمسائگی ہونگے تو اُن کو تمام موجودات کیسے متاثر ہونگی۔ پس جو چیز چاہیں گے وہ جنت میں اُن کو مل جائے گی اُسی کا نام قرب ہے۔ اور اس مقام کے حضرات میں سے پہلے حضرت خلت ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ حق تعالے درمیاں میں ہو۔ پس اُس کے جسم کے تمام اجزاء میں تخلل کے آثار ظاہر ہوں۔ اس طرح پر کہ سب چیزیں اُس کے لفظ کُن سے اثر قبول کریں۔ اور امراض اور علل کو اچھا کرے۔ اور اپنے ہاتھ سے نئی نئی چیزیں پیدا کرے۔ اور اپنے پیر سے ہوا پر چلے۔ اور ہر صورت پر متصور ہونے کی قدرت رکھے۔ اور اُس کے اس قول کے یہی معنی ہیں۔ کہ میرا بندہ ہمیشہ میری طرف نوافل کے ساتھ متقرب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس کو دوست بنا لیتا ہوں۔ پس جب میں نے اُس کو دوست بنا لیا تو میں اُسکا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اُس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ باتیں کرتا ہے۔ اور اُس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ حملہ کرتا ہے۔ اور اُس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ پس جب اللہ تعالے اُس کا کان۔ اور اُس کی آنکھ۔ اور اُس کا پاؤں۔ اور اُس کا باقی جسم ہو جاتا ہے تو یہ بندہ اللہ کا خلیل ہو گیا یعنی اُسمیں خدا کے انوار متخلل ہو گئے پس وہ اللہ کا خلیل ہے۔ اور اُس کو مقام خلت ابراہیمیہ نصیب ہو گیا کیونکہ تمام جسم جوارح اور قوتوں سے مرکب ہے۔ پس جوارح یہ ہیں جیسے ہاتھ اور پاؤں اور قوتیں یہ ہیں جیسے سمع اور بصر۔ پس یہ قوتیں ظاہر اور باطن دونوں کو عام ہیں۔ پس ان میں سے ہر ایک یعنی اُسکی آنکھ۔ اور اُس کا کان۔ اور اُس کی زبان۔ اور اُسکا پاؤں۔ اور اُسکا ہاتھ تمام موجودات ان سے اثر قبول کرتی ہیں۔ کیونکہ وہ سب اللہ کے ہیں۔ پس وہ اُسکی قوت سے کام کرتا ہے۔ اور اُسی کی قوت سے کلام کرتا ہے۔ اور اُسی کی قوت سے حملہ

کرتا ہے۔ اور اُسی کی قوت دیکھتا ہے۔ اور اُسی کی قوت سے جانتا ہے۔ اور ایسے ہی ہر جارحہ اور ہر قوت اُسی سے کام کرتی ہے۔ اور یہ مقام خلت ہے۔ دیکھو اس مقام کے مقرر کیطرف کہ وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں جب اُنہوں نے اس کی تحقیق کے شہود کا ارادہ کیا تو اُنہوں نے چار جانور پکڑے۔ اور اُن کو ایک ایک پہاڑ پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ پس جب اُن کو اپنی زبان سے بلایا تو وہ اُن کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالے ہر شئی پر قادر ہے۔ پس وہ ان آیات سے خدا کے مقرب ہوئے ؂

اب جاننا چاہیئے کہ مقام قربت وسیلہ ہے۔ اور یہ اس واسطے ہے کہ اُس کی طرف پہنچنے والا قلوب کے لئے سکون کیطرف وسیلہ ہو جاتا ہے۔ اور حقایق الٰہیہ تک پہنچا دیتا ہے اور اصل اسکی یہ ہے کہ قلوب اصل میں تمام حقایق الٰہیہ سے سادہ ہیں اگرچہ اُن سے پیدا ہیں۔ لیکن عالم موجودات میں آنے کے سبب سے اس سادگی کو حاصل کیا ہے۔ پس وہ کسی چیز کو بالذات نہیں قبول کرتے ہیں کہ اُس چیز کا غیر میں مشاہدہ کریں۔ اور وہ غیر اُن کے لئے آئینہ یا چھاپنے والے کی طرح ہو جائے۔ اور اس چیز میں اپنی ذات کو دیکھ لیں۔ پس اپنے نفس کو قبول کر لیں اور اُس استعمال میں لائے جیسے یہ چیز اصل میں استعمال میں لائی جاتی ہے پس حق تعالے کا اسم پہلے ارواح کا وسیلہ ہے کہ وہ سکون حاصل کر کرا د صاف الٰہیہ کیطرف پہنچا دیتا ہے۔ اور اُس ولی کا قلب جو مقام قربت تک پہنچ گیا ہے اجسام کا وسیلہ ہے کہ سکون حاصل کر کے حقایق الٰہیہ کو ثابت کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے کہ آثار کا ظہور اُسمیں ہوا ہے۔ پس ولی کو یہ امر ممکن نہیں ہے کہ اُسکا جسم امور الٰہیہ کے ساتھ متحقق ہو جائے۔ مگر جب وہ کسی ولی مقام قربت والے کے متحقق ہونے کی کیفیت کو دیکھ لے تب یہ بات حاصل ہو سکتی ہے۔ پس یہ ولی اُس کو درجہ تحقیق تک پہنچانے کے لئے وسیلہ ہو گا۔ اور تمام انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس وسیلہ بعینہ مقام قربت ہے۔ اور اُس کے تمام میں سے پہلا مرتبہ مقام خلت ہے۔ اور مقام خلیل کی انتہاء مقام حبیب کی ابتداء ہے کیونکہ حبیب ذاتی تعشق اتحادی سے مراد ہے۔ پس دونوں تعشق کرنے والوں سے ایک دوسرے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور ہر ایک اُن دونوں میں سے ایک دوسرے کے قایم مقام ہو سکتا ہے۔ دیکھو جسم اور روح دونوں کا تعشق جب ذاتی ہے تو دنیا میں جسم کے تکلیف پانے سے روح کیسے تکلیف پاتی ہے۔ اور روح کے تکلیف پانے سے آخرت میں

جسم تکلیف پائیگا۔ پھر اُن دونوں میں سے ہر ایک ایک دوسرے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالے نے اپنی کتاب عزیز میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف خطاب کر کے اشارہ کیا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ یعنی اللہ تعالے نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا قایم مقام کر دیا۔ اور ایسے ہی اُسکا یہ قول ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے خود اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ جب اُنہوں نے آپ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھ کو معذور رکھیے۔ کیونکہ اللہ کی محبت نے مجھ کو آپ کی محبت سے روگرداں کر دیا۔ پس آپ نے اُن سے فرمایا کہ اے مبارک اللہ کی محبت میری محبت ہے۔ پس جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہاں خدا کے خلیفہ تھے تو وہاں اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نائب ہے۔ اور نائب خلیفہ کو کہتے ہیں۔ اور خلیفہ نائب کو کہتے ہیں۔ پس یہ بعینہ وہ ہے اور وہ بعینہ یہ ہے۔ اور اسی وجہ سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کمال میں منفرد ہیں۔ پس انہوں نے تمام کمالات اور مقامات آلہیہ باطن میں ختم کر دیئے۔ اور آپ کے واسطے مقام رسالت کا ختم ہونا ظاہر میں اس امر کا شاہد ہے۔ اور مقام محبت کا آخر مقام ختام کا اول ہے۔ اور مقام ختام حقیقت ذوالجلال والاکرام کے ثابت ہونے سے مراد ہے۔ مگر بہت کم مخلوق ایسی ہے کہ جو اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔ پس یہ سب چیزیں اُس کے لئے بطور اجمال کے ہوں گے۔ مگر وہ اصل میں بطور تفصیل کے خدا کے واسطے ہیں۔ پس اسی واسطے کامل اکملیت میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ کیونکہ خدا کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ پس ولی اُس میں ہمیشہ موافق خدا کے اُسکی ذات میں جانے کی ترقی کرتا رہتا ہے۔

پھر جاننا چاہئے کہ مقام عبودیت کسی مرتبہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ کیونکہ ولی کبھی مقام خلت سے خلق کیطرف رجوع ہوتا ہے تو اللہ تعالے اُس کو مقام عبودیت میں رکھتا ہے۔ اور کبھی مقام حب سے لوٹ آتا ہے۔ اور کبھی مقام ختام سے لوٹتا ہے۔ اور اس کلام سے یہ فائدہ ہے کہ عبودیت کے یہ معنی ہیں کہ بندہ مرتبہ آلہیہ سے اللہ کے ساتھ حضرت خلقیت کیطرف لوٹ آوے۔ پس مقام عبودیت اُس کے لئے تمام مقامات پر گواہ ہے اور عبادت اور عبودیت اور عبودت میں یہ فرق ہے۔ کہ عبادت اُس کو کہتے ہیں کہ بندہ سے اچھے اعمال خالص خدا کے واسطے صادر ہوں اور بدلا نہ چاہے۔ اور عبودت خدا کیواسطے

عمل کرنے کو کہتے ہیں اسی وجہ سے ہیمنت مقام عبودیت کے واسطے تمام مقامات پر اعلے ہے
اور ایسا ہی مقام ختام تمام مقامات قربت پر عالی ہے کیونکہ وہ اولیاء کے مقامات کا ختم ہے اور
صرف مقام قربت تک ولی کے پہنچنے سے تمام وہ مقامات کہ جہاں تک اللہ تعالے میں مخلوق پہنچ
سکتی ہے جایز ہے کیونکہ وہ اللہ کے ساتھ مقام قربت میں ملتا ہے پس وہاں تک پہنچکر خلق کے
تمام مقامات ختم ہو جاتے ہیں۔ اور اُسمیں مقام خلت سے اُس کا حصہ ہوتا ہے اور ایک حصہ مقام حب
سے ہوتا ہے۔ پس وہ مقام قربت میں ختام ہو جاتا ہے۔ اور خلت کا نام جو مقامات قرب میں
سے پہلے مرتبہ کو مخصوص ہؤا وہ اس وجہ سے کہ مقرب وہ شخص ہے کہ جس کے وجود میں حق کے
آثار متخلل ہو گئے۔ پھر اس کے بعد مقام حب ہے۔ کیونکہ مقام حب مناظر آلہیہ میں مقام محمدی کو
کہتے ہیں۔ اور مقام ختام مقام قربت کی انتہا کا نام ہے۔ اور اسکی انتہا کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ کیونکہ
خدا کی کچھ انتہا نہیں ہے۔ لیکن اسم ختام تمام مقامات قربت پر منطبق ہے۔ پس جو شخص مقام قربت
میں پہنچ گیا وہ خاتم الاولیاء ہے۔ اور مقام ختام میں نبی کا وارث ہؤا اس لئے کہ مقام قربت مقام
محمود کو کہتے ہیں۔ اور وہ مقرب کو اُس جگہ پہنچانے کیواسطے کہ جہاں اُس سے پہلے کوئی نہیں جا
سکتا ہے وسیلہ ہے۔ پس وہ ان مقامات آلہیہ میں فرد ہے اور اُس کے واسطے یہ لایق ہے
کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اعتقاد کرے چنانچہ آپ نے اپنے اس قول میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے
اور وہ قول یہ ہے کہ وسیلہ جنت میں ایک اعلے مکان ہے۔ اور وہ ایک شخص کیواسطے ہوگا اور
میں امید کرتا ہوں کہ وہ ایک شخص میں ہونگا۔ کیونکہ آپ ہی کے واسطے تمام موجودات میں ابتداء ہے
پس اُنہیں کے واسطے ختام بھی ضروری ہے علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام +

دوسرا حصّہ تمام شد



فہرست کتب جدید

حمائل شریف یہ حمائل شریف اپنی طرز کی بالکل نرالی ہے اور جیسا کہ نمونہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ آج تک ایسی حمائل کبھی شائع نہیں ہوئی۔ نہ صرف بلحاظ صفائی اور خوبصورتی کے یکتا ہے بلکہ جو لوگ حمائل شریف کو نہ صرف بلحاظ زیبائش کے بلکہ تلاوت کی غرض سے رکھنا چاہتے ہیں وہ اسکی بہت قدر کرینگے ہم اسکی صرف چند خوبیوں کا ذکر ذیل میں کرتے ہیں ۔

خط نہایت پاکیزہ ہے۔ ہر ایک لفظ علیحدہ علیحدہ لکھا گیا ہے۔ اور اعراب بھی ہر ایک حرف کے ساتھ ساتھ دئے گئے ہیں جس کو ایک بچہ بھی بڑی آسانی کے ساتھ پڑھ سکتا ہے ۔

آیات کے نمبر حاشیہ پر ترتیب وار دئے گئے ہیں اور رکوع و ربع و نصف وغیرہ کا بھی نشان دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ صفحہ کے اوپر سورہ و شروع آیات صفحہ کا نمبر و نیز سیپارہ کا نمبر بھی لکھدیا گیا ہے جس سے کسی موقع کے نکالنے میں بڑی سہولیت ہوگی ۔

صحت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے تاکہ کسی قسم کی غلطی یا نقص باقی نہ رہے اور مستند نسخوں سے نقل کرکے بڑے اہتمام سے بار بار مقابلہ کیا گیا ہے ۔

فہرست مضامین حروف تہجی کی ترتیب پر آخر میں لگائی گئی ہے تاکہ جملہ عقائد و احکام و قصص کے نکالنے اور مطالعہ کرنے میں آسانی ہو ۔

اس حمائل میں خاص خوبی یہ ہے کہ ہمارے ترجمۃ القرآن و نجوم الفرقان کے ہمراہ اسکے استعمال کرنے میں تلاوت قرآن شریف میں ہر طرح کی سہولت اور آسانی ہوگی۔ جو شخص قرآن شریف سے کامل روحانی اور اخلاقی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ ضرور اسے منگوائینگے قیمت کپڑے کی جلد مع سنہری نام کے فقط تین روپے ۳ اعلےٰ درجہ کے ولایتی چمڑے کی جلد حسب ارشاد۔ ترجمۃ القرآن کے ہمراہ مجلد . . . . صہ

ترجمۃ القرآن اردو بامحاورہ سلیس۔ مستند۔ بلا متن عربی جیبی تقطیع۔ نمبر آیات حاشیہ میں جامع فہرست مضامین قرآنی بقید حروف تہجی۔ نہایت مفید و کار آمد۔ لکھائی چھپائی کاغذ اعلےٰ قسم ولایتی کپڑے کی جلد سنہری نام قیمت ۱۲؎ حمائل شریف کے ہمراہ مجلد صہ

لغات القرآن قرآن شریف کے جملہ الفاظ کی فہرست بقید حروف تہجی جسمیں ہر ایک لفظ کے اصل و بامحاورہ معنی بڑی تحقیق و تدقیق سے درج کئے گئے ہیں جیبی تقطیع قیمت ۸؏

رُوح لیلیٰ } یہ کتاب بھی ماری کوریلی کی تصنیف ہے اور اس میں ایک دوسرے روحانی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک شخص ایک مردہ لڑکی کے رُوح کو اُس کی وفات کے وقت ایسا محبوس کر لیتا ہے کہ وہ جسم کے ساتھ وابستہ رہتی ہے۔ اور وقتاً فوقتاً اُس کو زندہ کر کے اُس کے ذریعہ سے بہت سے کام نکالتا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی عجیب قصّہ ہے مگر ہمارے مشرقی قصّہ کہانیوں کی طرح اس میں صرف عجائبات کا ذکر کر کے لوگوں کو تعجب میں ڈالنا اس کا منشاء نہیں ہے بلکہ روحانیات کے متعلق اعلےٰ درجہ کے مسائل کو حل کرنا۔ جو صاحب اس قصّہ کو مطالعہ کرینگے وہ اس میں علاوہ تفریح کے بہت سے علمی واقعات کا بیان پائیں گے جس سے اُنکو غور و فکر کے لئے بہت سے قیمتی سبق حاصل ہونگے۔ جیبی تقطیع پر چھپا ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ اعلےٰ درجہ کا۔ قیمت ... (عار)

سمندر کی سیر } یہ ناول بھی فرانس کے مشہور ناولسٹ جولس ورن کی تصنیف سے ہے جیسا پاتال کی سیر میں مصنّف نے علم الارض کے عجائبات کو بیان کیا ہے ویسے ہی اس میں سمندر کے تہ کی عجائبات کو ایسے دلچسپ طور سے بیان کیا ہے کہ گویا چشم دید واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ سمندر کے عجائب و غرائب کے سامنے عقل حیران ہوتی ہے اور پرستان کی سیر کا مزہ آجاتا ہے۔ اور لُطف یہ ہے کہ ساری باتیں درست اور سائنس کے مسلم واقعات کے عین مطابق ہیں۔ جو لوگ تفریح طبع کے لئے ناول پڑھتے ہیں اُنکے لئے اس قسم کے ناول خاص طور پر مفید ہیں کیونکہ اُن کے مطالعہ سے نہ صرف دل بہلتا ہے بلکہ بلا تکلیف سائنس کے معلومات کا ذخیرہ بہم پہنچتا رہتا ہے۔ اور اس طور سے یک کرشمہ دو کار کا مصداق ہو جاتا ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اِس قسم کے ناولوں کے مطالعہ سے لوگوں کا بگڑا ہوا مذاق درست ہوگا اور رفتہ رفتہ لوگوں میں سائنس اور دیگر علوم کے مطالعہ کا شوق بڑھے گا۔ جیبی تقطیع پر لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت ہر دو حصّہ ... (عـ۱۲)

پاتال کی سیر } فرانس کے ایک مشہور و معروف ناولسٹ اور سائنس دان جولس ورن کی تصنیف ہے۔ اِس مصنّف کی کتابوں نے شہرۂ عام حاصل کیا ہے۔ کیونکہ ان میں علاوہ ناول کی دلچسپی کے سائنس کے بڑے بڑے مسائل کو ایسی سادگی اور سلاست سے بیان کیا ہے کہ ایک بچّہ بھی اس سے پورا لُطف حاصل کر سکتا ہے۔ کہیں چاند کی سیر کرائی ہے کہیں تحت الثرےٰ کی۔ کہیں سمندر کی۔ مگر ساتھ ہی لطف یہ ہے کہ عجائب و غرائب اس طور سے بیان کئے ہیں کہ اگرچہ پرستان کا سماں بندھ جاتا ہے مگر سائنس کے اُصول میں ذرا فرق نہیں آتا۔ خاصکر اس ناول کو پڑھکر جس میں

(مفصل فہرست کتب طلب کرنے پر مفت ارسال کی جاتی ہے)

زمین کی تہ کے نیچے کا حال بیان کرتے ہوئے علم الارض (جیالوجی) کے بڑے بڑے مسئلوں کو حل کیا ہے۔ اور اس کے عجیب و غریب حالات کو پڑھکر الف لیلہ کے علاء الدین اور اس کے عجیب و غریب چراغ کا مزہ آتا ہے۔ اگر اہل ملک نے قدردانی کی تو ہم اس مصنف کے دوسرے ناول بھی شائع کرینگے۔ چھوٹی تقطیع عمدہ کاغذ پر اعلےٰ درجہ کی چھپی ہے قیمت ڈیڑھ روپیہ - - - - - - - - عہ